جملہ حقوق محفوظ

سلسلۂ دارالمصنفین
(نمبر ۴۷)

تاریخ صقلیہ

جلد دوم

اس میں

سسلی کے اسلامی کا تمدنی جغرافیہ، نظام حکومت، زراعت، صنعت، حرفت، تعمیرات، تہذیب و معاشرت اور علوم و فنون کا تفصیلی مرقع دکھا کر یورپ پر سسلی کے اسلامی تمدن کے اثرات دکھائے گئے ہیں

از

مولانا سید ریاست علی ندوی

محمد اسلام الدین

مطبع معارف دارالمصنفین اعظم گڑھ میں چھپی

طبع دوم عکسی

سنہ ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۲ء

Nizami Book Agency
BUDAUN - 243601 (U.P.)

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

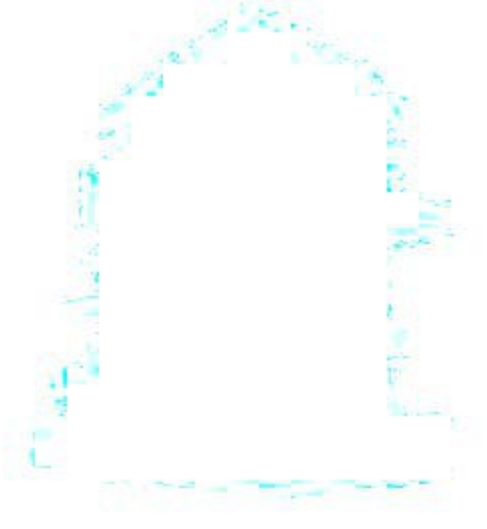

Marfat.com

132685

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلی جلد کے دیباچہ مین کہا گیا تھا، :-

"سسلی کی تاریخ..... ایک ایسی تمدن آفرین قوم کی سرگذشت ہی جس کی تمدنی ترقیان یورپ کی جدید ترقیون کی بنیادون مین سے ایک بنیاد تھین"

اس دوسری جلد مین اُسی تمدن آفرین قوم کے تمدنی خط وخال دکھائے گئے ہین، کتاب چند ابواب مین تقسیم کیگئی ہی پہلے باب "صقلیہ کے عہد اسلامی کا تاریخی وتمدنی جغرافیہ" مین صقلیہ کے مسلمانون اسلامی آبادیون یہان کے رہنے والون کی زبان، ادیان، مذاہب، فرق اور اخلاق وعادات کا بیان ہی سرزمین اور اسکے باشندونکے تعارف کے بعد انکی متمدن حکومت کا بیان آتا ہی پھر "معیشت" کے باب مین انکے معاش اور طریق زندگی کی تفصیل ہی اس ضمن مین زراعت، صنعت وحرفت، تعمیر اور تجارت کے مفصل حالات آگئے ہین پھر "علوم وفنون" کا باب مسلمانان صقلیہ کے ذہنی وعلمی ترقیون کا آئینہ دار ہی، اسی مین رجال صقلیہ کے مفصل سوانح بھی ملین گے، علما وادبائے صقلیہ کی علمی وادبی خدمات مختلف فنون کی تقسیم کیساتھ جداگانہ دکھائے گئے ہین اسلئے ان لوگون کا تذکرہ انکی مختلف علمی خدمات کی مناسبت سے علم کے مختلف شعبون مین ایک سے زائد مرتبہ آیا ہی اسلئے ان مین سے جس شخص کا ذکر پہلی مرتبہ علم کے جس شعبہ مین آیا ہی وہین پر اسکے مفصل سوانح بھی درج کر دیے گئے ہین لیکن اگر کسی کی شہرت کسی خاص فن مین زیادہ نظر آئی اور ترتیب کتاب کے لحاظ سے کسی دوسرے فن مین اس کا ذکر اسکے خاص فن کے تذکرہ سے پہلے آیا ہی تو وہان اسکے سوانح آیندہ کیلئے اٹھا رکھے گئے ہین مثلاً قاضی اسد بن فرات کو علم فقہ مین اور شریف ادریسی کو علم جغرافیہ مین شہرت حاصل ہی اور اول الذکر کو علم حدیث (جسکا ذکر علم فقہ سے پہلے ہی) سے اور آخر الذکر کو علم ادب (جسکا تذکرہ علم جغرافیہ سے پہلے ہی) سے بھی تعلق تھا تو ان دونون جگہ ان کے علم حدیث و ادب سے مناسبت کا تذکرہ کرکے انکے سوانح فقہ اور جغرافیہ کے فنون

Marfat.com

مین درج کئے گئے ہین مگر ایسی مثالین پوری کتاب میں چند سے زیادہ نہیں عموماً ہر صاحب علم کے سوانح اسی جگہ ملین گے جہان پہلی مرتبہ اس کا ذکر آیا ہی،

آخری باب "اسلامی تہذیب و تمدن پر ایک اجمالی نظر" میں صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے اثرات یورپ پر کے عنوان سے جو کچھ کہا گیا ہی وہ تمام تر یورپ و امریکہ کے ممتاز اہل علم و مورخین کے بیانون پر مبنی ہی اسلئے انکی تمام تر ذمہ داری بھی انہی پر ہی کہ وہ اپنے بیان کی ترقیون کے جو اسباب بیان کریں انہین انکا حق حاصل ہی، اس عنوان کے ماتحت جو کچھ کہا گیا ہی اس میں مؤلف کا کام صرف یہ رہا ہی کہ انکے نتائج فکر کو بالاستیعاب پڑھکر انمین جو حصہ صقلیہ کے متعلق نظر آئے اوسے چن کر مرتب کر لیا جائے یہی وجہ ہی کہ اس فصل میں اقتباسات زیادہ اور کسی قدر طویل ہین، اور چونکہ یورپ کے مفکرین اور مستشرقین اس سلسلہ میں تقریباً یکسان خیالات و نظریات بیان کرتے رہے ہیں اسلئے ان سب کے بیانون کا استقصا کرنا بیسود نظر آیا اسکے بجائے محض واقعہ کے اظہار کیلئے ان میں سے صرف چند مورخین کی کتابیں سامنے رکھ لی گئیں کہ انہی بیانون پر دوسرے مستند مورخین کے بیانات کا قیاس کیا جا سکتا ہی،

اس سلسلہ میں اس شبہہ کا ازالہ بھی کر دینا ہی کہ "اسلامی تہذیب و تمدن" اور "اسلامی علوم و فنون" سے مراد وہ تہذیب و تمدن اور علوم و فنون ہین جو صقلیہ کی اسلامی حکومت کے عہد یا اوس کے زوال کے بعد مسلمانون میں رائج رہے، علی الرغم اسکے کہ نفس دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق بھی ہون یا نہ ہون، اسلئے دوسرے لفظون میں انہین "مسلمانون کی تہذیب و تمدن اور علوم و فنون" کے الفاظ سے تعبیر کیا جا سکتا ہی،

جلد اول کے دیباچہ میں فہرست اعلام و ماخذ کے آخر میں منسلک کئے جانے کا تذکرہ کیا گیا تھا لیکن تنگیٔ کتاب کی فہرست مضامین ہی اس طرز پر تیار کر لی گئی ہی کہ فہرست اعلام کی چنداں ضرورت باقی نہین رہی، البتہ ماخذون کی فہرست بہ ترتیب حروف تہجی مرتب کر کے آخر میں منسلک کر دی گئی ہی،

۱۲ شوال سنہ ۱۳۵۴ھ — سید ریاست علی ندوی

۸ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء — شبلی منزل اعظم گڈھ

Marfat.com

فہرستِ مضامین تاریخِ صقلیہ جلد دوم

مضمون	صفحہ
۱۔ صقلیہ کے عہد اسلامی کا تاریخی و تمدنی جغرافیہ	
۱۔۴۵	
مسلمانانِ صقلیہ (۱)	۱۔۱۰
عرب،	۱
مستعرب،	۵
قبائلِ بربر،	۶
موالی،	۸
قدیم باشندے مسلمانوں کی صف میں،	۹
مسلمانوں کی مجموعی تعداد	۱۰
صقلیہ کی اسلامی آبادیاں (۲)	۱۰۔۳۹
بلرم	۱۰
بلرم بطور صدر مقام کے،	۱۰
قدیم شہر کی آبادی میں وسعت،	۱۱
بلرم کے محلے،	۱۳
حارۃ بلرم،	″
حارہ بلرم کے دروازے،	۱۴
خالصہ،	۱۵
حارۃ المقابلہ،	۱۸
حارۃ المسجد،	۱۹
حارۃ الجدید،	″
حارۃ الیہود،	″
حارۃ ابی حماز،	۲۰
بلرم کے شہری خصوصیات،	″
بازار،	۲۱
ہوٹل اور حمام،	۲۲
مساجد،	۲۲
جامع مسجد،	۲۳
خانقاہیں،	″
قریے،	″
بلرم کے چشمے،	۲۴
معدنِ جدید،	″
بلرم ایک سیاح کی نگاہ میں	″
چند دیگر اہم شہر،	۲۸
ساحل کے چند دیگر شہر،	۳۶
اندرونِ ملک کے شہر	″
چند دیگر آبادیاں،	۳۸
عہدِ اسلامی میں صقلیہ کی زبان	۴۰
(۳)	۴۲

Marfat.com

مضمون	صفحہ
عہدِ اسلامی میں صقلیہ کے ادیان ومذاہب وفرق، (۴)	۴۳ تا ۴۹
ادیان،	۴۳
مذاہبِ فقہ،	۴۴
فرق،	۴۵
مذہب شیعی،	۴۶
اخلاق وعادات (۵)	۴۹-۵۴
توہم پرستی،	۵۲،
محاسن اخلاق،	۵۳
۲- نظامِ حکومت ۵۵ - ۱۱۷	
صقلیہ پر اسلامی حملے (۱)	۵۵-۵۷
صقلیہ کے اسلامی حملوں پر ایک اجمالی نگاہ،	۵۵
حکومتِ صقلیہ کا تعلق غیر ملکی مرکزی حکومت سے (۲)	۵۷ تا ۶۰
حکومتِ صقلیہ (۳)	۶۰-۷۱

مضمون	صفحہ
ولاۃ کا عزل ونصب،	۶۰
ولاۃ صقلیہ عہد اغالبہ میں	״
اغالبہ کے عہد میں طرزِ حکومت،	۶۶
شاہانہ طرزِ زندگی،	۶۸
صوبوں کی تقسیم اور انکی حکومت (۴)	۷۱ تا ۷۳
صوبوں کی تقسیم،	۷۱
صوبوں کے گورنر،	۷۲
صوبہ ایطالیہ،	۷۳
جزائر،	״
حکومتِ صقلیہ کے تحت شعبے، (۵)	۷۴ تا ۷۵
اغالبہ کے عہد میں دواوین،	۷۴
عہدِ کلبیہ میں ایوانہائے حکومت،	״
دیوان الکتاب (۶)	۷۵-۷۶
دیوان الکتاب یا دفتر وزارت،	۷۵
وزراء،	״
وزراء کے فرائض واختیارات،	۷۶

مضمون	صفحہ
دیوان الخراج (۷)	۷۶، ۷۸
صاحب الخمس،	۷۶
عہدِ اغالبہ میں،	۷۶
عہدِ فاطمیین میں،	״
محاصل،	״
صقلیہ کے عیسائی رعایا پر محاصل،	۷۸
صیغہ عدالت وقضا (۸)	۷۸-۹۲
محکمۂ قضا کی بنیاد،	۷۸
دارالقضاء	۷۹
صوبوں میں محکمۂ قضاء	״
قانون،	״
عیسوی عدالت اور قانون	״
حقوق کی نگہداشت،	۸۱
صقلیہ کے صیغۂ عدالت پر ایک اجمالی نگاہ،	۸۲
قضاء پر لیک غلط الزام،	
مقدمات کی کثرت اور جھوٹی شہادتیں،	۸۴
قضاۃ،	۸۶

Marfat.com

مضمون	صفحہ
اسد بن فرات،	۸۶
ابن کحالہ،	〃
قاضی ابوعمر محمد بن میمون،	۸۸
دعامہ بن محمد،	۹۱
ابوالقاسم قیسی،	〃
قضاۃ فاطمی،	۹۲
اسحاق بن منہال،	〃
ابن قرہب کے عہد میں	〃
عہدۂ قضاء	
قاضی ابن خالی،	〃
قضاۃ بعہد کلبیہ	۹۳
قاضی ابواسحاق،	〃
قاضی ابوالفضل،	〃
قاضی عثمان بن خزاز،	〃
قاضی ابوابراہیم اسحاق بن ماعلی،	〃
دیوان المظالم (۹)	۹۴
محکمۂ شرطہ (۱۰)	〃
صاحب الشرطہ،	۹۵
دارالکبس، (۱۱)	〃
دیوان الجیوش (۱۲)	۹۵-۱۱۶
دیوان،	۹۵
صقلیہ پر حملہ آور اسلامی لشکر	۹۶
عزلی فوج،	〃
بربری فوج،	〃
رومی فوج،	۹۷
اندلسی عرب،	〃
افریقی فوجوں کی کمک	〃
سپہ سالار اور فوجی افسر	۹۹
فوجی چھاونی،	۱۰۰
مرکزی چھاونی،	۱۰۱
ملک کی اندرونی چھاؤنیاں	〃
قلعے،	〃
فوج کی تنخواہیں،	۱۰۲
دیوان دارالصناعہ	۱۰۳
صقلیہ کے دارالصناعہ	〃
دارالصناعہ کے کاریگر	۱۰۴
اور مزدور،	〃
جہاز سازی کا سامان،	〃
دارالصناعہ مسینا،	〃
دارالصناعہ باری،	〃
جنگی بیڑے،	〃
امیرالبحر،	۱۰۵
آلات حرب،	۱۰۶
اسلامی علم،	۱۰۷
خبر رسانی،	۱۰۸
اسیران جنگ،	〃
علاقوں کے ساتھ سلوک	۱۰۹
صقلیہ کے رومی غلام اسلامی ممالک میں معزز عہدوں پر	۱۱۰
جوہر صقلی،	〃
عہدۂ وزارت و سپہ سالاری	〃
روانگی مصر اور اس کا اعزاز،	۱۱۱

Marfat.com

مضمون	صفحہ
مصر میں جوہر کے ہاتھوں دولت فاطمی کا آغاز،	۱۱۲
بناے قاہرہ،	״
جامع ازہر کی تعمیر،	״
شام و حجاز پر اقدام و خلافت فاطمی کو مشرق میں منتقل کرنا،	״
وفات،	۱۱۳
اولاد،	״
بانی صقلی،	۱۱۴
دیوان صقلی،	״
امیر صقلی،	״
مظفر بن صقلی،	״
قائد طارق بن صقلی،	״
نصیر صقلی،	״
باسیل صقلی،	۱۱۶
طرزہ صقلی،	״
صقلیہ کے عیسائی اسلامی حکومت کے ماتحت، (۱۳)	۱۱۶ تا ۱۱۷
۳ معیشت، ۱۱۸-۱۸۴	
قدرتی ذخائر و اشیاء (۱)	۱۱۸-۱۳۰
آب و ہوا،	۱۱۹
کوہستانی سلسلے،	״
کوہ اٹنا و برکان عرب	۱۲۰
جغرافیہ نویسوں کی نگاہ میں	
دوسری پہاڑیاں،	۱۲۴
دشت و جنگل،	۱۲۶
دریا،	״
معادن،	۱۲۸
حیوانات،	۱۲۹
نباتات،	״
پیدائش دولت (۲)	۱۳۰-۱۸۴
۱- زراعت	۱۳۰
آباد اور غیر آباد زمین،	۱۳۰
پہاڑوں کی کثرت کے ضرر رساں پہلو،	۱۳۱
سیلاب اور باد سموم کے نقصانات	۱۳۲
ملک کی سیاست کا اثر زراعت پر،	״
مسلمانوں کی زرعی ترقیاں	״
آبپاشی کے قدرتی ذخائر،	۱۳۴
آبپاشی کے مصنوعی وسائل	״
مویشی اور چراگاہیں،	۱۳۶
موسم،	״
فصلیں،	״
پھل،	۱۳۷
پیاز کی کاشت کا طریقہ	״
ایک تاریخی لطیفہ،	۱۳۸
خشک و تر میوے،	״
خوشبودار درخت اور پھل	۱۳۹

مضمون	صفحہ
خبازی صقلی،	۱۳۹
خبازی صقلی کی کاشتکاری،	״
لکڑی،	״
کتان، روئی، نیشکر	״
صقلیہ کی زرعی چیزوں میں اضافہ،	״
۲۔ صنعت وحرفت،	۱۴۱
معدنیات سے استفادہ،	״
کان کنی،	״
آہنگری،	״
پہاڑوں سے استفادہ،	۱۴۲
جنگلوں سے استفادہ،	״
نباتات سے استفادہ،	״
چٹائی بننا،	۱۴۳
پارچہ بافی،	״
شراب کشی،	۱۴۵
صناب سازی،	״
علوائے اطریہ،	۱۴۶

مضمون	صفحہ
روغن سازی،	۱۴۶
شہد،	״
دریا اور سمندر سے استفادہ،	״
ماہی گیری،	״
صدف ریزی،	״
فنون جمیلہ،	״
موسیقی،	״
تصویریں،	״
فن تعمیر،	۱۴۹
صقلیہ کے اسلامی فن تعمیر	۱۵۰
کے خصوصیات،	״
عمارتوں میں پتھروں کا	״
پہلی مرتبہ استعمال،	״
ستون کی نوکدار محرابوں	۱۵۱
کی ایجاد،	״
آرائشی طاقچے،	״
سنہری روپہلی قلعی،	״
نقش ونگار،	۱۵۲

مضمون	صفحہ
نارمنوں کے عہد میں اسلامی	۱۵۲
طرز تعمیر،	״
مشہور عمارتیں اور ان	۱۵۵
کے آثار،	״
قصر زیزہ و قوبہ کے	۱۵۹
قصر زیزہ،	״
قصر	۱۶۱
قصر جعفر	״
کلیسہ انطاکیہ،	۱۶۲
قصر امیر منیو،	״
آثار باقیہ،	״
مہندسین صقلیہ،	۱۶۳
ابو لیث صقلی اور جامع زیتونیہ	۱۶۴
ابو محمد عبد الکریم صقلی مہندس	״
ادریسی صقلی	״
ابو الحسن علی صقلی مؤلف	״

Marfat.com

مضمون	صفحہ
لشکرِ صقلی اور جامع طرابلس،	۱۶۴
۳۔ مالِ غنیمت،	۱۶۵
۴۔ تجارت،	۱۶۶
ذرائع آمد و رفت،	″
بری راستے،	″
بحری راستے،	″
بندرگاہیں،	۱۶۷
صقلیہ سے افریقہ کا قریب تر راستہ،	۱۷۱
بار برداری،	۱۷۲
سفر کے قیود،	″
مبادلہ،	۱۷۳
تجارتی فروغ،	″
تجارتی منڈیاں،	۱۷۴
بازار،	″
گودیاں،	″
زر،	۱۷۵
ناپ اور تول،	۱۷۷

مضمون	صفحہ
مختلف ممالک سے تجارتی تعلقات،	۱۷۷
برآمد، درآمد	۱۷۹
تقسیمِ دولت (۳)	۱۸۱
صرفِ دولت (۴)	۱۸۱-۱۸۴
۴۔ علوم و فنون ۱۸۵ - ۴۱۳	
صقلیہ کی قدیم علمی مرتبت،	۱۸۵
عربی علم و ادب،	۱۸۸
صقلیہ میں علمی ترقی کے اسباب	۱۹۰
قاضی اسد کا جذب و کشش	۱۹۱
اہلِ علم کا فوجی خدمات سے مستثنیٰ ہونا،	″
ارباب حکومت کا ارباب علم ہونا،	۱۹۲
جغرافی جائے وقوع،	″
اہلِ علم کی کشش	″
اہلِ علم کی قدر افزائی،	۱۹۳

مضمون	صفحہ
عہدِ اسلامی میں صقلیہ کی علمی مرتبت،	۱۹۳
صقلیہ میں تعلیم کا انتظام	۱۹۴
علومِ اسلامیہ	۱۹۵-۳۹۶
علومِ قرآن (۱)	″
محمد بن خراسان،	۱۹۶
اسمٰعیل بن خلف صقلی	″
تالیفات،	۱۹۷
ذکی مازری،	۱۹۸
عبدالرحمٰن بن محمد بشیری،	۱۹۹
ابنِ فحام صقلی،	″
تالیفات	۲۰۰
عثمان بن علی سرقوسی،	″
تلامذہ،	″
تالیفات،	″
حجۃ الدین ابن ظفر صقلی،	۲۰۱
جائے پیدائش نام کنیت	″
اور سالِ وفات،	

Marfat.com

مضمون،	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مذہب،	۲۰۳	ابوالعباس قلوری،	۲۱۰	ابوالقاسم صقلی،	۲۱۵
تالیفات،	۲۰۴	عبداللہ بن حمدون صقلی،	۲۱۱	ابوبکر صقلی،	״
شرف الدین صقلی،	۲۰۵	قاضی ابوعمرو میمون،	״	ابوالقاسم جزنی،	۲۱۶
حسن بن عبداللہ صقلی،	۲۰۶	ابن الفراء صقلی،	״	دورِ ثانی	
وفات،	״	قاسم سرقوسی،	۲۱۲	(پانچویں صدی ہجری)	
چند دیگر مقربین،	״	ابوعمران موسیٰ بن حسن صقلی،	״	ابوبکر محمد بن علی تمیمی صقلی،	۲۱۶
علم حدیث (۲)	״	ابوالقاسم عتیق بن محمد صقلی،	۲۱۳	ابومحمد عبدالجلیل بن مخلوف	۲۱۷
صحابۂ کرام صقلیہ میں،	״	ابوالحفص صقلی	״	صقلی،	״
حضرت عمار بن یاسرؓ	״	ابوعمران موسیٰ بن حسن،	״	ابوبکر عتیق بن علی سطاری،	״
معاویہ بن خدیج،	۲۰۷	ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن	۲۱۴	تالیفات،	״
احادیث کے مجموعے صقلیہ میں	۲۰۸	محمد بکر صقلی		ابوالحسن علی بن مفرج صقلی،	۲۱۸
موطا،	״	سفر و تلمیذ،	״	قاضی ابن الحسار صقلی،	״
صحیحین	״	وفات،	״	ابوبکر محمد بن سابق صقلی،	״
ترمذی،	״	ابوبکر بن عقال صقلی،	۲۱۴	تالیفات	۲۱۹
ابوداؤد،	۲۰۹	محمد بن خراسان،	״	ابوالطاہر صقلی،	״
طلب حدیث کے لئے سفر	״	ابوعلی حسن بن علی صقلی،	״	ابوحفص عمر بن خلف صقلی،	۲۲۰
دورِ اوّل		وفات،	״	ابوالفضل عباس بن عمرو	״
(تیسری اور چوتھی صدی ہجری)		ابومحمد بن عاصم بن اخطل صقلی،	۲۱۵	صقلی،	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
ابوبکر محمد بن ابراہیم صقلی،	۲۲۱
ابوبکر صقلی فرضی،	״
حسن بن عبدالباقی،	۲۲۲
ابوعمرو عثمان بن علی سرقوسی	״
دور ثالث	
(چھٹی اور ساتویں صدی ہجری)	
امام مازری،	۲۲۲
تالیفات،	۲۲۳
کتاب المعلم،	״
سببِ تالیف،	״
کتاب المعلم کا ایک نسخہ،	۲۲۴
المعلم کی شرحیں،	״
المعلم کے چند اقتباسات،	۲۲۶
مسلم اور صحیح مسلم امام مازری	״
کی نگاہ میں،	
حقیقتِ کذب،	۲۲۷
معتزلہ کے نفی قدر کی	۲۲۸
تشریح،	

مضمون	صفحہ
نقد رجال کا ایک نمونہ،	۲۲۸
مومن فاسق کے دخولِ	۲۳۰
جنت کی تحقیق،	
تحقیق لفظِ مسیح،	۲۳۲
کسی شے کا قبل وقوع	״
منسوخ ہونا،	
لفظ فرق (برتن) کی	۲۳۳
تحقیق،	
تعلیقات بروایات جوزقی،	״
شرح موطا امام مالک،	״
تلامذہ،	۲۳۴
اخلاق وعادات،	۲۳۵
وفات ومدفن،	״
محمد بن مسلم مازری،	۲۳۶
ابومسعود سلیمان صقلی،	۲۳۷
شرف الدین صقلی،	״
محمد بن کی صقلی،	״
ابوبکر محمد بن محمد صقلی،	۲۳۸

مضمون	صفحہ
علم فقہ، (۳)	۲۳۹
دور اول	
(تیسری چوتھی صدی ہجری)	
قاضی اسد بن فرات،	۲۴۱
ٹیونس میں تحصیلِ علم،	۲۴۲
امام مالک کے حلقہ درس	״
میں،	
عراق میں تحصیلِ علم،	۲۴۵
امام محمد کا التفاتِ خاص	״
امام مالک کی وفات اور	۲۴۶
ان کے تلامذہ کی طرف مرجعیت،	
صاحبین کا اسد سے موطا کا	۲۴۷
درس لینا،	
وطن کی واپسی،	۲۴۸
اسد مصر میں،	۲۵۰
اسدیہ کی تدوین،	۲۵۱
اسدیہ پر پہلا حملہ اور اسکی	״
پہلی نقل،	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
اسدیہ کی دوسری نقل،	۲۵۱
اسد کا ورود افریقیہ اور تلامذہ کی کثرت،	״
اسدیہ کی تیسری نقل موسومہ المدونۃ الکبریٰ اور امام سحنون و اسد میں علمی چشمک	۲۵۲
اسد کا مذہب فقہ میں،	۲۵۶
اسد قاضی القضاۃ کے عہدہ پر،	۲۶۰
ابو یحییٰ احمد بن محمد بن قدام وفات،	۲۶۲
لقمان بن یوسف غسانی وفات،	۲۶۴
ابو القاسم عبد الرحمٰن بن محمد بکری صقلی،	״
قاضی ابن الحصاری صقلی براذعی قیروانی،	״
ہجرت افریقیہ و سکونت صقلیہ	۲۶۵
وفات،	۲۶۶
ابن الحکار صقلی،	״
تالیفات،	۲۶۷
زمانہ،	״
ابو القاسم بن صداد صقلی،	״
دورِ ثانی	
(پانچویں صدی ہجری)	۲۶۸
ابو محمد عبد الحق سہمی صقلی،	۲۶۸
علم و فضل،	۲۶۸
سفر حج اور مشرق کے اہلِ علم سے صحبتیں،	۲۶۹
امام الحرمین سے تحریری سوال و جواب،	۲۶۹
ورود مصر اور وفات،	״
تالیفات،	״
ابن مفرج صقلی،	۲۷۱
تالیفات،	״
ابن صاحب الخمس صقلی،	״

مضمون	صفحہ
خزقی،	۲۷۲
ابن الکونی صقلی،	״
ابو العباس احمد بن محمد بن کلاعی،	״
ابن القابلہ صقلی،	״
ابو عبد اللہ بن النباء،	״
ابو بکر صقلی فرضی،	״
ابو حفص عمر بن سارہ الوانی	۲۷۳
ابو بکر بن عباس،	״
ابو العباس احمد بن محمد جزار صقلی،	״
تلامذہ،	״
سمنطاری،	۲۷۴
ابو محمد بن محمد صقلی،	״
ابن ظفر صقلی،	״
ابن یونس صقلی،	״
اساتذہ،	״
علم و فضل،	۲۷۵

مضمون	صفحہ
فوجی خدمات،	۲۷۵
تالیفات،	″
وفات،	″
ابن مخلوف مغنلی،	″
ابن ابی الفرج ذکی مازری	۲۷۶
تلامذہ،	″
اساتذہ و تلامذہ کا اعتراف	″
استاذ سے مخالفت،	۲۷۷
مشرق کا سفر	″
تالیفات،	۲۷۸
دور ثالث	
(چھٹی صدی ہجری)	
امام مازری،	″
تالیفات:	۲۷۹
ابوبکر محمد بن حسن رعینی،	۲۸۱
وفات،	″
ابن حیون شکلی صقلی،	″
چند دیگر شاعر و فقہاء	″
دور رابع	
(ساتویں آٹھویں صدی ہجری)	
فخر الدین محمد بن محمد صقلی،	۲۸۳
تالیفات	″
وفات	″
ابن حجر صقلی،	″
احمد بن عبداللہ و حسن بن	۲۸۴
صدقہ،	
ابن حیون شکلی صقلی،	″
علم کلام و مناظرہ (۴)	۲۸۴-۲۹۶
قاضی اسد بن فرات،	۲۸۵
مسئلہ خلق قرآن،	″
رویت باری،	۲۸۶
ابن حکار صقلی،	۲۸۷
ابو محمد عبدالحق سہمی،	۲۸۷
ابن ظفر صقلی،	″
محمد بن سابق صقلی،	۲۸۸
ابن صاحب الخمس،	″
ابن ابی الفرج ذکی صقلی،	″
امام غزالی سے مناظرہ،	″
سیاحت و ورود مہدیہ،	″
مناظرے،	″
وفات،	۲۸۹
محمد بن مسلم مازری،	″
امام مازری،	۲۹۰
امام مازری اور امام الحرمین	″
امام مازری اور امام غزالی،	۲۹۴
علم تصوف (۵)	۲۹۶-۳۰۳
شیخ ابو عمران کبری صقلی،	۲۹۸
تصنیفات	″
شیخ ابوبکر محمد بن احمد المعلم صقلی،	۲۹۸

Marfat.com

مضمون	صفحہ
شیخ ابو عبد السلام مفرج،	۲۹۸
شیخ ابوالحسن علی حریری صقلی	۳۰۰
ذوقِ نماز،	״
وفات،	״
ابو علی طبنی،	״
ابوالقاسم عتیق صقلی،	״
وفات،	۳۰۱
شیخ ابوالحسن علی بن حمزہ صقلی،	״
شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم صقلی،	״
شیخ ابوبکر عتیق عطاری،	״
تصنیفات،	״
شیخ ابو محمد عبد اللہ بن مبارک صقلی،	۳۰۲
علم تاریخ (۶)	۳۰۳-۳۰۲
تاریخ ممالک	۳۰۳
سیرت وطبقات،	۳۰۴
تذکرہ شعراء،	۳۰۵

مضمون	صفحہ
علم ادب (۷)	۳۰۶-۳۰۹
(صرف نحو، لغت، عروض اور قوافی)	
شاہی خانوادوں کا ذوقِ	۳۰۷
ادب،	״
خانوادۂ اغالبہ کی شاعری،	״
مجبر بن ابراہیم انطبی،	״
خانوادۂ کلبیہ میں شاعری	۳۰۸
امیر ابوالحسین احمد،	۳۰۹
امیر ثقۃ الدولہ،	״
امیر تاج الدولہ،	״
امیر ابو محمد عمار بن منصور کلبی	״
ابوالقاسم عبد اللہ بن سلیمان کلبی،	۳۱۰
عہدہ دار شعراء	״
کتاب وورزراء	۳۱۱
نمونۂ کلام،	۳۱۲
شعرائے دربار	۳۱۴
ابو محمد عبد اللہ بن محمد تنوخی،	۳۱۴

مضمون	صفحہ
محمد بن عبدون سوسی،	۳۱۵
ابن المودب قیروانی،	۳۱۶
ابوالحسن ابن الحیانا ربی	۳۱۶
ارباب علم وادب وشعر	
دورِ اوّل	
عہد اسلامی کے ادبار،	۳۲۲-۳۲۴
ابو علی حسن بن صقلی،	۳۲۳
ابوالعلاء صاعد بن حسن	״
بغدادی،	
وفات،	״
دمعہ صقلی،	״
شہاب الدین عبد الحق صقلی	۳۲۴
ابو حفص عمر بن حسن صقلی،	״
ابو یعقوب یوسف بن	״
طاہر بن محمد	۳۱۱
ابوالحسن علی بن طاہر	۳۱۵
رقیانی،	۳۱۲
ابو طاہر اسمٰعیل بن	۳۱۴

Marfat.com

مضمون	صفحہ
عثمان بن علی سرقوسی،	۳۲۵
عمر بن خلف،	۳۲۶
تصنیفات،	″
محمد بن علی،	″
ابو موسیٰ [illegible] بن عبد المنعم	۳۲۷
[illegible] علی بن عمر سرقوسی،	″
تالیفات،	″
سعید بن فتحون بن مکرم	″
وفات،	″
ابو الحسن ابن البناء صقلی	″
شاعری،	″
مجموعۂ کلام،	۳۲۸
ابن کلاعی،	″
ابن قوام صقلی،	″
ابو عمران موسیٰ بن ابی صبح	″
قرطبی،	
ابن رشیق قیروانی،	″
تالیفات بزمانہ قیام صقلیہ	۳۳۰

مضمون	صفحہ
نظم و قصائد،	۳۳۰
وفات،	۳۳۲
ابو طاہر اسمٰعیل بن احمد برقی	″
وفات،	۳۳۳
علی بن عبد الرحمٰن صقلی	″
[illegible] علی بن عمر سرقوسی،	″
ابو بکر محمد بن عبد اللہ صقلی	″
ابو حفص عمر بن سارولوانی	″
ابو المعیب عبد اللہ بن	″
ابو مالک قیسی،	″
ابو الحسن علی بن حسن بن	۳۳۴
حبیب لغوی،	
عمر بن صقلی،	″
ابو عبد اللہ محمد بن عیسیٰ،	″
ابن القطاع صقلی،	″
نام و نسب و خاندان،	″
ولادت،	۳۳۶
اساتذہ	″

مضمون	صفحہ
کتاب الصحاح کی روایت	۳۳۶
علم و فضل	۳۳۷
شعر و شاعری،	″
صقلیہ سے ہجرت اور	۳۳۸
[illegible] ود مصر،	
[illegible] کے یہاں ملازمت	″
[illegible] ہ،	۳۳۸
صحاح جوہری کی روایت	۳۳۹
[illegible] خانہ،	
تصنیفات،	۳۴۰
وفات،	۳۴۴
عہد اسلامی کے شعراء	
چند شعرائے متقدمین	۳۴۴
ابو الحسن علی بن حسن بن [illegible] علی	۳۴۵
دیوان،	۳۴۶
ابن السوسی،	″
سلیمان بن محمد طرابنشتی	″
محمد بن ابو بکر صقلی،	″

Marfat.com

مضمون	صفحہ
ابو محمد بنِ صمنہ،	۳۴۷
ابوالفضل جعفر بن برون صقلی،	″
ابوالعرب مصعب قرشی صقلی،	″
وفات،	۳۴۹
دیوان،	″
ابنِ حمدیس سرقوسی،	″
ولادت و تعلیم و تربیت،	″
مقلبہ سے روانگی، اور ورود افریقہ،	۳۵۰
ورود اندلس،	″
اشبیلیہ کے زمانہ قیام کے قصائد و قطعات،	۳۵۱
المعتمد کی شان میں قصائد،	″
ابنِ حمدیس کے ایک قصیدہ سے ایک باغی گورنر کی جان بخشی،	۳۵۳

مضمون	صفحہ
چند دیگر قصائد و قطعات	۳۵۴
احباب کی بے تکلف مجلسیں،	۳۵۵
زمانہ قیام اشبیلیہ میں متعلقہ سے تعلقات،	۳۵۶
المعتمد کی حکومت کا زوال،	″
ادرا بنِ حمدیس،	۳۵۷
قیامِ اغمات،	″
دولتِ صنہاجیہ سے وابستگی،	۳۵۸
بجایہ میں قیام،	۳۵۹
مرثیے،	۳۶۰
عہد پیری اور پریشان حالی،	″
وطن کی یاد،	″
ورود میورقہ،	۳۶۲
وفات،	″
دیوان،	۳۶۳
ابنِ حمدیس کی شاعری پر ناقدین ادب کی رائیں،	″

مضمون	صفحہ
دوربانی	۳۶۴
شعرائے متوسطین،	۳۶۴
عیسائی فرمانرواؤں کا ذوق عربی علم ادب،	۳۶۵
مدحیہ قصائد پر قیدِ ہائلی	″
دشمن کے مداح شاعر کا قتل	۳۶۶
یحییٰ بن تیفاشی،	″
نارمنی دربار کے شعراء،	″
۱- عبدالرحمٰن بن محمد بن عمر بشیری،	۳۶۷
۲- ابن بشرون صقلی،	″
۳- قاضی عبدالرحمٰن بن رمضان،	″
۴- ابوالقاسم سراج،	″
۵- احمد بن مفرج نغلی،	۳۶۸
۶- ابوالحسین بن صباح مہدوی	″
ادبائے متوسطین	
۱- ذکی صقلی،	۳۶۹

Marfat.com

مضمون	صفحہ
درس کے چند نکات،	۳۷۹
۲- خلف بن عبداللہ عقلی،	۳۷۰
۳- وفات و مقبرہ،	″
۳- ابن العلم،	۳۷۱
وفات،	″
۴- امام مازری،	″
۵- نصر بن فتوح،	″
۶- ابن ظفر عقلی،	″
نحو و لغت کے بعض مسائل	۳۷۲
مناظرہ،	
تصنیفات،	″
نسخے	″
کتاب کی مقبولیت اور	۳۷۳
مختلف زبانوں میں ترجمے	
دیگر تصنیفات،	۳۷۴
الفخار پر رازی کی	۳۷۵
شرح، ابن ادریسی،	″

مضمون	صفحہ
۷- ابن قلاقس	۳۷۶
عقلیہ کے قیام کی یادگار،	۳۷۷
عقلیہ سے واپسی اور دوبارہ	″
ورود،	
عقلیہ سے روانگی اور وفات	″
دور ثالث	
متاخرین شعراء و ادباء	
۱- تقی نبی رشید احمد بن قاسم	۳۷۰
عقلی،	
شاعری،	۳۷۸
۲- ابن الجبری عقلی،	″
۳- ابو مسعود سلیمان بن	″
محمود،	
۴- ابو القاسم عقلی،	″
۵- مجبر بن محمد عقلی،	″
۶- عبداللہ بن جبر عقلی	۳۷۹
علوم عقلیات، ریاضیات و طبعیات	۳۷۹-۳۸۱
علم طب	۳۸۱-۳۸۷

مضمون	صفحہ
عقلیہ کے اطبا اور انکی تصنیفات،	۳۸۱
۱- ابو سعید بن ابراہیم عقلی،	۳۸۲
۲- امام مازری،	۳۸۳
۳- شیخ ابو بکر عقلی،	″
اطبائے عقلیہ کا ایک خاندان	۳۸۴
۴- ابو محمد عبدالسلام بن	″
ابراہیم عقلی،	
تصنیف،	″
وفات،	″
۵- ابو العباس احمد بن	″
عبدالسلام شریف عقلی،	
تصنیفات،	″
۶- ابو عبداللہ محمد عثمان	۳۸۶
عقلی،	
علم جغرافیہ	۳۸۷-۴۰۲-۴۰۳
مشہور عرب سیاح عقیلہ میں	۳۸۹
ابن حوقل،	″
ابن جبیر،	۳۹۰

Marfat.com

مضمون	صفحہ
شریف ادریسی،	۳۹۳
دنیا کا نقرئی کرہ،	״
کرہ بنانے کا صلہ،	۳۹۴
صقلیہ میں مستقل توطن،	״
شاہانہ زندگی،	۳۹۵
علمی سفر،	״
نزہتہ المشتاق،	״
نزہتہ المشتاق سے استفادہ،	۳۹۸
نزہتہ المشتاق کا ایک عربی	״
مختصر ارمنی اہل علم کے قلم سے	
علمی جغرافیہ کی تاریخ میں	۳۹۹
ادریسی کا پایہ،	
نزہتہ المشتاق کے یورپی ترجمے	
نزہتہ المشتاق کے نسخے،	۴۰۰
نزہتہ المشتاق کے نسخے،	״
ادریسی ولیم دوم کے عہد میں	۴۰۱
روجر الاول،	۴۰۲
سال وفات،	

مضمون	صفحہ
مدفن،	۴۰۲
علم ہیئت و ریاضیات،	۴۰۲-۴۰۴
پانی کے آلات اور کارخانے	۴۰۴
عین الاوقات،	۴۰۵
علم ہیئت کے آلات،	۴۰۶
فن تعمیر کے آلات،	״
فن پارچہ بافی کے آلات،	״
فن جنگ کے آلات	״
ہیئت دان اور ریاضی دان	״
فن کیمیا سازی (کیمیا)	۴۰۷-۴۰۸
فلسفہ و منطق،	۴۰۸-۴۱۳
سعید بن فتحون قرطبی،	۴۰۸
تصنیفات،	۴۰۹
ابو محمد عبد المعطی بن محمد	״
سرقوسی،	״
نارمن اور جرمن دوروں	״
بین علوم فلسفہ،	״
کتاب مسائل صقلیہ۔	۴۱۳

مضمون	صفحہ
صقلیہ کی آبی [illegible]	۴۱۴
ایک اجمالی نظر،	۴۱۴-۴۱۵
صقلیہ ۴۱۴ - ۴۵۲	
مسلمانوں کی فنہ جنگیوں کا	۴۱۷
اثر تمدنی ترقیوں پر،	
کیا صقلیہ کا اسلامی تمدن	۴۱۸
نارمنوں کے ہاتھوں فروغ پایا؟	
نارمنی دور میں عقیدہ و زبان	۴۱۹
اور معاشرت کی آزادی،	
قدیم نارمنی قلعے،	״
نارمنی عہد میں اسلامی تمدن	۴۲۱
صقلیہ کے اسلامی تہذیب	۴۲۲-۴۲۹
تمدن کے اثرات یورپ پر،	
یورپ کے عقائد پر اثر،	۴۲۵
یورپ کا شرعی نظام	۴۲۸
یورپین عورتوں کے حقوق	״
معاشرت و عادات پر	۴۳۰
اثرات،	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
صقلیہ کے اسلامی نظامِ حکومت کا اثر یورپ کے دستورِ حکومت میں	۴۳۱
یورپ کی زراعت، صنعت، حرفت و تعمیر و تجارت پر اثرات	″
علوم و فنون کے اثرات،	۴۳۴
اٹلی کے دارالعلوم اور علومِ عقلیات	۴۳۶
سلرنو کا طبیہ کالج،	″
سلرنو یونیورسٹی،	۴۳۸
فنِ طب میں اضافے،	۴۳۹
نیپلس یونیورسٹی،	۴۴۰
پیڈوا یونیورسٹی	۴۴۰
پارمہ اور باری کے مدارس	۴۴۱
یورپ میں عربی کتابوں کے ترجمے	″
اسلامی فلسفہ و سائنس یورپ میں	۴۴۴
اسلامی اثر سے علمی مجلسوں کا قیام،	۴۴۶
عربی ادب کے اثرات،	۴۴۷
عربی زبان کے اثرات،	۴۴۹
خاتمہ	
	۴۵۳-۴۵۸

مضمون	صفحہ
یورپ سے اسلامی تہذیب و تمدن کے آثار کا اتصال	۴۵۳ تا ۴۵۶
یورپین یونیورسٹیوں پر اسلامی علوم و فنون کا اخراج،	۴۵۴
صقلیہ کے اسلامی تہذیب و کے آثار کی بربادی،	۴۵۵
غیر فانی نقوش	″
مراثی	۴۵۷
دعا،	۴۵۸
تصحیح و استدراک	۴۵۹-۴۶۰
ضمیمہ فہرست ناظرہ	۱-۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صقلیہ کے عہدِ اسلامی کا تاریخی و تمدنی جغرافیہ

مسلمانانِ صقلیہ

صقلیہ کے ابتدائی حملون (۲۳۳ھ تا غایۃ ۲۸۴ھ) مین جو مسلمان یہان آتے رہے وہ عرب کے مختلف قبائل قریش، بنو کندہ، بنو فہر، بنو حنظلہ اور قبائل انصار اوس و خزرج کے لوگ اور افریقیہ کے قدیم باشندے بربر تھے،

پھر صقلیہ کے دارالاسلام قرار پانے کے بعد ۲۱۲ھ سے مجاہدین کے جو قافلے یہان اقامت کی نیت کیساتھ آئے وہ قبائلی و جماعتی حیثیت سے تین قسم کے تھے :- عرب، بربر، اور موالی، پھر آئندہ چل کر یہان کے قدیم باشندون کی ایک بڑی جماعت مسلمانون کی صف مین داخل ہو گئی یہ چوتھی قسم تھی،

عرب: عرب قبیلون اور خانوادون مین سے بنو تمیم اور بنو کلب صقلیہ کے فرمانروا خاندان کی حیثیت سے یہان سب مین ممتاز تھے، کیونکہ جزیرہ کے مغرب والیون کے علاوہ انہی دونون خاندانون کے لوگ یہان عموماً حکمران رہے یہ دونون عرب کی دو جداگانہ نسل عدنان و قحطان مین سے تھے اور چونکہ عربون کے شاخ در شاخ قبائل مین سے ہر قبیلہ آخر مین جاکر انہی دونون نسلون مین سے کسی ایک سے ملتا ہے اسلئے ان دونون خانوادون کی حکمرانی سے تمام قبائل اشراف کی وہ علم عصبیت ہو گئی

بنو تمیم نے عدنانیوں کی نیابت کی، اور بنو کلب نے قحطانیوں کی قائم مقامی کی،

بنو تمیم صقلیہ کے مشہور فرمانروایان غالبہ نسلاً تمیمی تھے، بنو اغلب اغلب ابن افریقیہ کی طرف منسوب ہیں، اغلب کا سلسلہ نسب تمیم تک اس طرح پہنچتا ہے،

اغلب بن سالم بن عقال بن خفاجہ بن عبداللہ بن عباد بن عمرش بن سعد بن حزام بن سعد بن مالک بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم بن مرہ بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان،

اغلب بن سالم ۱۸۴ھ میں افریقیہ آیا، ایک سال آٹھ مہینے افریقیہ کی ولایت پر رہ کر انتقال کر گیا، اس کے اہل و عیال بڑی کسمپرسی میں مبتلا ہو گئے، چند سال کے بعد خاندان اغلب کی قسمت کا ستارہ چمکا اور اس کا لڑکا ابراہیم بن اغلب ۲۰۰ھ میں خلیفہ ہارون رشید کے حکم سے عہدہ ولایت پر متمکن ہوا، اور افریقیہ کی ولایت اسی خاندان کیلئے مخصوص ہو گئی،

صقلیہ میں تیاسی حکومت کے بعد یہاں کی ولایت پر بالعموم خاندان اغالبہ ہی کے ممتاز افراد مقرر ہو کر آتے رہے جنھوں نے یہاں مستقل حکومت اختیار کر لی، اسی توسل سے بنو اغلب کے بہت سے خاندان یہاں آکر آباد ہو گئے، کچھ تو ان شاہی خدمات کی انجام دہی کیلئے آئے، اور کچھ ان اسامیوں کی بدولت مقیم ہو گئے، جو خاندان اغلبیہ میں ہونے کے باعث ان کو یہاں حاصل ہوئیں، دولت اغالبہ کے زوال کے بعد صقلیہ کے اغلبی "تیمی" کے انتساب سے مشہور ہوئے چنانچہ ابن القطاع الصقلی اغلبی تیمی کہلاتا ہے،

اس کے علاوہ تمیم کی دوسری شاخوں کے خاندان بھی یہاں آباد تھے جنمیں امام مازری اور ابوبکر

لہ یہ سلسلہ نسب نہایت مشہور ہے ابن خلکان (جلد ۲ صفحہ ۲ ترجمہ ابن القطاع) اور کتاب الحلۃ السیراء ابن الابار القضاعی وغیرہ میں مذکور ہے دونوں میں کہیں کہیں اختلاف بھی ہے مثلاً ابن آبار نے خزیمہ کے بجائے مخرب یا سعد کی جگہ سعید لکھا ہے جسکو نسخہ کا اختلاف کہنا چاہیئے بلکہ ایک اختلاف نمایاں ہے، وہ ابن آبار کا ابن حزام کے بجائے ابن عقال لکھنا ہے،

Marfat.com

محمد بن عبداللہ بن یونس التمیمی وغیرہ ممتاز اہل علم گذرے ہین،

بنو کلب قبیلۂ کلب مین کا شاخ در شاخ ایک معزز قحطانی قبیلہ ہے، اس کا ایک خانوادہ فریقیہ مین آباد تھا جسمین سے حسن بن علی الکلبی کا ۳۳۶ھ مین ولایت صقلیہ کیلئے انتخاب ہوا، اور یہ کلبی فرمانروا ون نے خلافت فاطمیہ کی سیادت مین صقلیہ مین بادشاہی کی، اس زمانہ مین اس خاندان کے بہت سے ممتاز امراء و رؤسا یہان کے معزز عہدون پر فائز تھے، اور اہل علم کی ایک جماعت بھی ان مین موجود تھی، عبداللہ بن احمد بن الکلبی وغیرہ ممتاز علما اس خاندان مین گذرے ہین،

ان دونون قبیلون کے علاوہ یہان مین دوسرے قبیلون کے خانوادے آباد ہوئے ان مین سے چند حسب ذیل ہین جنھین ہم ان کے انتساب کے ساتھ درج کرتے ہین،

فہمی عرب کے قدیم قبیلہ فہم بن مالک بن کنانہ کی طرف منسوب ہے قبیلہ قریش، مجارب اور حرب وغیرہ اسی قبیلہ کی مختلف شاخین ہین، مغربین مین عبدالملک بن قطن الفہری والی اندلس کو شہرت حاصل ہوئی عجب کیا کہ صقلیہ کے متوفر بھی اسی والی اندلس کے خانوادہ سے ہون، ابوالحسن بن وکیل اندلسی کے ساتھ اوائل مین یہان آئے ہون، نیز افریقیہ مین عقبہ بن نافع الفہری اور عبدالرحمن بن حبیب الفہری والاۃ افریقیہ کے خاندان بھی پہلے پھولے،

حبیب بن ابی عبیدہ بن عقبہ بن نافع الفہری کا نام صقلیہ کے حملہ آورون مین آتا ہے صقلیہ کے متعدد اہل علم اس قبیلہ کی طرف منسوب ہین،

ربعی عرب کا شاخ در شاخ مشہور قبیلہ ہے، ربیعہ بن نزار کی طرف منسوب ہے ایک ربعی خاندان جرجنت مین آباد تھا، ان مین ابوبکر محمد بن حسن بن علی الربعی کو شہرت حاصل ہوئی،

بکری مختلف خانوادے اس نسبت سے مشہور ہین، زیادہ شہرت قبیلہ بکر بن وائل کو ہے، صقلیہ کے مختلف اہل علم ابوالقاسم عبدالرحمن بن محمد بن عبداللہ البکری وغیرہ اس نسبت سے مشہور ہین،

وَدّانی، حرمین کے درمیان ایک کنواں ہے جو "بیر ودّان" کہا جاتا ہے، حضرت مصعب بن جثامہ بن قیس ودّانی اسی کی طرف منسوب ہیں، جو صحابہ میں تھے، اور ہجرت کرکے آنحضرت صلعم کی خدمت میں تشریف لے آئے تھے، ودّانی کی نسبت انہی کی طرف ہے، صقلیہ میں یہ خاندان بھی آباد تھا جسمیں سے ابوالحسن علی بن ابی اسحاق ابراہیم بن الودّانی، ابوالقاسم احمد بن ابراہیم الودّانی، ابوالحسن علی بن عبدالجبار الودّانی وغیرہ مشہور ہیں،

سہمی قریش کی ایک شاخ ہے، جو سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر القرشی سے نکلی ہے، بنو سہم کی ایک دو شاخیں اور بھی ہیں لیکن صقلیہ میں جو خاندان آباد تھا، وہ سہمی قرشی تھا، ابومحمد عبدالحق بن محمد بن ہارون السہمی القرشی وغیرہ اسی خاندان کی طرف منسوب ہیں،

معافری، یہ انتساب قحطان کے مشہور قبیلہ معافر کی طرف ہے، اس قبیلہ میں ممتاز اہل علم پیدا ہوئے، صقلیہ میں بھی ایک خاندان آباد تھا جس میں ابومحمد عبدالعزیز بن حاکم عمر المعافری شہرت رکھتے ہیں،

کنانی کنانہ کے انتساب سے مختلف قبائل مشہور ہیں جن میں ایک قرشی قبیلہ بھی ہے، غالباً اسی کی ایک شاخ صقلیہ آئی تھی، ان میں قاضی ابوالفضل حسن بن ابراہیم الشآلی الکنانی، ابوالحسن علی بن عبداللہ بن الشآلی الکنانی اور ابوالفتح احمد بن علی الشآلی وغیرہ مشہور ہیں،

لخمی، عرب میں کا مشہور قبیلہ ہے، ان میں قاضی ابوعبداللہ محمد بن قاسم بن زید اللخمی الصقلی الکاتب مشہور ہیں،

قرشی یوں تو قریش کی مختلف شاخوں نے مختلف انتساب اختیار کرلئے لیکن بعض خاندانوں نے قرشی کا انتساب قائم رکھا، کہا جاتا ہے، کہ اندلس کے اموی اپنے قدیم اموی انتساب کو چھوڑ کر اپنے کو قرشی کہنے لگے تھے، ممکن ہے کہ صقلیہ میں بھی یہی جماعت آباد ہو، ان میں سے ابوالعرب

Marfat.com

مصعب بن محمد بن ابی الفرات القرشی مشہور ہے

قیسی عرب کا مشہور قبیلہ ہے، جو قیس بن ثعلبہ کی طرف منسوب ہے، اس کا ایک خاندان صقلیہ مین آباد تھا جنمین ابو المصعب عبد اللہ بن ابی مالک القیسی الصقلی وغیرہ کو شہرت حاصل ہے، انکے علاوہ صقلیہ مین طبری، حضری، طرزی، اور عامری وغیرہ کی مختلف نسبتون سے مختلف افراد اور خاندانون کا پتہ چلتا ہے، جو یہان مستقل طور پر آباد تھے[1]

مستعرب صقلیہ کے ان عرب قبائل کی نسبت یورپ کے مورخین کا خیال ہے کہ :-

یہان جو مسلمان حکمران تھے، ان مین اکثر مصنوعی عرب تھے، کیونکہ درحقیقت وہ افریقی تھے جنھون نے عرب کے تمدن زبان اور معاشرت کو اختیار کر لیا تھا،

ہمین بھی انکی صداقت سے انکار نہین بشرطیکہ اسکا مصرف مسلمانان صقلیہ سے متعلق کہنے کے بجائے ان تمام ممالک کے متعلق کہا جائے، جو عربون کے زیر حکومت رہے، اور عالم اسلامی کہلائے، عرب جس سرزمین مین پہنچے، وہان کے باشندون سے شادی بیاہ کے تعلقات قائم کرنے خصوصاً بانديون کا جو دستور تھا، اوس سے انکی نسل کو بہت فروغ ہوا، اور انہی حالات کی بنا پر عربون کے ہر مفتوح ملک مین ایسے بہت کم خانوادے نکلین گے جنھون نے اسلام قبول کر لیا ہو، اور اون مین عربی خون کی آمیزش نہ ہو گئی ہو،

اسلئے عربون کے ہر مفتوح ملک مین اگر ایک جماعت خالص عربی النسل ہوتی، تو ایک بڑی جماعت ایسی بھی ہوتی، جو اپنے جدی سلسلہ سے عرب کہی جاتی اور اپنی تاریخی تعلق کے لحاظ سے وہ لوگ خالص اسی ملک کے باشندے ہوتے چنانچہ یہان بھی دونون طرح کے عرب آباد تھے، اور دوسری جماعت مین کچھ ایسے تھے جنکی نسل خالص صقلیہ مین تھی،

[1] قبائل کے حالات کتاب الانساب سمعانی سے، خود مین اس نے انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا سے مدد لی،

Marfat.com

وحدتِ نسل کے ثبوت کیلئے دو چیزیں ضروری سمجھی جاتی ہیں اوّلاً جسمانی ساخت و شباہت دوسرے زبان معاشرت اور عقیدے کی یکسانی۔ اُن کی رگوں میں عربوں کا گرم خون تیزی سے رواں تھا اور ان میں نہ صرف جسمانی شباہت موجود تھی بلکہ وہ عربیت کے تمام شریفانہ خصائل و عادات کے حامل تھے اور زبان معاشرت اور عقیدہ کی وحدت کیلئے یہ کافی تھا کہ وہ بھی بادیۂ توحید کے متوالوں میں تھے جس نے انہیں ایک ہی رنگ میں رنگ دیا تھا۔

اسلئے عربوں کا یہ دوسرا گروہ بھی حقیقی معنوں میں عرب تھا اور عرب پدری سلسلۂ نسب رکھنے کے باعث وہ لوگ جس قبیلہ یا خاندان سے اپنا انتساب رکھتے تھے وہ دراصل اسی کے حقیقی فرزند تھے صقلیہ کے یہ عرب متعرب یہاں کے معزز عہدوں صوبہ داری سپہ سالاری اور مرکزی حکومت کے مختلف شعبوں کی افسری پر ممتاز تھے۔ پھر ان خاندانوں کے کچھ لوگ اپنی فوجی کارگذاریوں سے زمینداریاں حاصل کرکے رؤسا و امراء بن گئے تھے اور نظامِ حکومت سے الگ ہوکر عیش و نعم کی زندگی بسر کرتے تھے اور جب ضرورت ہوتی فوجی خدمات بھی انجام دیتے رہتے تھے صقلیہ کے ممتاز اہلِ علم و اہلِ فضل بالعموم انہی خانوادوں سے وابستہ تھے۔ یہ بھی لوگ یہاں کی صنعت، حرفت، تجارت، زراعت اور تمدن کے تمام شعبوں میں سرگرمی سے مصروفِ عمل اور یہاں کے اسلامی تمدن کے حقیقی روحِ رواں تھے۔

قبائل بربر افریقہ کے قدیم ترین باشندے ہیں جو شاخ در شاخ مختلف قبائل میں منقسم تھے سب سے پہلے انکی دو شاخیں ہوتی ہیں، ایک دفیس جسکو تبر بھی کہتے ہیں اور دوسرے برنس۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی مختلف شاخیں ہیں چنانچہ برنس کے جو قبائل سمجھے جاتے ہیں۔ ان میں از داجہ مغمودہ، اور بہ، عجیسہ، صنہاجہ، اور کتامہ مشہور ہیں، یہ قبائل بربر اسلامی فوج میں حسان بن نعمان کے ماتحت داخل ہوئے، اور عربوں کے دوش بدوش لڑائیوں میں شریک ہوئے چنانچہ صقلیہ کے

Marfat.com

مفتوح ہونے سے پیشتر اس پر جسقدر ابتدائی حملے ہوئے، ان میں یہ بھی موجود تھے، پھر ۲۱۲ھ کے حملہ میں یہ بربر بھی بڑی تعداد میں شریک ہوئے، اور جس طرح عرب قبائل نے وہاں بود و باش اختیار کرلی، اسی طرح یہ بھی مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گئے۔

صقلیہ کے قبائل بربر میں سے بنو کتامہ کا ذکر خصوصیت سے قابل ہے۔

بنو کتامہ کتام بن یونس کی طرف منسوب ہیں، یہ عرب سے نہیں بلکہ بربر ہیں، ابن خلدون وغیرہ نے ان کو عرب علماء انساب کی روایت کے روسے اصل بربر کی شاخ بتایا ہے، جو افریقس بن صیفی کے ہمراہ جو ملوک تبابعہ میں تھا افریقیہ میں داخل ہوئے اور یہیں بس گئے۔ ابن خلدون نے قبیلہ صنہاجہ کی طرح اس کو بھی عرب سے نہیں ملایا ہے، نظریہ کی پرزور تائید کی ہے، نہیں کہا جا سکتا، اصل حقیقت کیا ہو، قبیلہ بربر میں اپنی شجاعت تہور، طاقت و قوت اور اپنے مستقل عزم و ارادہ کے اوصاف میں مشہور ہے، یہ افریقہ کے حکمران قبائل میں تھا اور عہد اسلامی میں بھی ان کو نمایاں تفوق حاصل رہا، کسی زمانہ میں افریقیہ کی سیاسیات کی کنجی اسی کے ہاتھ میں تھی۔[1]

صقلیہ میں کتامیوں کی کافی آبادی تھی، وہ یہاں کے نظام حکومت میں دخیل تھے، اعلیٰ عہدوں پر سرفراز ہوتے، فوجی خدمات انجام دیتے، اور ان کو اکثر فوجوں کی سپہ سالاری کا منصب ملتا، جزیرہ کی بڑی بڑی زمینداریوں کے بھی مالک تھے، تجارت، صنعت، حرفت، اور زراعت میں نمایاں تھے، اور صقلیہ میں انکا اعزاز و اکرام عربوں ہی کے ہم رتبہ تھا، کیونکہ اسکی فتح میں انھوں نے عربوں کے دوش بدوش یکساں قربانیاں کی تھیں۔

یہاں بربریوں کا ایک متمول خاندان بنو طبرمی کے نام سے تھا، جس کو یہاں

[1] ابن خلدون جلد ۶ ص ۱۰، ۹ و ۹۰۔

Marfat.com

کی سیاسی حکمت عملیون مین رسوخ دخل تھا، عوام ان کے زیر اثر تھے، لیکن یہ لوگ اپنے اثر سے کوئی مفید خدمت انجام دینے کے بجائے اپنی خود غرضیون اور ذاتی نام ونمود کیلئے بسا اوقات ملک کی عام بدامنی کی بھی پروانہ کرتے،

صقلیہ کے بربرون کو اسلامی حکومت کے زوال سے کچھ پہلے انکی سیاسی طاقت کے فنا کے لئے یہان سے مع اہل وعیال افریقیہ جلاوطن کر دیا گیا۔

موالی | موالی کا لفظ اگرچہ عرب مین قدیم زمانہ سے پایا جاتا ہی، لیکن اسلامی فتوحات کے بعد اس کے مفہوم مین تغیر ہوتا گیا، اور رفتہ رفتہ اس کا اطلاق ایک ایسی غیر عرب جماعت پر ہونے لگا، جو لڑائیون کے قیدیون پر مشتمل ہوتی، اور قبول اسلام کے بعد عربی طرز معاشرت اختیار کر لیتی،

یہ لوگ بمنزلہ پابہ زنجیر اپنے آقاؤن کی خدمت مین پیش ہوئے جنھون نے شفقت وترحم سے انکی زنجیرین کاٹ دین، وطن سے بے وطن ہو چکے تھے، عزیز واقارب سے چھوٹ چکے تھے، اسلئے قبول اسلام کے بعد وہ جس عرب خانوادہ مین داخل ہوئے وہی ان کا خاندان تھا، وہی ان کے اعزہ اور وہی ان کے اقارب تھے،

رفتہ رفتہ صقلیہ مین عربون اور بربرون کے موالیون کی ایک مستقل جماعت پیدا ہو گئی، جو حکومت کے ذیلی خدمات انجام دیتی تھی،

عہد اسلامی مین موالی کو نہایت عظمت وثوکت حاصل رہی ہی، اور صقلیہ مین بھی یہ جماعت کچھ کم با اثر وبا رسوخ نہین تھی، ان کو یہان سیاسی قوت حاصل تھی، اس جماعت کی بڑی تعداد جو موالی بنو کتامہ پر مشتمل تھی، جہاز کے کارخانون مین کام کرتی تھی، ۳۵۹ھ مین چند معاملات مین ان موالی اور ان کے عرب وبربر آقاؤن مین کچھ شکر رنجی ہوئی اور نوبت کشت وخون تک جا پہنچی، صقلیہ کے تمام موالی دیگر قبائل کی متحدہ قوت سے ٹکر لئے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے، اور جزیرہ مین عام بغاوت پھیل

گئی، والیِ صقلیہ کو حکومت سے دستبردار ہونا پڑا، اور جدید والی نے موالی کے حسب منشاء معاملات طے کر کے بغاوت فرو کی لیکن ان مین سے شاہی خاندانِ کلبیہ کے جو موالی تھے، انھون نے سیاسیات مین ایسا دخل دیا، کہ ایک کلبی فرمانروا کے حکم سے ایک بغاوت کی سزا مین سب کے سب تہ تیغ کر دئے گئے، اسطرح صقلیہ سے اسلامی حکومت کے خاتمہ سے پہلے قبائل بربر و موالی دونون کا استیصال ہو چکا تھا،

قدیم باشندہ مسلمانون کی صف مین،

مسلمانانِ صقلیہ جزیرہ مین ایک فاتح قوم کی حیثیت سے آباد تھے جنھین فوجی استیلا کے ساتھ تمدنی و معاشرتی اور ذہنی تفوق بھی حاصل تھا، ایک خاص تہذیب و تمدن کے مالک تھے، جسکو قدیم باشندگانِ صقلیہ مین بھی قبولیت حاصل ہوئی،

قدیم باشندگانِ صقلیہ مین اسلامی تہذیب کو جو مقبولیت حاصل ہوئی، اور جس نے اون کو جس استعداد سے قبول کیا، اسی کے مطابق مسلمانون کی معاشرت اور زبان کو بھی اختیار کیا اور پھر جو تہذیب کی سب سے آخری منزل یعنی عقیدہ تک جا پہنچا، وہ قدیم "باشندگانِ صقلیہ" کی صف سے نکل کر "مسلمانانِ صقلیہ" کی صف مین داخل ہو گیا، اسلئے مسلمانانِ صقلیہ مین عرب، بربر اور موالی کے علاوہ یہ چوتھی جماعت نومسلم صقلیین کی تھی،

مسلمانون کی مجموعی تعداد،

اسی وجہ سے صقلیہ مین مسلمانون کی تعداد مین روز افزون ترقی ہوتی رہی، اور اس تعداد مین اسلامی حکومت کے خاتمہ تک اضافہ ہوتا رہا، تا آنکہ نارمن فرمانروا نے کسی غیر مسلم کیلئے اسلام قبول کرنا قانوناً ممنوع قرار دیدیا، لیکن صقلیہ مین مسلمانون کی تعداد کی تعداد کا تخمینہ مختلف اوقات سے ایک اجمالی قیاس لگایا جا سکتا ہے، مثلاً جب ۹۴۳ھ مین ایک مرتبہ سارے جزیرہ کے غیر مختون مسلمان بچون کے ختنہ کی تقریب ایک شاہی جشنِ مسرت کے طور پر انجام پانے لگی، تو پندرہ ہزار مسلمان بچے غیر مختون نکلے، اسی طرح ایک روایت کے رو سے ۹۳۰ھ مین صرف

Marfat.com

ایک شہر مازر کی مجموعی آبادی تقریباً چالیس لاکھ تھی جنمین سے نصف یعنی تقریباً بیس لاکھ مسلمان تھے،

صقلیہ کی اسلامی آبادیاں

عہد اسلامی مین آبادیون کی جو صحیح تعداد تھی، اس کا تذکرہ جلد اول مین گذر چکا ہی مسلمانون نے یہان حکومت قائم کرکے اول اقتدار کے عہد کے پایہ تخت پیرس کو اپنا دارالحکومت قرار دیا اور اس کو بلرم سے موسوم کیا اور اس کو شہری و تمدنی حیثیت سے معراج کمال پر پہنچا دیا پھر اسی طرح جن جن شہرون مین مسلمان آباد ہوتے گئے، ان کو ترقی دیتے گئے، ذیل مین اولاً بلرم کا تمدنی جغرافیہ پھر اون دوسرے شہرون کے تمدنی حالات ترتیب پیش کئے جاتے ہین، جہان اسلامی تہذیب و تمدن قائم تھا،

بلرم | بلرم، (پلرمو) عہد اسلامی مین دارالحکومت تھا، اسکو وہی شہرت حاصل ہوئی، جو اندلس مین قرطبہ و غرناطہ کو تھی، عربون نے اسکی آبادی کے ترقی دینے اور اسکو پررونق بنانے مین گہری دلچسپی

[illegible] اور یہ صقلیہ مین اسلامی تہذیب و تمدن کا سب سے مرکز تھا،

مقام کے | مشرقی [illegible] اسی رومیون نے اسکو سب سے پہلی مرتبہ عروس البلاد بنایا،

بیروزنا | بیروزنا، جسے زمانہ قدیم کے یونانیون نے حملون سے مجبور ہوکر مشرقی صقلیہ کو چھوڑ کر شمال مغرب [illegible] بسوط شہر بناہ مین اپنا حاصل کی، اسی زمانہ سے بلرم جس کو پیرس کرا جاتا تھا صقلیہ کا سب سے بڑا مرتبہ دارالحکومت قرار پایا،

ا؎ عربون کے یہان اسکے مختلف نام ہین بلرمو، بلرمہ، اور بلرم وغیرہ، ہم اور بعض لوگون کی تحقیق مین اس شہر کا جو قدیم نام تھا اس کی لغوی معنی شہر کے ہین اس نسبت سے اور یہ دارالحکومت ہونیکی وجہ سے لوگ اسکو المدینہ (شہر) بھی کہتے تھے،

Marfat.com

پھر جب قرطاجنہ نے فنیقیون کے مغربی مقبوضات پر قبضہ کرنا شروع کیا، تو بلرم بھی اُن کے قبضہ مین آیا، اور قرطاجنہ کے صقلی مقبوضات کا صدر مقام قرار پایا،

لیکن جب یونانی، رومی اور بیزنطی حکومتون کا دور آیا تو باوجودیکہ صقلیہ مین بسا اوقات ایک ہی وقت مین مختلف حکومتین قائم رہین، لیکن بلرم اس زمانہ مین بجز مقام کارزار کے کبھی صدر مقام بنکر تہذیب و تمدن کا گہوارہ نہ بن سکا،[1]

یہانتک کہ جب رجب ۱۷۸ھ مین یہان اسلامی پرچم لہرایا، تو ایک مرتبہ پھر اس کی قسمت جاگی، اور صدر مقام قرار پایا، اور اس وقت سے آجتک یہ یہان کا پایہ تخت ہے،

مشرقی قومون کے عہدِ حکومت مین اس کا دار الحکومت بننا دراصل اسکی جغرافیائی خصوصیت کی بنا پر تھا خصوصاً اسمین اسکے مشرقی بندرگاہ اور اوسکے سرزمین افریقہ سے قریب ہونے کو خصوصیت سے دخل ہے، اور یہی اسباب تھے، جن کی بنا پر عربون کی نگاہ انتخاب بھی اسی پر پڑی، اور اسی کو انھون نے صدر مقام قرار دیا،

بلرم کے مفتوح ہوجانے کے بعد صقلیہ کی مزید فوجی مہمین روک دی گئین اور اس کے بعد والی صقلیہ یہان قیام پذیر ہوکر اولاً انتظام ملک مین مصروف رہا، پھر دار الحکومت کے بناؤ تعمیر پر توجہ کی جس سے بلرم کی شہرت مین دفعۃً انقلاب پیدا ہوگیا اور چند ہی دنون مین اوسکی شہرت، مرکزیت، آبادی اور شہری ترقیون مین ایسا اضافہ ہوا، کہ رفتہ رفتہ اس کا شمار یورپ کے ممتاز ترین شہرون مین ہونے لگا،

قدیم شہر کی آبادی مین وسعت اگرچہ یہان کی آبادی اسلامی محاصرہ سے پیشتر تقریباً ستر ہزار بتائی جاتی ہے لیکن شہر کے فنون کے داخلہ کے وقت یہان کی آبادی تین ہزار سے زیادہ نہ تھی، انکے بعد اسلامی دور

[1] انسائیکلوپیڈیا جلد ۲۰ صفحہ ۵۹۵، طبع یازدہم،

حکومت مین اسکو ایسی مرکزیت حاصل ہوئی، کہ یہان کی آبادی بڑھتے بڑھتے کئی لاکھ نفوس تک پہنچگئی، اور اسلامی حکومت نے اسی مناسبت سے شہر کی وسعت مین اسقدر اضافہ کیا کہ گویا اسلامی عہدِ حکومت کا ایک نوآباد شہر بن گیا،

قدیم شہر، ایک محدود رقبہ مین شہر پناہ کے اندر آباد تھا، پھر اسلامی عہد مین اسکی آبادی مین روز بروز ترقی ہوئی اس لئے شہر پناہ کی دیوار کی وجہ سے شہر گنجان ہو گیا، اور شہرون کے قدیم طرز بنا کے اصول پر اوسکو مسمار بھی نہین کیا جا سکتا تھا، بلکہ اسلامی حکومت نے شہر کی اہمیت کے لحاظ سے اس پر قبضہ کرتے ہی شہر پناہ کے استحکام کو مزید تقویت پہنچائی تھی،

اب اگر وہ شہر کی آبادی کے تناسب سے اسکے مضافات مین مزید محلے قائم کرکے اس کو وسعت دیتے، تو شہر پناہ کو لازمی طور پر نقصان پہنچتا، اور اگر اوسکو سرے سے مسمار کر دیتی، اور بغیر شہر پناہ کے آبادیان قائم کرتی، تو وہ محفوظ نہ رہتین،

اسلئے اسلامی حکومت نے اس مشکل مرحلہ کو خوش اسلوبی سے یون طے کیا، کہ اوسی کے پہلو مین اسی قدر وسعت کا ایک نیا شہر آباد کیا، اور اس کے استحکام، حفاظت اور باشندون کی راحت رسانی کے وہ جملہ سامان مہیا کئے جو ایک شہر کیلئے ضروری ہو سکتے تھے چنانچہ اس جدید آبادی مین مضبوط شہر پناہ اور اسکے چند موقع بجا مستحکم دروازے عالیشان عمارتین، صاف ستھرے بازار خصوصاً بازارون کیلئے یکسان مکانون کی تعمیر، عمدہ پختہ سڑکین، سرسبز باغ، آب رسانی و آب پاشی کے لئے نہرین، کوئین، اور اسی قسم کی دوسری ضروری چیزین موجود تھین،

چنانچہ جب ابن حوقل ۳۶۲ھ مین یہان پہنچا، تو قدیم و جدید آبادیون کو ملا کر ایسے پانچ مقامات تھے جنمین سے ہر ایک مقام ایک جداگانہ شہر کی حیثیت رکھتا تھا اسلئے بعض جغرافیہ نویسون نے ان مین سے ہر ایک کو مستقل شہر قرار دے کر ان کا جدا جدا تذکرہ کیا ہے، یہانتک کہ یعقوب حموی نے بھی

اس کے بعض حصّون کو مستقلاً شہر شمار کرکے اپنی کتاب مین مختلف حروفِ تہجی کے ذیل مین درج کیا ہے، حالانکہ وہ سب صرف ایک شہر بلرم کے مختلف حصّے مختلف نامون سے موسوم تھے یعنی شہر چند حلقون (وارڈس) مین اس طرح تقسیم تھا کہ ہر ایک حلقہ جو حارہ کہلاتا تھا، ایک مستقل شہر نظر آتا تھا، چنانچہ ابن حوقل لکھتا ہے:-

وَهِيَ خَمْسُ حَارَاتٍ مُحْدُودَةٌ غَيْرُ مُتَبَايِنَةٍ بِبُعْدِ مَسَافَةٍ وَإِنْ كَانَتْ حُدُودُهَا ظَاهِرَةً [1]

یہ شہر پانچ حلقون مین منقسم ہے جو ایک دوسرے سے زیادہ دور نہین، اگرچہ ان کے حدود الگ الگ نمایان ہین،

بلرم کے حلقے، بلرم کے یہ پانچون حلقے حسب ذیل ہین،

بلرم، خالصہ صقالبہ (المعروف بابن صقلاب)، حارۃ الجدیدہ، اور حارۃ المسجد الذی [illegible] چند چھوٹے محلے بھی تھے، جن مین سے حارۃ الیہود اور حارۃ ابی حماز کے نام تاریخون مین ا[illegible]

حالۂ بلرم بلرم کی یہی قدیم آبادی تھی، جو اسی نام سے موسوم تھی، پھر بعد مین اوس کو بطور امتیاز القصر القدیم بھی کہنے لگے، یہ اسلامی دور حکومت مین دور اغالبہ تک صقلیہ کا پایۂ تخت رہا، والیِ صقلیہ اور تمام اعمالِ حکومت اسی مین سکونت پذیر تھے، اسلئے اسکی آبادی گنجان اور پر رونق تھی، ممتاز رؤسا، امرا اور تجار اپنے عالیشان محل تعمیر کرکے اسی مین آباد ہوگئے تھے، اور اس کثرتِ آبادی کے لحاظ سے یہان بکثرت مسجدین، ہوٹل، حمام، اور بازار تھے،

بلرم کا سب سے بڑا بازار اسی حصّہ مین مشرق سے مغرب کی ایک کشادہ سڑک پر تھا، اور یہ سڑک یہان کی شاہراہ تھی، جس پر قیمتی پتھر بچھے ہوئے تھے، و دکانون کی عمارتین دو رویہ بنائی گئی تھین، ابن حوقل کا بیان ہے، کہ یہ پورا بازار نہایت آباد تھا،

[1] کتاب المسالک والممالک ابن حوقل ص ۸۲،

Marfat.com

یونانیون کا وہ مشہور و معروف کلیسا بھی یہین تھا، جسمین ارسطو کا مجسمہ نصب تھا، اسکو اسلامی حکومت نے مسجد بنالیا تھا، اور بعد مین نارمنون نے پھر کلیسا مین منتقل کر دیا،[1]

دارۂ بلرم کے دروازے

مسلمانون کے داخلہ کے وقت اسکی فصیل مین صرف چند دروازے تھے، جنکی تعداد غالباً چار سے زیادہ نہ تھی، جنمین سے باب شنتعاث اور باب الانبار کے متعلق یقینی طور پر معلوم ہے، کہ وہ پہلے سے قائم تھے، ان کے علاوہ ممکن ہے، ایک دو اور نکلین، لیکن ان کے سوا اس کے اکثر دروازے اسلامی عہدِ حکومت مین تعمیر ہوئے، کیونکہ شہر بناہ سے شہر کے محصور ہونے کی وجہ سے شہری مختلف فوائد سے محروم تھے، سب سے زیادہ شہر مین پانی کی کمی تھی، کیونکہ آبادی کے اندر چند کوؤن کے سوا اس کا اور کوئی سامان نہ تھا، حالانکہ فصیل کے بالکل نیچے سے بعض نہایت شیرین چشمے اور نہرین جاری تھین، لیکن دروازون کے بے موقع ہونے کی وجہ سے شہری اون سے فائدہ اٹھانے سے معذور تھے، اس لئے شہریون کی استدعا سے اسلامی حکومت نے جابجا دروازے تعمیر کئے،

اس کے علاوہ جب بلرم کی آبادی مین اضافہ ہوا، اور اس کے سوا آبادی کے دوسرے حلقے قائم ہوگئے، تو آمد و رفت کے لئے دروازون کی ضرورت پڑی اور انہی کے ذریعہ ان آبادیون کو اس سے متصل کیا گیا، رفتہ رفتہ اتنے دروازے قائم ہوگئے کہ جب ابن حوقل صقلیہ پہنچا تو اس نے فصیل کے پورے استحکام کے ساتھ اس مین جابجا نو دروازے دیکھے جنکا شہر کی صرف ایک فصیل مین ہونا اس کے لئے تعجب انگیز تھا،

ذیل مین ابن حوقل سے لیکر تمام قدیم و جدید دروازون اور ان کی تعمیر کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے، جس سے اندازہ ہوگا، کہ اسلامی حکومت نے فوجی نقطۂ نظر سے بلرم کو محفوظ رکھکر باشندگان شہر کی راحت رسانی کا کیا سامان بہم پہنچایا،

باب البحر	اس دروازہ سے بلرم کا بحر روم سے تعلق تھا،

[1] کتاب المسالک والممالک ابن حوقل ۸۵، ۸۶ نزہۃ المشتاق (تذکرۂ بلرم)

Marfat.com

باب الشعار،	یہ دروازہ ابوالحسن احمد بن حسن بن ابی حسین نے یہان کے باشندون کی استدعا پر باب البحر کے قریب چشمہ شعار پر بنوایا تھا،
باب الشنقناث،	یہ اسلامی حکومت کے پہلے سے قائم تھا،
باب روطہ،	روطہ ایک دریا تھا جو شہر پناہ کے قریب سے گذرتا تھا، یہ دروازہ اسی سے فائدہ اٹھانے کے لئے قائم کیا گیا تھا
باب ابن قرہب،	اس کو ابن قرہب نے تعمیر کرایا تھا، لیکن موقع کے لحاظ سے مناسب مقام پر نہ تھا، اسلئے
باب الریاض،	ابوالحسن نے مسمار کرادیا، اور باب ابن قرہب کے بجائے باب الریاض تعمیر کرایا،
باب الابناء،	یہ شہر کا قدیم ترین دروازہ ہے،
باب السودان،	یہ باب الابناء کے بعد ہے،
باب الحدادین،	یہ باب السودان کے سامنے ہے،
باب الحدید،	اس دروازہ سے یہودیون کے محلہ کو راستہ جاتا تھا.
باب ابی الحسن	باب الحدید ہی کے قریب ابوالحسن نے بنوایا تھا، ابن حوقل کے زمانہ تک اسکا کوئی نام نہین رکھا گیا تھا، اس سے محلہ ابی حماز کو راستہ جاتا تھا،

خالصہ دوسرا حصہ خالصہ ہے، جسکی بنیاد خاص اسلامی عہد حکومت مین مصالح حکومت کی بنا پر ۳۲۵ھ مین ڈالی گئی، اسکی تعمیر سے قبل تک ولایہ صقلیہ کے شاہی محل حکومت کے صدر دفاتر اور فوجی چھاؤنیان، ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ دو دروازہ پر قائم تھین، انھی دروازہ سے والی صقلیہ خلیل بن اسحاق نے یہ نیا شہر بسایا تاکہ حکومت کے تمام شعبون کی عمارتین اور شاہی محلات یکجا ہو جائین،

[1] کتاب المسالک والممالک ابن حوقل، ص ۸۵،

چنانچہ اس نے بالکل اوسی طرح جیسے قیروان کے قریب منصوریہ فسطاط کے قریب قاہرہ اور قرطبہ کے پاس مدینۃ الزہرا آباد ہوا تھا، بلرم کے متصل خالصہ آباد کیا، اور اوسکی تعمیر کے بعد حکومت کے تمام دفاتر یہان منتقل کر دئے گئے،[1]

حقیقت یہ ہے، کہ ولاۃ و عمالِ حکومت کے محل اور سرکاری دفاتر کے مخلوط آبادی کے عین وسط مین ہونے کی وجہ سے معاشرتی طور پر ایسا اثر پڑتا تھا جو حکومت کے رعب و داب کے خلاف تھا، اور کبھی کبھی بعض عمالِ حکومت کو ایسی مجبوریان پیش آتین، کہ وہ ضرورت کے وقت فوجی مظاہرہ کرنے سے معذور ہو گئے، اور کبھی تو ایسا ہوا کہ شہر کے باشندون نے محض معمولی اختلاف پر والیِ صقلیہ پر حملہ کر دیا، اور اس کو کسی پڑوسی کے مکان مین پناہ گزین ہونے کی نوبت آگئی،

یہ اور ان کے مانند بعض وقتی حالات کی بنا پر جلیل نے خالصہ کی بنا رکھی، اور اسی سلسلہ مین اسکو

---

[1] اس موقع پر بیجا نہ ہوگا، اگر ہم ادریسی کی لغزشِ قلم پر بھی نظر ڈالتے چلین، صقلیہ کے جغرافی حالات مین ادریسی سے زیادہ مستند اور کون ہو سکتا ہے، لیکن اس موقع پر اس سے ایسا تسامح ہوا جس سے وہ بعد کے جغرافیہ نویس غلط فہمی مین مبتلا ہو گئے، ادریسی نے خالصہ کا تذکرہ اس انداز مین کیا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ اوس کی آبادی اسلامی دور حکومت کے پہلے سے قائم تھی، چنانچہ لکھتا ہے،

وبه المدينة القديمة المسماة بالخالصة التي بها كان سكنى السلطان والحاشية فى ايام المسلمين (نزهة المشتاق ص۲۳)	یہین پر قدیم شہر خالصہ کے نام سے موسوم ہے، جہان سلاطین کی جانب سے قیام رہا ہے، اور خصوصاً مسلمانون کے عہد حکومت مین یہ دار السلطنت تھا،

ادریسی کے الفاظ "القدیم" اور "التی کان سکنی السلطان فی ایام المسلمین" کا مقصود یہ ہے، کہ نارمنون سے پہلے مسلمانون کے عہد حکومت مین خصوصیت سے یہ دار الحکومت تھا، لیکن اس کے اس بیان سے بعض دوسرے جغرافیہ نویس اس غلط فہمی مین مبتلا ہو گئے، کہ یہ عہد اسلامی سے پیشتر کا شہر ہے، اور مسلمانون نے اوسکو پایہ تخت کیلئے منتخب کیا تھا، حالانکہ یہ خالص اسلامی آبادی تھی، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی طالب مشقی اور ابن اثیر وغیرہ نے اس کی بنا و تعمیر کو تصریح سے لکھا ہے، شمس الدین

Marfat.com

بلرم کے غیر مسلح کرنے کی بھی ضرورت پیش آئی، اس لئے اوس نے یہان کی تعمیرات کا خام مسالہ بلرم کی فصیل کے بعض حصّون اور غالبًا عمال حکومت کی پرانی قیام گاہون کو مسمار کرکے حاصل کیا، اور ایک نہایت مستحکم و مضبوط فصیل بنوائی، جو چارون طرف محیط تھی، اور پھر ایک دوسری فصیل کھڑی کی جسمین ہر چہار طرف ایک ایک دروازہ لگایا، اور پھر اوس کے اندر عمارتین تعمیر کین، جو حکومت کے ایوان مختلف محکمون کے دفاتر و لاۃ کے محل فوجی بارکین، قیدخانہ، جہاز اور دیگر سامان حرب کی تیاری کے کارخانے وغیرہ پر مشتمل تھین، اور ایک مختصر مسجد اور جابجا حمام بھی بنوائے،

ان عمارتون کی تعمیر مین یہ خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا، کہ اوس کی آبادی رفتہ رفتہ مخلوط نہ ہونے پائے، اسلئے بازار، دکانین اور ہوٹل وغیرہ نہین کھولے گئے، چنانچہ ابن حوقل ان سب کو بہ تصریح یون لکھتا ہے،

یسکنها السلطان واتباعه ولیس	یہان فرمانروائے صقلیہ اور اوس کے تحت
فیها اسواق وفنادق وبها حمامات	عمال رہتے ہین، اس مین بازار اور ہوٹل وغیرہ

(بقیہ حاشیہ ص ۱۶) ومشقی لکھتا ہے،

الخالصة وهی محدثة بنیت فی ایام	خالصہ نیا شہر ہے، جو کہ ابوالقاسم القائم بن
القائم ابی القاسم بن المهدی سنة خمس وعشرین	المہدی کے زمانہ مین ۳۲۵ھ ہجری مین
وثلاثمائة (نخبة الدهر فی عجائب البر والبحر والمانی)	تعمیر ہوا،

اسی طرح ابن اثیر نے شہر کی بناڈالنے کے اسباب و وجوہ بیان کرکے لکھا ہے،

فشرع خلیل فی بناء مدینة علی مرسی	پھر خلیل (والی صقلیہ) نے شہر (بلرم) کے بندرگاہ کیطرف
المدینة وحصنها ونقض کثیرا من المدینة	ایک نئے شہر کی تعمیر شروع کی اور اس کو مستحکم کیا، اس
واخذ ابوابها ورمامها الخالصة (جلد ۵ ص ۲۵۳)	سے قدیم شہر کو بھی نقصان پہنچا اس کے دروازے

Marfat.com

فیہا مسجد جامع صغیر معتضد عنہ

وفیہا حبس السلطان ودار صناعۃ البحر والدیوان[۵۱]

نہین ہین، البتہ حمام بنا دئے گئے ہین، اسمین ایک جامع مسجد بھی ہی جو یہین کے باشندون کیلئے مخصوص ہی، نیز قید خانہ، جہاز سازی کے کارخانے اور دیوان حکومت

لیکن امتداد زمانہ سے بعد مین یہ التزام قائم نہین رہا، خود اسلامی حکومت کی ضرورتین رفتہ رفتہ وسیع ہوتی گئین، اور اوس کو اپنے حدود سے تجاوز کرنا پڑا، چنانچہ جس وقت خالصہ کی بنا پڑی تھی فوج کی چھاؤنیان بھی وہین بنین، جیساکہ مورخین نے عام طور پر تذکرہ کیا ہے، لیکن کچھ ہی دنون کے بعد یعنی ۳۶۲ھ مین فوج کی چھاونی اس سے علیحدہ کردی گئی، اور اوس کے قریب ایک دوسرے مقام پر قائم کی گئی، اور وہ مقام ہی "معسکر" کے نام سے مشہور ہے،

پھر زمن دور حکومت مین خالصہ کی یہ خصوصی حیثیت بھی زائل ہوگئی، اور یہ منجملہ دوسری آبادیون کے ایک شہری آبادی بنگیا، اور بعد کے جغرافیہ نویسون نے تو اسکی یہ حیثیت کہ وہ صرف دفتر حکومت سے متعلق تھا، بالکل فراموش کردی ہے، البتہ یاقوت نے اسکے ان تغیرات کی طرف اشارہ کردیا ہی چنانچہ لکھتا ہے،

وحدثنی ابو الحسن علی بن بادیس انہا الیوم محلۃ فی وسط بلرم بلرم محیط بہا[۵۲]

مجھسے ابوالحسن علی بن بادیس کہتے تھے کہ وہ آجکل بلرم کے بیچون بیچ مین ایک محلہ ہے، بلرم ہر طرف سے اسکو گھیرے ہوئے ہی،

حارۃ الصقالبہ | حارۃ الصقالبہ کو صقلب بھی کہتے ہین، یہ شہر کی شمالی آبادی ہے جنوب کی طرف بلرم قدیم ہی، باب الشعاء اور باب شنتغاث اسی کے سامنے کھلتے ہین، مشرقی حصہ مین دور تک ساحل سمندر ہے، اسکی

[۵۱] المسالک والممالک ابن حوقل ص ۸۳، ومعجم البلدان جلد ۲ ص ۴۹۰،

[۵۲] معجم البلدان جلد ۲ صفحہ ۴۹۰،

Marfat.com

بلرم کا قدرتی بندرگاہ اسی حصّہ مین تھا، جو مختلف حیثیات سے اہمیت رکھتا تھا، وسط آبادی مین متعدد چشمے ہین جنمین سے بعض جنوبی حصہ مین بہتے ہین، اور اسکو بلرم کی قدیم آبادی سے جدا کرتے ہین[1]،

حارۃ المسجد حارۃ المسجد حارۂ ابن صقلاب بھی کہلاتا ہے، جو حقیقت مین "حارہ مسجد ابن صقلاب" ہی، یہ جنوب کی آبادی ہے، اسکے شمال مغرب مین بلرم قدیم ہے، باب السودان اس کے سامنے واقع ہے، اور شمال مغرب مین حارۃ الیہود آباد ہے، سمندر کی لہرین اس کے ساحل سے آکر ٹکراتی ہین، اور اسی جگہ اس کے اوپر حارہ ابن حماز ہے، پھر جنوب مغرب مین اسکی سرحد پر الخالصہ کا کچھ حصّہ آتا ہے، اور پھر جنوب مین مغرب سے مشرق تک حارۃ الجدیدہ پڑتا ہے،

اس مین اگرچہ فصیل نہین تھی، لیکن پھر بھی مختلف محلون سے اسکی آبادی بالکل جداگانہ تھی، البتہ جنوب مین حارۃ المسجد اور حارۃ الجدیدہ کی آبادی یکجا ہوگئی تھی، اور حارۃ المسجد کا صدر بازار یہین پر واقع تھا، حارۃ المسجد گویا بلرم کی تجارتی منڈی تھی، اور اوس کو اسی حیثیت سے شہرت حاصل تھی، یہان کی آبادی زیادہ تر تاجرون پر مشتمل تھی،

آبادی کے اندر چشمے اور نہرین وغیرہ نہین تھین، اسلامی حکومت نے جابجا کوئین کھدوائے تھے، البتہ اس کے قریب سے نہر عباس گذرتی تھی، جو مشرق سے مغرب مین جاری تھی، اور اسلامی حکومت نے رفاہ عام کیلئے اسمین پنچکیان لگائی تھین، لیکن پھر بھی اس سے یہان کے باغون کی آبپاشی نہین ہوتی تھی،

حارۃ الجدیدہ حارۃ الجدیدہ کی جائے وقوع مذکورۂ بالا بیان سے واضح ہوگیا ہوگا، کہ یہ شہر کا بالکل جنوبی حصہ ہی، مشرق مین خالصہ اور شمال مین حارۃ المسجد واقع ہے، اور اگرچہ حارۃ المسجد اور حارۃ الجدیدہ دو جداگانہ محلے تھے، لیکن آبادی دونون کی تقریبًا مخلوط ہوگئی تھی،

حارۃ الیہود حارۃ الیہود بلرم قدیم کے باب الحدید کے سامنے شمال مین واقع تھا، اور اوس کے شمال مین

[1] المسالک والممالک ابن حوقل، ص ۸۰، ۸۰، ومعجم البلدان جلد ۵ صفحہ ۳۰۰،

حارۃ المسجد اور مشرق مین حارۃ ابی حماز پڑتا تھا، غالبًا یہ خالص یہودیون کی آبادی تھی،

حارۃ ابی حماز | حارۃ ابی حماز بلرم قدیم کے مشرقی گوشہ پر ایک چھوٹا سا ٹکڑا تھا، اور مشرق مین بحر روم کی موجین آکر اس سے ٹکراتی تھین،

خالصہ، حارۃ الصقالبہ، مسجد جدیدہ، یہود، اور حارۃ ابی حماز اسلامی عہدِ حکومت کی آبادیان تھین، اور یہ تقسیم نارمنی کے عہدِ حکومت تک قائم رہی، مسٹر گیتانو ماریو کلومبیا، پروفیسر پلرمو یونیورسٹی نے مجموعۂ مضامین "یادگار ماری" مین ایک طویل مقالہ "پلرم اسلامی عہد حکومت" کے عنوان سے لکھا ہے، اور اسی سلسلہ مین اسلامی عہدِ حکومت کا ایک نقشہ بھی مرتب کیا ہے، جو ان اوراق کے ساتھ منسلک ہے،

عہد اسلامی مین پلرم کے شہری خصوصیات

پلرم اپنے خصوصیات مین نہ صرف صقلیہ کا شیراز تھا، بلکہ اس عہد مین دنیا کے ممتاز شہرون مین تھا، شہر کی محلہ وار تقسیم، ہر ہر حصہ کا جداگانہ انتظام، سرکاری عمارتین، ہر صیغہ کے جداگانہ دفاتر، امراء کے عالیشان محل، محلون کے خانہ باغ، مکانون کے اردگرد چمن بندیان، نزہت بخش فوارے، مرمرین اور سنگ رخام کی کشادہ سڑکین، پررونق بازار، بازارون کی یکسان دلکش دوکانین، عالیشان مہمان سرائین، پرتکلف ہوٹل، آرام دہ حمام، اور دلفریب تفرج گاہین، اور حمامون کا اہتمام، وغیرہ اس شہر کی نمایان خصوصیات تھین اور جو اپنے دور مین ایسے ہی جاذبِ نظر تھین، جس طرح مسٹر اسکاٹ کے بقول آج عروس البلاد (پیرس) مین تہذیب جدید کا آب و رنگ ایک نووارد کی نگاہین خیرہ کر دیتا ہے، مسٹر اسکاٹ اسکے عام شہری خصوصیات کے متعلق لکھتے ہین، :-

"ابن حوقل جیسے سیاح اور ادریسی جیسے جغرافیہ دان، صقلیہ کے نارمنون کے زمانہ کے اسلامی شہرون کے دلچسپ حالات چھوڑ گئے ہین[۵۲]، اُن سے معلوم ہوتا ہے، کہ تمام شہرون مین پلرمو کو تفوق حاصل

---

[۵۱] المسالک والممالک ابن حوقل ص ۸۳، و معجم البلدان ج ۵ ص ۲۷۶، [۵۲] ابن حوقل نارمنون سے پہلے سنہ ۳۶۱ھ مین صقلیہ گیا تھا۔ "ر"

Marfat.com

تھا، نہ صرف اسلئے کہ وہ دارالحکومت تھا، بلکہ اسلئے بھی کہ وہ سب سے زیادہ دولتمند شہر تھا، وہان کے باشندے نہایت مہذب اور ذہین ہوتے تھے،..... صرف مسجد ہی وہ عمارتین نہ تھین جہان باشندگان شہر کے اسراف وتکلفات کے نمونے اور شان وشوکت کے نظارے دکھائی دیتے تھے، بلکہ دولتمندون اور معززون کے مکانات بھی ایسے ہی ہوتے تھے، کہ جنکی نظیر سوائے قرطبہ کے اور کسی اسلامی شہر مین نہین ملتی تھی، جو صنعت ونزاکت ان عمارتون مین تھی، وہ واقعی اس مسالے اور قیمتی پتھرون کے قابل تھی جن سے وہ بنائی گئی تھی، انکی دیوارین رنگارنگ کے پتھرون کی ہوتین، تمام فرش مین قیمتی پتھرون کی کٹی کاری ہوتی چھتون مین مارپیچ وضع کے ساتھ ہندسی اصول کے مطابق نقش ونگار بنے ہوتے، جگہ جگہ اونھین مختلف رنگون سے مزین کیا جاتا یا سونے کا کام ہوتا، صحنون مین خوشبودار پھولون کے درخت لگے ہوتے جن سے تمام مکان طبلۂ عطار بنا رہتا،..... شہر مین تھین، کہ ہر ایک بڑی عمارت کے خانۂ باغ مین بہ رہی تھین، زمانہ قدیم کے طرز کے فوارے ہر سیرگاہ اور ہر مقام پر مین اوچھل رہے تھے،..... شہر مین مشرق سے مغرب منڈیان بنی ہوئی تھین، تمام بازار کشادہ وسیع اور پتھرون کا صاف شفاف فرش تھا، بازارون مین بیش قیمت اور بیش بہا مال بھرا رہتا،..... مکانات ریختہ پتھرون کے ہوتے جن کے جوڑ نہایت احتیاط اور خوبصورتی سے ملائے جاتے، تمام کوچہ وبازار مین روشنی ہوتی، محلات عالیشان اور خوبصورت تو تھے ہی غربا کے مکان بھی اچھی گنجایش اور آرام کے ہوتے، اور وہ جیسے کچھ بھی تھے، بہرحال لندن اور پیرس کے اس زمانہ کے غربا کے مکانون سے بدرجہا بہتر تھے"[1]

بازار ابن حوقل یہان کے بازارون کا حال تعجب سے بیان کرتا ہی، کہ یہ بازار قصبہ کے علاوہ تمام شہر مین جدا جدا قائم تھے، بازار کا صدر بازار سماط کہلاتا تھا، جو مشرق سے مغرب مین پھیلا ہوا تھا، اسکی خوبصورتی یہ تھی، کہ تمام دوکانون کے مکانات ایک ہی وضع قطع کے قطار در قطار بنے ہوئے تھے، بازار کی وسعت

[1] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۱۰۶، ۱۰۹،

Marfat.com

کا اندازہ اس سے ہوتا ہے، کہ صرف قصابون کی دوکان کی تعداد ۱۵۰ تھی، وہ لکھتا ہے،

"مثلاً تمام زیتون کے تیل بیچنے والون صرافون عطارون، جوتہ سازون، صیقل گرون، تانبے کے برتن بنانے والون، اور گیہون اور غلہ کے بازار اوسکی فصیل سے باہر ہین، اور اسیطرح اور مختلف پیشہ ورون کا حال ہی، شہر کے اندر ۱۵۰ دوکانین قصابون کی ہین، جو گوشت بیچتے ہین"[1]

ہوٹل وحمام | بلرم مین جا بجا عالیشان ہوٹل قائم تھے جنمین طعام وقیام کا بہترین انتظام تھا، دوسرے ملکون کے مسافر اور سیاح انہی ہوٹلون مین ٹھہرا کرتے تھے، جن مسافرون کو زیادہ دنون تک قیام کی حاجت ہوتی، یہ ہوٹل اون کیلئے بھی ضروری سامان بہم پہنچاتے، مشہور اندلسی سیاح ابن جبیر ایک صاحب منزلت سیاح کی حیثیت سے داخل ہوا، اور اپنے اعزاز ومرتبہ کے لحاظ سے متعدد مرتبہ شاہ صقلیہ کا مہمان بنا، مگر اس کا مستقل قیام ہوٹل ہی مین تھا جس کے نظم ونسق کی اوس نے تعریف کی ہے، اسی طرح ہر محلہ مین کثرت سے حمام قائم تھے،

کثرت مساجد | بلرم کی دوسری خصوصیات کے ساتھ یہان مساجد کی کثرت بھی ہے، تین سو سے زیادہ مسجدین تھین جن کی عمارتین نہایت شاندار تھین، بلرم کی اس کثرت مساجد سے ابن حوقل محو حیرت ہوگیا، وہ کہتا ہی، مین نے ایک دن بغور دیکھا، تو صرف اس قدر مسافت مین جہان تک ایک تیر پہنچ سکتا ہے، دس مسجدین موجود تھین، اسی طرح بلرم کے قرب وجوار مین بھی کثرت سے مسجدین تھین،

ادریسی نے معسکر سے بیضا تک تین میل کی آبادی مین دوسو مسجدین بتائی ہین، اسی طرح یاقوت خالصہ کی شہر پناہ کے ارد گرد دوسو مسجدین بتاتا ہی،

اسکی ایک بڑی وجہ یہ تھی، کہ بلرم کے موذنین اور روسار کے خانوادون مین قبائلی وخاندانی مسجدون کا رواج تھا، لوگ اپنے اپنے کنبہ کیلئے جدا جدا مسجدین بناتے تھے جن مین اون کے اہل و

[1] کتاب المسالک الممالک ابن حوقل ص ۸۳،

132685

Marfat.com

عیال، حوالی موالی، اور خدم وحشم نماز پڑھتے تھے، نیز دوسری وجہ یہ بھی ہے، کہ اوسوقت تک مدرسون کیلئے جداگانہ عمارتون کا رواج نہ تھا، بلکہ تمام مسجدون ہی مین مدرسے قائم تھے، چنانچہ ابن جبیر کے بیان کے مطابق بلرم کی اکثر مسجدون مین تعلیم وتعلم [illegible] قائم تھے،

جامع مسجد | یہان کی جامع مسجد بلرم قدیم [illegible] واقع تھی، جو کنیسا سے منتقل کرکے مسجد بنائی گئی تھی، اور کلیسا بننے سے پیشتر عہد قدیم مین یونانیون کا معبد تھا، وہ مشہور مجسمہ جو اسی مین تھا، جسمین یونانیون نے ارسطو کا مجسمہ رکھا تھا، ہیکل کی چھت مین [illegible] لٹکتی ہوئی تھی، مجسمہ اوسی پر رکھا تھا، عیسائیون نے مجسمہ کو بدستور باقی رکھا تھا، اور غش عقیدہ یونانیون [illegible] کرکے وہ بھی اسکی عزت وتکریم کرتے، اور حاجت روائی چاہتے تھے، اسلیے وہ اب تک باقی تھا، یہ کہ یہ تمام [illegible] معبد تھا، اور عیسائیون کو بھی اس پر قبضہ رکھنے کا کوئی حق نہ تھا، مسلمان عربون نے اوسکو جامع مسجد بنالیا، ارسطو کا مجسمہ ہٹا دیا گیا، مگر وہ لکڑی جس پر مجسمہ آویزان تھا، مدتون لٹکتی رہی، ابن حوقل نے بھی اوسکو دیکھا تھا،

خانقاہین | بلرم مین ارباب تصوف کی خانقاہین بھی بکثرت تھین لیکن اون مین اہل ذوق صوفیائے کرام کے بجائے متصوفین کی اچھی خاصی تعداد ہو گئی تھی، جنکا مقصد وحید کی زندگی بسر کرنے کے بجائے فسق وفجور کی ہر منزل سے گذرنا، اسکے مشرقی ابن حوقل کا بیان ہے بڑی دلسوزی سے آنسو بہائے تھے،

قریے | بلرم کے آس پاس کے مشہور قریون مین ایک معسکر ہے، جو شہر سے بالکل قریب وادی عباس پر واقع تھا، جب یہان فوج کی چھاؤنی قائم نہین رہی، تو وہین آبادی قائم ہو گئی، ایک دوسرا قریہ بیضا تھا، جو شہر سے کسی قدر بلندی پر آباد تھا، نہر عباس اوسکے ایک حصہ سے ہو کر گذرتی تھی، نہر بیضا اوسے سیراب کرتا تھا، تیسرا قصبہ بلہرا کے نام سے آباد تھا، جو سرسبزی وشادابی مین شہرہ رکھتا تھا، یہان انگور کے باغ کثرت سے تھے، یہان بھی نہر عباس گذرتی تھی، اور دوسری سمت مین بین عادون کے نام سے ایک چشمہ تھا جو اسکی سرزمین کو سیراب کرتا تھا، اسی طرح ایک اور قریہ برج البطال کے نام سے تھا، جو مین ابی مالک

Marfat.com

پر آباد تھا، اسمین بھی کثرت سے باغ تھے،

یہ مقامات اگرچہ شہر پناہ کے باہر ہونے کی بنا پر قریہ کہلائے لیکن دراصل یہ بلرم ہی کے مختلف حصے تھے، جو شہر کی آبادی کے گنجان ہو جانے اور بعض زرعی ضرورتوں کی وجہ سے شہر پناہ کے باہر قائم کئے گئے تھے، قریوں کی آبادیاں بھی بہت گنجان تھین یہانتک کہ صرف قریہ بیضامین جیسا کہ معلوم ہوا ہے دو مسجدین تھین،

ان قریون مین زیادہ تر زمیندار و کاشتکار تھے، نہایت عمدہ [illegible] اور نہایت بارآور باغ لگے ہوتے تھے،

بلرم کے چشمے | بلرم کے اردگرد جو دریا، وادیان، اور چشمے بہتے تھے، ان ہی سے ان کی آبپاشی ہوتی تھی، بلرم کے اردگرد کے دریاؤن، وادیون اور پہاڑیون، کا تذکرہ کسی دوسری جگہ آئے گا لیکن بلرم کے چشمون کا ذکر یہین ضروری ہے، وہ عین غربال، عین ابی سعید، عین حدید، عین عادوس، عین بیضاء اور عین ابی مالک وغیرہ ہین،

معدن حدید | قصبہ بلرم مین لوہے کی ایک کان بھی تھی، جہان کان کنی کا سلسلہ اعلیٰ پیمانہ پر جاری تھا، اوس کا لوہا شاہی جہازون کی ساخت کے کام مین لایا جاتا تھا، یہ کان خاندان اغلبیہ کی ذاتی ملکیت مین تھی،[1]

بلرم ایک سیاح کی نگاہ مین | ابن جبیر کنانی اندلسی نے بلرم کا نقشہ ایک دلچسپ پیرایہ مین کھینچا ہے، وہ ۵۸۰ھ مین صقلیہ گیا تھا، جو نارمنون کا زمانہ تھا، لیکن نارمنون نے اس وقت تک بجز ایک کلیسا کے کوئی اضافہ نہین کیا تھا، اور وہ کلیسا بھی مسلمان کاریگرون کے ہاتھون تعمیر ہوا تھا، اس لئے یہ نقشہ عہد اسلامی کے بلرم کا صحیح مرقع اور اسلامی تہذیب و تمدن کا ایک دلکش منظر ہے اس لئے اور زیادہ قابل لحاظ ہے، کہ یہ ایک اندلسی سیاح کے ہاتھون سے کھینچا ہوا ہے، جسکی نگاہون کے سامنے قرطبہ قصر الحمرا مدینۃ الزہرا

[1] معجم البلدان یاقوت و نزہۃ المشتاق ادریسی و رحلۃ ابن جبیر ذکر بلرم و کتاب المسالک والممالک ص ۱۰۳ و ۸۷ و ۸۸ و ۸۹،

Marfat.com

کے مناظر موجود تھے، وہ لکھتا ہے:-

"یہان تک کہ ہم قصر سعد پہنچے، **قصر سعد** شہر بلرم سے ایک فرسخ پر ساحل سمندر پر نہایت نفیس، مستحکم اور پرانے زمانہ کی عمارت ہے، جب کہ اس جزیرہ مین مسلمانون کی حکومت تھی اس وقت سے اب تک یہان مسلمان رہتے ہین، اب یہ عابدون اور زاہدون کی قیامگاہ ہے، اس کے گرد ایسے زاہدون اور متقیون کے مزارات ہین جن کے فضائل وبرکات آجتک مشہور ہین، اور لوگ دور دور سے زیارت کو آتے ہین، اسکے سامنے ایک چشمہ عین قبونہ کے نام سے بہتا ہے، قصر مین ایک مضبوط آہنی پھاٹک لگا ہوا ہے، اس کے اندر قیامگاہین بالاخانے اور مرتب ومنظم مکانات ہین، رہنے والون کیلئے پوری آسایش کا سامان ہی..... اسکے بلند حصہ پر ایک نہایت نفیس محراب دار حسین ترین اور دنیا کی مساجد مین سے نادر زمانہ مسجد ہے، اسمین نہایت عمدہ چٹائیان بچھی ہوئی ہین، ایسی اچھی صنعت کی چٹائیان آجتک دیکھنے مین نہین آئین، مسجد مین پیتل، اور شیشے کی تقریبًا پچاس قندیلین آویزان ہین، قصر کے سامنے ایک وسیع شارع ہے، جو قصر کے بالائی حصہ کی طرف جاکر پہاڑون کی طرف گھوم گیا ہے، اور قصر کے نشیبی حصہ مین میٹھے پانی کا ایک کنواں ہے، رات کو اسی مسجد مین ہم ٹھہرے، نہایت اچھی رات گذری، یہان ایک مدت کے بعد ہمارے کانون مین اذان کی آواز آئی، مسجد کیلئے ایک امام مقرر ہے، اوس نے نماز اور تراویح پڑھائی، یہان کے لوگ ہمارے ساتھ بڑی تعظیم وتکریم سے پیش آئے،

قصر جعفر ایک دوسرا محل ہے، جو اسی قصر سعد کے قریب شہر کی طرف بڑھتے ہوئے، ایک میل پر واقع ہے، اس مین ایک حوض ہے، جسمین زمین کے سوتون سے میٹھا پانی اوپر نکلتا رہتا ہے،

داخلہ بلرم صبح کی نماز سے فارغ ہو کر ہم نے شہر (بلرم) کا رخ کیا، جیسے ہی ہم شہر مین داخل ہونا چاہتے تھے، کہ روک دئے گئے، اور ایک دروازہ پر لیجائے گئے، جو قصر شاہی سے متصل تھا، یہان

Marfat.com

ہم ایک سرکاری عہدہ دار کے سامنے پیش کئے گئے، جو تو واردون سے شہر مین ان کے داخل ہونے سے پیشتر ان کے سفر کے مقصد وغیرہ کی تحقیقات کرتا ہے، چنانچہ یہی سوالات ہم سے بھی کئے گئے،

شہر مین داخل ہوکر ہم نے بلند دروازے، سرنبفلک محلات، خوش قطع و وسیع میدان و باغ، اور خوبصورت سرکاری عمارتین، اس کثرت سے دیکھین کہ نگاہین خیرہ اور عقل حیران ہوگئی.....

شاہی محلات پر نظارہ کرتی ہوئی ہماری نگاہین ایک وسیع میدان مین جا پہنچین، جو باغون سے چاردن طرف سے گھرا ہوا تھا، اور اس مین گرداگرد سلیقہ سے خوبصورت محلات تعمیر کئے گئے تھے، گویا کہ یہی عمارتین سارے میدان مین پھیلی ہوئی تھین، خوبصورت عمارتون کی یہ کثرت اور مناظر کی دلفریبی سخت حیرت انگیز تھی،

ہمین بتایا گیا کہ یہین بادشاہ اپنے مصاحبون کے ساتھ دن کا کھانا کھاتا ہے، اور یہ عمارتین اون مختلف معزز حکام و عہدہ دار اہل خدمت کے دفاتر ہین جو بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوکر فرائض حکومت و خدمات شاہی انجام دیتے ہین،

اس جگہ ایک شاہی افسر اپنے دفتر سے نکلا جو ایک معزز رتبہ عہدہ دار بادشاہی شخص تھا، اسکی مونچھین لمبی اور سفید تھین، اسکے احترام مین دو آدمی دونون طرف سے اسکے دامن اٹھائے تھے، اور چند طرف خدام کا مجمع تھا، وہ ہمارے لوگون کی طرف خطاب کرکے نہایت نرمی سے عربی زبان مین ہمارا مقصد سفر اور وطن دریافت کرنے لگا، ہم نے اوسے یہ باتین بتادین جس پر وہ بڑی مہربانی سے پیش آیا، اور ہمین داہنی کی اجازت دیکر بڑے اخلاق سے ہمارے ہاتھ سلام و پیام کیا، اسکے اس حسن خلق پر ہمین تعجب آیا،

اثنائے گفتگو مین اوس نے سب سے پہلا سوال ہم سے قسطنطنیہ عظمیٰ کے متعلق کیا، لیکن ہمارے پاس اوسکے متعلق معلومات نہ تھے، البتہ ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا تھا جس پر ہمین بیحد تعجب ہوا، وہ یہ کہ ایک عیسائی دربان بہ قصر شاہی سے پیشتر ہمارا مخاطب تھا، ہمین دیکھ کے لئے لگا، ہمارے

Marfat.com

ذرا اپنے مال یہان کے عمال و محصلین سے محفوظ رکھنا، ایسا نہ ہو کہ وہ تمپر چیرہ دستی کریں"، اوس کا خیال تھا کہ ہم لوگون کے پاس کچھ ایسا مال تجارت نہ ہو جس پر محصول عائد ہوتا ہے، لیکن اوسکی بات کو ایک دوسرے عیسائی نے فوراً کاٹ کر یون کہا "تمہارا بھی عجب حال ہی، جو لوگ حرم شاہی مین داخل ہو چکے ہون وہ کسی چیز سے خوف کھائین، تم نے ان لوگون کو اپنا نقد کچھ سپرد نہین کیا ہے جس کا اس درجہ ہراس ہے، پھر ہماری طرف مخاطب ہوکر کہا آپ لوگ صحیح و سلامت چلے جائین کسی قسم کا کوئی خطرہ نہین ہے، اس گفتگو سے ہمین جرأت ہوئی[1] اس کے بعد ایک جزیرہ مین لوگ پہنچے، اور وہین قیام کیا، یہ واقعہ یوم شنبہ ۱۰ رمضان مبارک مطابق ۲۲ دسمبر کا ہے،

اس قصر سے نکل کر ہمین ایک طویل سڑک ملی جس پر پتھر بچھے ہوئے تھے، اور اوسکے دونون طرف قائم تھی، یہ راستہ قصر شاہی سے یہان تک ایک شہر کنیسہ تک جاتا ہے، اور وہان سے ایک سڑک اس سڑک پر ایک لمبی مسافت طے کرکے ہم ایک ہوٹل مین پہنچے، اور اس مین قیام پذیر ہوئے، یہ یوم شنبہ ۱۰ رمضان المبارک مطابق ۲۲ دسمبر کو ہوا،

شہر طبرمہ یہ شہر تین کا گہوارہ ہی، اس مین ہر قسم کا حسن نمایان ہی، قدیم ہے، خوشحال ہے، عیش و تنعم کی جملہ انسانی خواہشات کے پورا ہونے کے سامان موجود ہین، اور شہر کے حسن کو حسن شباب کی تازگی و رونق کی جھلک نیلگی ہے، اور گویا کہ یہ شہر روئے زمین کا خوش قطعہ خوبصورت چمن زار ہے، کوچہ و بازار اور گلیان اور مکانون کی بناوٹ اور ترتیب مین حسن نظر سے انکھون کو فرحت پہنچتی ہے، شہر کا عمومی منظر بھی ایسا ہے، اسے دیکھ کر ایک گونہ مشابہت حاصل ہوتی ہے اوسکی عمارتین سنگ رخام کی ہین، اوسکے وسط مین ایک نہر روان ہے، اور آبادی کے چاروں طرف چشمے بہتے ہین، یہان کے فرنگی بادشاہ نے اسی اسلامی عہد کے بنیادی ساز و سامان دیکھکر اوس کو اپنا

[1] انداز بیان سے ظاہر ہے، کہ یہ بحر کے مدینہ خالصہ کا ذکر ہے، جہین شاہی محلات تھے،

Marfat.com

دارالسلطنت بنایا ہے، یہان شاہی محلات وقصور بہ کثرت تعمیر کئے گئے ہین، اور ان سر بفلک محلون کے چوٹیون پر قبون کا مسلسل سلسلہ ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے کسی نوجوان کے گلے مین موتیون کا ہار ہو بہت سے باغ اور میدان سیر و تفریح کیلئے ہین..... شہر مین ایک ممتاز مسجد جامع ہے، اس شہر کے وسط مین ایک قدیم قطعہ ہے جسے قصر قدیم کہتے ہین، وہ قطعہ آبادی کے بیچ مین ہے، جس کے چارون طرف نئی آبادیان ہین، اس لئے اس شہر کی قطع قرطبہ سے ملتی جلتی" قرطبہ کی آبادی کی بھی بعینہ یہی صورت ہے، اس قصر قدیم مین بھی ایسی خوبصورت عمارتین، اور بالاخانے ہین کہ گویا وہ نہایت شاندار محلات ہین جنکے مناظر سے آنکھون کو ٹھنڈک اور عقل کو حیرت ہوتی ہے، ہم نے یہان کفر کے آثار مین سب سے عجیب تر ایک گرجا عید میلاد کے دن دیکھا، وہ کنیسہ انطاکی ہے، اوس کے اوصاف بیان مین نہین آسکتے، اوسکی اندرونی دیوارین تمام تر سونے کی ہین، بیچ مین رنگین سنگ مرمر کی پیرہان ہین، جن پر پتھر سے نگینے جڑے ہوئے ہین، اور بیچ مین سبز نگون کی شاخین نکال کر نہایت خوش قطع بیل بوٹے بنائے ہین، بیچ کے حصہ مین شیشہ کی ستھری جھنجھرین لگی ہوئی ہین، جنکی شعاعون سے آنکھون مین چکاچوندھ لگ جاتی ہے، ہمکو معلوم ہوا ہے کہ اوس کے بانی نے اس مین ڈھیر کا ڈھیر سونا صرف کیا ہے، اس گرجے مین ایک بلند مینار ہے، اور مینار کی بلندی پر ایک قبہ ہے، جس کو صومعہ سواری کہتے ہین، کیونکہ وہ رنگین پتھرون کے ستونون پر قائم ہے، مینار کی بلندی پر ایک اور قبہ ہے وہ بھی ستونون پر ڈھالا گیا ہے، یہ مینار دیکھنے مین نہایت خوشنما ہے، اللہ تعالیٰ جلد اس مینار کو اذان کے شرف سے مشرف فرمائے"[1]

چند دیگر اہم شہر: عہد اسلامی کے صقلیہ کے چند اہم شہر حسب ذیل ہین،

ترمہ (THERMA) بلرم سے ۲۰ میل پر جنوب کی طرف مشرقی ساحل پر آباد تھا عہد اسلامی مین مسلمان و عیسائی دونون آباد تھے، مسلمانون کی آبادی زیادہ تھی، جو نارمنون کے عہد مین گھٹ کر ایک محدود حلقہ مین آگئی تھی، ابن جبیر لکھتا ہے "اس جگہ کی آبادی خوبصورت اور بارونق ہے"

[1] رحلہ ابن جبیر ذکر بلرم،

یہان مسلمانون کی ایک بڑی آبادی علحدہ قائم ہے جسمین ان کی مسجدین ہین، شہر کے نشیب مین گرم پانی کا ایک چشمہ ہے، جسکی وجہ سے اہل شہر کو حمام کی ضرورت نہین، سرسبزی اور پیداوار کی کثرت ہے یہ سارا جزیرہ اسی طرح سرسبز ہے، شہر کی حفاظت کیلئے ایک بلند قلعہ ہے،

عہد اسلامی مین مسلمانون کی مسجدین عالیشان تھین، اور یہ مقام زرعی و تجارتی حیثیت سے مشہور تھا، زراعت و تجارت [illegible] عنوان سے یاد کیا ہے، ابن فلاحس اسکندری نے شہر پر ایک نظم لکھی ہے، جس کے چند شعر یاقوت نے نقل کئے ہین،

شفلودی، (CEFALW) اس شہر کا نام عربون مین شلودی، شلودی، اور جلوذی اور جلوذ کے تلفظ کیساتھ لیا جاتا ہے، یہ بھی بالکل ساحل سمندر پر صقلیہ کے سب سے بڑے سلسلۂ کوہ کے دامن مین شہر سے ۲۵ میل پر آباد تھا، یہ ایک قلعہ تھا، جو رفتہ رفتہ آبادی بنگیا اسلئے اسکو شہری حیثیت سے کوئی تفوق حاصل نہ تھا لیکن یہان کی سرزمین نہایت سرسبز و شاداب تھی، انگور کے باغ کثرت سے لگے ہوئے تھے، اسلئے بازار پر رونق رہتے تھے، یہان کی لکڑیان جہازون کے بنانے کے کام مین لائی جاتی تھین، مسلمانون اور عیسائیون کی مخلوط آبادی تھی، شہر کے اندر ایک شیرین چشمہ تھا، مسلمانون نے اس مین پنچکیان قائم کر رکھی تھین، اسلامی عہد کے زوال کے بعد مسلمان یہان بھی موجود تھے، [illegible] لکھا ہے،

"یہان مسلمان بھی آباد ہین، شہر کے گرد پہاڑ محیط ہے، اور اس کی چوٹی پر مسلمانون کے بحری حملون کو روکنے کے لئے ایک مستحکم قلعہ بنا دیا گیا ہے"

اس کے بعد مشرقی ساحل پر شمال کی طرف بڑھکر چند دیگر شہر اور ایسے تھے، جو کسی نہ کسی حصوصیت کے لحاظ سے اسلامی آثار کے حامل تھے، اور وہ عہد اسلامی مین **القارونیہ، شنت مارکو، ناصو** (S. MARCO) (NASO) **لفطش اور میلاص** (MILAZZAS) کے نام سے موسوم تھے، **میلاص** شمالی ساحل کا سب سے آخری قابل ذکر شہر ہے، جو صقلیہ کے بڑے شہرون

Marfat.com

مین شمار کیجاتا تھا، اسمیں عالیشان عمارتین، پر رونق بازار، اور جملہ لوازم مدنیت پائے جاتے تھے[1]

میلاص پر جانب جنوب مشرقی ساحل ختم ہوجاتا ہے، پھر اوسی طرح بڑھکر مغربی ساحل پر پہلا

شہر سینا پڑتا ہے،

سینا کی جاے وقوع پہلے گذر چکی ہی، عرب مورخین کے بیان کے مطابق اسلامی عہد مین آبادی اور تجارت کی رونق اور ثہرت کے لحاظ سے پلرم کے بعد صقلیہ کا یہ دوسرا مرکزی شہر تہا، افریقہ اور یورپ کے تاجر یہین آکر مختلف اشیاء کا مبادلہ کرتے تھے، اس کا بندرگاہ یون سے بڑا تہا، جہاز ساحل سے اگلگ جاتے تھے مسلمانون کی آبادی یہان قائم ہوگئی تھی، باشندون کا بڑا طبقہ کاروباری تہا اس کے اردگرد کی پیداوار اچھی تھی خصوصاً باغ بہ کثرت تھے مسلمانون نے اس کے علاقہ مین بہت سے دیہاتون مین بھی نخلستان وغیرہ کی تہیں، یہان مسلمان [illegible] قسم کی صنعت حرفت زراعت اور تجارت مین مصروف تھے، [illegible] اسلامی حکومت کے خاتمہ کے بعد بھی کچھ مدت تک یہان پیشہ کر رہ گئے تھے، ابن جبیر لکھتا ہے:-

"یہ مقام تمام اطراف کے بحری مسافرون اور تاجرون کا مرکز ہی، سارا شہر دلکش پرستون سے آباد ہوگیا ہے، آبادی کی یہ کثرت ہی کہ ہاتھ بھر خالی زمین مشکل سے نکلے گی، لیکن مسلمانون کیلئے ایک گھڑی ٹھہرنا بھی یہان دشوار ہی، اسلئے کسی اجنبی مسلمان مسافرون کی دلبستگی کا بھی سامان نہین،

بازار نہایت خوبصورت اور آراستہ ہین، بیش بہا ارزان ملتی ہین، اس کی آبادی کے تین طرف پہاڑ اور ایک جانب سمندر ہے، پہاڑی سمتون مین کھڈون اور پختہ خندقون سے شہر کی حفاظت ہوتی ہے، سمندر کی جانب عمدہ بندرگاہ ہی، جو دنیا کی بندرگاہون مین عجیب تر ہے، یہان بڑے بڑے چہار خشکی سے ٹکرا اس طرح ٹکراتے ہین کہ ہاتھ بڑھا کر خشکی کی چیزین لے جا سکتی ہین چنانچہ جہاز

[1] نزہۃ المشتاق ص ۱۳۴، نیز معجم البلدان جلد ۳ ص ۱۳۰ و ۱۳۱ و روضۃ المعطار ص ۳۲۵

Marfat.com

اور شکی پر محض ایک تختہ رکھ کر چیزیں اتاری جاتی ہیں، چھوٹی کشتیوں کی ضرورت نہیں پڑتی ..... شہر میں مسلمان بہت کم ہیں، صرف کچھ مزدور نظر آتے ہیں، اسی لیے اجنبی مسلمان کو یہاں دقت ہوتی ہے"۔[1]

طبرمین، ساحل سمندر پر کوہ آتش فشاں کے دامن میں اس کے مشرقی جانب آباد تھا، مسلمانوں کی آبادی قائم تھی، کسی زمانہ میں تو خالص اسلامی آبادی المعزیہ کے نام سے موسوم تھی، یہ یورپ سے درآمد برآمد کا ایک بندر تھا، یہاں سونے کی ایک کان بھی بتائی جاتی تھی۔

قطانیہ (Catania) عہد اسلامی میں کوہ آتش فشاں کے دامن میں آباد تھا مسلمانوں کے زمانہ میں مدنی حیثیت سے شہر کو ترقی حاصل ہوئی، جابجا مسجدیں، جامع مسجد، ہوٹل، حمام اور شفاخانے موجود تھے، ایک مضبوط شہر پناہ قائم تھی، بازار پُر رونق تھے، صقلیہ میں سب سے بہتر کاشت اسی کے میدان میں ہوتی تھی، مگر دریاؤں کا یہ حال تھا کہ کبھی پن چکیاں چلتیں، کبھی بالکل بیاب ہو جاتے، زراعت کی وجہ سے اسلامی عہد میں یہ شہر تجارت کی بڑی منڈی تھا، مسلمان اس کو ایک قدیم مندر کے انتساب سے مدینۃ الفیل بھی کہتے تھے، یہ بالکل سیاہ پتھر کا بنا ہوا ایک بلند عمارت پر قائم تھا، اسلامی عہد میں عیسائیوں نے اس کو وسط شہر کے کلیسائے رہبان میں لاکر نصب کر دیا تھا، کلیسائے رہبان ایک خوبصورت کلیسا تھا، اس کے فرش پر سنگ رخام بچھے ہوئے تھے۔

قطانیہ عہد اسلامی تک پوری شان و شوکت سے قائم رہا، عہد نارمن میں کوہ آتش فشاں کی نذر ہو گیا، نارمنوں نے اس کے بجائے ایک دوسرا شہر قطانیہ آباد کیا[2]۔

---

[1] تقویم البلدان ابوالفداء، نزہۃ المشتاق ص ۲۶، ۲۷، رحلہ ابن جبیر ۳۲۲، معجم البلدان ج ۸ ص ۵۹، کتاب مسالک الابصار فی ممالک الامصار وراماری ص ۱۵۶، [2] نزہۃ المشتاق ص ۲۸، کتاب نشق الازہار فی عجائب الاقطار وراری ص ۱۹۰، معجم البلدان ج ۷ ص ۱۲۰، نخبۃ الدہر و عجائب البر والبحر، وراماری ص ۱۴۴۔

Marfat.com

لیاج (نٹ لکھ) قطانیہ کے بعد ساحل سمندر پر کوہ آتش فشاں کے مشرق میں آباد ہے، اگرچہ اس کو عہد قدیم میں نمایاں درجہ حاصل تھا، مگر اسلامی عہد میں معمولی درجہ کے شہروں میں شمار کیا جاتا تھا، زراعت اچھی ہوتی تھی، جس کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ پورے جزیرہ میں سب سے پہلے یہیں کی زراعت تیار ہوتی اور پہلے کاٹی جاتی، اس کو تجارتی حیثیت بھی کچھ نہ کچھ حاصل تھی، انفت اور بعض عمدہ قسم کی لکڑیاں یہاں سے دوسرے ملکوں کو جاتی تھیں[1]۔

لینتینی (Lentini) سمندر سے چھ میل پر دریائے لینتینی پر آباد تھا، مسلمانوں کی آبادی تھی، تجارتی کاروبار جاری تھا، جہاز دریا کے راستہ سے شہر تک آجاتے تھے، متوسط درجہ کے شہروں میں شمار کیا جاتا تھا[2]۔

سرقوسہ (Syracuse) عہد اسلامی سے پیشتر گویا ایک جنگی قلعہ تھا، مسلمانوں نے اس کی فتح کے بعد اس کو غیر مسلح کر کے پُرامن شہر بنا دیا تھا اور مسلمانوں کے شریف گھرانے آباد ہو گئے تھے، اس کی جائے وقوع عہد اسلامی میں بھی قریب قریب وہی رہی جو پہلے بیان کی جا چکی ہے، یہ گویا ایک جزیرہ نما تھا جو شمالی جانب خشکی سے ملا ہوا تھا، اسی طرف ایک دروازہ شہر میں داخلہ کا تھا، اسلامی عہد میں بھی وہ پل موجود تھا جو اس کو صقلیہ سے ملاتا تھا، اگرچہ اسلامی عہد میں اس کی قدیم شاہانہ شان و شوکت باقی نہیں رہی تھی تاہم یہ اپنی بربادی کے بعد پھر ایسا آباد ہو گیا تھا کہ بڑے شہروں میں شمار کیا گیا، باشندوں میں دولتمند مسلمان زمیندار اور تاجر تھے اس کی بندرگاہ پر تجارت کی گودیاں قائم تھیں اور پُررونق بازار، عالیشان مکانات، آرام دہ مہمانخانے اور حمام وغیرہ شہر میں جا بجا موجود تھے، یہاں کے مسلمان خانوادوں میں ممتاز علماء و اہل علم ابوالقاسم عبدالرحمن بن ابی بکر سرقوسی، ابوعمرو عثمان بن علی سرقوسی، علی بن عمر سرقوسی اور مشہور

---

[1] نزہۃ المشتاق ص ۲۸ [2] ایضاً ص ۲۹۔

شاعر ابن حمدیس سرقوسی وغیرہ گذرے ہیں، اسلامی حکومت کے زوال کے بعد بھی اسلامی آبادی رہی، یہ لوگ زمیندار سے کاشت کار بن کر رہ گئے تھے، اس عہد میں بھی سرقوسہ کے مضافات کی زمین انہی سے آباد تھی جو عیسائی زمینداروں کو سالانہ مالگذاری دیتے تھے[1]

شکلہ (Scicli) ساحل سمندر سے تین میل پر آباد تھا، اگرچہ صقلیہ کے ممتاز شہروں میں شمار نہیں کیا جا سکتا، تاہم اس کی زرعی پیداوار قابل ذکر ہے، اٹلی، افریقہ اور جزائر بحر روم سے اس کے تجارتی تعلقات قائم تھے، اسلامی عہد میں یہاں کے باغ مشہور تھے، مسلمانوں نے یہاں کے دریا میں جابجا پنچکیاں قائم کی تھیں، اسی دریا میں ایک "عین الاوقات" کے نام سے پن چکی تھی جس سے نماز کے اوقات میں گھنٹے بجتے تھے، ممتاز اہل علم بھی گذرے ہیں جو اس شہر کی طرف منسوب ہیں۔

رغوض (Ragusa) شکلہ سے ۱۲ میل پر واقع تھا، اس کو اسلامی عہد کے آخری دور میں تھوڑی سی اہمیت حاصل ہو گئی تھی، ورنہ ابتداءً اسلامی عہد میں اس کو کوئی اہمیت حاصل نہیں رہی، مسلمانوں سے پہلے یہاں ایک اہم قلعہ تھا، مسلمانوں نے اس کے جنگی استحکامات ڈھا دیے تھے، اور ایک پرامن غیر مسلح آبادی ہو گیا تھا، اسلامی آبادی زراعت و تجارت میں مصروف تھی[2]

اس کے بعد جانب شمال کے شہر شروع: مذکریا، بنی میں پہلا شہر بشیرہ ہے۔

بشیرہ (Buxera) عہد اسلامی کا آباد شہر تھا، عہد اسلامی میں مضبوط قلعوں، مرتب بازاروں، مہمان سراؤں اور حماموں سے شہر کی رونق میں اضافہ ہوا، اس کے دیہات بھی سرسبز تھے، ایک دریا بہتا تھا، مسلمانوں نے اس کے گرد اگرد باغ لگائے تھے ممتاز اہل علم

---

[1] نخبۃ الدہر و عجائب البر والبحر دراماری ص ۱۴۴، معجم البلدان ج ۵ ص ۴۷، و نزہۃ المشتاق ص ۲۹، رحلۃ ابن جبیر ص ۳۲۴ وغیرہ [2] نزہۃ المشتاق ص ۳۰۔

Marfat.com

بھی یہاں گذرے ہیں۔[1]

لنیازہ (Lecata) میں اسلامی آبادی موجود تھی، شہر محض معمولی تھا، تاہم معمولی شہری ضروریات کی چیزیں مہیا تھیں، اس کی شہر پناہ ہر طرف سے بند تھی، شہر میں داخلہ کا صرف ایک دروازہ تھا۔

شاقہ (Sciacca) جرجنت سے ۲۵ میل پر ساحل پر آباد تھا، یہاں مسلمانوں کے ممتاز خاندان آباد تھے، عمارتیں شاندار تھیں، بازار پُر رونق رہتے تھے، یہاں کی بندرگاہ پر افریقہ اور طرابلس وغیرہ کے جہاز آتے تھے، اور سامان تجارت لاتے اور لیجاتے تھے، اہل علم بھی گذرے ہیں، امام سلفی کے استاذ ابوعمر عثمان بن حجاج الشاقی ساکن اسکندریہ اسی کی طرف منسوب ہیں۔[2]

مازر (Mazara) صقلیہ کا سب سے پہلا اسلامی شہر ہے، اور یہی کہتا ہے یہ اپنی خوبصورتی میں تمام شہروں پر فائق تھا، امراء کے عالیشان محل اسلامی طرز تعمیر کا نمونہ تھے شہر کی آبادی خوبصورتی سے بسائی گئی تھی، جابجا باغ لگے ہوئے تھے، پھولوں کی تختہ بندیاں تھیں، سڑکیں صاف اور کشادہ تھیں، آبادی میں مہمان سرائے، حمام اور ہوٹل قائم تھے، یہاں کی تجارت کو بھی فروغ حاصل تھا، یہ تجارتی حیثیت سے افریقہ اور صقلیہ کا نقطۂ اتصال تھا، کشتیاں ایک دریا سے گذر کر اس کی شہر پناہ کی بنیادوں سے ٹکراتی تھیں، اہل علم کی ایک بڑی جماعت اس خاک سے اٹھی اور اسی میں پیوند ہوئی، یہاں کے اہل علم میں **امام مازری** کو لازوال شہرت حاصل ہے، جن کا شمار علم حدیث کے اساطین میں ہے۔[3]

طرابنش (طرابلس) (Trapani) ایک جزیرہ نما کی شکل میں ہے، جس کو زمین

---

[1] نزہۃ المشتاق ص ۳۱ [2] نزہۃ المشتاق ص ۳۰ و معجم البلدان ج ۴ ص ۲۱۶ [3] نزہۃ المشتاق ص ۱۳۲ و خریدۃ القصر قسم ابن الابار ص ۱۴۸۔

کی ایک پتلی چٹ عقلیہ سے ملائے ہوئے تھی، لیکن یہ پتلی چٹ بھی عام رہگذر کے قابل نہ تھی، اس لیے یہ گویا ایک مستقل جزیرہ تھا، چنانچہ آمد و رفت کے لیے مشرق کی طرف تین سو فٹ طویل اور بیس فٹ عریض ایک پل بنایا گیا تھا، اسلامی عہد میں یہاں کی تجارتی اشیاء میں مونگا اور مچھلیاں وغیرہ تھیں، مونگا اس کے ساحل سے نکالا جاتا تھا، جو اس کثرت سے نکلتا تھا کہ ابن دروی کہتا ہے کہ یہاں کے سمندر کی تہ میں درخت کی طرح مرجان اگتے ہیں، مچھلیوں کا شکار بڑی تعداد میں ہوتا تھا، چنانچہ ماہی گیری یہاں کے باشندوں کا خاص پیشہ سمجھا جاتا تھا، اس کا ساحل جہازوں کے لیے موزوں تھا، کیونکہ سطح آب نہایت پرسکون اور موجوں سے محفوظ تھی، عقلیہ سے محفوظ تک (۶ میل) یا بسہ (۱۰) میل اور جزیرہ راہب (۱۵ میل) وغیرہ اس سے قریب تھے، یہ تینوں کا راستہ یہاں سے صرف ایک دن کا تھا، اس لیے ان جزائر اور اوقیوسے اس کو بڑی اہمیت تھی، مسلمانوں کے معزز خاندان آباد تھے، سلیمان بن محمد طرانشی وغیرہ اس کی طرف منسوب ہیں، اسلامی زمانہ میں یہ شہر اسلامی حکومت کا عارضی پایۂ تخت بھی رہا تھا، یہ اسلامی حکومت کے زوال کے بعد عقلیہ میں مسلمانوں کا آخری مرکز تھا، جس کے بعد دوسرا مرکزی مقام تھا، جس کے ذریعہ وہ اپنی اجتماعی طاقت سے اپنی حیثیت کو برقرار اور نمایاں رکھنے کا موقع حاصل رہا، کیونکہ اس زمانہ میں یہاں مسلمانوں کی آبادی سے زیادہ تھی۔

قلعۃ اوبی (Calatubi) ساحل کے اوسط درجہ کے شہروں میں تھا، آبادی خاصی تھی، شہر میں لوازم تمدن موجود تھے، زراعت اچھی تھی، عہد اسلامی کی بنی ہوئی عمارتیں خاص طور پر اس لیے شہرت حاصل تھی کہ یہاں ایک بڑے پتھر کو کاٹ کر [illegible]

۱؎ نزہۃ المشتاق رحلۃ ابن جبیر ص ۳۰۲ و [illegible] یاقوت معجم البلدان ج ۳ ص ۳۰۲ و [illegible] دو جداگانہ شہر تھے، یہاں تک کہ دونوں کا شمار [illegible] نزہۃ المشتاق ص ۳۰۲۔

Marfat.com

برطنیق (Partinico) قلعہ اوبی اور بلرم کے درمیان، قلعۂ اوبی سے ۱۲ میل پر سمندر آباد ہے، یہاں کی زمین روئی کی کاشت کے لیے موزوں تھی اور بکثرت پیدا ہوتی تھی، دریا میں پنچکیاں قائم تھیں، مسلمانوں کی آبادی خاصی تھی [1]

ساحل کے چند دیگر شہر اگرچہ مذکورۂ بالا شہروں کے بیان میں بلرم سے چل کر ساحل پر گھومتے ہوئے پھر اس کے حدود میں داخل ہو گئے، لیکن ساحل کے تمام شہروں کو استقصار سے بیان نہیں کیا گیا، مذکورۂ بالا شہروں کے علاوہ جا بجا ایسی آبادیاں بھی تھیں جو پہلے قلعہ تھیں، لیکن بڑھتے بڑھتے شہر میں شمار ہونے لگیں، چنانچہ یاقوت نے ان میں سے اکثر کو شہر کی حیثیت سے معجم البلدان میں درج کیا ہے، ان میں سے اشقوبل، جنش، دمنش، طرعہ، قرلیون، قمراطہ، مرسی علی اور قرتیس خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، ادریسی نے بھی ان میں سے اکثر کا ذکر کیا ہے، یہاں زراعت، تجارت اور صنعت و حرفت کے پیشے جاری تھے، اور اسلامی آبادیاں قائم تھیں۔

اندرون ملک کے شہر عہد اسلامی میں صقلیہ کے جو شہر ملک کے اندرونی حصہ میں آباد تھے ان میں زیادہ نمایاں جرجنت، نوطس اور قصریانہ ہیں۔

جرجنت (Girgenti) ساحل سے ۲ میل پر لنبیاذہ سے شمال میں آباد ہے، عہد اسلامی کے مشہور و متمدن شہروں میں شمار کیا جاتا تھا، اس کو جزیرہ میں عہد قدیم سے عظمت حاصل رہی، اس کا قلعہ مضبوط ترین قلعوں میں تھا، شہر کی آبادی ورونق اپنے کمال پر تھی، ادریسی نے شہر کی خوبصورتی کی تعریف کی ہے، کہ یہ ایک خوبصورت شہر ہے، عہد قدیم سے شہرۂ آفاق ہے، تجارتی کشتیاں اس کے ساحل پر لنگر انداز ہوتی ہیں، اس کے بلند و عالیشان مکانات اور خصوصاً امراء کے محل نظر کو خیرہ کرتے ہیں، مختلف قسم کی صنعت و حرفت کا

---

[1] نزہۃ المشتاق ص ۱۳۵۔

Marfat.com

بازار گرم رہتا ہے، خرید و فروخت کا سلسلہ قائم ہے، سرزمین سرسبز و شاداب و زرخیز ہے، خوبصورت مرغزار اور گلہائے رنگارنگ کے تختے بچھے ہوئے ہیں، بہ کثرت جہازات آتے ہیں، اور یہاں کا سامان تجارت لے کر باہر جاتے ہیں، اسلامی عہد میں سیاسی حیثیت سے بھی اس کو تفوق حاصل رہا، ذی اثر مسلمان امرا کے خاندان آباد تھے، جو سیاسی تحریکوں میں سرگرمی سے حصہ لیتے تھے، نیز یہاں متعدد اہل علم گذرے ہیں[1]۔

نوطس (Noto) سمندر سے آٹھ میل پر آباد تھا، یہ پہلے سیراکیوز کا محض ایک حفاظتی قلعہ تھا، رفتہ رفتہ شہر کی حیثیت میں آگیا، اور قلعہ بندی کی حیثیت بھی قائم رہی، شہر کے جملہ لوازم پر رونق بازار اور عالیشان عمارتیں وغیرہ موجود تھیں، زراعت و صنعت و حرفت اچھی تھی، زمین زرخیز اور آباد تھی، مسلمانوں کی آبادی زیادہ تھی، جب جزیرہ میں مسلمانوں پر ادبار آیا تھا تو یہی مقام اس جزیرہ میں ان کا سب سے آخری ملجا و ماوی بنا[2]۔

قصریانہ (Castrogiovanna) کو قدیم تاریخی عظمت حاصل تھی، اس کی سربفلک عمارتیں رومۃ الکبریٰ کے قدیم جاہ و جلال کی یاد تازہ کرتی تھیں، اس کی پہاڑی کی چوٹی پر اہل صقلیہ کی مقدس دیوی سیرس کا مندر تھا، صقلیہ کے عجیب ترین شہروں میں شمار کیا گیا ہے، شہر مضبوط شہر پناہ اور قدرتی پہاڑیوں سے گھرا ہوا تھا، صرف ایک دروازہ آمد و رفت کا تھا، مسلمانوں کو اس کی فتح میں بڑی دشواریاں پیش آئی تھیں، حکومت بیزنطی نے سرقوسہ پر زور پڑنے کے بعد اسی کو اپنا پایۂ تخت بنالیا تھا، مسلمان ۲۴۴ھ میں اس میں داخل ہوئے اور اس کے استحکام کو مزید تقویت پہونچائی اور شہر میں روز بروز ترقی ہوتی گئی، رفتہ رفتہ اسلامی عہد کا ممتاز شہر ہوگیا، اس کی آب و ہوا لطیف و خوشگوار تھی، پہاڑوں کے چشمے اس کی رونق کو دوبالا کرتے تھے، مسلمان

---

[1] نزہۃ المشتاق ص ۲۱، معجم البلدان ج ۷ ص ۲۴۰، یاقوت نے جرجنت کو کرکنت لکھا ہے۔ [2] ص ۲۹۔

نے اہتمام سے اس کو پرورش بنایا، پہاڑیوں پر جابجا باغ لگائے اور روشیں بنائیں، ساری آبادی پہاڑی پر آباد تھی، لوگ صنعت و حرفت اور تجارت میں سرگرم عمل تھے، اس کے قدرتی استحکام سے نارمن بھی اس کو مسلمانوں سے جنگ سے نہ لے سکے، صلح و امن سے حاصل کیا، اب عہد قدیم کی کوئی یادگار باقی نہیں، لیکن اسلامی دور حکومت کا ایک قلعہ اور چند عمارتیں باقی رہ گئی ہیں۔[1]

علقمہ بلرم اور اطراف سے راستہ پر واقع تھا، جب ابن جبیر یہاں پہونچا تو یہاں خالص اسلامی آبادی تھی، وہ لکھتا ہے: "شب کو شہر علقمہ میں قیام رہا، یہ مقام نہایت وسیع ہے، بازار اور مسجدیں ہیں، یہاں کے باشندے مسلمان ہیں بلکہ اس راہ کی سب بستیاں مسلمانوں ہی سے آباد ہیں"۔ ابن سعید نے علقمہ کا اطلاق بلرم کے اس حصہ پر کیا ہے جو نارمنوں کے عہد میں مسلمانوں کی آبادی کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا،[2] لیکن اگر اس سے مقصود عیسائیوں اور مسلمانوں کی فرقہ وارانہ جنگ کے بعد بلرم سے مسلمانوں کے ہجرت کرنے اور ایک نئی آبادی قائم کرنے کی طرف اشارہ ہے، تو یہ صحیح نہیں، ابن جبیر دلیم دوم کے عہد میں صقلیہ گیا تھا، اور یہ واقعات دلیم دوم کی وفات کے بعد پیش آئے، دلیم دوم کے عہد یعنی ابن جبیر کے صقلیہ پہونچنے کے وقت تک بلرم میں اسلامی آبادی موجود تھی، اور علقمہ وغیرہ دراصل بلرم کے مضافات و توابع میں داخل تھے۔

اندرون ملک کی چند دیگر آبادیاں

ملک کے اندرونی حصہ میں ان مذکورہ بالا شہروں کے علاوہ زیادہ تر ایسے قلعے تھے جو مختلف شہروں کی حفاظت کے لیے چوکی کے طور پر تعمیر ہوئے تھے، اور ان میں رفتہ رفتہ لوگ آباد ہو گئے تھے لیکن ان قلعوں کے سوا چند ایسے شہر اور بھی تھے جو تجارتی کاروبار اور آبادی کے لحاظ سے اچھے خاصے شہر اور جنگی استحکام کی حیثیت سے مضبوط قلعے تھے نیز اسلامی

---

[1] نزہۃ المشتاق ص ۳۴ و اخبار الاندلس ج ۳ ص ۱۹۲ و آثار البلاد و اخبار العباد وغیرہ [2] رحلۃ ابن جبیر ص ۳۳۴ و یادگاری اسفایین ج ۲ ص ۲۰۱۔

حکومت نے ان میں سے اکثر قلعون کے جنگی استحکامات توڑ کر ادھنین پر امن آبادیان بنا دیا جو تمدن شہرون کی چوکی کے طور پر تعمیر کئے گئے تھے، اور اون میں صقلیہ کے رومی زمانہ جنگ میں قلعہ بند رہوتے تھے، ادریسی نے ایسی تمام آبادیون کی مکمل فہرست اون کے جغرافی وطبعی حالات کے ساتھ مرتب کی ہے، جن میں سے چند مقامات اسلامی تاریخ کے لحاظ سے زیادہ شہرت رکھتے ہیں،

ملیناؤ دامن کوہ کی ایک آبادی تھی، جو لنتینی سے مغرب جنوب میں ۱۴ میل پر آباد تھی، اس میں ایک مستحکم قلعہ تھا، آس پاس کی زمین زرخیز تھی، غلہ کثرت سے پیدا ہوتا تھا، مسلمانون نے جگہ جگہ زیتون کے بہ کثرت باغ لگائے تھے،

قلعہ بلّوط سمندر سے ۱۲ میل اور جرجنت سے ۳۰ میل پر آباد تھا، استحکام، رفعت شان اور جائے پناہ کے لحاظ سے صقلیہ کے مشہور قلعون میں تھا، اسلامی عہد میں آبادی گنجان تھی، آس پاس کی زمین سرسبز وشاداب اور زرخیز تھی،

ابلاطنو (PALATANI) قصر نوبہ کے نواح میں سمندر سے چھ میل کے فاصلہ پر تھا، اس کا قلعہ بھی مضبوط ومستحکم تھا، اسلامی آبادی موجود تھی،

قلعہ قرلیون (CORLEONE) ایک مسلسل سلسلہ عمارات پر مشتمل تھا، اسلامی آبادی موجود تھی، یہ شہر آج کل بھی موجود ہے، پلرمو سے ۲۱ میل پر آباد ہے، آبادی ۱۳ ہزار ہے،

قلعہ مزناؤ (MARINEO) سمندر سے ۷ میل پر واقع تھا،

یاقوت نے بھی اندرون جزیرہ کے چند شہرون مثلاً بونفاطہ، البیاد، جالصہ، منطار، اور طبین وغیرہ کے نام درج کئے ہین، منطار کیطرف شیخ ابوبکر عتیق منطاری جیسے صاحب کمال بزرگ نسبت رکھتے ہین اور طبین کی طرف جو میلاص کے علاقہ مین تھا، علی بن عبداللہ الطبینی منسوب ہیں،

لہ نزہۃ المشتاق ص ۴۱۰،۳۷،۳۹،۲۲،۴۶

عہد اسلامی میں صقلیہ کی زبان

مسلمانوں کی یہ خصوصیت رہی ہے، کہ وہ جس ملک میں پہنچے تہذیب و معاشرت کے لازمی جز زبان پر بھی قبضہ کر لیا، اور کچھ عربی تہذیب میں ایسی دلآویزی تھی کہ عربی زبان کو مفتوح ملکوں میں بہت جلد مقبولیت حاصل ہو جاتی، اور اسی وجہ سے چند ہی دن میں بادیۂ عرب کی یہ زبان دنیا کی ربع آبادی کی مادری زبان بن گئی، اور عرب کے ہمسایہ عراق عجم، ایران، مصر، شمالی افریقہ اور اندلس میں عربی زبان کے ایسے ایسے ادیب پیدا ہوئے جن پر عرب اہل زبان نے فخر کیا۔ یہی صورت صقلیہ میں بھی پیش آئی یہاں کے قدیم باشندوں میں اسکو رسوخ حاصل ہوا، اور صقلیہ اور اندلس کے ارد گرد میں عام سند قبول حاصل کی مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:-

"عرب جاہلیت کے قصائد اور نظمیں نہ صرف پلرمو (دارالسلطنت) میں بلکہ ہمسایہ شہر روم میں اور بھی قدیم شان اور لب و لہجہ میں پڑھی جاتی تھیں۔ اور مسلمان اور غیر مسلمان دونوں تحسین و آفرین کرتے اور داد دیتے تھے"[1]

لیکن مسلمانوں نے اپنی زبان کی اشاعت میں قومی عصبیت نہیں برتی، انھوں نے نہایت فراخ دلی سے صقلیہ کی قدیم زبانوں کو بھی زندہ رکھا، چنانچہ صقلیہ کے پورے اسلامی دور میں وہاں کی قدیم زبانوں میں سے لاطینی اور یونانی رائج رہیں، اور ہر شخص آزاد تھا کہ وہ جس زبان کو چاہے استعمال کرے، چنانچہ یہ دونوں زبانیں بھی تحریری زبان کی حیثیت سے اسلامی عہد حکومت میں استعمال ہوتی رہیں[2]

[1] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۲۰۰ [2] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲۰ ص ۴۲

Marfat.com

مسلمانوں کی اس قومی رواداری کا صلہ اسی سرزمین میں انھیں ملا جس طرح انھوں نے قدیم زبانوں کی حفاظت کی تھی، اس سے زیادہ ان کے یورپی اخلاف نارمنوں نے عربی زبان کی ترقی میں حصہ لیا۔ عرب ادیبوں اور شاعروں کی حوصلہ افزائی کی، حکومت کی دفتری زبان عربی رکھی، شاہانِ صقلیہ کی مراسلت، ملکی سکوں کے نقوش، فرمانروا کی مہر، حکومت کا نشانِ امتیاز (تک) سب عربی زبان میں تھے یہانتک کہ گرجوں میں خوبصورت خط کوفی کے طغرے بنائے جاتے تھے گویا یہی انکی قومی نسلی زبان تھی

اس طرح عربی زبان صقلیہ کے اسلامی عہدِ حکومت سے نارمنوں کے زمانہ تک پانچ چھ سو سال تک ملک کی حقیقی ترقی یافتہ زبان رہی، اور اس کا خاتمہ اسی وقت ہوا جب مسلمان ان جزائر سے بالکل شہر بدر کر دیئے گیے، اور اس زبان کی جگہ مختلف یورپی زبانوں لاطینی، فرانسیسی، اور ایطالوی نے لے لی، لیکن ان زبانوں میں بھی صقلیہ کی عربی زبان کے بہت کچھ اثرات باقی رہ گئے اور جو آج بھی دیکھے جاتے ہیں

مثلاً جزیرہ مالٹا کی موجودہ زبان کو پیش کیا جا سکتا ہے، عربی زبان صرف اسی زمانہ میں ۲۲۰ سال تک جب یہ جزیرہ صقلیہ کی اسلامی حکومت کے ماتحت تھا یہاں کی ملکی زبان رہی لیکن تقریباً ایک ہزار برس گذر جانے کے بعد بھی یہاں کی موجودہ ملکی زبان پر عربوں کے اس ۲۲۰ سالہ حکومت کے دور کے ایسے گہرے نقوش قائم ہیں، کہ کوئی ماہر لغت آج مالٹا کی زبان کی اصل بجز عربی کے کسی دوسری زبان کو قرار نہیں دے سکتا، بلکہ اگر اس مالطی زبان کا رسم خط لاطینی کے بجائے عربی ہوتا تو آج مصر اور مالٹا کی زبانوں میں سرمو فرق نہ ہوتا، کہ مصر کی موجودہ زبان کی طرح مالطی زبان میں بھی ۱۰ فیصدی سے زیادہ غیر عربی زبان کے الفاظ نہیں، ذیل کے چند اقتباسوں سے اس حقیقت کا اندازہ ہوگا،

الفاظ

عربی الفاظ	مالطی الفاظ بلفظ اہل مالٹا	عربی الفاظ	مالطی الفاظ بلفظ اہل مالٹا	عربی الفاظ	مالطی الفاظ بلفظ اہل مالٹا
الخبز	حبز	الزیت	زیت	النبیذ	إمبیت

Marfat.com

عربی الفاظ	مالطی الفاظ بہ تلفظ اہل مالٹا	عربی الفاظ	مالطی الفاظ بہ تلفظ اہل مالٹا	عربی الفاظ	مالطی الفاظ بہ تلفظ اہل مالٹا
الحلیب	حلیب	الماء	إلماء	الملح	ملح
الطفل	طفل	السکینۃ	سکینہ	الخل	حل
المراۃ	مرا	الدقیق	تقیق	الخیاط	حیاط

تراکیب

عربی	مالطی	عربی	مالطی
الثلاثاء الجائی	التلاتا الجایین	غداً الخامس عشر	بها الغد احمستاس
الاربعاء الماضی	الاربعا اللی عدد	شئ جمیل،	شی جمیل،

جملے

همر اتنان فقط	همر تنین بس	من یعرف؟	مین یعاف؟
کم مضی علیک هنا	کم الک هاون	لیس عندی سوی واحدۃ	ماعندیش حکاف واحدۃ

اسی طرح ذیل کی مسلسل عبارت ملاحظہ ہو،

مالطینی زبان کی عبارت لاطینی حرف میں	عربی حروف میں	مالطی عبارت کی توضیح عربی زبان میں
AHBARIJETTAM MALTO DDIRETTURTUPOSTAJG HARRAFILLIMILLIG— MILKUDDIEMIL POSTA DIRETTAGHALNAPOLI TGHALAKFILUFFICG- IOTAL POSTA IL BELT FIT BA. M. NHARIL TLIETAIL HAMIS OIS SALT	اخباریات تاع مالطا الدیریتور (ایطالوی) تاع البوسطۃ یرن الی ملیو لقدام البوسطۃ دیرتا (ایطالوی) علی نابولی بالاریو بلان (الطیا) تغلق فی الاو نبسیو (ایطالوی) تاع البوسطۃ البلد الہ نہار الثلاثا الخمیس و السبت	اخبار مالطہ مدیر البوسطۃ یعلن انہ من الآن فصاعدا البوسطۃ المصدۃ الی نابولی تغلق فی مکتب بوسطۃ البلد فی لساعۃ ۸ صباحا یا الثلاثا و الخمیس و السبت

اسی طرح لاطینی، ایطالوی اور فرانسیسی زبانوں میں عربی کے کم و بیش اثرات ہیں جنکا تذکرہ کتاب کے آخری باب میں آئیگا،

لہ معدف جلد ۳۳ نمبر ۳

عہد اسلامی مین صقلیہ کے ادیان و مذاہب و فرق

ادیان صقلیہ مین مذہب اسلام کے داخلہ کے وقت جو ادیان و مذاہب تھے، اون کا تذکرہ جلد اوّل مین گذر چکا ہے یعنی زیادہ تر لوگ کتھولک مذہب کے پیرو تھے، چند لامذہب اور کچھ یہودی تھے اور ایک مختصر گروہ بت پرستون کا تھا، مسلمان اپنے ساتھ مذہب اسلام لائے،

مذہب اسلام نے صقلیہ مین جس سرعت سے ترقی کی، وہ حیرت انگیز ہے، اسلام کی صداقت کا یہ اثر تھا کہ چند صدیون مین صقلیہ کی بڑی آبادی مذہب اسلام کی حلقہ بگوش ہوگئی، خصوصاً جو مقامات ساحل افریقہ کی جانب تھے، وہان کے قدیم باشندون کو مسلمانون سے ملنے جلنے کا موقع زیادہ ملا، اور وہ اثر صحبت سے اسلام قبول کرتے گئے، قبول اسلام کا یہ سلسلہ نہ صرف عہد اسلامی مین قائم رہا، بلکہ اسلامی سلطنت کے خاتمہ کے بعد بھی لوگ اسلام کے دائرے مین داخل ہوتے رہے، یہانتک کہ جب راجر اول نے اسلام مین داخلہ کا دروازہ قانوناً بند کر دیا، تب بھی لوگ مسلمانون کے فیض صحبت سے اسلام لاتے، اور چھپ چھپا کر عبادت کرتے تھے، تاہم ایک بڑی جماعت یہان غیر مذاہب والون کی بھی باقی رہ گئی جس مین عیسائی بت پرست اور یہودی تھے،

مسلمانون نے یہان کے اون قدیم مذاہب کے ساتھ نہایت رواداری کا سلوک کیا، اور اون غیر مسلمون کو کامل مذہبی آزادی دی، جسکی شہادت، یورپ کے مصنفین دیتے ہین، صقلیہ کی اسلامی تاریخ مین کوئی ایسا واقعہ پیش نہین کیا جا سکتا کہ کوئی بت پرست یا یہودی یا عیسائی مذہب کیلئے قتل کیا گیا ہو، تبدیل مذہب کیلئے حکومت نے کوئی جبر و اکراہ نہین کیا، یونانیون کے مشہور یونانی کی قربانگاہین، اور عیسائیون کے کلیسے بدستور قائم رہے، چنانچہ ہیکل بلرم اور کنیسہ قسطانیہ کی وہی عظمت

Marfat.com

اسلامی دور مین بھی برقرار رہی، جو اوس سے پہلے سے حاصل تھی، اگرچہ ایک دو مثالین ایسی بھی ہین کہ بعض ایسے کلیساؤن کو جو پہلے بت پرستون کے مندر تھے، مسجد بنا لیا گیا، لیکن عام طور پر صقلیہ کے قدیم معابد بدستور قائم رہے، اور ان معابد پر پہلے سے جو اوقاف چلے آتے تھے، اسلامی حکومت نے اون سب کو برقرار رکھا،[1]

مذاہب فقہ صقلیہ کے اسلامی مذاہب و فرق کی تاریخ افریقہ کے مذاہب و فرق کی تاریخ کیساتھ وابستہ ہے اور وہان کے اسلامی مذاہب کی تاریخ مین **فاتح صقلیہ** اسد بن فرات کی شخصیت نمایان ہے، قاضی اسد بن فرات مذاہب فقہ کے جامع تھے، اونھون نے امام مالک سے براہ راست اون کے فقہ کی تحصیل کی اور امام ابو حنیفہ کے تلامذہ سے فقہ حنفی پر عبور حاصل کیا، مالکی المذہب مصنفین نے انکو مذہب مالکی کا پیرو بتایا، اور حنفی مذہب کی طرف رجحان رکھنے والے مصنفین انھین حنفی المذہب سمجھے اور کہا گیا کہ انہی کے ذریعہ افریقہ اور پھر صقلیہ مین مذہب حنفی کی ترویج ہوئی، لیکن جیسا کہ آیندہ اسد کے سوانح حیات مین تفصیل سے معلوم ہوگا، کہ گو خود اسد عبادات مین مالکی المذہب تھے، مگر معاملات اور فصل مقدمات مین فقہ حنفی کا بھی اتباع کرتے تھے، البتہ اُن کے تلامذہ اور حلقہ بگوشون مین ایک بڑی تعداد حنفی المذہب تھی، سرزمین افریقہ مین فقہ حنفی کا ان سے بڑھکر کوئی دوسرا عالم موجود نہ تھا،

جب قاضی اسد صقلیہ آئے، تو اون کے تلامذہ بھی اون کے ہمرکاب تھے جن مین حنفی و مالکی دونون مذاہب کے پیرو موجود تھے لیکن ان مین احناف کی تعداد زیادہ تھی،

اسلئے یہ کہا جا سکتا ہے، کہ صقلیہ مین مذاہب فقہ مین سے ابتداً مذہب حنفی کو فروغ

---

[1] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا جلد ۲۵ (سسلی) طبع یازدہم اخبار الاندلس جلد ۲ صفحہ ۶۲ اسٹوری آف دی مشنس جلد ۳۰

حاصل ہوا، اور اسی لئے مقدسی (۳۷۵ھ) کا یہ بیان اپنی جگہ صحیح ہے کہ

واکثر اھل صقلیۃ حنفیون[1] اور اکثر اہل صقلیہ حنفی ہیں،

اس کے بعد اغلبی خاندان کے جو شاہزادے یہاں والی مقرر ہو کر آئے ان میں سے اکثر ولاۃ مالکی مشائخ امام سحنون وغیرہ سے عقیدت رکھتے تھے، اسی طرح عہدۂ قضا پر بھی مالکی مذہب کے علما مامور ہوتے رہے، ان وجوہ سے یہاں رفتہ رفتہ مالکی مذہب کو مقبولیت ہو گئی، اور پھر جب ۳۴۱ھ میں المعز بن بادیس نے افریقہ میں مذہب مالکی کو قانوناً فروغ دیا، تو افریقہ کے اثر سے صقلیہ میں بھی اسکی اشاعت زیادہ ہوئی، یہانتک کہ پانچویں چھٹی صدی کے علمائے صقلیہ اور اہل علم باجماع مذہب مالکی کے متبع نظر آتے ہیں، اور نیز صقلیہ کے جو اہل علم وہاں سے ہجرت کر کے دوسرے ملکوں میں جا بسے اور ان مہاجر صقلی خاندانوں میں جو علما و فضلا پیدا ہوئے وہ بھی مذہب مالکی کے متبع تھے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بالآخر یہاں مذہب مالکی کو کامل [illegible]

فرق: قاضی اسد اور ان کے متبعین کلام و عقائد میں سلف صالحین کے پیرو تھے، اسلئے صقلیہ کے متقدمہ احناف بھی اسی مسلک پر قائم تھے، اور جو لوگ مالکی المذہب تھے ان کے مالکی المذہب علماء ہونے کے بعد علم کلام میں بھی ان کا مسلک معلوم ہوتا ہے، کتاب کی اور دیگر امثلہ کی تتبع سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی مالکی اشعری کے سوا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا تھا،

اسلئے صقلیہ کے مالکیہ بھی یقیناً امام ابو الحسن اشعری کے متبع تھے جیسا کہ آئندہ صقلیہ کے علم کلام کی تاریخ سے پتہ چلے گا کہ یہاں کے اکثر اہل علم نے مذہب اشعری پر مختلف مفید کتابیں تالیف کیں،

[1] احسن التقاسیم مقدسی ۳۰۰ مطبوعہ بریل ۱۹۰۶ء، مقدسی کا یہ بیان اگرچہ طویل روایت کے سلسلہ میں آیا ہے لیکن وہ محل نظر ہے جس پر اسد کے سوانح میں گفتگو کی گئی ہے، [illegible]

مذاہبِ فقہ وفرقِ کلام کے ذیل مین یہ اہلسنت کے مذاہب کا تذکرہ تھا لیکن دولتِ اغالبہ کے زوال کے بعد جب فاطمیون کا دور آیا تو صقلیہ کا سرکاری مذہب شیعی قرار پایا،

مذہب شیعی

افریقیہ مین فاطمی حکومت تمامتر مذہب کی بنیاد پر قائم تھی، اسلیئے اسکے آغازِ عہد ہی سے مذہبی معاملات مین رواداری قائم نہین رہی، یون تو عام مورخین فاطمیون کے مذہبی تشدد کو خوفناک شکلون مین بیان کرتے ہین، تاہم فاطمیون کے مذہبی غلو سے انکار نہین کیا جاسکتا، مثلاً فقہا و اصحابِ افتا کو بجز مذہب شیعی کے کسی دوسری فقہ کے روسے فتوی دینے سے روک دیا گیا، علما و اصحابِ فضل ابوالقاسم طرسی قاضی صقلیہ اور ابوالعباس بن برغیقہ وغیرہ کو کوڑے لگوائے گئے ابن مذیل اور ابراہیم بن بردوم وغیرہ جیسے اہلِ فضل کو تہ تیغ کیا گیا، اذانوں میں "حی علی خیر العمل" کا جبری اضافہ ہوا، لوگون نے جماعت کی نمازین چھوڑ دین، لوگون کے مال و اسباب ضبط ہوئے، یہانتک کہ جن قلعون اور مسجدون پر ان کے بانیون کے نام کندہ تھے ان کو مٹا کر خلفاے فاطمی کے نام لکھے گئے[1]

افریقیہ مین شیعیت کے دست و بازو جو کچھ تھے، وہ چند قبائلِ بربر تھے، جو دارالسلطنت قیروان سے متنفرون و دور تھے، اور ان تک اسلامی تعلیمات صحیح طور پر پہنچی بھی نہ تھین اور نہ عام اہل افریقیہ نے بالعموم اس جور و تشدد کے باوجود مذہب شیعی قبول نہین کیا، یعنی قیام سلطنت کے بعد اس کے اثر سے اس مذہب کو افریقیہ مین فروغ حاصل نہین ہوا، صرف خال خال افراد نے اپنے عقائد کی تبدیلی کا اقرار کیا تھا۔

جب شیعیت کو افریقیہ میں عام قبول حاصل نہیں ہوا، تو صقلیہ تک اس کے اثرات کیا پہنچتے جہان اون کے مذہب کی نشر و اشاعت کی منظم کوششین بھی نہین ہوئی تھین بلکہ یہان کے مسلمانون کو ایک انقلاب حکومت کی اطلاع ملی، اور افریقیہ کے انقلاب سے یہان

[1] ریاض النفوس در اماری ۱۸۹۔

Marfat.com

کی حکومت بھی بدل گئی۔

یہی وجہ ہے کہ جب صقلیہ مین فاطمی اسماعیلی حکومت کے قیام کے بعد حکومت کا سرکاری مذہب شیعی اسماعیلی قرار پایا، اور حکومت کے مختلف شعبون مین اسکے شیعی ہونے کے اثرات نمودار ہوئے، جن سے اس مذہب کی اشاعت کا امکان تھا، لیکن دولت اسماعیلی کی یہ حکمت عملی عملاً ناکام ثابت ہوئی، اور اسی کی وجہ سے صقلیہ کا امن وامان ایسے خطرہ مین پڑا، کہ ابن قرہب کی قیادت مین مسلمانان صقلیہ نے عام بغاوت کی، اور اپنا رشتہ دولت فاطمیہ سے کاٹ کر دولت عباسیہ بغداد سے جوڑ لیا،

اس کے بعد جب فاطمیون کو صقلیہ پر دوبارہ اقتدار ہوا، تو اونھون نے اسی پر اکتفا کیا، کہ ان کی سلطنت کو یہان قیام استحکام حاصل رہے، اور تحفظ سلطنت کی خاطر وہ یہان اپنے مذہبی عقیدہ کی اشاعت سے دست کش ہوگئے، اسی لئے ہمارے سامنے ایسا کوئی واقعہ نہین کہ حکومت فاطمیہ کے عہد مین سرزمین صقلیہ مین ابن قرہب کے ہنگامہ کے بعد پھر کبھی شیعہ سنی تنازع کا کوئی سوال پیش آیا ہو، حالانکہ انہی دنون سرزمین افریقہ ان دونون مذاہب کا دنگل تھی، لیکن صقلیہ مین اگرچہ خانوادہ کلبیہ کے لوگ عقیدۃً شیعی تھے، اور اس عہد مین مختلف معزز عہدون پر بھی شیعی مقرر ہوئے، لیکن وہ شیعہ ہونے کی حیثیت سے نہین، بلکہ خانوادہ کلبیہ یا اس کے جان نثار افراد کی حیثیت سے ممتاز تھے،

البتہ اس سلسلہ مین ہمین اوس صقلی وفد کو نظر انداز نہ کرنا چاہیے، جو ۳۴۷ھ مین معززین روساے صقلیہ پر مشتمل ہوکر دربار افریقہ مین حصول بیعت کیلئے باریاب ہوا تھا، لیکن جہانتک عام حالات سے سمجھا جاسکتا ہے، یہ وفد عقیدت واطاعت کے اظہار کیلئے افریقیہ آیا تھا، اور اسکی غرض نما مذہبی تھی گو اسمین زیادہ تر تعداد شیعی افراد کی تھی۔

لیکن جہانتک دولت کلبیہ کا تعلق ہے، وہ خالصتہً شیعی تھی، اور افریقیہ کے شیعے اسکو اپنا

Marfat.com

پشت پناہ تصور کرتے تھے، چنانچہ جب المعز بن بادیس افریقیہ میں شیعیوں کیلئے شمشیر برہنہ بنا تو اوس نے صقلیہ کو اپنے لئے مامن تصور کیا، مگر دولت کلبیہ کا کوئی عمل بجز اسکے کہ وہ حکومت فاطمی مصر کی مطیع و منقاد تھی، ظاہرا ایسا نہ تھا کہ جس سے اوس کی شیعیت کا اظہار ہوتا، اور نہ کوئی ایسا واقعہ معلوم ہے کہ اوس نے صقلیہ میں شیعیت کو بزور رائج کیا ہو، اگر دولت کلبیہ کے تمام عہد میں اس قسم کی کوئی مثال پیش کی جا سکتی ہے تو صرف اس وقت جب اوس کی آخری سانسیں چل رہی تھیں، اور تائید الدولہ نے سیاسی مصالح کے لئے ملک میں نفاق انگیزی کے ذریعہ رعایا کے ایک طبقہ کو برانگیختہ کر دیا تھا، اس وقت ان لوگوں نے المعز سے اس وجہ سے دولت کلبیہ کے خلاف استمداد کی کہ وہ افریقیہ سے شیعیت کا قلع قمع کر رہا ہے، اس لئے وہ صقلیہ کے خلاف فوجکشی پر جلد آمادہ ہو جائے گا، لیکن جہاں تک واقعات کی رفتار سے سمجھا جا سکتا ہے یہ مسلمانان صقلیہ کی ایک سیاسی حکمت عملی تھی، اسے مذہبی عناد و تعصب سے کوئی لگاؤ نہ تھا چنانچہ جب ہوا کا رُخ بدلا تو وہی سُنی المذہب مسلمانان صقلیہ جو افریقیہ سے فوج بلا لائے تھے، تائید الدولہ کی حمایت میں تلواریں سنبھال کر المعز کے جگر گوشوں پر ٹوٹ پڑے،

اسلئے اگرچہ صقلیہ میں تقریباً سو برس تک شیعی حکومت قائم رہی، لیکن فرقہ وارانہ حیثیت سے اس کا کوئی اثر مترتب نہیں ہوا، نہ حکومت نے کبھی شیعیت کو فروغ دینے کی کوشش کی، نہ رعایا نے اس کی جانب مذہبی حیثیت سے تنفر یا میلان کا اظہار کیا، وہ جسطرح اہلسنت تھے، اپنے عقائد پر قائم رہے، اور نیز اوس عہد میں بھی جب صقلیہ سے حکومت اسلامی کا خاتمہ ہو گیا، جو مسلمان یہاں آباد رہے، جو اہل علم ان میں پیدا ہوئے، جو باکمال شعراء نارمن دربارون میں ممتاز ہوئے، جو معزز و سار حکومت کے اعلیٰ مناصب پر فائز اور جو شہری و بدوی نارمنون کے فوجی نظام میں داخل ہوئے، سب کے سب اہل سنت والجماعۃ تھے، المدونہ کا درس تھا، مسجدون میں پانچون وقت باجماعت نماز ہوتی، مالکی فقہاء

Marfat.com

کے فتاوی نافذ ہوتے، اور پھر صقلیہ کے جو اسلامی خانوادے، اور اہل علم وہان سے ہجرت کرکے دوسرے اسلامی ممالک، اندلس، افریقہ، مصر و شام اور حجاز مین جاکر سکونت پذیر ہوئے، اور جنکے حالات ہم تک پہنچ سکے، سب کے سب اپنے قدیم مذہب و مسلک اہل سنت والجماعۃ پر قائم رہکر راسخ العقیدہ سنی المذہب مالکی و اشعری تھے،

اخلاق و عادات

قومون کے امتیاز کا معیار ان کے نظام اخلاق اور عقلی نشو و نما کو پیش نظر رکھکر قائم کیا جاتا ہے ان اخلاقی و عقلی اوصاف کی تشکیل خاندانی روایات، بچپن کی تربیت اور ملک کے جغرافی حدود و مناسب ہوا اور گرد و پیش سے ہوتی ہے

صقلیہ مین عہد اسلامی تک کوئی واحد مسلمین قوم موجود نہ تھی، اسکی سرزمین مختلف قومون کا آماجگاہ رہی، اور ہر حملہ آور قوم نے توطن اختیار کرکے اسکو اپنا مرز بوم قرار دیا، اور یہان کی اصلی قومون کو اپنا جزو تصور کیا، انمین ایک مسلمان بھی تھے، اور چونکہ صقلیہ کی ان مختلف قومون کے اخلاق و عادات کے قوائے تشکیل ایک دوسرے سے مختلف تھے، اسلئے ان قوائے تشکیل کے مظاہر یعنی اخلاق و عادات اور رسم و رواج مین بھی اختلاف کا ہونا ضروری تھا، البتہ مرز بوم کے اتحاد و یکسان جغرافی حدود، آب و ہوا، اور گرد و پیش کے اثرات یکسان تھے، اسلئے ضرور ہے کہ ان کے نظام اخلاق مین بھی اتحاد پایا جائے،

لیکن اس موقع پر صقلیہ مین ان مختلف قومون کی توطن پذیری کے زمانہ مین جو تقدم و تاخر ہے اس کے اثرات کو فراموش نہ کرنا چاہئے، یہی وجہ ہے کہ ان مختلف اعتبارات سے ہمین صقلیہ کے عہد اسلامی مین یہان کے باشندون کے مختلف گروہون مین مختلف نظام اخلاق کی بنا نظر

آتی ہے، یہ مختلف گروہ بہ ترتیب یہ ہیں،

۱- صقلیہ کے وہ قدیم باشندے جو عہدِ قدیم سے مسلمانوں کے داخلہ کے بہت پہلے یہاں آباد ہو چکے تھے،

۲- حملہ آور اور نوآباد مسلمانانِ صقلیہ،

۳- وہ قدیم باشندے جو نئے گرد و پیش سے متاثر ہوئے اور عقیدۂ توحید قبول کر لیا،

ان تین قسم کے باشندوں کے نظامِ اخلاق کی ذیل کی تین مختلف حالتیں تھیں،

۱- یہاں کے قیام کی طویل مدت میں باہمی اختلاط و آمیزش سے قدیم باشندوں کے نسلی و خاندانی اور روایتی اخلاق و عوائد رفتہ رفتہ ان کے جدید مزربوم یعنی صقلیہ کے اثرات سے مسخ ہو کر انہی میں ضم ہوئے، اور وہ سب مختلف قومیں یکسان نظامِ اخلاق سے متحد ہو گئیں،

۲- حملہ آور اور نوآباد مسلمانانِ صقلیہ عرب و بربر کے مختلف شریف قبیلوں سے تھے، اور عقیدۂ توحید قبول کر کے ایک ہی قسم کے اخلاق سے متصف ہو گئے تھے، اور وہ ان کے اسلامی اخلاق تھے، جو اعتقادی تعلیم کے باعث مزربوم کے اثرات سے متاثر نہیں ہوئے، اور یہاں کی قیام پر اتنی مدت گذری تھی، جو مزربوم کے اثرات قبول کرنے کیلئے کافی نہ تھی،

۳- صقلیہ کے قدیم نومسلم باشندے ابتداءً اپنے موروثی اخلاق و عوائد سے متصف رہے، پھر عقیدۂ توحید اور اسلام کے اخلاقی تعلیمات پر پختہ یقین سے رفتہ رفتہ ان کے اخلاق بھی بدل گئے، اگرچہ مزاجِ عقلی کے موثرات سے قوموں کا اساسی اخلاق نہیں بدلتا لیکن عقیدہ، زبان اور سیاست کی وحدتِ کلی، اساسی اخلاق کے بدلنے میں بہ نسبت دیگر موثرات کے جلد اثر انداز ہوتی ہے،

یہی وجہ ہے کہ صقلیہ کے عہدِ اسلامی میں ایک غیر ملکی سیاح ابن حوقل کو صقلیہ میں متضاد قسم کے ایسے اخلاق و عوائد نظر آئے جنہیں دیکھ کر وہ حیرت ہوئی، اور اس نے اپنے مشاہدات و

وتجربات کوایک مستقل رسالہ مین قلمبند کیا چنانچہ وہ وہان کی آب وہوا کے جو بُرے اثرات وہان کے باشندون کے عقلی نشو ونما اور نظام اخلاق پر پڑے تھے، اون کا عمومی طور پر یون تذکرہ کرتا ہے:-

"اکثر محلون اور شہرین کوئین کا پانی پیا جاتا ہے، جو نہایت ثقیل اور غیر خوشگوار ہوتا ہے، اوسمون سے شیرین اور بہتے ہوئے پانی کو چھوڑ کر اسکو اسلئے پسند کیا کہ اون مین شرافت کی کمی ہے، وہ لوگ اپنے گھرون میں صبح وشام بہ کثرت کچی پیاز استعمال کرتے ہیں، جس نے اونکو بہت نقصان پہنچایا ہے، اُن کے تخیل کو خراب کیا ہے، اون کے دماغون کو نقصان پہنچایا ہے اور ان کے حواس کو حیران کر دیا ہے، اون کی عقلون کو بدل دیا ہے، اون کی سمجھ کو نقصان پہنچایا ہے، اور ان کے چہرون کو بگاڑ دیا ہے، اور ان کے مزاج کو بدل دیا ہے یہانتک کہ اونکو اکثر چیزین اپنی اصلی حالت کے برعکس نظر آتی ہین"[1]

"اہل صقلیہ نہایت کم عقل اور بے وقوف ہین، فضائل کی طرف بہت کم متوجہ ہوتے ہین، اور رذائل کے بڑے حریص ہین"[2]

ہمارے نقطۂ نظر سے ابن حوقل کی مذکورۂ بالا تصریح اون قدیم باشندون کے حق مین ہے جو مسلمانون کے داخلہ سے پہلے موجود تھے، اور جنمین ایک بڑی تعداد نے اسلام بھی قبول کر لیا تھا، تبدیل مذہب سے نسلی وقومی خو بو فوراً نہین بدل جاتی، ابن حوقل ۳۶۲ھ مین صقلیہ مین پہنچا تھا، اسوقت مسلمانون کے داخل ہونے پر صرف ڈیڑھ سو برس گذرے تھے، وہ قدیم باشندے اسلام کے دائرہ مین بہرحال اس کے بعد داخل ہوئے تھے، اسلئے یہ سو، سولسو سال کی مختصر مدت قومون کے مزاج عقلی کے بدلنے کیلئے کافی نہین ہو سکتی، یہی وجہ ہے کہ انھون نے جب مذہب اسلام کو قبول کیا تو اپنے قومی ونسلی اخلاق وعوائد کی بدولت اس کے حدود وارکان وشرائط کی بھی پابندی نہ کر سکے، چنانچہ ابن حوقل

---

[1] کتاب المسالک والممالک صقلیہ ۔ معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۰۰

اپنے اوسی رسالہ کے دیباچہ مین جسکو یاقوت نے معجم البلدان مین نقل کیا ہے، لکھتا ہے،

پھر مین نے ان کی بہ اخلاقی بُرے اور بدبودار کھانے اور گندے اسباب اور بہت جھگڑالو ہونے کا ذکر کیا ہے، اس کے ساتھ نہ وہ پاک رہتے ہین، نہ نماز پڑھتے ہین نہ حج کرتے نہ زکواۃ دیتے ہین، اور بسا اوقات وہ روزہ رکھتے ہین، اور نجاست کا غسل نہین کرتے،

اس کے ساتھ گیہون ان کے یہان سال بھر نہین ٹھہرتا بلکہ صقلیہ کی آب و ہوا کی خرابی سے کھلیان ہی مین سڑجاتا ہے، ان کی گندگیون کے مثل یہودیون کی گندگی اور اون کے گھرون کی تاریکی کے مثل سیاہ اژدہون کی سیاہی بھی نہین، وہان کے بڑے بڑے لوگون کے گھرون مین مرغیان پھرتی رہتی ہین اور اونکے بسترون پر بیٹ کرتی ہین، اور ان پر کوئی اثر نہین پڑتا۔[1]

نوٹ پر نوٹ: یہی وجہ تھی کہ یہ لوگ اپنی اخلاقی اور ذہنی پستی سے سخت توہم پرستی مین بھی مبتلا تھے جو انکی زندگی کے ہر شعبہ مین نمایان تھی، اس کا اندازہ اون روایات سے ہوتا ہے، جو وہ کوہ آتش فشان کے متعلق سنجیدگی سے بیان کرتے تھے، اور اوس سے یہان کے تعلیم یافتہ طبقہ کے افراد بھی نہ بچ سکے تھے مثلاً:-

علی بن ابی بکر ہروی صقلیہ کے ایک اہل علم سے روایت کرتے ہین، کہ مجھ سے صقلیہ کے ایک عالم نے بیان کیا کہ جبل برکان سے ایک جانور نکلتا ہے، جو مسان کی شکل اور خاکستری رنگ کا ہوتا ہے وہ اوس مین سے نکل کر فضا مین پرواز کرتا نظر آتا ہے، اور پھر اوڑتے اوڑتے اوسی مین واپس چلا جاتا ہے۔[2]

جس طرح صقلیہ مین کوہ اٹنا کی آتش فشانی ہوتی تھی اسیطرح جنوبی اٹلی کے بعض پہاڑ بھی ان دنون آتش فشانیان کرتے تھے، سسلی کے بھولے بھالے باشندے ان دونون کی آتش فشانیون

[1] معجم البلدان جلد ۵ ص ۲۰۶ [2] کتاب الاشارات فی معرفۃ الزیارات ہروی ص ۵۰

Marfat.com

سے اس نتیجہ تک پہنچے تھے، کہ اون دونون پہاڑون مین سخت دشمنی اور عداوت ہے، اور سمندر کا میدان اون کا میدان کارزار ہے، اور اون کی شعلہ فشانیان دراصل ان کی معرکہ آرائیون کے ظاہری آثار ہین[1]،

محاسن اخلاق

دوسری طرف ابن حوقل کو یہان کے مسلمانون مین بلند اخلاق اوصاف بھی نظر آئے اور اون کے عام فضائل اخلاق کو قلمبند کرکے اونھون نے یاقوت ابن حوقل کے اوسی رسالہ کو سامنے رکھکر لکھا ہے،

"اور ابن حوقل نے کہا ہے، وہان ۳۶۰ھ مین تھا، اور پھر اوس نے اون کے حسن اخلاق کے کچھ اوصاف بیان کئے اور پھر کہتا ہے، اور مین نے اون لوگون کے اوصاف اور ان کے قصبے اور صقلیہ کے حالات اور یہان کے باشندے اس قسم کے جن فضائل سے متصف ہین، سب کو ایک کتاب مین پورے طور پر بیان کیا ہے، اور اس کتاب کا نام مین نے محاسن اہل صقلیہ رکھا ہے، اس کے بعد مین نے اون کی بداخلاقیون کو بیان کیا ہے، ..."[2]

افسوس ہے کہ یاقوت نے اہل صقلیہ کے اون محاسن کا تو ذکر کے بعد خلاصہ دیدیا ہے مگر محاسن کا صرف اسی قدر ذکر کیا، ورنہ مسلمانان صقلیہ کے عام محاسن و فضائل کا بھی پورا اندازہ ہوجاتا، اور اہل صقلیہ کے اخلاق و عوائد کے انہی متضاد حالات کی بنا پر ہم نے صقلیہ کے باشندون مین وہ تقسیم قرار دیکر ان کی تطبیق دی، کہ یہ اخلاقی محاسن و فضائل دراصل اون مسلمانون مین تھے، جو یہان نووارد تھے اور اپنے موروثی و نسلی اخلاق و عوائد کے ساتھ اسلام و اخلاق کی تعلیمات پر عامل تھے،

اسکے بعد رفتہ رفتہ صقلیہ کے ان نومسلمون کے اخلاق و عوائد جو اس جزیرہ کے قدیم باشندے تھے، اسی قدر بدلے جب اون کے وارد اسلام مین داخل ہونے پر چند صدیان گذر گئین، چنانچہ ۵۷۰ھ

[1] نخبۃ الدہر عجائب البر والبحر در اماری ص ۱۴۲ [2] معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۰۶،

Marfat.com

ین جب ابن جبیر صقلیہ پہنچا، تو صقلیہ کے تمام مسلمان کیسان زیورِ اخلاق سے آراستہ تھے، کہ اسلامی برکات نے اونکے تمام سابقہ حالات بدل دیئے، اور وہ کچھ سے کچھ ہوگئے، ابن جبیر خاص طور پر مسلمانون کے اخلاقی و مذہبی حالات پر ان الفاظ مین عمومی تبصرہ کرتا ہے:

"ان مین کوئی نہین جو حصولِ ثواب کیلئے مہینون کے نفل روزے نہ رکھتا ہو، اور تقرب الٰہی کیلئے صدقہ نہ دیتا ہو، ..... وہ قیدیون کو چھڑاتے ہین، اور اپنے چھوٹے بچون کو محبت سے پالتے ہین، انکا نکاح کرتے ہین، اور ان پر احسان کرتے ہین، اور جہانتک ہوسکتا ہے نیکی کے کام کرتے ہین، ..... یہ سب اس جزیرہ کے مسلمانون پر خدا کا احسان ہے نیکی کے کامون کے متعلق وہ بہت سی روایتین رکھتے ہین، اور قیدیون کے چھڑانے کے متعلق خدا نے ان کے احسانات کو قبول کر لیا ہے، اور ان کے تمام معتقدون کی یہی حالت ہے"[1]

اس کے علاوہ ابن جبیر نے اور جابجا اون کے حسن سیرت، حسنِ اخلاق، حسنِ عمل، صدقِ نیت، صداقت، رحمدلی، دیانت، امانت، اور وفاشعاری کو سراہا ہے جس سے اُن کے نظامِ اخلاق کی برتری آشکارا ہوتی ہے

[1] سفرنامہ ابن جبیر ص ۳۳۱۔

Marfat.com

نظامِ حکومت

صقلیہ پر اسلامی حملے

صقلیہ کے اسلامی حملوں پر ایک اجمالی نگاہ،،

عربی فتوحات کے متعلق موسیو لیبان کا یہ خیال صحیح ہے، کہ "ان کی ملک گیری دو قسم کی ہوا کرتی ہے، یا تو یہ کسی ملک کی قیام کرنے کے ارادہ سے فتح کیا کرتے تھے، یا محض فوج کے ساتھ ملک سے گذر جاتے تھے، پہلی صورت میں وہ ہمیشہ باشندوں کی دلجوئی کیا کرتے، اور پہلے کے تمام ملک گیروں کے طریقہ کے برخلاف مفتوحہ اقوام کو مذہب و رسوم و رواج وقانون کی پوری آزادی دیتے، اور اس کے عوض میں اُن سے ایک خفیف سا جزیہ لیتے.....

لیکن دوسری صورت میں جب کہ وہ ملک میں قیام کرنا نہ چاہتے، ان کا طرز بالکل جداگانہ ہوتا تھا یعنی مثل اور ملک گیروں کے یہ بھی مفتوحہ ممالک کو محض ایک مال غنیمت سمجھتے، اور جسقدر مال و متاع ان کے ہاتھ لگتا لے لیتے، اور جو نہ لیتے اوسکو غارت کر دیتے"

پہلی جلد میں عربوں کی سرگذشت سے معلوم ہو چکا ہے، کہ صقلیہ پر بھی عربوں کے دو قسم کے حملے ہوئے، ایک ان کے ابتدائی حملے تھے، جن کا سلسلہ عہد عثمانی سے شروع ہو کر افریقیہ میں دولت اغالبہ کے قیام تک جاری رہا، اور اوس کے بعد دوسری قسم کا حملہ ۲۱۲ھ میں ہوا اور اس حملہ کے شروع کرنے کے پہلے صقلیہ کو دار الاسلام قرار دیا گیا تھا، چنانچہ موسیو لیبان بھی صقلیہ

Marfat.com

پران دونون قسم کے حملون کو یون بیان کرتے ہین :-

"..... صقلیہ مین اونھون نے ان دونون طریقون کو یکے بعد دیگرے برتا، اوائل مین جب اون کی تعداد بہت کم تھی، اور صقلیہ اور ایک حصہ ایطالیہ کا شہنشاہان قسطنطنیہ کی تحت مین تھا، اونھون نے محض فوری حملون پر اکتفا کی، اور ملک کو لوٹا، اور جس کسی صوبہ مین داخل ہوئے، جو کچھ پایا لے لیا جن باشندون نے مقابلہ کیا، انھین قتل کیا۔ اور پھر جلدی سے اپنی سرحد مین واپس آگئے چند ایسی کامیابیون کے بعد اور جب اونھین ملک کا لے لینا یقینی معلوم ہوا تو اونھون نے باشندون کے ساتھ مدارات شروع کردی، اور جس دن سے اون کا تسلط ہوگیا، تو پھر لوٹ مار کو بالکل ترک کردیا، اور مفتوحہ ملک کو ہر قسم کی آسایش دی، وہان اپنا تمدن پھیلایا، اور مثل اندلس کے اوسے بھی سرسبز کردیا"

لیکن جیسا کہ پہلی جلد مین "صقلیہ پر عربون کے ابتدائی حملے" کا باب پڑھنے سے اندازہ ہوا ہوگا کہ صقلیہ پر عربون کے اس پہلی قسم کے حملے بھی جارحانہ اقدام کی حیثیت سے نہین ہوئے، کہ درحقیقت ساتوین صدی مین روم و عرب کی آویزش کی یہ بھی ایک کڑی تھی، اور عربون کو صقلیہ پر اوسی وقت حملہ کا خیال پیدا ہوا جب یہ جزیرہ بحر روم مین رومیون کا ایک اہم بحری مرکز قرار پایا، اسلئے صقلیہ پر جسقدر یہ ابتدائی حملے ہوئے، وہ محض فوری حملے کرکے ملک کو لوٹنے" کے خیال پر مبنی نہین تھے بلکہ جیسا کہ پہلی جلد مین بہ تصریح دکھایا گیا ہے، سب کے سب ایک مرتب سلسلہ کی کڑیان تھین، اور اصل مطمح نظر صرف یہ تھا، کہ یہ جزیرہ رومیون کا بحری مرکز قرار پانے کے بجائے، اسلامی حکومت کا اس حیثیت سے باجگذار رہے، کہ اسلامی حکومت کی سیادت کو قبول کرلے چنانچہ انھین اس مقصد مین پہلی کامیابی ۱۲۲ھ مین عبدالرحمن فاتح سرقوسہ کے ہاتھون حاصل ہوئی، اور صقلیہ اسلامی حکو کا باجگذار بن گیا، لیکن جب ادائے جزیہ کا سلسلہ منقطع ہوگیا، تو ۱۳۵ھ مین دوبارہ حملہ کرکے اس معاہدہ کی تجدید کی گئی،

Marfat.com

اس کے بعد ہی افریقیہ مین دورِ اختلال آجانے سے صقلیہ نے اس قدر فوجی استحکام اور ایسی بحری طاقت حاصل کرلی، کہ مسلمانون کے تجارتی جہازون کیلئے مستقل خطرہ پیدا ہوگیا، اور بالآخر اون تمام اسباب کی بنا پر جو صقلیہ کو دارالاسلام بنانے کیلئے پیدا ہوگئے تھے اور جنکی تصریح جلد اول مین گذر چکی ہے، عربون نے صقلیہ کو دارالاسلام قرار دیدیا،

عربون نے اوسی زمانہ مین جزیرہ صقلیہ پر قبضہ کرنے کے علاوہ جیسا کہ معلوم ہوچکا ہے، ایطالیہ مین بھی پیشقدمیان کین، اور بالآخر پاپائے روما کو خراج کے ادا کرنے پر مجبور کیا، فلورنسا اور انکبردہ کے مختلف شہرون پر قبضہ کرکے یہان اسلامی حکومت قائم کی، اور بحر روم کے مختلف جزائر پر اپنا تسلط جمایا، لیکن موسیو لیبان کا خیال ہے کہ اٹلی کے اون ممالک پر عربون کا تسلط اوس قسم مین داخل ہے، جو وہ ملک سے گذکر اسکو لوٹتے، مارتے جاتے تھے، اور اس لئے ان کے تمدنی اثرات یہان قائم نہین ہوئے[1]،

اسمین شبہہ نہین کہ ایطالیہ پر عربون کے حملہ کی نوعیت صقلیہ کے حملون سے مختلف تھی، اٹلی پر جسقدر حملے کئے گئے جیسا کہ جلد اول مین تفصیل سے اوسکو دکھایا جاچکا ہے، جارحانہ ہونے کے بجائے صقلیہ کی حفاظت مین مدافعانہ تھے،

اگر اٹلی پر مسلمانون کے حملے محض لوٹ مار اور گذر جانے کیلئے کئے جاتے تو نہ یہان مستقل اسلامی حکومت قائم ہوتی نہ ولاۃ نامزد ہوتے اور نہ یہ حکومت ۱۰۱۶ء تک قائم رہتی، جس کے مستقل تمدنی اثرات یہان بھی باقی رہے،

حکومتِ صقلیہ کا تعلق خلافتِ مرکزی حکومت سے

صقلیہ پر عربون کا سب سے پہلا حملہ عہدِ عثمانی مین مرکزی حکومت اسلامی کے تحت ہوا، اسکے بعد

[1] فجر اسلام ص ۲۷۴-۲۷۵،

Marfat.com

افریقہ مین اسلامی حکومت مستحکم ہوگئی، اور مرکزی حکومتِ اسلامی نے جزیرۂ صقلیہ کی بیزنطی سیاسیات کی نگرانی حکومتِ افریقہ کے سپرد کردی، اس لئے اسکے بعد صقلیہ پر عربون کے جسقدر ابتدائی حملے ہوئے، وہ دولتِ اسلامی افریقہ ہی کے ماتحت انجام پائے، اگرچہ اس زمانہ میں بھی ایک دو موقعے ایسے پیش آئے، کہ مرکزی حکومتِ اسلامی کی جانب سے صقلیہ پر حملے کئے گئے، لیکن وہ شام پر عیسائی حملون کے جوابات تھے،

پھر جب ۲۱۲ھ مین افریقہ مین صقلیہ کو دارالاسلام بنانے کا قطعی فیصلہ ہوا، اور مازرمین سب سے پہلے اسلامی حکومت صقلیہ کی داغ بیل ڈالی گئی، تو اوسی وقت اسکی حیثیت شمالی افریقہ کی ایک ماتحت نوآبادی کی قرار پائی، اور اسلئے مرکزی حکومتِ اسلامی بغداد کو صقلیہ سے کبھی براہِ راست تعلق پیدا نہین ہوا، اور اسلئے بغداد کے داخلی وخارجی سیاسی انقلابات کا بھی کوئی اثر صقلیہ تک کبھی نہین پہنچا، بخلاف اسکے افریقہ کے معمولی معمولی تغیر وتبدل اور سیاسی انقلابات کے گہرے اثرات صقلیہ پر ہمیشہ مترتب ہوتے رہے، اور بلکہ کسی وقت حکومت افریقہ کے محض خفیف تغیر وتبدل کا صقلیہ پر نہایت حیرت انگیز طور پر شدید اثر پہنچا، اس لئے درحقیقت حکومتِ صقلیہ کیلئے اسکی مرکزی حکومت خلافتِ بغداد کے بجائے حکومتِ افریقہ تھی،

اگر صقلیہ کو بغداد کی حکومت سے کوئی لگاؤ تھا، تو صرف اسکی روحانی حیثیت سے اوسکی خلافت سے تھا، اور اوس عہد کے اسلامی دستور کے بموجب صقلیہ کی جامع مسجدون مین خلیفہ بغداد کا نام لیا جاتا، لیکن افریقہ کی حکومت کا فرمانروا بھی فراموش نہین کیا جاتا تھا، اور خلفائے بغداد کے پہلو بہ پہلو فرمانروایان افریقہ کے نام بھی خطبون مین لئے جاتے تھے،

جسوقت صقلیہ مین اسلامی نوآبادی قائم ہوئی، اسوقت تک افریقہ کے سیاسی حالات مین نمایان تغیر ہوچکا تھا، اور خاندان اغالبہ کو مرکزی حکومت بغداد کی طرف سے افریقہ کی موروثی

Marfat.com

حکومت عطا ہو چکی تھی، اگرچہ اس عہد کے اسلامی سیاسی روایات کے بموجب فرمانروایان افریقہ غالبہ نے اپنے لئے شاہی لقب کبھی اختیار نہیں کیا، اور ہمیشہ خلفاء عباسیہ کے مطیع و منقاد رہکر ان کے ولاۃ کی حیثیت سے حکومت کی لیکن درحقیقت یہی غالبہ افریقیہ کے سیاہ و سپید کے مالک تھے، اور اپنے داخلی اور خارجی سیاسیات میں کامل خود مختار تھے، خلفائے عباسیہ کو عملاً یہاں کے معاملات سے کوئی لگاؤ نہیں تھا، صرف خراج کی سالانہ معہود رقم سال بسال بغداد بھیج دیجاتی تھی اور افریقیہ میں ولاۃ کے عزل و نصب ہو جانے کے بعد انکو تصدیق دربار خلافت سے ملتی تھی تاریخ غالبہ میں خلفائے عباسیہ کے حکومت افریقیہ کے معاملات میں دخیل ہونے کے جو ایک دو واقعات ہوئے ان کی مستثنیٰ حیثیت ہے کہ خلفائے عباسیہ کی یہ دخل اندازی بھی باشندگان افریقیہ ہی کی استدعا اور مرضی پر مبنی تھی، اسلئے درحقیقت جب تک حکومت افریقیہ پر غالبہ قابض رہے صقلیہ کی عنان حکومت بھی اسی خانوادہ کے ہاتھوں میں رہی،

پھر جب افریقیہ کے تخت پر بنو فاطمہ متمکن ہوئے تو صقلیہ کو بھی ایک انقلاب دوچار ہونا پڑا، اور بالآخر صقلیہ میں فاطمی حکومت قائم ہو گئی، اور درحقیقت خلافت عباسیہ سے صقلیہ کا وہ روحانی رشتہ بھی منقطع ہو گیا، جو اب تک خطبۂ جمعہ کے ذریعہ قائم تھا، اسکے بعد صقلیہ میں ابن تمنہ کی چند روزہ خود مختار حکومت قائم ہوئی، اور یہ پہلا موقع تھا کہ حکومت صقلیہ حکومت افریقیہ سے بالکل علیحدہ ہوئی، اور ابن قرہب ہی کو وہ تمام اختیارات حاصل ہو گئے، جو مرکزی حکومت کو حاصل تھے، اسی زمانہ میں صقلیہ عارضی طور پر خلافت بغداد سے وابستہ ہو گیا لیکن اگرچہ اس موقع پر صقلیہ خلافت بغداد کا ایک صوبہ قرار پایا، تاہم یہ بھی ایک رسمی رشتہ مبدی تھی، درحقیقت ابن قرہب کامل خود مختار تھا، اور بغداد سے صرف وہی اسکی روحانی وابستگی قائم ہوئی تھی،

پھر ابن قرہب کی چند روزہ خود مختار حکومت کے خاتمہ کے بعد حسن بن علی صقلیہ آیا، اور

Marfat.com

یہین سے صقلیہ کی حکومت مین پھر ایک نیا دور شروع ہوا، اور یہان دولت کلبیہ کے نام سے اسکے خاندان کی موروثی حکومت قائم ہوگئی، اس حکومت کا حکومت افریقہ سے ایک برائے نام تعلق باقی رہا یعنی دولت کلبیہ روحانی حیثیت سے دولت فاطمیہ سے وابستہ ہوئی، اور خطبات مین خلفائے فاطمی کا نام خلفائے عباسیہ کے بجائے لیا جانے لگا،

اس کے بعد جب المعز فاطمی نے شمالی افریقہ کو چھوڑ کر قاہرہ مصر کو دارالحکومت قرار دیا اور اور افریقہ مین صنہاجی حکومت قائم ہوئی، اسوقت صقلیہ کا تعلق افریقہ کے بجائے خلفائے مصر سے براہ راست قائم رہا، اور پھر صقلیہ مین دولت کلبیہ کے زوال کے بعد جب طوائف الملوکی پھیلی تو اگرچہ صقلیہ کے پایۂ تخت بلرم مین ایک مرکزی حکومت قائم گیگئی، مگر درحقیقت کسی نے اسکی مرکزیت تسلیم نہیں کی، اور ادھر فاطمی خلافت بھی صقلیہ پر اقتدار قائم رکھنے کے دعوی سے دستبردار نہیں ہوئی اور اوس کو اپنا زیر اثر صوبہ سمجھتی رہی، مگر اہل صقلیہ نے اسکی بھی کوئی اہمیت نہیں دی، یہانتک کہ انہی وجوہ سے خلافت مصر کی جانب سے جذبۂ انتقام مین صقلیہ کے پایۂ تخت بلرم پر زمنوں کو حملہ آوری کی دعوت دی گئی،

حکومت صقلیہ

ولاۃ کا عزل ونصب

حکومت صقلیہ کے جو تعلقات اسکی مرکزی حکومت سے ان مختلف دورون مین قائم رہے، مذکورۂ بالا بیان سے اون کا ایک خاکہ سامنے آیا ہوگا، انہی تعلقات کی رو سے مرکزی حکومتین صقلیہ مین اپنے ولاۃ نامزد کرتی تھین، اور انھین حسب ضرورت معزول کرتی تھین، ان ولاۃ کی حیثیت دور حاضر کی اصطلاح مین گورنر جنرل یعنی والی عام کی تھی،

ولاۃ صقلیہ عہد اغالبہ مین

حکومت اغالبہ کے عہد مین ولاۃ کے عزل ونصب کی تین صورتین پیش آئین،

اولاً زیادۃ اللہ نے اسد کو یہان کا سب سے پہلا والی مقرر کیا، اسد کی شخصیت مین امارتِ ملک، امارتِ لشکر، اور قضارت تین حیثیتین مجتمع ہوئین، اور ان کی اچانک وفات کے بعد صقلیہ کے اسلامی لشکر نے اپنا امیر خود منتخب کیا، اور اوسکی اطلاع دربار قیروان مین ارسال کی، ابتداءً دو ایک تقرر اسی طرح عمل مین آئے، پھر استحکام حکومت کے بعد افریقہ سے ولاۃ آنے لگے، جو خاندان اغالبہ ہی کے ممتاز افراد ہوتے، ان ولاۃ کا عزل و نصب اگرچہ فرمانروایان افریقیہ کی جانب سے ہوتا تاہم اس عزل و نصب مین صقلیہ کے ان اغلبی خانوادون کو زیادہ رسوخ تھا، جو یہان سکونت پذیر ہوگئے تھے، اور اس طرح کبھی کبھی یہان کے ولاۃ یہان کے باشندون کی مرضی اور برسرِ حکومت والی کی نامزدگی سے بھی مقرر ہوئے لیکن اون کی تصدیق کیلئے مرکزی حکومت افریقیہ کی سند ضروری تھی بعض مغربی مورخین کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ صقلیہ کے والی دربار قیروان کی منظوری اور اطلاع کے بغیر حکومت پر قبضہ کرلیتے تھے، اگرچہ یہ سند ولایت بالعموم اسی انتخاب کی تصدیق مین آجاتی تھی لیکن کبھی ایسا بھی پیش آتا کہ فرمانروائے افریقیہ کی جانب سے اس انتخاب کو مسترد کردیا جاتا، اور حسب اقتضاء و مصلحت کسی نئے والی کو بھیج دیا جاتا، اور باشندگان صقلیہ بے چون وچرا اسکی اطاعت کرلیتے، اور اون کے سابق منتخب کئے ہوئے والی کی حیثیت جدید والی کے تقرر سے پہلے تک ایک قائم مقام والی کی ہوتی، علاوہ ازین عارضی تقرریان کسی والی کی اچانک وفات کے وقت ہوتی تھین، اوس زمانہ مین رسل و رسائل کی موجودہ آسانیان حاصل نہین تھین، اس لئے تاوقتیکہ کوئی دوسرا والی دربار قیروان کی طرف سے نامزد نہ ہوتا کسی نہ کسی کو ولایت پر مامور رہنا تھا، اور صقلیہ مین والی کے بعد سب سے بڑا عہدیدار امیر لشکر تھا، اسلئے بالعموم وہی قائم مقام بنایا جاتا، وہ قائم مقام والی اس منصب کے فرائض عارضی طور پر انجام دیتا پھر اگر اسی کو دربار قیروان کی جانب سے والی بنا دیا جاتا، تو اس کے مستقل تقرر کا اعلان ہوتا، ورنہ جدید والی یہاں آکر زمام حکومت لے لیتا، اسکی ایک بہت زیادہ مثالیں جلدون مین گذر رہی ہین،

اس سلسلہ مین ایک اور امر لائق ذکر ہے، کہ صقلیہ کی ولایت اغالبہ کے عہد حکومت مین کچھ دنون کے بعد شاہی خانوادۂ اغالبہ کے درمیان بطور ایک پیشکش کے استعمال ہونے لگی تھی، کیونکہ جیسا کہ اوس سے پہلے کسی موقع پر بتایا جا چکا ہے، کہ افریقیہ مین اغالبہ کے اقتدار کے قیام کا اصل راز، اون کی باہمی یکجہتی تھی، اونھون نے حکومت کے مختلف شعبون اور ولایتون کو باہم تقسیم کر لیا تھا، اس خاندان کی مختلف شاخین ہو گئی تھین، ان شاخون کے مختلف اکابر مختلف ممتاز عہدون پر فائز تھے، اور اپنے فرائض کامل خود مختاری سے انجام دیتے تھے، اسی باہمی مفاہمت مین صقلیہ کی ولایت بھی ایک معزز عہدہ تھا، چنانچہ صقلیہ مین دور اغالبہ کے ابتدائی دور اور درمیان کی چند مستثنیٰ مثالون کے بجز پورے دور مین صقلیہ کی ولایت خانوادۂ اغالبہ کے شاہزادون ہی کے سپرد رہی، جو کامل مطلق العنانی سے یہان فرمانروائی کرتے تھے، اور حکومت کے داخلی و خارجی معاملات، رومی ممالک پر حملے، اور رومیون سے صلح و جنگ کرنے مین وہ کامل خود مختار تھے،

صقلیہ کے دور اغالبہ مین خانوادۂ اغالبہ کی جو مختلف شاخین برسر حکومت رہین، ان مین سے نمایان طور پر بنو عبداللہ (فرمانروایان قیروان کے بنو عم) بنو یعقوب اور بنو سفیان (فرمانروایان قیروان کے بنو اخ) کے نام نظر آتے ہین، بنو عبداللہ مین سے محمد بن عبداللہ اور ابوالغلب ابراہیم دو شخصیتین ہین جنھون نے صقلیہ مین حکومت کی حقیقی تشکیل کی، اور انہی بنو عبداللہ سے کچھ دنون کے بعد عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن ابراہیم اور ابو مالک احمد بھی یہان کی ولایت پر سرفراز ہوئے، ان کے بعد صقلیہ کی ولایت بنو یعقوب کے سپرد ہوئی، عباس بن فضل اس خاندان کا پہلا والی تھا، اس کے بعد اگرچہ بنو یعقوب صقلیہ مین برسر اقتدار نہین رہے لیکن اغالبہ کے بنو اخ بنو سفیان مین سے خفاجہ اور محمد بن خفاجہ کے بعد دیگرے والی ہوئے لیکن

Marfat.com

اس کے بعد ہی بنو یعقوب کو دوبارہ اقتدار حاصل ہوگیا اور رُباح بن یعقوب اور حسین بن رُباح وغیرہ والی ہوئے، اور پھران کے بعد سابق والی صقلیہ محمد بن عبداللہ کا ممتاز علم دوست لائق فرزند عبداللہ آیا، اور اس کے بعد انہی بنو عبداللہ مین سے ابو مالک والی مقرر ہوا،

اگرچہ ان مختلف خانوادون بنو عبداللہ، بنو یعقوب اور بنو سفیان مین سے کسی ایک شاخ کی یہان کوئی موروثی حکومت قائم نہ ہوسکی، تاہم ان کو وہی مطلق العنانی اور خود مختاری حاصل رہی جو ایک موروثی فرمانروا کیلئے ہوسکتی ہے، اور درحقیقت ان مختلف شاخون کا مختلف اوقات مین ردوبدل ہوکر برسر اقتدار ہونا، صرف اون کی باہمی مسابقت کا نتیجہ تھا، اور جس فرمانروائے قیروان کے عہد مین ان شاخون مین سے جس شاخ کو زیادہ رسوخ ہوتا، یا یون کہا جائے کہ افریقیہ مین جس شاخ کو زیادہ سیاسی اہمیت حاصل ہوتی صقلیہ کی ولایت بھی اوسی کے حصہ مین آجاتی تھی، صقلیہ کے اغلبی خانوادہ کی مختلف شاخون مین صقلیہ کی ولایت کے لئے جو باہمی مقابلہ جاری تھا، اوسی کا نتیجہ تھا، کہ ایک مرتبہ ایک اغلبی شاہزادہ حکومت افریقیہ سے بھی بغاوت کرکے صقلیہ پر مستولی ہوگیا، اس لئے اس کے بعد صقلیہ کی ولایت شاہی خانوادہ مین سے صرف تاجدار افراد کیلئے مخصوص کرلی گئی، اور ایسے لوگ یہان کے والی مقرر ہونے لگے جن مین سے ہر ایک اپنے مختلف زمانون مین ولایت صقلیہ پر آنے سے پہلے یا اوس کے بعد تخت قیروان پر بھی نظر آتا ہے، چنانچہ اسی سلسلہ مین ابوالعباس بن ابراہیم، ابراہیم سابق فرمانروائے افریقیہ اور ابو مضر زیادۃ اللہ بن ابی العباس کے نام آتے ہین،

لیکن پھر اسی زمانہ مین اس تاجدار خانوادہ کا ستارۂ اقبال گردش مین آیا، اور افریقیہ مین لوائے فاطمی بلند ہوا، اور اغلبی حکومت کا دم واپسین آپہنچا تھی، دونون صقلیہ کے سلسلۂ ولاۃ مین دو ایسے نام نظر آتے ہین جن کے متعلق یقین سے نہین کہا جاسکتا کہ انہین اغالبہ ہی کا سلسلۂ نسب حاصل تھا یا

Marfat.com

کسی اور خاندان سے وابستہ تھے، یہ دونون محمد بن سرقوسی اور علی بن محمد بن ابی الفوارس ہین: اوران کے بعد احمد بن ابی الحسین بن رباح اغلبی عہدۂ ولایت پر آیا: اوراس پر عہدِ اغالبہ کا خاتمہ ہوگیا،

صقلیہ مین اغالبہ کا عہدِ حکومت ۲۱۲ھ سے ۲۹۶ھ تک ۸۴ سال قائم رہا، اوراس اثنا مین ولاۃ کا عزل ونصب ہوا، مغربی مورخین کا خیال ہے، کہ صقلیہ کی ولایت اس حیثیت سے بہت ہی ناکام رہی کہ یہان ہر دن نئے نئے والی کا تقرر ہوتا اور ولاۃ مین ہمیشہ تغیر وتبدل کیا جاتا، لیکن ہمارے خیال مین اغالبہ کے ۸۴ سالہ عہدِ حکومت کو دیکھتے ہوئے، ولاۃ کی فہرست مین صرف ۲۶، ۲۷ نامون کے اندراج کو کسی طویل فہرست سے موسوم نہین کرسکتے خصوصًا اسلئے کہ انہی مین سے وہ لوگ بھی ہین جو اپنی طبعی موت سے الگ ہوئے، اوران کے ماسوا بیشتر تعداد ایسے ولاۃ کی ہے، جن کا صقلیہ کی ولایت سے عزل و نصب فرمانروایان افریقیہ کی بعض حکمت عملیون کے زیر اثر عمل مین آیا، جسمین اہل صقلیہ کی بغاوت اور ولاۃ کی نااہلی کو بہت کم دخل تھا، جس کا الزام یہ مغربی مورخین دیتے ہین، چنانچہ صقلیہ کے ولاۃ کی فہرست پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا، کہ ایک ہی شخص دو دو تین تین مرتبہ والی مقرر ہوا، پہلے صقلیہ کی ولایت پر آتا، کوئی ضرورت پڑتی، تو افریقیہ طلب کرلیا جاتا، یہان ضرورت پوری ہونے پر پھر صقلیہ بھیج دیا جاتا، کیونکہ فرمانروایان افریقیہ اکثر موقعون پر افریقیہ کی سیاسی ضرورتون کو صقلیہ کی ضرورتون پر مقدم رکھتے، اور افریقیہ مین اگر کبھی بغاوت رونما ہوتی، یا افریقیہ کے کسی صوبہ کو کسی لائق والی کی ضرورت پڑتی، یا مرکزی حکومت مین کسی منصب کیلئے کسی تجربہ کار شخص کی ضرورت پیش آتی، تو نگاہِ انتخاب فورًا والیانِ صقلیہ کی جانب اٹھ جاتی، اوراس امر کا لحاظ کئے بغیر کہ اس وقت صقلیہ کے سیاسی حالات کیا ہین، وہان سے ولاۃ کو طلب کرلیا جاتا تھا یقینًا فرمانروایان افریقیہ کا یہ طرزِ عمل لائقِ استحسان نہین تھا،

اس موقع پر ایک چیز اور بھی نظر انداز کرنے کے لائق نہین یعنی ہمارے خیال مین مغربی مورخین کو اس مسئلہ مین بڑی حد تک اس لئے التباس ہوا، کہ افریقیہ سے جب کوئی فوج آئی، اور

اس کے سپہ سالار نے سرزمین صقلیہ پر قدم رکھا، تو ان لوگون نے اسکی آمد کو ایک حد بد والی کے تقرر سے تعبیر کرلیا، حالانکہ تسخیر کرم کے بعد سے صقلیہ مین جو نظام حکومت قائم ہوا، اسکے رو سے والی صقلیہ اور سپہ سالار صقلیہ کے دو جداگانہ عہدے قائم ہوگئے تھے جس کا اشارہ جلد اول مین کیا جاچکا ہی،

اگرچہ عام طور پر عرب مورخین نے بھی صقلیہ کے حالات سرسری طور پر لکھنے کی وجہ سے اس فرق کو ملحوظ نہین رکھا، اور اون سے بھی اس قسم کے تسامح ہوگئے، لیکن انہی مین سے بعض عرب مورخین نے اس فرق کو پیش نظر رکھا ہے، چنانچہ حسین بن محمد بن وادران صاحب تاریخ تونس نے ان دونون عہدون کیلئے دو جداگانہ لفظ اختیار کئے ہین، وہ ولاۃ صقلیہ کو لفظ والی سے موسوم کرتا ہے، اور فوج کے سپہ سالارون کو لفظ امیر سے اس کے اس نقطۂ نظر کا فرق اسکی ذیل کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے، عباس بن فضل کے تذکرہ مین لکھتا ہے:-

وکان علی عہد ابی العباس	یعنی ابوالعباس کے زمانہ مین عباس بن
عبد اللہ بن ابراھیم بن الاغلب	فضل صقلیہ کا امیر (سپہ سالار) تھا،
أمیراً علی صقلیۃ العباس بن الفضل	پھر اوس کو ۲۳۷ھ مین اوس نے وہان
بن یعقوب بن فزارکن فولاہ سنۃ	کا والی (گورنر) بنادیا،
سبع وثلاثین ومأتین.	

ہان اس سلسلہ مین یہ کسی قدر صحیح ہے، کہ صقلیہ مین اکثر بغاوتین ہوئین، لیکن عہد اغالبہ پر غائر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوگا کہ یہ بغاوتین جیسا کہ کہا جاتا ہے، مسلمانون کی قبائلی دشمنی سے نہین، بلکہ بیزنطی حکومت کی خفیہ ریشہ دوانیون سے یہان کی عیسائی آبادی برپا کرتی رہی، مسلمانون مین اگر قبائلی دشمنی کی کوئی مثال ہی، تو صرف آغاز عہد مین، افریقی واندلسی نزاع کی پیش آنا ہی، ورنہ اس کے علاوہ اگر یہان کوئی نزاع پیش آئی تو وہ قبائلی نہین، بلکہ صرف خانوادہ اغالبہ کی مختلف شاخون کی باہمی مسابقت

Marfat.com

کی ایک کشمکش تھی، لیکن اسکی کوئی بھی مثال نہین کہ اوسکی بدولت کوئی عام فتنہ برپا ہوا ہو، اور کوئی عمومی بغاوت کھڑی ہوگئی ہو، البتہ بجز اس واقعہ کے کہ اغلبی شاہزادے اغلب بن محمد نے صقلیہ پر غلبہ حاصل کرلیا، لیکن اوسکی حیثیت والیِ صقلیہ کے بجائے متغلبِ صقلیہ کی تھی، کہ اوس نے مرکزی حکومتِ افریقیہ سے اعلانِ جنگ کیا تھا، اور یہ واقعہ بھی دراصل صرف اسلئے پیش آیا، کہ حکومتِ افریقیہ سے یہ ایک شدید سیاسی غلطی ہوئی تھی کہ اُسنے افریقیہ مین فتنہ وفساد کے جسقدر عناصر تھے، سب کو صقلیہ مین جلاوطن کرکے افریقیہ کو ان کے شر سے پاک کرنا چاہا تھا، اسلئے یہ فتنہ پرداز جماعت یہان پہنچ کر حکومت صقلیہ کی راہ مین مشکلات پیدا کرتی رہی، لیکن اوسکی کامیابی بجز اوس اغلبی شاہزادے کے عارضی تسلط وتغلب کے اور کبھی ظہور پذیر نہین ہوئی،

اغالبہ کے عہد مین طرز حکومت الغرض اغالبہ کے عہدِ حکومت مین یہی طرزِ حکومت قائم رہا، کہ بالعموم شاہی خاندانِ اغالبہ کے شاہزادے یہان کی ولایت پر سرفراز کئے جاتے، اور وہ یہان اپنی مطلق العنان حکومت قائم رکھتے، انھین ملکی نظم ونسق کے علاوہ صقلیہ کے رومی علاقون پر حملہ کرنے اور متحارب حکومتون سے جنگ اور صلح کے معاہدے کرنے کے اختیارات حاصل تھے، پھر فوج کے سپہ سالار اگرچہ افریقیہ سے نامزد ہوکر آتے لیکن وہ ولاۃِ صقلیہ کے ماتحت ہوتے، مالیات کی نگرانی بھی انہی کے سر ہوتی، البتہ عہدۂ قضا پر افریقیہ کے اہل علم وفقہا نامور ہوکر یہان آتے، جو ولاۃ کی دسترس سے باہر ہوتے اگرچہ عمومی حیثیت سے یہ عہدہ بھی اس کے ماتحت تھا، اور اوسکو قضاۃ کے استعفا وغیرہ قبول کرنے کا حق حاصل تھا، اور اسی طرح پورا جزیرہ مختلف صوبون مین تقسیم ہوکر ایک ایک والی کے ماتحت تھا، اور صوبون کے ولاۃ والی امام کے ماتحت ہوتے،

اغالبہ کے آخری دور مین مرکزی حکومت افریقیہ مین حکومت کے نظم ونسق کی سہولت کیلئے ایک شخص صقلیہ کے معاملات کی نگرانی کیلئے بھی مقرر ہوتا تھا، اور اوسکو صاحبِ صقلیہ کہا جاتا تھا، یہ گویا فرمانروائے

Marfat.com

افریقیہ کی اعانت کیلئے وزیرِ صقلیہ تھا، چنانچہ ابراہیم کے عہدِ حکومت مین نصر بن صمصامہ اس عہدہ پر پر سرفراز تھا، اور پھر اس کے قتل کے بعد حسن بن ناقد اس عہدہ پر آیا،

یہ حاجب ولایتِ صقلیہ کے معاملات کے نگران ہوتے، اور اس کے ولاۃ کے عزل و نصب تک مین انھین اختیار ہوتا، چنانچہ جلد اول مین ۲۷۸ھ مین گذر چکا ہی، کہ آخر الذکر حاجب نے احمد بن عمر والی صقلیہ کو معزول کرکے ابوالحسین محمد بن افضل کو مقرر کیا،

لیکن ہمارے سامنے ایسی کوئی تصریح نہین جس سے معلوم ہو کہ حاجبِ صقلیہ کا عہدہ مرکزی حکومت مین ہمیشہ قائم رہا، لیکن بہرحال جب بھی رہا تو اوسوقت یہی عہدہ والی صقلیہ اور فرمانروائے افریقیہ کے درمیان کی ایک کڑی رہا، اور حکومت کے تمام معاملات اوسی کے ذریعہ انجام پائے،

اس کے بعد جب فاطمیون کا دور آیا، تو آغازِ عہد مین ولاۃِ صقلیہ کے بارے مین ان کی بھی بالکل وہی روش قائم رہی، جو اغالبہ کے زمانہ مین تھی، اسی طرح افریقیہ سے ولاۃ کا پروانۂ عزل و نصب آتا، اور اسی طرح جب ضرورت پڑتی انھین افریقیہ بلا لیا جاتا،

البتہ فاطمیون کے آغازِ عہد مین ان کے اور اہلِ صقلیہ کے درمیان، اخلاص، اعتماد، اور اطاعت گذاری کے وہ جذبات قائم نہین تھے، جو رائی و رعایا کے درمیان ہونے چاہئین، اور جو اغالبہ کو حاصل تھے، اس لئے اس زمانہ مین اغالبہ کے عہد کے برخلاف ولاۃ صقلیہ پر شدید بوجھ تھے، اور منظم بغاوتین ہوئین، اور اس سلسلہ مین اہلِ صقلیہ کو مطیع کرنے کے لئے کبھی کبھی ولاۃ کا عزل و نصب بھی عمل مین آیا، اور اسی زمانہ مین باشندگانِ صقلیہ کی [illegible]

اسی لئے اس دور مین ولاۃ صقلیہ کو [illegible]

آخر سنہ ۳۴۲ھ مین اپنی سخت گیری سے صقلیہ مین ۶ ہزار سے زیادہ انسانون کا خون بہایا،

اسی کے بعد سنہ ۳۴۳ھ مین حسن کلبی صقلیہ آیا، اور اپنی حکمت عملیون سے دولتِ کلبیہ کی صقلیہ مین

Marfat.com

بنیاد ڈالی، اور اسی زمانہ سے صقلیہ مین ایک موروثی خود مختار اسلامی حکومت قائم ہوگئی، مرکزی حکومت سے اسکو ایک برائے نام تعلق باقی رہ گیا، صرف ایک متعینہ رقم خراج کی سال بہ سال چلی جاتی، اور اسلامی صقلیہ کے تخت پر خانوادۂ کلبیہ مین سے کوئی نہ کوئی سرفراز رہتا، اگرچہ فرمانروایان کلبی کو اپنی حکومت کے لئے خلیفہ فاطمی سے منظوری لینی ضروری تھی لیکن یہ صرف ایک رسم سی باقی رہ گئی تھی، ورنہ بالعموم فرمانروایان کلبی اپنا جانشین خود مقرر کرتے، اور اس مین باشندگان صقلیہ اور امرائے کلبین کی رضامندی شامل رہتی، اور اسی کے ساتھ کچھ دنون مین تو ان فرمانروایان صقلیہ کو خلافت فاطمی سے ایسے خطابات و خلعت عطا ہونے لگے، جو اس عہد مین سلاطین کو دربار خلافت سے دئے جاتے تھے، یہ کلبی فرمانروا خود مختارانہ حیثیت سے ایک متمدن نظام حکومت کے ذریعہ صقلیہ پر فرمانروائی کرتے رہے،

صقلیہ پر معز کے عالیشان قصر مین اقامت پذیر رہے، طرز بود و ماند مشرقی طرز کا بنا آتا تھا، شاہی محل مین خدم و حشم اور غلامون اور خواجہ سراؤن کا جھرمٹ رہتا، دربار مین مشرق کے شاہانہ آداب ملحوظ رکھے جاتے تھے، شہر مین بادشاہ کی سواری شاہانہ تزک و احتشام سے نکلتی، جسمین چتر و جلوس کا اہتمام رہتا،

چتر و جلوس کا یہ شاہانہ مراسم فاطمیین کے ذریعہ یہان رائج ہوئے، کلبین کے سامنے انہی فاطمیین کی مثال تھی، یہ شاہی چتر ڈھال کی شکل کا ہوتا، جو سونے کے ایک خوشنما آبدار نیزے کی انی پر قائم رہتا، چتر مین قیمتی جواہر ٹکے ہوتے، اس چتر کو ایک شخص جو صاحب المظلہ کہا جاتا تھا، ہاتھ مین لیکر تخت یا سواری کے سامنے آفتاب کی کرنون سے سایہ کرتا، صقلیہ کے کلبین سے نامون مین اس کا رواج ہوا، قاضی ابو عبداللہ محمد بن علی بن حماد لکھتے ہین:-

ولا یعلم احد من الملوک اتخذ هذه [illegible] کلبین مین کسی اور کے

Marfat.com

المظلۃ کالا بنو عبید خاصۃ ثم ملک الروم بالصقلیۃ[1]

متعلق معلوم نہین کہ اس چیز کو اختیار کیا ہو عبیدیین نے اوسکو اختیار کیا پھر رومی بادشاہ نے صقلیہ مین اسکو

مسٹر اسکاٹ کلبی فرمانروا دُن کے شاہانہ طور و طریق کے متعلق لکھتے ہین :-

"اون کے بادشاہ عوام سے میل جول نہ رکھتے اور الگ تھلگ رہتے ہین، ایشیائی خود مختار فرمانروا دُن کے بدترین نمونہ تھے، انتہا یہ ہے کہ اون کی رعایا کا کثیر حصہ ایسا تھا، کہ جو ان کا صورت آشنا بھی نہ تھا، اپنے بادشاہ کو دیکھ کر وہ پہچان بھی نہ سکتے تھے، یہ باتضمنات احتیاط یا یہ خیال کہ جب تک رعب و داب قائم رہتا ہے، وہ دربار بھی کرتے اور مقدمات کا فیصلہ بھی کرتے تھے، مگر پردہ کے اندر بیٹھ کر، جو نہ صرف اون کو بلکہ اون کے تخت کو بھی آنکھون سے اوجھل رکھتا تھا، خاندان فاطمین مصر کے چند نالائق بادشاہون کی طرح وہ بھی اگر کہین نکلتے تھے، تو پردہ دار پالکی کے اندر بیٹھ کر اس پالکی کو خواجہ سرا اپنی جھرمٹ مین لئے رہتے، ..... ان مین سے جن بادشاہون نے میدان جنگ مین کوئی کارنمایان کر کے شہرت حاصل کی، وہ اپنی موت سے مرے، مگر زیادہ تعداد ان بادشاہون کی تھی، جو اپنی جگہ میدان جنگ مین کسی اور کو بھیج دیتے، اور یہ لوگ خفیہ طور پر مقتول ہوتے، یہ بھی عجیب خصوصیت ہے، جو کہین اور نہین ملتی"

جلد اول مین ہر فرمانروا دُن کے عہد کی پوری تفصیل مع حوالون کے گذر چکی ہے، اون پر اعتماد نظر ڈالئے، اور پھر دیکھئے کہ مسٹر اسکاٹ کی یہ قیاس آرائیان کس قدر بے بنیاد ہین، مسٹر اسکاٹ

---

[1] کتاب بغیۃ الخاطب فی اخبار ملوک صقلیۃ و اسامی ولاتھا و دولھا، صاحب کتاب جرجانی لکھتا ہے کہ شاہان صقلیہ عبیدیین کے اون کے پاس ہدیۃ بھیجا ہوا، پھر اشتباہ سے لکھتا ہے، شاید ان کے دین سے کسی نے سنا ہے، لیکن ہدایا و تحائف کا وسیلہ پکڑنے کی ضرورت نہین، صقلیہ مین عبیدیین کے روایات سے حامل کلبیین تھے، اور ان مین اکثر کلبیون کے جانشین تھے،

[2] اخبار الاندلس جلد ۲ صفحہ ۶۲،

Marfat.com

واقعہ پر پورے عہدِ اسلامی کا قیاس کر لیا تاریخون مین ثقۃ الدولہ کے متعلق مذکور ہی، کہ جب تاج الدولہ جعفر کے خلاف بغاوت ہوئی، تو وہ بغاوت فرو کرنے کیلئے تخت پر سوار ہو کر آیا، اور جعفر روپوش رہا، کہان امرِ واقعہ یہ کہ ایک سابق فرمانروا، محض اپنی علالت کے باعث پالکی پر سوار ہو کر مجمع مین آتا ہے، اور فرمانروائے وقت کے خلاف چونکہ بغاوت پھیلی ہوئی تھی اور مشتعل مجمع محلِ شاہی کے گرد مجتمع تھا اسلئے وہ روپوش ہو جاتا ہی محض اس واقعہ پر اپنے قیاس کی بنیاد قائم کر کے علی الاطلاق یہ فیصلہ کر دیا گیا کہ یہان کے فرمانروا روپوش رہتے اور پالکیون مین سوار ہوتے اسی مقدمہ کا فیصلہ کرتے (ثقۃ الدولہ مجمع کے سامنے ہی فیصلہ کیلئے آیا تھا) تو پردہ کے اندر سے کرتے، اور باہر نکلتے تو پردار پالکی مین بیٹھتے،

اسی طرح ابوالاغلب کے متعلق تاریخون مین آتا ہے، کہ وہ اپنی فرمانروائی کے طویل عہد مین بحر م سے باہر نہین نکلا، سپہ سالارون کی نگرانی مین فوجین بھیجا کرتا تھا، بجز اس واقعہ کے صقلیہ کے پورے عہد سلطانی مین شاید کوئی اور مثال نہین پیش کی جا سکتی، مگر اوس کو صقلیہ کے فرمانروائون کیلئے ایک کلیہ کے طور پر پیش کر دیا گیا، اور محل کے آرام پسند فرمانروائون کیلئے عمومی طور پر کہا گیا کہ وہ خفیہ مقتول ہوتے تھے حالانکہ ان کے قتل کے واقعات اگر پیش آئے ہین، تو صرف دولتِ اغالبہ کے [illegible] بھی محض تین والیون کا قتل ہے جنمین خفاجہ تو میدان جنگ سے واپسی کے بعد قتل کیا گیا، اور دو نے قتل اس کے لڑکے محمد کا ہوا، اور تیسرا جعفر بن محمد کا اور موخرالذکر قتل کا ذمہ دار بھی رعایا کے طبقہ مین سے ہونے کے بجائے ایک ایسا غلبی شاہزادہ تھا، جو افریقیہ سے یہان جلاوطن کیا گیا تھا، اور پھر محمد بن خفاجہ اور جعفر بن محمد کے عہدِ حکومت کو دیکھئے تو معلوم ہو کہ ان کے عہدِ حکومت کا کتنا وقت لڑائیون کے میدان مین گذرا، اسیکے بعد دولت کلبیہ کے عہد مین ثائر اللہ دولہ قتل کیا گیا لیکن ثائر اللہ دولہ محلون مین روپوش رہنے کے بجائے حسنونی ٹلی کی بہون مین جاتا، اور صقلیہ

Marfat.com

کی مختلف جماعتون سے مل مل کر ساز باز کرتا تھا، اور اس کے نتیجہ مین قتل کیا گیا،

صوبہ کی تقسیم اور انکی حکومت

صوبون کی تقسیم اور ان کی حکومت

صقلیہ اسلامی حکومت سے پیشتر دو حصون سیراکیوز (سرقوسہ) اور پلرمو (بلرم) مین تقسیم تھا، لیکن اسلامی دور مین اسکی اس قدیم تقسیم کے بجائے، اسکی جغرافی تقسیم پر سیاسی تقسیم بھی قائم کی گئی، صقلیہ کے جغرافیہ طبعی مین گذرا ہے، کہ عربون نے صقلیہ کی شکل کو مثلث قرار دے کر دو متساوی ساقین اور تین زاویون مین تقسیم کیا تھا، چنانچہ اوسی پر پوری جزیرہ کو تین صوبون مین تقسیم کیا، موسیو لیبان صوبون کی تقسیم اور انکی حکومت کے متعلق کہتے ہین:-

"جب عرب صقلیہ کی فتح سے فارغ ہوئے، تو وہان اونھون نے انتظام شروع کیا، کارتھیجون کے وقت سے جزیرہ کے دو حصے تھے، ایک مین سیراکیوز کے صوبے تھے، اور دوسرے مین پلرمو کے، عربون نے اوسکو تین ولایتون مین تقسیم کر دیا، جو حدود جغرافی کے رو سے نہایت درست تقسیم تھی، ہر ایک ولایت مین کئی اضلاع تھے، جن پر ایک والی حکومت کرتا تھا، اور اسکے تحت مین کئی قائد تھے"[1]

لیکن سلسلۂ واقعات کے لحاظ سے صقلیہ مین سب سے پہلا عربی صوبہ مازر قرار پایا، اور ابوزر کی کنانی یہان کا سب سے پہلا گورنر یا صوبہ دار تھا، جسکو فاتح صقلیہ اسد نے مقرر کیا تھا، پھر جیسے جیسے فتوحات مین اضافہ ہوتا گیا، صوبون مین رد و بدل ہوتا گیا، اسلئے ایک [illegible] دراز تک صقلیہ مین کل تین صوبے بلرم قصریانہ، اور مسینا رہے، لیکن پورے جزیرہ کی فتح کے بعد اسکو پانچ بڑے صوبون مین تقسیم کیا گیا، اور شہر بلرم، جرجنت اور مسینا، مازر اور قصریانہ صقلیہ کے صوبون کے دارالحکومت رہے، اور ان پر الگ

[1] تمدن عرب لیبان ص ۲۸۱،

Marfat.com

الگ والیٰ مامور تھے، اور اس طرح پورا جزیرہ پانچ صوبون مین تقسیم تھا، اسی لئے موسیو سدیو نے صوبون کی تقسیم کو ان الفاظ مین بیان کیا ہے:-

پھر انھون نے ان ملکون کو دو صوبون مین تقسیم کیا، ایک کا نام سراغوسی[1] (سرقوسہ) اور دوسرے کا نام پانورمیانی (پلرم) تھا، مزارہ (مازر) نوطو (نوطس) مونہ (قصریانہ) مین تین والی مقرر کئے، ہر والی کے ماتحت ایک ایک حاکم تھا، اس حاکم کے ماتحت اور سپہ سالار تھے، جو ان ولایتون کے اطراف کی نگرانی کا کام کرتے تھے، غرض عربون نے ان ملکون کی جو ترتیب دی، اور ان کو تقسیم کیا، وہ بہت ہی اچھی طرح پر کیا۔

الغرض صوبہ کا گورنر دارالحکومت مین رہتا، اور اسکے ماتحت ہر شہر مین ایک ایک حاکم ہوتا، یہ صوبے اپنے اندرونی نظم و نسق مین کامل آزاد تھے، اون کی فوج بھی مرکزی حکومت سے آزاد تھی، اور مرکزی حکومت کی امداد کیلئے ہمیشہ تیار رہتی تھی،

صوبون کے گورنر اگرچہ ان صوبون کے گورنروں کے نام تاریخ مین نظر نہین آتے، لیکن صقلیہ کی پوری سیاسی تاریخ کو سامنے رکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہی، کہ یہ گورنر، ولاۃ صقلیہ کی طرف سے مقرر کئے جاتے تھے، جو ان کے معتمد ترین اشخاص ہوتے تھے، اور اسی لئے گورنری کے عہدہ پر بالعموم ولاۃ صقلیہ کے اعزہ خاص سرفراز رہتے، اور اسلئے یہ گورنر مرکزی حکومت کے خلاف برپا ہونے والی بغاوتون کے موقعون پر ولاۃ صقلیہ کے دست راست ہوتے اور اسکی متعدد مثالین جلد اول مین گذری ہین، کہ ان گورنرون نے اپنی فوج کے ساتھ پلرم پہنچ کر ولاۃ صقلیہ کی امداد کی دولت اغلبیہ کے بعد دولت فاطمیہ مین بھی اسی پر عمل درآمد رہا، چنانچہ ۲۹۶ھ مین جب حسن بن احمد بن ابی الخنزیر صقلیہ کا والی مقرر ہوا، تو اوس نے

[1] یہان سرقوسہ کے بجائے مسینا ہونا چاہئے، فضل بن جعفر ہمدانی اس صوبہ کا پہلا گورنر تھا، ۵۲ تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۲۴۳،

Marfat.com

مازر پر قدم رکھتے ہی جرجنت کی ولایت اپنے بھائی کے سپرد کی،[1]

صوبہ ایطالیہ

یون تو ایطالیہ مین مسلمانون نے اوائل مین بعض شہرون پر قبضہ کرلیا تھا لیکن حکومت کی باضابطہ تشکیل ۲۳۲ھ کے بعد مفرج بن سالم کے ہاتھون ہوئی، اور وہی یہان کا سب سے پہلا خودمختار فرمانروا تھا، جسکو خلیفہ عباسی متوکل نے سند ولایت بھیجی، لیکن اس کے قتل کے بعد اغلبی کے اسلامی مقبوضات صقلیہ کے ایک صوبہ کی حیثیت سے صقلیہ کے ماتحت آگئے، جنکی حفاظت و صیانت کیلئے صقلیہ کو بارہا فوجکشی کرنی پڑی،

اس کے بعد فرمانروائے افریقہ ابوالغرانیق محمد بن احمد نے اغلبی کے اسلامی مقبوضات کے لیے ایک مستقل والی مقرر کیا اور ان کو صقلیہ سے آزاد کرکے حکومتِ اغلبیہ کے ایک مستقل صوبہ کی حیثیت دی، عبداللہ بن یعقوب اور اوسکی وفات پر ابوالعباس بن یعقوب بن عبداللہ یہان کے والی بنائے گئے،

لیکن پھر یہ نظام قائم نہین رہا، اور ایطالیہ کے اسلامی مقبوضات دوبارہ حکومتِ صقلیہ کے ماتحت آگئے، اور جنوبی ایطالیہ کیلئے ایک والی مقرر ہونے لگا،

جزائر

جزائرِ صقلیہ مین سے جو جزیرہ صقلیہ کے بن صوبے کے قریب تھا، وہ اس صوبہ کے ماتحت تھا البتہ جزیرہ مالٹا مین حکومتِ صقلیہ کی سیادت مین یہان کے باشندون کی جداگانہ حکومت تھی، اور صرف صقلیہ کا ایک اسلامی دستہ شہر مالٹا مین موجود رہتا تھا، جس کے مصارف اسی جزیرہ سے ادا ہوتے تھے،

اسی طرح جزیرہ سردانیہ کا انتظام براہ راست حکومت افریقہ کے ماتحت چلا گیا، اور صقلیہ کی حکومت سے اس کا کوئی تعلق باقی نہیں رہا،

---

[1] ابن اثیر جلد ۸ ص ۳۸،

Marfat.com

حکومتِ صقلیہ کے ماتحت شعبے،

صقلیہ کی اسلامی حکومت مختلف شعبوں پر مشتمل تھی جنمین سے دیوان الکتاب (دفتر وزارت) دیوان الخراج (صیغۂ مالیات) صیغۂ عدالت و قضا، محکمۂ شرطہ (پولیس) اور دیوان الجیوش، (صیغۂ عسکری) کے حالات ملتے ہین،

لیکن یہ امر کہ صقلیہ مین ان دواوین خصوصاً دیوان الکتاب کی ابتدا کب سے ہوئی، نہایت مشتبہ ہے، بہرحال ایک عینی شاہد کی حیثیت سے ابن حوقل کی روایت سب سے قدیم ہے، وہ ۳۶۲ھ مین صقلیہ گیا تھا، اس لئے بہ ظاہر ان کی ابتدا دولتِ کلبیہ سے سمجھنی چاہئے، اور اگر جدید پایہ تخت خالصہ کی تعمیر پر قیاس کرین تو دولتِ فاطمیہ کے دوسرے دور کے آغاز سے اُن کی ابتدا ہوگی،

اغالبہ کے عہد مین دواوین

اگرچہ اغالبہ کے عہدِ حکومت میں ان دواوین کی تشکیل کی کوئی شہادت دستیاب نہین ہوئی، تاہم ان دواوین مین سے صیغۂ عسکری اور صیغۂ قضا، ابتدا ہی سے دو جداگانہ شعبے قائم تھے، اسلئے عہدِ اغالبہ مین والی سپہ سالار اور قاضی، تین جلیل القدر عہدہ دار تھے، نیز صیغۂ مال کے منتظم صاحب خمس کے عہدہ کا بھی پتہ چلتا ہے، اور یہ بھی اندازہ ہوتا ہے، کہ عہدِ اغالبہ مین حکومت کے اہم خدمات پر صقلیہ کے ولاۃ اپنے ہی خانوادہ یعنی اغالبہ کے ممتاز افراد کو مقرر کرتے تھے،

عہدِ کلبیہ مین دیوان ہائے حکومت کی تعمیر

بہرحال دولتِ فاطمیہ کے دوسرے دور کے آغاز مین حسن خلیل والی صقلیہ نے بلرم کے پہلو مین خالصہ کی بنیاد ڈالی، اس کی تعمیر کی اصل غرض حکومت کے دفاتر کو یکجا کرنا تھا، اس جدید دارالحکومت مین حکومت کے دفاتر کیلئے جداگانہ عمارتین تعمیر ہوئین، ابن حوقل کا یہ بیان کسی جگہ گزر چکا ہے، کہ

"خالصہ مین سلطان صقلیہ اور اس کے متعلق محل رہتے ہین، اسی مین بازار اور مویل وغیرہ ہو

Marfat.com

آبادی کے لوازم ہین، انہین ہین، البتہ حمام بنائے گئے ہین، اس مین ایک جامع مسجد بھی ہے، جو یہین کے باشندون کیلئے مخصوص ہے، ایک قلعہ خانہ جہاز سازی کے کارخانے اور دیوان حکومت کی عمارتین بنی ہوئی ہین،

چنانچہ خالصہ کی تعمیر کے بعد سے حکومت کے دفاتر باضابطہ طور پر خالصہ مین کھل گئے،

دیوان الکتاب

دیوان الکتاب یا دفتر وزارت

حکومت کے شعبون مین سے ایک اہم شعبہ دیوان الکتاب تھا، جو گویا دور حاضر کا دفتر وزارت عظمیٰ تھا، وزراء کا تقرر فرمانروایان صقلیہ کی جانب سے ہوتا تھا، حکومت کے تمام محکمے انہی کی نگرانی مین ہوتے تھے، ان کا کاتب "کاتب" ہوتا اور عہدہ کی مناسبت سے صاحب دیوان کہلاتے تھے،

وزراء

صقلیہ کے عہدۂ وزارت پر سرفراز ہونے والون مین سے جن اشخاص کے نام دستیاب ہوئے ہین، جن کا ذکر خوش قسمتی سے ابن القطاع نے الدرۃ الخطیرہ مین شعراء کی حیثیت سے کیا ہے، وہ حسب ذیل ہین،

ابو علی حسن بن محمد کاتب، ابو اسحاق ابراہیم محمد بن حنیف الوزیر الکاتب، ابو الفضل بن احمد بن وائق، ابو القاسم عبدالرحمن بن حسن الکاتب، ابو محمد عبدالعزیز بن عبدالرحمن الانصاری الکاتب، ابو الحسن علی بن عبدالرحمن الکاتب، اسی طرح یعقوب حموی نے ابو الحسن علی بن اسحاق الہوانی کو صاحب الدیوان صقلیہ بتایا ہے، اور حسن بن محمد باغانی کا نام بھی تاریخون مین آیا ہے،

یہ فاضل روزگار تھے، علوم و آداب مین دستگاہ اور شعر و شاعری کا پاکیزہ مذاق رکھتے تھے اور اپنی علمی منزلت ہی کی بدولت اس ممتاز عہدہ پر سرفراز کئے گئے تھے[1]

[1] الدرۃ الخطیرہ در یادگاری مضامین ج ۱ ص ۲۹۵ و کتاب المشترک وضعاً والمفترق صقعاً یاقوت حموی در مجموعہ نادری ص ۱۳۳،

Marfat.com

وزراء کے فرائض اختیارات

یہ وزراء امور مملکت مین مختار کل ہوتے تھے، حکومت کے تمام صیغون کی نگرانی اور قوانین کا انضباط و اجرا ان کے سپرد تھا، جسمین یہ لوگ عوام کی مرضی کا بھی لحاظ رکھتے تھے، ۱۹۱ھ مین حسن بن محمد ہاشمی نے اس کے خلاف روش اختیار کی، اور تلخ نتائج پیش آئے، عوام نے اوسکی معزولی کا مطالبہ کیا، اور جب تاج الدولہ نے عوام کے مطالبہ کو ٹھکرا دیا، اور اسے عہدۂ وزارت پر قائم رکھا تو خود تاج الدولہ کے خلاف علم بغاوت بلند ہوا، اور بالآخر ثقۃ الدولہ یوسف مجلس سے عوام کے سامنے آیا، اور اون کی رائے قبول کرنے کا وعدہ کیا، چنانچہ نویری لکھتا ہے:

وعدهم الله لا يخرج عن رايهم[1]	اور اون لوگون سے وعدہ کیا کہ وہ ان کی مرضی سے باہر نہ جائے گا،

دیوان الخراج

صاحب الخمس

صقلیہ مین محاصل کی تحصیل وصول کیلئے ایک مستقل محکمہ دیوان الخراج قائم تھا، اس محکمہ کے افسر اعلیٰ کو صاحب الخمس کہتے تھے، یہ عہدہ حکومت کے معزز عہدون مین تھا، چنانچہ جب ایک مرتبہ ۲۹۹ھ مین حسن بن احمد والی صقلیہ بعض مشکلات مین گھر گیا، اور باشندگان صقلیہ نے اوسکو گرفتار کرکے اوس سے عنان حکومت چھین لی، تو اس موقع پر خلیل صاحب الخمس نے عنان حکومت سنبھال لی اور صقلیہ کی رعایا نے اوسکی اطاعت قبول کر لی،

عہد اغالبہ مین

صاحب الخمس کا عہدہ اغالبہ کے عہد سے قائم تھا، لیکن افسوس ہے کہ عہدہ دارون کا تذکرہ تاریخون مین موجود نہین صرف قسمران صاحب الخمس کا ذکر اس عہد کے عہدہ دارون مین آتا ہے، جو صقلیہ مین مقتول ہوا،[2]

[1] نہایۃ الارب دعاری ص ۴۴۴، ج ۲ تاریخ صقلیہ ابن حین و علما المسلمون در اماری،

Marfat.com

عہدِ فاطمیہ مین

اسی طرح خلیل صاحب الخمس کے ذکر سے عہدِ فاطمیہ مین اس عہدہ کا پتہ چلتا ہے، وہ ۲۹۹ھ مین اس عہدہ پر سرفراز تھا، صاحب الخمس سارے جزیرہ کے مداخل و مخارج کا نگران تھا جس کے ماتحت افسر ہر شہر مین بطور محصل متعین تھے، موسیو لیبان لکھتے ہین:

"ہر ایک شہر مین ایک محصول دار تھا، اور ایک بڑی مجلس تھی، جسے دیوان کہتے تھے، اور مداخل و مخارج کی نگرانی اس مجلس سے متعلق تھی[1]"

چونکہ زکوٰۃ کی تحصیل وصول بھی اسی محکمہ کے سپرد تھی، اسلئے صاحب الخمس کا عہدہ ایک نیم مذہبی تھا، اور اسی لئے اس عہدہ کیلئے اسلام کی شرط ضروری تھی، فاطمیین مین جب معدن فضل والی صقلیہ کی نگاہ اس عہدہ کے لئے ایک عیسائی پر پڑی، اور اوسکو یہ خدمت [illegible] تو اس نے اس عہدہ کی اوس نیم مذہبی حیثیت کے باعث پہلے اوس کو قبولِ اسلام کی دعوت دی، جب وہ آمادہ نہین ہوا، اور یہ تقرر عمل مین نہ آسکا۔

محاصل

صقلیہ کی اسلامی حکومت مین وہی محاصل بطور قانون عائد تھے، جو اس عہد مین اسلامی ممالک افریقہ وغیرہ مین رائج تھے، اسلامی ممالک مین محاصل کی مختلف قسمین زمینون کی مختلف حیثیات اور شہرون کے مفتوح ہونے کی مختلف نوعیتون کے لحاظ سے رائج تھین، صقلیہ مین بھی زمین کی مختلف قسمین تھین، اور یہان کے مختلف شہر مختلف نوعیتون سے مفتوح ہوئے تھے، اسلئے محاصل کی مختلف قسمین مختلف علاقون مین جاری تھین، اسی کے ساتھ صقلیہ مین تجارت، صنعت و حرفت کی بھی گرم بازاری تھی، اور ساحل سمندر پر آباد ہونے کی وجہ سے وہ محاصل بھی عائد تھے، جو موتی و مونگا کی نکاسی اور عام تجارتی کشتیون کی آمد و رفت پر عائد ہوتے تھے،

البتہ باغائی کے اجراء قانون عشر کے خلاف ہنگامہ آرائی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہان عشر کا قانون رائج نہ تھا، کیونکہ باغائی نے ممالک اسلامیہ کے اسی عام قانون کو یہان بھی نافذ کرنا چاہا، اور

[1] تمدن عرب ص ۲۸۱ و ۲۸۲، تاریخ مغرب ابن عذاری۔

Marfat.com

اور ان کی پاداش میں مار ا گیا، یہاں عشر کے بجائے رواجی قانون محاصل نافذ تھا، اور لگان پیداوار یا زمین کے اعتبار سے لینے کے بجائے ہل اور بیل کی تعداد کے لحاظ سے وصول کیجاتی تھی،

صقلیہ کی عیسائی رعایا پر محاصل،

صقلیہ کے عیسائیون پر جزیہ کی رقم عائد تھی، جو انھین فوجی خدمت سے مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے ادا کرنی پڑتی تھی، اسلامی حکومت نے ان کے ساتھ یہ خاص رعایت کی تھی کہ جزیہ کی رقم عیسائی عہدہ دارون ہی کے ذریعہ وصول کی جاتی تھی، موسیو لیبان ایک سلسلہ میں صقلیہ کے متعلق لکھتے ہین:

"یہ عیسائیون کے باہمی قضایا کو فیصل کرتے، اور جزیہ جو عربون نے مقرر کیا تھا، وصول کرتے تھے، جزیہ امراء کے لئے سالانہ اڑتالیس[۴۸] دینار، خوش باشون کے لئے چوبیس[۲۴] دینار اور مزدورون کے لئے بارہ[۱۲] دینار تھا، اور یونانی رومی حکومتون کے محصولون کے مقابلہ مین بہت کم تھے، راہب عورتین اور بچے بالکل جزیہ سے مستثنیٰ تھے"[1]

اسی طرح مسٹر اسکاٹ لکھتے ہین:

"دار قسطنطنیہ کے محاصل بہ نسبت مسلمانون کے [illegible] تھے، مسلمانون کا ایک ، خصوص ایک تت مقررہ پر اگر جزیہ [illegible] تھا، اور دربار قسطنطنیہ کا تقاضا بد [illegible] قاعدہ بہتا تھا"

صیغۂ عدالت و قضا

محکمۂ قضا کی بنیاد

یہ عجیب اتفاق ہے کہ صقلیہ مین محکمۂ قضا کی بنیاد اس کے مفتوح ہونے سے بیشتر سنہ ۲۱۲ھ ہی مین پڑی، صقلیہ کی اسلامی حکومت کے بانی قاضی اسد کے ولایت صقلیہ پر مقرر ہونے کے

[1] تمدن عرب ص ۳۱۲ ۲ اخبار نلاندس جلد

Marfat.com

ذکر مین گذر چکا ہے، کہ جب انھین امارت کا عہدہ سپرد ہوا، تو ان پر اپنے قدیم منصب قضارت سے جدا ہونا شاق گذرا اور جب یہ خبر زیادۃ اللہ تک پہنچی، تو اوس نے کہا کہ مین نے تمھین عہدۂ قضا سے معزول نہین کیا بلکہ تمھین عہدۂ امارت پر سرفراز کیا ہے، جو قضارت سے زیادہ معزز ہے، اب مین تمھین قضارت کیلئے بھی نامزد کرتا ہون اور تم بیک وقت اب قاضی بھی ہو اور امیر بھی، زیادۃ اللہ کے انھی الفاظ سے صقلیہ مین محکمۂ قضا کی بنیاد پڑی، اور پھر رفتہ رفتہ اس محکمہ نے ایک نہایت منظم و مکمل صورت اختیار کرلی،

دارالقضا، چنانچہ جب صقلیہ مین نظام حکومت کی تشکیل ہوئی، تو محکمۂ قضا کا بھی افتتاح ہوا اور جب خالصہ مین دارالحکومت کی تعمیر ہوئی، تو محکمۂ قضا کیلئے بھی ایک شاندار عمارت تعمیر ہوئی، جسمین قضاۃ صقلیہ سکونت پذیر ہوتے تھے، اور اسی مین عدالت کے اجلاس ہوتے اور مقدمات کے فیصلے سنائے جاتے تھے،

قاضی صقلیہ ابو عمرو محمد بن میمون متوفی ۳۱۶ھ ایک سادہ مزاج متقی بزرگ تھے، جب عہدۂ قضا پر صقلیہ آئے، اور سعید بن عثمان صقلی نے ان کا استقبال کرکے انھین دارالقضا مین ٹھہرایا، تو وہ اس کی عظیم الشان عمارت کی زیب و زینت دیکھکر کہنے لگے یہ تو اکابر اغلبی کی قیامگاہ ہے مین اس مین ٹھہر کر کیا کرون گا، اور اسکے بعد ایک مختصر مکان مین اٹھ آئے[1]

صوبون مین محکمۂ قضا، فتوحات کے بعد جب ولایتین قائم ہوئین، تو ہر جگہ محکمۂ قضا کی بھی جداگانہ بنیاد پڑی، اور پلرم کے قاضی کو قاضی القضاۃ کی حیثیت حاصل ہوئی، موسیو لیبان صقلیہ کے نظام حکومت مین سے محکمۂ قضا کے متعلق اجمالاً لکھتے ہین:-

"پلرمو مین ایک مفتی تھا، اور ہر ایک ولایت مین ایک ایک قاضی اور اوس کا ایک منشی امتعین تھا،"[2]

قانون مقدمات کا فیصلہ فقہ اسلامی کے روسے ہوتا تھا، افریقہ دولت عباسیہ کے ماتحت اور صقلیہ

[1] ریاض النفوس و ماماری ص ۱۸۳، ۱۹۲ [2] تمدن عرب ص ۲۸۱،

Marfat.com

افریقیہ کے ماتحت تھا، اسلئے یہان بھی فقہ حنفی کا قانون رائج تھا، اسی لئے مقدسی نے لکھا،

واکثر اھل صقلیۃ حنفیون[1] اکثر باشندگان صقلیہ حنفی المذہب تھے،

جو علما، و فقہا، یہان عہدۂ قضا پر مامور ہوئے، ان مین سے بیشتر مالکی مذہب کے پیرو تھے، لیکن جیسا کہ بتایا گیا، افریقیہ و صقلیہ مین مذہب حنفی و مالکی مین ایک امتزاج ہوگیا تھا، اور خود قاضی اسد بن فرات کی شخصیت ان دونون مذاہب کا جامع تھی، اسد مدینہ و عراق دونون سرچشمون سے سیراب ہوئے تھے، اسلئے خصوصًا صقلیہ مین فقہ مالکی کو جو کچھ قبولیت تھی، وہ عبادات مین تھی، لیکن معاملات یعنی قوانین کا تمام دار و مدار فقہ حنفی ہی پر رہا، اور بیشتر مقدمات اسی کے رو سے فیصل ہوتے تھے،

جب فاطمیون کا دور آیا، تو حکومت کا مذہب شیعی قرار پایا، اور اگرچہ افریقیہ مین مذہب شیعی کے بزور اشاعت دینے کے واقعات پر صقلیہ کے حالات کا قیاس کرین تو شاید اوائل مین یہان بھی مذہب شیعی کے مطابق فیصلے ہوتے ہون، لیکن پھر اس پر عمل نہین رہا، اور دولت کلبیہ کے عہد مین عہدۂ قضا پر سُنی المذہب علما، مقرر ہوئے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حکومت کے شیعی المذہب ہونیکے باوجود یہان سنی مذہب کے قوانین نافذ تھے،

عیسوی عدالت اور قانون

البتہ اسلامی حکومت نے صقلیہ کے عیسائی باشندون کیلئے جداگانہ عدالتین قائم کی تھین، اور ان کے خاص نوع کے مقدمات انہی عدالتون مین پیش ہوتے، اور انہی کے قوانین کے رو سے فیصل ہوتے تھے، موسیو لیبان لکھتے ہین:

"ان امور مین جو عام فوائد ملکی سے متعلق نہ تھے. عیسائی خود اپنے قانون کے پابند اور اپنے احکام کے ماتحت تھے، پرانے یونانی حکام فوجداری جنھین اسٹراٹیج کہتے تھے، اب تک قائم تھے، اور نہ فقط ان کے فرائض اور حقوق مثل سابق کے برقرار تھے، بلکہ ان کا نام تک نہین بدلا گیا تھا، یہ

[1] احسن التقاسیم مقدسی ص ۲۳۸،

عیسائیون کے باہمی قضایا کو فیصل کرتے تھے[1]

اسی طرح مسٹر اسکاٹ لکھتے ہین :-

"عیسائیون کے ہم قوم و ہم مذہب حکام ان کے معمولی مقدمات کا فیصلہ اسی قانون کے مطابق کرتے تھے، جنکے وہ سالہاسال سے خوگر تھے"[2]

مسلمانون اور عیسائیون کے حقوق وراثت وغیرہ کی نگہداشت

اسی طرح معاشرت کے معاملات، وراثت کے حقوق اور جائداد منقولہ وغیر منقولہ کی ملکیت مین مسلمانون کیلئے علم فرائض کے مطابق قوانین نافذ تھے، اور عیسائیون کیلئے انکے ملکی رسم ورواج کے مطابق قوانین ترتیب پائے تھے، اور ان امور مین لوگون کے حقوق کی نگہداشت کیجاتی تھی،

شیخ ابوعثمان سعید بن الحداد قیروان کے ایک ذی علم بزرگ تھے، ان کے ایک بھائی کا صقلیہ مین انتقال ہوا تو گو ان کے وارث شیخ ابوعثمان تھے، جن کی تمام زندگی علم کی خدمت مین بسر ہوتی تھی اور جو تنگدستی و پریشانی سے گذارا کرتے تھے، مگر دنیا سے بے تعلقی اور طبیعت کے استغنا کیوجہ سے حق وراثت کے دعویدار نہین ہوئے، اس زمانہ مین ابراہیم بن احمد صقلیہ کا فرمانروا تھا، اوس نے اوس متوفی کے ورثا کی تحقیق کرکے اوس کا ترکہ چار سو دینار انہی شیخ ابوعثمان کے پاس بھجوادیا[3]

اسی طرح عیسائیون کے حق وراثت وغیرہ کے قوانین کے متعلق موسیو لیبان کا بیان ہے :

"جو امور عام معاشرت سے متعلق تھے، مثلاً معاملات، جائداد اور وراثت وغیرہ وغیرہ ان کو عربون نے اس عمدگی سے رسم ورواج ملک کے مطابق ٹھہرادیا تھا، کہ نارمن بھی بالالتزام انہی قواعد کی پابندی کرتے رہے"[4]

---

[1] تمدن عرب ص ۲۸۱ [2] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۳۴، [3] ریاض النفوس و راری ص ۱۹۰، و معالم الایمان جلد ۲ ص ۲۱۳ شیخ ابوعثمان کے حالات معالم جلد ۲ مین ص ۲۱۲ سے ۲۲۵ تک تفصیل مذکور ہین، [4] تمدن عرب ص ۲۸۲ ۔

Marfat.com

صقلیہ کے صیغۂ عدالت قضا پر ایک غلط الزام

لیکن صقلیہ کے صیغۂ عدالت و قضا کے ان حالات اور موسیو لیبان کی اس تصریحی شہادت کے باوجود اخبار الاندلس کے مصنف مسٹر اسکاٹ صقلیہ کے صیغۂ عدالت و قضا کے نظام سے مطمئن نہیں ہیں، اور اس پر اس اسلوب بیان میں نکتہ چینی کرتے ہیں:

"چونکہ مسلمانوں کی عملداری تھی، اس لئے ظاہر ہے، کہ مقدمات کا فیصلہ فقہ اسلامی کے موافق ہوتا تھا، یہ کچھ غیر معمولی بات نہ تھی، کہ اکثر لوگ قانونی دار و گیر سے بالکل بچ جاتے تھے، یا سزائے قانونی میں اتنی سختی نہیں کیجاتی تھی، جتنی کہ بانی قانون کا منشا تھا، چونکہ خونریزی کے نظارے ہر وقت وہاں کے حکام کے سامنے رہتے تھے، نیز عوام الناس ان کے اقتدار کی اتنی عظمت نہیں کرتے تھے جس کے فی الحقیقت وہ مستحق تھے، اسلئے ان کے مزاج میں وحشیانہ سختی آگئی تھی"[1]

مذکورۂ بالا بیان میں مسٹر اسکاٹ سے کسی حد تک غلط مبحث ہو گیا ہے، صقلیہ میں حکومت اسلامی نہ تھی، اسلئے مقدمات کا فیصلہ یقیناً فقہ اسلامی کے رو سے ہوتا تھا لیکن فقہ اسلامی کے قوانین صرف مسلمانوں کے لئے نافذ تھے عیسائیوں کیلئے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، عدالت کا جداگانہ نظام قائم تھا جس کا تذکرہ مسٹر اسکاٹ بھی ایک دوسرے موقع پر کر چکے ہیں،

مسٹر اسکاٹ مجرمین کے قانونی دار و گیر سے بچ جانے کا الزام یہاں کی عدالتوں پر ڈالتے ہیں لیکن اس میں بھی ایک مغالطہ پنہاں ہے، اور وہ یہ کہ ان کا روئے سخن حاکم مجرمین کی جانب ہے، جو حکومت وقت کے خلاف بغاوتیں، اور سازشیں کرتے اور ان کے فرو ہونے کے بعد عفو عام کے فرامین حاصل کر لیتے تھے، لیکن صقلیہ کی سیاسی تاریخ کے پڑھنے سے اندازہ ہوا ہوگا، کہ مسٹر اسکاٹ

[1] اخبار الاندلس جلد ۲ صـ۳۳

Marfat.com

کا یہ بیان کلیتہً صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر ایک طرف یہاں کے طریق حکومت میں عفو عام اور قتل کے مجرمین سے چشم پوشی کی مثالیں نظر آتی ہیں تو دوسری طرف ایسے بھی واقعات ہیں کہ صرف ایک والی (خلیل) کے مختصر عہد میں ۷ ہزار سے زیادہ اشخاص کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، اور باغیوں اور مجرموں کو پاداش جرم میں ڈنڈوں سے پیٹ پیٹ کر ہلاک کرنے تک کی عبرت انگیز سزائیں دی گئیں اسلئے اگر صقلیہ کا اول الذکر طرز عمل سیاسی حکمت عملی و دانائی پر مبنی ہونے کے بجائے اصول قانون و انصاف کے خلاف سمجھا جائے گا، تو موخر الذکر واقعات کو سفاکی و خونریزی کہنے کے بجائے مبنی بر عدل و انصاف قرار دینا پڑے گا،

لیکن یہاں مسٹر اسکاٹ کو اصل مغالطہ یہ ہوا ہے کہ انھوں نے ان امور کی ذمہ داری صقلیہ کے صیغہ عدالت و قضا پر ڈالی ہے حالانکہ صقلیہ کے صیغہ عدالت و قضا کا نظام اگرچہ مکمل تھا تاہم یقیناً وہ دور حاضر کے مثل نہ تھا، کہ ان عدالتوں کے سامنے حکومت بھی ایک فریق بن کر آتی، اور حکومت کے مجرموں کو انہی عدالتوں سے سزائیں دلائی جاتیں، اگرچہ اس سے انکار نہیں کہ اس عہد کی بعض اسلامی حکومتوں میں یہ طریقہ بھی رائج تھا

صقلیہ کے سیاسی حالات ایسے نہیں تھے کہ یہ طریقہ برتا جاتا، اور سیاسی مقدمات بھی انہی عدالتوں میں لائے جاتے، حکومت کے تمام معاملات براہ راست حکومت اور عمال حکومت سے متعلق تھے، اس لئے ایسے مقدمات جن میں کہ ایک فریق رعایا اور دوسرا فریق حکومت وقت ہوتی تھی، اور مجرمین پر فتنہ پردازی و بغاوت و غداری کے الزامات ہوتے تھے تو وہ ان عدالتوں کے حق سماعت سے بالاتر ہوتے تھے اس قسم کے تمام مقدمات ولاۃ اور عمال حکومت کے سامنے پیش ہوتے اور ان سیاسی مجرمین کے مقدمات کے فیصلے مصالح حکومت کے مطابق کئے جاتے تھے، البتہ عمال حکومت کے خلاف شکایتوں اور معمولی

کی سماعت کیلئے ایک جداگانہ قسم کی عدالت دیوان المظالم قائم تھی،

مقدمات کی کثرت اور جھوٹی شہادتوں کی بھرمار،

چونکہ صقلیہ کے بعض سیاسی حالات اور مختلف قوموں کے اجتماع اور افریقیہ کے مفسدوں اور فتنہ پردازوں کے یہاں جلاوطن ہو کر آنے سے صقلیہ کے باشندوں میں مختلف قسم کی خاندانی قبائلی، وطنی اور غیر وطنی عصبیتیں پیدا ہو گئی تھیں، اور ایک دوسرے کے خلاف سازشیں اور باہمی مخالفتیں رہتی تھیں اسلئے یہاں کی عدالتوں میں حق و ناحق مقدمات بکثرت دائر ہوتے تھے، اور انہی وجوہ سے عدالتوں میں جھوٹی سچی گواہیوں کی بھرمار ہوتی تھی، جس سے یہاں کے قضاۃ کو دشواریاں پیش آتی تھیں، چنانچہ عثمان بن خزار ایک متقی و صالح بزرگ تھے، وہ جب یہاں کے عہدۂ قضا پر مامور ہوئے اور انھیں یہاں کے مقدمات کی نوعیت کا اندازہ ہوا، تو تمام اہلِ صقلیہ سے اس درجہ برگشتہ ہو گئے، کہ صقلیہ کے ہر ایک باشندہ کی شہادت قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور مقدمات کا فیصلہ شہادتوں پر کرنے کے بجائے باہمی مصالحت سے کرنے لگے، اپنے تمام عہد میں اسی پر عمل پیرا رہے اور جب ان کی وفات کا وقت آیا، تو انھیں فوری طور پر قضائت کے عہدہ پر اپنا قائم مقام نامزد کرنے کیلئے اہلِ صقلیہ میں سے کوئی نظر نہ آیا، ابن حوقل لکھتا ہے:

وحدثنی غیر انسان منهم ان عثمان	مجھ سے متعدد آدمیوں نے بیان کیا کہ عثمان بن
بن الخزار ولی قضاءهم وکان	خزار یہاں کے قاضی مقرر ہوئے یہ ایک متورع
ورعا فلما جربهم لم یقبل شهادة	بزرگ تھے جب انھیں اہلِ صقلیہ کا تجربہ ہوا تو ان
واحد منهم لا فی قلیل ولا فی کثیر	میں سے کسی ایک کی بھی شہادت قبول نہ کرنے لگے
وکان یفصل بین الناس بالمصالحات	نہ کسی چھوٹے معاملہ میں نہ کسی بڑے معاملہ میں،
الی ان حضرته الوفاة فطلب منه	اور لوگوں میں مصالحت کے ذریعہ فیصلہ کرتے رہے تک
الخلیفة بعده فقال لیس فی جمیع	کہ انکی وفات کا زمانہ آیا تو انہوں نے انکے قائم مقام کے

Marfat.com

البلد من یوصی الیہ[1] متعلق دریافت کیا گیا تو کہا تمام ملک مین ایسا کوئی شخص بھی نہین ہے جسے اسکے لئے وصیت کیجائے،

لیکن یہ صرف عثمان بن خزار کی واحد ذات تھی جنھون نے اپنے زہد و تقشف سے یہ رویہ اختیار کیا، اور فیصلۂ ناطق کے بجائے، مصالحت کرا دینے کی روش اختیار کی، ورنہ تمام قضاۃ ان مشکلات پر حاوی تھے، اور شہادتون کی جانچ پرتال کرکے فیصلے سُناتے تھے،

یہی وجہ تھی کہ صقلیہ کے عہدۂ قضا، پر افریقہ کے وہ ممتاز اور تجربہ کار اعیان فقہا نامزد کئے جاتے تھے، جو وہان کے محکمۂ قضا، یا دیوان المظالم مین خدمات انجام دے چکے ہوتے، اور انھین ہر قسم کا تجربہ حاصل ہوتا تھا، اسلئے قضاۃ کا تقرر ولاۃِ صقلیہ کی طرح براہِ راست حکومت افریقہ کی جانب سے ہوتا تھا، تمام عہدِ اغالبہ مین اسی پر عمل درآمد رہا، اس کے بعد جب فاطمیون کا دور آیا، تو آغازِ عہد میں والی صقلیہ ہی نے منصبِ قضا، پر ایک شخص کو نامزد کیا، پھر ابن قرہب نے اپنے چند روزہ عہدِ حکومت مین اپنا قاضی مقرر کیا جو اوسکی حکومت کے خاتمہ پر گرفتار کرکے افریقہ بھیج دیا گیا، اب باشندگانِ صقلیہ نے اپنے قدیم دستور کے مطابق فاطمی تاجدار سے درخواست کی کہ اپنی جانب سے ایک والی اور ایک قاضی مقرر کرکے صقلیہ روانہ کرے،

اسی کے ساتھ یہ تصریح بھی ضروری ہے، کہ افریقہ جب تک صقلیہ کا مرکز رہا، صقلیہ کے قضاۃ کا انتخاب افریقہ کے فرمانرواؤن کے بجائے وہان کے قاضی القضاۃ کرتے تھے، فرمانروائے افریقہ، افریقہ کے قاضی القضاۃ کو منتخب کرتا، اور یہ قاضی القضاۃ افریقہ کی تمام ولایتون کے لئے جداجدا قاضی مقرر کرتا تھا اور اسطرح ولایت صقلیہ کے لئے بھی قاضی مقرر ہوتا تھا، جو یہان آکر قاضی القضاۃ کی حیثیت رکھتا، اور صقلیہ کے مختلف صوبون پر بہ اختیار خود قضاۃ

[1] معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۷۰ تاریخ مغرب ابن عذاری ص ۱۲۲

Marfat.com

مقرر کرتا،[1]

پھر دولتِ کلبیہ مین خود فرمانروایانِ صقلیہ اس منصب پر لوگون کو نامزد کرنے لگے، جو افریقیہ ہی کے علما وفقہا ہوتے، اور کبھی کبھی صقلی فقہا بھی مامور کئے جاتے تھے،

قضاۃ صقلیہ کے قضاۃ کا تذکرہ عام تاریخون مین صقلیہ کے حوادث سنین کے ذیل مین بجز ایک دو ناموں کے بالعموم موجود نہین، البتہ تراجم وطبقات کی کتابون مین جابجا ایسے اکابر علما وفقہا کے حالات ملتے ہین جو صقلیہ کے عہدۂ قضا پر مامور ہوئے، اگرچہ ذیل مین انکی کافی تعداد جمع ہوگئی ہے، اور ان کے زمانہ کے لحاظ سے ان کی ترتیب بھی قائم کرلی گئی ہے، مگر ان کے تقدم وتاخر کی تعیین نہوسکی، اور نہ اسے صقلیہ کے قضاۃ کی مکمل فہرست کہہ سکتے ہین، بہرحال صقلیہ کے قضاۃ کے جسقدر نام دریافت ہوئے، وہ درج ذیل ہین، یہان ان کے محض وہ حالات پیش کئے گئے ہین، جو صقلیہ کی قضارت سے متعلق ہین،

اسد بن فرات قضاۃِ صقلیہ کیلئے یہ باعثِ فخر ہے، کہ انکی جماعت مین سب سے پہلا نام قاضی اسد ابن فرات فاتح صقلیہ کا آتا ہے، جنھین فوج کی سپہ سالاری کے ساتھ قضارت کا عہدہ بھی ملا، اور فرمانروائے صقلیہ کی جانب سے قاضی امیر کا لقب عطا ہوا، صقلیہ مین ان کا محض مختصر زمانہ گذرا ہے اسوقت تک مفتوحات کی ایسی تعمیل نہ ہوسکی تھی، کہ محکمۂ قضا کی باقاعدہ بنیاد ڈالی جاتی، ان کے سامنے صرف ایک مقدمہ ان کے شاگرد ابن قادم کا پیش ہوا تھا، جسکی نوعیت سیاسی تھی، اسلئے درحقیقت اُن کے صاحبِ صقلیہ کے عہدۂ قضا کا انتساب محض ایک رسمی حیثیت رکھتا ہے،[2]

ابن کحالہ قاضی ابوالربیع سلیمان بن سالم الکندی القطان الفقیہ المعروف بہ ابن کحالہ، ابراہیم بن اغلب کے

[1] معالم الایمان جلد ۴ ص ۱۳۷ وغیرہ، یہ اصول معالم الایمان مین افریقیہ کے قاضی القضاۃ اور ولایات افریقیہ کے قضاۃ کے سوانح حیات سے اسی وضاحت کے ساتھ ماخذ ہوتا ہے، [2] انکے مفصل سوانح حیات علم فقہ کی بیان میں آئیں گے،

عہدِ حکومت مین ۲۸۱ھ مین صقلیہ کے عہدۂ قضا پر سرفراز ہوئے، یہ افریقہ کے مشہور مالکی فقیہ امام سحنون صاحب المدونہ کے تلامذہ مین تھے، ان کے علاوہ ان کے شیوخ حدیث مین عون بن یوسف داؤد بن یحییٰ محمد بن سحنون جعدی، اور ابن زرین وغیرہ علمائے افریقہ بھی داخل ہین، پھر اونھون نے مشرق کا سفر کیا مدینہ منورہ پہونچے، تو یہان امام مالک کے ساجزادے محمد بن مالک بن انس کے درس سے فیضیاب ہوئے، ابن کنانہ کے تلامذہ کی فہرست مین مشہور مورخ ابوالعرب اور ابوجعفر احمد بن عبدالرحمن القصری ہین، اپنے تلامذہ کے ساتھ ان کا برتاؤ نہایت شفقت آمیز تھا، ابوالعرب کا بیان ہے

کان ثقة کثیر الکتب والشیوخ	معتبر تھے، بہت سی کتابیں لکھی تھیں، انکے شیوخ
حسن الاخلاق بارا بطلبة العلم	بہت سے تھے، خوش اخلاق طلبہ کے ساتھ سلوک
ادیبا کریما وکان الاغلب	کرنے والے باادب اور فیاض تھے، اور زیادہ تر روایت
علیه الروایة والتقیید	کرتے تھے اور ان کو لکھتے تھے،

تجیبی کی روایت ہے، :-

کان من اهل الفقه البارع کثیر	وہ بڑے فقیہ اور بہت روایت کرنے والے تھے،
الروایه حسن الاخلاق بار الممن	جو طلبہ ان کے پاس حدیث سننے کیلئے آتے تھے
یاتی الیه للسماع علیه ذا ادب و	انکے ساتھ سلوک کرتے تھے، باادب، زاہد، عاقل
تقشف وعقل ومزاحة.	اور پاکیزہ خو تھے،

مذہبًا مالکی تھے، فقہ مالکی مین کتابین بھی لکھی ہین، ایک کتاب انکے نام کے انتساب سے کتاب السلیمانیہ سے موسوم ہے،

ورودِ صقلیہ سے پیشتر افریقہ کے قاضی القضاۃ ابن طالب انھین کو ولایت باجہ کا قاضی مقرر کیا، پھر عیسیٰ بن مسکین قاضی القضاۃ افریقہ نے انھین دارالحکومت قیروان بلالیا اور دیوان المظالم

Marfat.com

کا افسر اعلیٰ مقرر کیا، یہ دیوان المظالم مین سو دینار تک کے مقدمات کی سماعت کرتے تھے، اس کے بعد عیسیٰ بن مسکین نے انھین قیروان کے دیوان المظالم سے الگ کرکے صقلیہ کے عہدۂ قضا پر مامور کیا انھون نے یہان ۲۸۱ھ مین آکر زمام قضاۃ ہاتھ مین لی،

ابن کحالہ نے صقلیہ مین عہدۂ قضاۃ کی خدمت کے علاوہ علوم کی نشر و اشاعت بھی کی اور انہی کے توسط سے صقلیہ مین مذہب مالکی کو بھی فروغ حاصل ہوا، ابن فرحون لکھتا ہے :

ثُمَّ ولی قضاء صقلیۃ فخرج الیھا و نشر بھا علماً کثیراً و عنہ انتشر مذھب مالکؒ بھا۔	پھر صقلیہ کے قضا پر مامور ہوئے اور یہاں علم کی کثیر اشاعت کی، اور انہی سے یہاں مذہب مالکی کو فروغ حاصل ہوا،

زندگی کے آخری لمحون تک اسی عہدہ پر سرفراز رہے ۲۸۹ھ مین وفات پائی، اور صقلیہ مین مدفون ہوئے، ان کی تمام زندگی نہایت زہد و ورع مین گذری، باوجودیکہ ایک مستاٴھدہ پر سرفراز تھے لیکن قناعت کا یہ عالم تھا، کہ جب وفات پائی، تو ایک حبہ بھی پاس سے نہین نکلا جب کچھ راہ خدا مین صرف کر چکے تھے[1]

قاضی ابو عمر محمد بن میمون

قاضی ابو عمر محمد بن میمون بن عمر و افریقیہ کے ممتاز علماء اور عباد تگذار بزرگون مین تھے، امام سحنون اور ابو مصعب زہری سے علوم کی تحصیل کی، تلامذۂ سحنون مین سے افریقہ مین سب سے آخری شمع شب چراغ باقی رہ گئے تھے انھون نے سو سال کی عمر پاکر اس سے زیادہ مین وفات پائی، صقلیہ کے عہدۂ قضا پر آنے سے پہلے، افریقیہ کے عہدۂ قضا کے خدمات انجام دے چکے تھے،

قاضی محمد بن میمون ایک نہایت سادہ مزاج بزرگ تھے، اور اپنے عہد مین سلف کے

---

[1] معالم الایمان جلد ۱ ص ۱۳۷ و دیباج المذہب ابن فرحون ص ۱۱۹ ترتیب المدارک قاضی عیاض ورق ۲۷۰ ص ۲۷۰

وخصائل کے حامل تھے، زہد واتقا، خاکساری وفروتنی بدرجہ کمال موجود تھی، دنیاوی جاہ وحشم سے طبعاً نفور تھے، اور اس کے اثرات ان کے عہدۂ قضا تین نمایاں تھے جب وہ صقلیہ کے عہدۂ قضا پر مامور ہوئے، اور بندرگاہ سوسہ سے روانہ ہونے لگے تو لوگوں کو مخاطب کرکے کہا،

"باشندگان سوسہ! دیکھو یہ میری چادر ہے، یہ میرا جبہ ہے، یہ میرا قمیص ہے، جسمیں میری کتابیں بھری ہیں، اور یہ میری حبشی کنیز ہے جو میری خدمت کرتی ہے، اور اس کے پاس بھی صرف اسکا پیراہن اور اسکی چادر ہے،

میں بس انہی چیزوں کے ساتھ جارہا ہوں، جب واپس آؤں تو دیکھ لینا کہ ان چیزوں کے ساتھ لوٹتا ہوں"

صقلیہ پہنچے تو حسب دستور ایمین دارالقضا کی شاندار عمارت میں ٹھہرایا گیا لیکن اپنی فروتنی وخاکساری سے یہ کہکر اٹھ آئے کہ یہ عمارت عظمار کی قیام گاہ ہے، میں ایمین کیا کرونگا، اور ایک مختصر مکان میں قیام پذیر ہوئے،

اسی کے ساتھ قضارت کے معاوضہ میں حکومت سے کوئی تنخواہ نہیں لی، اور نہ کبھی حبشی خادمہ اپنے چرخہ پر روزانہ سوت کاتتی، اور اسکو فروخت کرکے ان دونوں کی بسر اوقات ہوتی تھی،

مقدمات کے فیصلہ میں غیب دان ہوتے، دروازہ برابر بند رہتا، فیصلہ یقین اگر دروازہ کھٹکھٹاتے، دروازہ پر کوئی حاجب تھا نہ دربان، خادمہ باہر آتی، اور دروازہ کھول کر کہتی، "ٹھہرو قاضی کو خبر کرتی ہوں، ابھی آتے ہیں"، قاضی صاحب باہر تشریف لاتے، مقدمہ کی روداد سنتے، تسلی بخش فیصلہ کرتے، اور دونوں فریق واپس چلے جاتے،

چند سال اسی طرح گذر گئے اور اسی سادہ زندگی سے صقلیہ کے باشندوں کے دلوں میں گھر کرلیا، ایک دن دروازہ پر چند اشخاص آئے، دروازہ کھٹکھٹایا، دربند کا بند رہا، لوگ واپس چلے گئے

Marfat.com

دوسرے دن یہی اتفاق پیش آیا، لوگوں میں تشویش پیدا ہوئی، اور تیسرے دن دروازہ پر مجمع لگ گیا، خادم برآمد ہوئے، اور لوگوں سے کہا "مکان کے اندر آؤ، اپنے قاضی کی عیادت کرو"

مجمع جوشِ عقیدت سے بے تابانہ اندر داخل ہوا، دیکھا کہ قاضی محمد بن سحنون ایک چٹائی پر لیٹے ہیں، سر کے نیچے بھس بھرا ایک تکیہ رکھا ہے، مجمع کی عقیدت دیکھکر وہ بھی ضبط نہ کرسکے، آبدیدہ ہوکر کہنے لگے:-

"جہاں تک مجھ سے ممکن ہوا میں نے مقدمات کے فیصلہ کی خدمت انجام دی، اب میں نے امیر صقلیہ سے درخواست کی ہے، کہ وہ مجھے معذور سمجھیں، اور اس خدمت سے سبکدوش کردیں، میں اب بوڑھا ہوچکا، قیروان لوٹ جاؤں گا"

یہ گفتگو سن کر مجمع زار و قطار رونے لگا،

بالآخر وہ اثنائے علالت ہی میں صقلیہ سے روانہ ہوگئے، سوسہ پہونچے، تو اہل سوسہ کو مخاطب کرکے کہا:-

"سوسہ تو دیکھو! جیسا میں گیا تھا ویسا ہی لوٹ آیا، یہ میرا جبہ، چادر، تکیہ، اور کتابیں ہیں، اور اسی طرح یہ حبشی خادم، خدا کی قسم میں نے دنیا سے کوئی سروکار نہیں رکھا، اور اسی حال میں واپس آیا ہوں"

سالِ وفات میں سخت اختلاف ہے، ابو العرب ۲۰۲ھ لکھتا ہے، یہ سب سے زیادہ قریب کی روایت ہے، کیونکہ ابو العرب ان کے شاگرد میں اور ۲۰۳ھ تک ان کے درس میں حاضر تھا، اسکے بعد مختلف روایتیں ہیں، ابن ابی دینار کی کتاب کہ ۲۱۰ھ میں وفات پائی، صاحب ریاض النفوس کا بیان ہے، کہ ۲۱۲ھ میں قیروان میں وفات پائی اور باب سلم میں مدفون ہوئے، ابن فرحون نے سالِ وفات ۲۱۳ھ لکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ انکی عمر میں بھی اختلاف ہے، بعضوں نے سو سال

Marfat.com

سے زیادہ لکھا ہے[1]

دعامہ بن محمد قاضی دعامہ بن محمد اغالبہ کے دورِ حکومت میں صقلیہ کے عہدۂ قضا پر سرفراز ہوئے، امام سحنون کے تلامذہ میں تھے، اور افریقیہ کے فقہا میں عزت و منزلت کی [illegible] میں وفات پائی، (تاریخ مغرب ابن عذاری ص ۲۲۲)

ابوالقاسم القیسی قاضی ابوالقاسم محمد بن محمد بن خالد القیسی المعروف بہ طرّی اغالبہ کے آخر عہد حکومت [illegible] پر مامور تھے، بنو معبد کے موالی میں تھے، افریقیہ کے متاز اہل علم میں شمار کیے جاتے تھے، نہایت [illegible] کی زندگی گذارتے تھے افریقیہ کے صوفیہ میں بھی منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، اپنے [illegible] کے باعث "العابد" کے لقب سے مشہور تھے،

عیسیٰ بن مسکین نے انھیں پہلے مظالم قیروان پر مامور کیا، پھر حماس نے بھی انھیں [illegible] سال تک اس عہدہ پر برقرار رکھا، بازار کے احتساب کی خدمت بھی انھی کے سپرد تھی، ایک مرتبہ جب وہ اپنے قیروان کے بازار میں گذرے، جامع مسجد کے سامنے سڑک پر بڑی مقدار میں پانی جمع تھا، لوگوں کی آمد و رفت میں زحمت پیش آرہی تھی، یہ وہیں رک گئے، تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ امام جامع مسجد کا پیر پھسل ہے، کوئیں میں چوپیا گر گئی تھی، پانی نکلوایا ہے، بلا کر دریافت کیا، اور راستہ کے روکنے کے جرم میں اس عظیم المرتبت شخصیت کو قید خانہ بھیج دیا، جب ظہر کی نماز کا وقت آیا، لوگوں کو امام کی تلاش ہوئی تو لوگ اُن کے پاس سفارشی بن کر آئے، کہ جرم سے چشم پوشی کیجائے، آخر انھیں قید خانہ سے نکالنے کا حکم دیا، جب سامنے آئے تو کہا اگر تم امام نہ ہوتے، اور لوگ تم سے مستغنی ہوتے، تو میں تمھیں قید خانہ سے باہر نہ نکالتا،

زیادۃ اللہ بن عبداللہ نے انھیں عہد اغالبہ کے دور آخر میں صقلیہ کا قاضی مقرر کیا دس سال تک اس خدمت پر مامور رہے

---

[1] ریاض النفوس ورقہ ماری ص ۱۹۳، معالم الایمان جلد ۲ ص [illegible]، دیباج ص [illegible]، طبقات ابی العرب ورقہ ماری گذشتہ جلد ۲ ص ۹۱، کتاب العبر فی خبر من عبر (ذہبی) ورقہ ماری ص [illegible]، دیباج اور معالم میں نام میں بھی اختلاف ہے، ابن فرحون نے محمد بن میمون بن عمر، ابن ناجی نے میمون بن عمر لکھا ہے، اور ابوالعرب نے عمر و میمون، عمرو و ابن معروف لکھا ہے لیکن یہ ایک مسمی کے مختلف نام ہیں۔

Marfat.com

اغالبہ کے زوال کے بعد افریقیہ میں قیام پذیر تھے، یہ وہی زمانہ تھا جب افریقیہ میں مذہب شیعی بجبر پھیلایا جارہا تھا، اور فقہاے افریقیہ کے نام فرمان جاری ہوا تھا کہ ایسے لوگوں کے فتاوی اور دستاویزیں نہ لکھیں جو مذہب شیعی نہ اختیار کریں، چنانچہ اس جبر و تشدد میں افریقیہ کے علما، و فقہا مورد عتاب بنے، اور ۲۹۹ھ میں قاضی ابوالقاسم النفیسی بھی اس جرم میں ابوالعباس شیعی قائم مقام والی کے عتاب میں آئے، اور انھیں کوڑے لگائے گئے، ماہ رمضان ۳۰۱ھ میں وفات پائی، دنیا سے بے تعلق ایسے رہے کہ کفن کی قیمت بھی گھر سے نہ نکلی، عبدالحمید سیرفی نے تجہیز و تکفین کا سامان کیا۔[1]

قضاۃ فاطمی صقلیہ میں فاطمیوں کے پہلے دور میں جو سب سے پہلا شیعی قاضی مقرر ہوا، وہ اسحاق بن منہال تھا۔

اسحاق بن منہال اسحاق بن منہال کو حسن بن احمد بن ابی الخنزیر نے ۲۹۰ھ میں عہدۂ قضا پر مامور کیا، اسکے متعلق ابن اثیر لکھتا ہے،

ھو اَوّل قاض تولی بھا المھدی العلوی۔	یہ سب سے پہلا قاضی ہے، جو مہدی علوی کی طرف سے یہاں عہدۂ قضا پر آیا۔

ابن قرہب کے عہد میں عہدۂ قضاء لیکن جب کچھ دنوں کے بعد صقلیہ میں انقلاب ہوا، اور ابن قرہب کی خود مختار حکومت قائم ہوئی، تو قاضی اسحاق بن منہال بھی معزول ہوگئے، اور ابن قرہب نے اپنا قاضی مقرر کرلیا۔

قاضی ابن خالی ابن قرہب کے عہد حکومت کے قاضی ابن خالی تھے، جب اس کو زوال آیا، اور اس نے اندلس کا راستہ لینا چاہا، تو قاضی ابن خالی بھی اس کے ہمرکاب تھے، لیکن باشندگان صقلیہ کے ہاتھوں ابن قرہب کے ساتھ یہ بھی گرفتار کرلئے گئے اور جیسا کہ سیاسی سرگذشت میں گذر چکا ہے، حسن بن ابی الخنزیر کی قبر پر ہاتھ

---

[1] ترتیب المدارک دریادگاری مضامین ج ۱ ص ۳۰۰ و ریاض النفوس دراماری ص ۱۰۹، ترتیب المدارک میں ابوالقاسم کو طراطری کے بجائے طرزی لکھا گیا ہے۔ و معالم الایمان جلد ۲ ص ۔

پاؤں کاٹ کر سولی پر چڑھا دیئے گئے،

قضاۃ بعہد کلبیہ دولتِ کلبیہ کے ذیل کے قضاۃ کے نام دستیاب ہوئے، ان میں سے اکثر اہل السنۃ ہیں، کیونکہ کلبیوں نے پچھلے تجربہ کی بنا پر حکومت سے مذہب کو علیحدہ کر دیا تھا، اور رعایا کی کثیر آبادی کے لحاظ سے عہدۂ قضاء پر سنی فقہاء ہی سرفراز کئے جاتے تھے،

قاضی ابو اسحاق قاضی ابو اسحاق بن ملک المعافری دولت کلبیہ میں عہدۂ قضاء پر مامور تھے، مذہباً مالکی تھے، شعر و شاعری کا ذوق تھا، عدل و انصاف میں شہرت رکھتے تھے، ابن القطاع لکھتا ہے:-

احد قضاۃ الجزیرۃ المشہورین — جزیرہ کے قضاۃ میں سے ایک قاضی تھے

بالعدل والکرد[1] — جو معدلت گستری میں شہرت رکھتے تھے،

قاضی ابو الفضل، قاضی ابو الفضل ابراہیم الشامی الکنانی بھی عہدۂ کلبیہ ہی کے قضاۃ میں ہیں، شاعری کا اچھا مذاق تھا، عماد الدین الکاتب اور یاقوت نے اپنی خریدہ اور معجم البلدان میں ان کا تذکرہ کیا ہے[2]

قاضی عثمان بن خزار قاضی عثمان بن خزار صقلیہ کے متقی، دیندار اور پرہیزگار قضاۃ میں تھے، جیسا کہ گذر چکا ہے، اہلِ صقلیہ پر انھیں اعتماد نہ تھا، مقدمات میں ہمیشہ مصالحت کرا دیتے تھے، دینداری کا یہ عالم تھا، کہ جب وفات پانے لگے، اور ان کے قائم مقام کی بابت استفسار کیا گیا، تو پورے جزیرہ میں انکی نگاہ میں اس عہدہ کے لائق کوئی نظر نہیں آیا،

قاضی ابو ابراہیم اسحاق بن الماعلی قاضی ابو ابراہیم اسحاق بن الماعلی صقلیہ ہی کے رہنے والے تھے، عثمان بن خزار کے بعد اس عہدۂ قضاء پر مامور ہوئے[3]

اس کے بعد صقلیہ کی اسلامی حکومت کے آخری دور تک کون کون لوگ اس عہدہ پر آئے

---

[1] کتاب اکمال السیلہ فی علی جزیرۃ صقلیہ در یادگاری مضامین جلد ۱ ص ۲۹۲ [2] خریدۃ القصر در ذکر صقلیہ و معجم البلدان ج ۵ ص ۳۰۳، [3] معجم البلدان جلد ۵ صفحہ ۳۰۳،

دیوان المظالم

دیوان [illegible] عدالت وقضا، کی ایک شاخ ہے، اگرچہ یہ اُس صیغہ کے ماتحت نہیں تھا. اس عدالت میں امرا و عمالِ حکومت کے خلاف مقدمات دائر ہوتے تھے ، فریق مقدمہ خواہ حکومت کا معمولی عہدہ دار ہوتا یا فرمانروا خانوادہ کا شاہزادہ سب کو حاضر عدالت ہونا پڑتا تھا،

صقلیہ میں اسکی زیادہ ضرورت خصوصاً اسلئے تھی، کہ یہاں کی عدالتون مین سیاسی مقدمات پیش نہیں ہوتے تھے، اسلئے جب حکام اپنے زمانہ حکومت میں جابرانہ روش اختیار کرتے، ناکردہ گناہوں کو مجرم [illegible] دوسروں کے مال پر جابرانہ قبضہ کرتے تھے تو ان سب کے خلاف یہاں مقدمات دائر ہوتے، اور [illegible] کیا جاتا، اور اس طرح عملاً عمالِ حکومت کی ان بدعنوانیوں کا بھی سدِ باب ہوجاتا جن سے سیاسی مقدمات کے فیصلہ میں ان سے سرزد ہونے کا امکان ہوتا،

اسلامی عہد کے دیوان المظالم کا نظام مکمل تھا، نارمنوں نے بھی اسکو اوسی طرح قائم رکھا، اور عیسائی مورخین کے بقول یورپ میں اس سے ایک نئی قسم کی عدالت کا رواج ہوا[1]

محکمۂ شرطہ

محکمۂ شرطہ (پولیس) بھی گویا شعبۂ عدالت کی ایک کڑی تھی، یہ ایک حد تک عدالت کو تفتیش جرائم میں مدد دیتا، عدالت کے فیصلوں کو نافذ کراتا، شرعی معاصی مے نوشی اور زنا وغیرہ پر حدود شرعی [illegible] جرائم کا انسداد کرتا، اور روپوش مجرموں کی جستجو کرتا تھا

[1] نہایۃ الارب نویری دراماری، تاریخ التمدن الاسلامی جرجی زیدان.

صاحب الشرطہ اس محکمہ کے افسر اعلیٰ کو "صاحب الشرطہ" کہتے تھے، ابوالفضل احمد بن علی الفہری صاحب الشرطہ کا نام تاریخوں میں آیا ہے[1]

ایک مرتبہ مغرب کا مشہور شاعر ابن عبدوب صقلیہ پہنچا، اسوقت ثقۃ الدولہ صقلیہ کا فرمانروا تھا، اسکی شان میں ایک قصیدہ پیش کیا، لیکن اس کو اس کا دلخواہ صلہ نہ ملا جھنجھلا کر ایک ہجو لکھ ڈالی، شدہ شدہ ارباب حکومت تک خبر پہنچی، اسکی گرفتاری کا حکم جاری ہوا، یہ روپوش ہو گیا، مدتوں تلاش جاری رہی، آخر ایک دن شراب کے نشہ سے مست باہر نکل پڑا، پولیس نے فوراً گرفتار کر لیا، اور ثقۃ الدولہ کے سامنے لیجا کر پیش کیا[2]

دارالحبس

دارالحبس (جیلخانہ) کے قائم کرنے کا رواج اسلامی حکومتوں میں ہو چکا تھا، چنانچہ صقلیہ میں بھی قائم (البرم) میں جیلخانہ قائم تھا[3]

دیوان الجیوش

دیوان اسلامی حکومت میں "دیوان" کے لفظ کا اطلاق ابتداءً "فوجی دفتر" پر کیا جاتا تھا، گو بعد میں بھی بغیر کسی اضافت و انتساب کے اس لفظ کے معنی "فوجی دفتر" کے تھے تاہم بعض موقعوں پر دوسرے دفاتر سے تمیز کرنے کیلئے اسکو کبھی "دیوان الجیش" یا "دیوان الجیوش" بھی کہتے تھے، چنانچہ صقلیہ کی سلاطین حکومت میں بھی دیوان کا لفظ فوجی دفتر کیلئے مخصوص تھا، صقلیہ کا یہ دیوان البرم کے نوابادی حصہ میں قائم تھا[4]

---

[1] خریدۃ القصر، جریدۃ العصر دراماری ص۵۹۲، [2] ابن خلکان جلد ۴ ص۱۳۰ [3] ابن حوقل دراماری ص۷۵

صقلیہ پر حملہ اور اسلامی لشکر اسلامی فوج کا یہ نمایاں پہلو رہا ہے کہ اوس کی تقسیم ہمیشہ قبیلوں پر ہی، پھر عرب اور عجم کی تفریق قائم ہوئی، اسلئے صقلیہ کی اسلامی فوج میں بھی یہ تقسیمیں موجود تھیں،

عربی فوج صقلیہ پر جو ابتدائی حملہ براہ راست مرکزی دارالخلافت کی نگرانی میں ہوا تھا، وہ اسکے افریقہ کے زیر اقتدار آنے سے پیشتر ہوا تھا، اور یہ مستند طور پر معلوم ہے، کہ اس عہد تک اسلام کی مرکزی حکومت کے لشکر میں صرف عرب عنصر تھا، اسلئے صقلیہ پر ابتدائی اسلامی حملہ خالص عربی لشکر کے ہاتھوں انجام پایا،

بربری فوج اس کے بعد گو اسلام کی مرکزی حکومت کی فوج میں عجمیوں کا داخلہ اموی دور کے بعد عباسی عہد میں ہوا لیکن صقلیہ کی حملہ آور فوج میں عہد اموی میں بھی عرب قبائل کے دوش بدوش عجمی قبائل صف آرا تھے، ان عجمی قبائل سے ہماری مراد بربر ہے، جب افریقہ مفتوح ہوا، تو بربر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے وہ ہمیشہ سے ایک جنگجو قوم تھے، اسلئے ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد ان کی جنگی قوتوں میں اور نشو و نما ہوئی اور وہ رومی ممالک تاخت و تاراج میں عربوں کے شریک ہوگئے،

عربی لشکر میں قبائل بربر کی شرکت کا آغاز حسان بن نعمان والی افریقہ کے عہد سے شروع ہوتا ہے، بار بار کی ناکامیوں کے بعد آخر میں جب وہ مغلوب ہوگئے تو اس شرط پر انھیں امان دی گئی کہ قبائل بربر میں سے حسب حصہ، سب ۱۲ ہزار اشخاص اسلامی لشکر میں داخل ہوں جو عربوں کے ساتھ ملکر افریقہ کو رومیوں سے خالی کرائیں، چنانچہ یہ بارہ ہزار اشخاص افریقہ کی مشہور کاہنہ کے دو لڑکوں کی سرکردگی میں اسلامی لشکر میں داخل ہوئے اور سارے شمالی افریقہ پر انہی کی مدد سے قبضہ کرکے بزنطی حکومت کا یہاں سے خاتمہ کیا گیا،

افریقہ کی فتح کے بعد جب جزائر پر حملے شروع ہوئے، جن میں صقلیہ پر ابتدائی حملے شامل تھے، تو ان میں ان بربریوں نے بھی شرکت کی، پھر ۲۱۲ھ کے آخری فاتحانہ حملہ میں بھی عرب قبیلوں کے ساتھ

۱؎ فتوح دراماری ص۱۵۶

Marfat.com

بربری قبیلوں کے افراد بہ کثرت شریک تھے،

اسلامی لشکر میں رومی فوج

اس کے بعد جب ۲۱۲ھ میں یہ اسلامی لشکر مازر پہنچا، تو خلاف توقع تیرے دن صقلیہ کے مشہور رومی ہیرو فمی کی فوج کا وہ باقیماندہ حصہ بھی اسلامی فوج میں آکر شامل ہوگیا، جو مسلمانوں کی آمد کا منتظر تھا، لیکن جیسا کہ معلوم ہوچکا ہے، رومیوں کا یہ گروہ بغیر کسی ایک حملہ میں شرکت کئے اسلامی لشکر سے علیحدہ کردیا گیا، اسلئے اسلامی لشکر میں رومیوں کی چند روزہ موجودگی کو ان کی شرکت سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا،

صقلیہ کے اسلامی لشکر میں اندلسی عرب

اسکے بعد بعض اتفاقی واقعات کے ماتحت ۲۱۵ھ میں اندلسی بیڑے میں بعض آزاد سرداروں کی سرکردگی میں اندلسی عربوں کا ایک دستہ آیا، اور افریقی فوج کے پہلو بہ پہلو خدمات انجام دینے لگا، اس اندلسی دستہ کی وجہ سے صقلیہ میں مسلمانوں کو بعض اہم فوائد حاصل ہوئے، اور اس سے اندلسی عربوں کو بھی کچھ رسوخ حاصل ہوچلا تھا، لیکن بہت جلد ان کو مغلوب ہوکر افریقی فوج کی برتری قبول کرنی پڑی، اور ان کو کوئی قابلِ ذکر حیثیت صقلیہ میں حاصل نہیں ہوئی، اور پھر بعد میں صقلیہ کے اسلامی لشکر میں اندلسی عرب شامل ہوئے،

افریقی فوجوں کی کمک صقلیہ میں

جب تک اغالبہ صقلیہ پر برسر اقتدار رہے، حسب ضرورت افریقیہ سے فوجی کمک صقلیہ آتی رہی، صقلیہ کے نام پر افریقیہ میں فوجیں فراہم کیجاتیں، اور اوسکے لئے بڑی بڑی تنخواہوں اور انعاموں کا اعلان کیا جاتا، علاوہ ازیں یہاں دشمنوں سے جہاد کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا، اسلئے لوگ مالِ غنیمت سے فائدہ اٹھانے کے خیال سے بڑی تعداد میں فوجوں میں شریک ہوتے اور جب کوئی نیا والی، افریقیہ سے صقلیہ آتا، یا یہاں کوئی نیا واقعہ ظہور پذیر ہوتا، تو افریقیہ سے فوجی کمک روانہ کیجاتی،

اسلئے درحقیقت صقلیہ کے فوجی نظم و نسق میں فوجوں کی فراہمی کا حقیقی تعلق براہ راست حکومت

Marfat.com

افریقہ سے قائم تھا، اور حسب ضرورت وہیں کی فوج صقلیہ کر خدمات انجام دیتی تھی،

لیکن اس کے ساتھ صقلیہ کے دیوان میں بھی فوج کا انتظام قائم رہتا، کیونکہ جو فوجیں مختلف زمانوں میں افریقہ سے صقلیہ آتیں، وہ یہاں کی وقتی ضرورتیں پوری کرتیں اور جس حصۂ ملک پر قابض ہوتیں، وہ مقام انھیں بطور نوآبادی کے دیدیا جاتا، اور وہاں بود و باش اختیار کرلیتیں، اس طرح مختلف زمانوں میں افریقہ کی فوج کا بیشتر حصہ صقلیہ میں آکر فوجی زندگی چھوڑ کر شہری زندگی بسر کرنے لگتا، پھر یہ معزز شہری حسب ضرورت نہایت جنگجو سپاہی بھی بن جاتے،

اسلئے حقیقت میں تاریخ صقلیہ میں ہم جہاں کہیں کسی صقلی فوج کا تذکرہ دیکھتے ہیں، جو بغاوت کے موقعوں پر اکٹھا ہوتی تھی، اوس سے مراد یہی شہری ہوتے ہیں جنھوں نے فوجی خدمات سے سبکدوش ہوکر شہری زندگی اختیار کرلی تھی،

اس لئے ہمیں اس صقلی فوج سے کبھی فریب نہ کھانا چاہیے، جیسا کہ بعض مورخین کو خیال ہوا ہے، کہ اس سے مراد یہاں کے قدیم باشندے ہیں، یہاں کے قدیم باشندے ہمیشہ فوجی خدمات سے مستثنیٰ رہے، البتہ صقلیہ کے وہ قدیم باشندے جنھوں نے اسلام قبول کرلیا تھا، ان میں کا ایک حصہ اسلامی فوج میں معمولی ضروریات کیلئے داخل کرلیا گیا تھا، کیونکہ مسلمانانِ صقلیہ میں اس وقت تک جو جنگی روح موجود تھی، اس لحاظ سے گویا صقلیہ کا ہر کلمہ گو وہاں کی اسلامی فوج کا ایک سپاہی تھا، اور ضرورت کے وقت مسلح ہوکر میدانِ جنگ میں آجاتا تھا، اور یہی حالات دولتِ اغالبہ اور پھر فاطمہ کے ابتدائی عہد تک قائم رہے،

پھر جب کلبیین کی آزاد و خود مختار حکومت کا دور آیا، تو صقلیہ کے فوجی نظام میں بھی فرق آیا، اسوقت تمام رؤسا، امرا، تجار، صناع، اور گلہ بان و مزارعین وغیرہ کا طبقہ فوج سے الگ کر چکا تھا، اور دوسری طرف حالات میں بھی ایسا تغیر ہوا کہ دولت کلبیہ حکومت افریقیہ یا مصر سے

Marfat.com

یک گونہ آزاد ہو گئی، اور صقلیہ کی فوج کا بڑا بار خود حکومت صقلیہ کے دیوان انجیوش پر ماند ہو گیا،

چنانچہ اس زمانہ میں صقلیہ میں فوجی اور شہری ایک دوسرے سے الگ نظر آتے ہیں فوجی باشندے

چھاؤنی میں رہتے، اسکو ملک کی زراعت و تجارت وغیرہ سے کوئی سروکار نہ ہوتا، وہ صرف ضرورت

کے وقت مصالح کے ماتحت چھاؤنیوں سے باہر نکلتے، دولت اغالبہ میں بھی صقلیہ میں شہری تھے

لیکن وہ ضرورت کیوقت مسلح ہو کر میدان جنگ میں اترآتے تھے، مگر دولت کلبیہ کے عہد میں

متمول اور بارسوخ اعیان الحال طبقہ رئیسانہ طرز زندگی اختیار کر کے محلات میں مقیم ہو گیا تھا، اسی لیے وہ صرف

اسکے نظم و نسق سے کسی قدر تعلق قائم رکھتے تھے،

اس دور میں افریقیہ سے فوج کی آمد بند ہو جانے کی وجہ سے یہاں کے نو مسلم کثیر تعداد میں فوج

میں داخل کیے گئے، اور اسی دور میں صقلیہ کی فوج میں قبائلی نسل اور وطنی تقسیم پیدا ہو گئی، چنانچہ

بربر جنمیں بنو کتامہ کو اکثریت تھی، عرب، موالی، و لاۃ صقلیہ اور اسی کے قدیم باشندے اس عہد

میں فوج کی نمایاں جماعتیں تھیں، اور عام شہری آبادی میں بھی انہی کو رسوخ حاصل تھا، اور اسی

اثر و رسوخ سے حکومت کے معاملات میں بھی دخیل ہوتے تھے، اور اس سبب سے اہل صقلیہ

کا رفرما تھی، دولت کلبیہ کے بعض فرمانرواؤں نے فوج کی اس قبائلی و قومی عصبیت سے فائدہ

اوٹھانا چاہا، اور اپنی حمایت سے اسکو مزید استحکام پہنچایا، لیکن بالآخر اسی عصبیت کی بدولت دولت

کلبیہ کو زوال آیا، اور بالآخر اسلام کا آفتاب بھی صقلیہ سے غروب ہو گیا،

سپہ سالار اور فوجی افسر، سپہ سالار کا مستقل عہدہ بلرم کی تسخیر کے بعد سے قائم ہوا تھا، اور اسی

ونسق میں زیادہ مصروف ہو گیا، اور اس سے پہلے وہی ولاۃ صقلیہ فوج کے سپہ سالار بھی ہوتے تھے،

بعد سپہ سالار کی فوج کی شہری [illegible]

والی صقلیہ کا رتبہ یہ تھا کہ اس منصب پر فائز ہوتا، جو آئندہ چل کر ولایت کے فرائض انجام دیتا، اور وہ

Marfat.com

ن فوجی افسر ہوتے، جو افریقیہ کی امدادی فوج کے افسر بنکر آتے،

اسلئے صقلیہ کے سپہ سالارون میں زیادہ تعداد ایسے ہی اشخاص کی نکلتی ہے، جو اپنے عہدۂ سپہ سالاری سے پہلے یا اسکے بعد صقلیہ کی ولایت پر بھی فائز ہوے، یا اگر صقلیہ کی ولایت پر نہیں تو اس کے کسی صوبہ کی ولایت پر مامور کیے گئے،

ولاۃ صقلیہ کے ان خدمات کے علاوہ جو وہ خود لڑائیون مین شریک ہو کر انجام دیتے، ذیل کے سپہ سالارون نے نمایان خدمات انجام دیے،

سلیمان بن عافیہ، طرطوسی، (سنہ ۲۱۵ھ) اصبغ بن وکیل اندلسی، (سنہ ۲۱۵ھ) محمد بن سالم، (سنہ ۲۲۰ھ) فضل بن یعقوب (سنہ ۲۲۰ھ) عبد السلام بن وہاب، (سنہ ۲۲۲ھ) عباس بن فضل بن یعقوب، (سنہ ۲۲۶ھ) فضل بن جعفر ہمدانی (سنہ ۲۲۸ھ) رباح، (سنہ ۲۳۰ھ) محمد بن خفاجہ (سنہ ۲۴۸ھ) محمد بن خفاجہ، حسین بن رباح، (سنہ ۲۶۴ھ) حسین بن عباس (سنہ ۲۶۷ھ) حارب صقلبی، مفرج بن سالم، حسین بن احمد، (سنہ ۲۷۱ھ) سوادہ بن محمد بن خفاجہ، (سنہ ۲۷۱ھ) اور محمد بن فضل، (سنہ ۲۷۹ھ) وغیرہ،

اس کے بعد دولتِ کلبیہ کے عہد میں بالعموم صقلیہ کا ولی عہد سپہ سالار مقرر کیا جاتا، جو فرمانروائے صقلیہ کے بعد زمام حکومت سنبھال لیتا، اسلئے ان کے علاوہ اور دوسری اہم شخصیتیں بھی ایسی ہین جنھوں نے اس عہدہ کے فرائض انجام دئے، جنمیں سے بنو فاطمہ کے عہدِ اغاز مین قوارب، مسعود، اور صاحب صقلیہ کی فوج کے سپہ سالار بنکر یہاں پہنچے، پھر دولتِ کلبیہ کے آغاز کے بعد فرح صقلی، عمار، اور ابن عمار وغیرہ ہین

دولتِ کلبیہ کے زوال کے بعد جب طوائف الملوکی پھیلی، تو پھر ہر خود سر والی سپہ سالار تھا، اور نیز اسی زمانہ میں معز بن بادیس کے لڑکے عبد اللہ اور علی افریقہ کے امدادی لشکر کے سپہ سالار تھے،

فوجی چھاؤنی صقلیہ مین اسلامی لشکر کی سب سے پہلی چھاؤنی مازر میں قائم ہوئی، اور اس کے بعد ایک

Marfat.com

چھاؤنی کی بنیاد قصریانہ کے محاصرہ میں اسوقت پڑی جب مسلمانوں نے جہازوں کو نذر آتش کرکے اپنی اور صقلیہ کی قسمت کا آخری فیصلہ کر ڈالا، اور قصریانہ کی فتح میں دیر ہوجانے کے باعث شہر سے باہر اسی میدان محاصرہ میں اسلامی فوج کے قیام کیلئے پختہ بارکیں تعمیر کریں،

مرکزی چھاؤنی، بلرم کی فتح کے بعد اس کا قدیم قلعہ، اسلامی فوج کی سکونت کیلئے مخصوص ہوا، یہی مقام اسلامی حکومت کی مرکزی چھاؤنی قرار دیا گیا، پھر جب خالصہ کی تعمیر ہوئی، اور حکومت کے تمام دفاتر کیلئے علیحدہ علیحدہ عمارتیں نہیں، تو فوجی دفتر کے ساتھ فوجی چھاؤنی کی بنا بھی پڑی، جو ان دفتری عمارتوں سے بھی ہٹکر واقع عباس کے کنارے ایک جدا مقام میں قائم کیگئی، اور یہ مقام معسکر یا معسکر سے موسوم ہوا، اور آخر وقت تک صقلیہ کی مرکزی اسلامی چھاؤنی رہا،

ملک کی اندرونی چھاؤنیاں صقلیہ کے قدیم عہد میں کچھ ایسے حالات تھے، کہ وہاں کی ہر ایک آبادی بجائے خود ایک مستحکم اور مسلح قلعہ تھی لیکن جیسا معلوم ہوچکا ہے، اسلامی حکومت نے اپنے مقبوضات میں مختلف اہم شہروں کی حفاظت کیلئے جداگانہ قلعوں کا اہتمام بھی کیا تھا، اور اس طریقہ سے ملک میں جابجا مسلمی قلعوں کی شکل میں فوجی چھاؤنیاں قائم ہوگئی تھیں،

قلعے، صقلیہ کے اندرون ملک میں جس سیاسی نوعیت سے قلعوں کی کثرت تھی، اس کا تذکرہ گذر چکا ہے، قلعوں کی مجموعی تعداد ۳۲۰ بیان کیجاتی ہے جنمیں ابن القطاع کے بیان کے روسے اندرون ملک میں کم سے کم ۱۲ عدد ایسے قلعے تھے، جنکی حیثیت جنگی قلعوں کی تھی، جنگ میں اون سے کام لیا جاتا تھا لیکن وہ کون کون تھے، اس کا فیصلہ دشوار ہے، ابن فضل اللہ العمری نے اہم قلعوں کو یکجا درج کیا ہے جو ۲۰ ہیں، لیکن ان میں سے بعض میں شہری آبادیاں بھی تھیں بہرحال وہ حسب ذیل ہیں:-

قلعہ قواب[1] حصن[2] ہیفیو[3] حصن جاطو[4] حصن طرزی[5] حصن قرلیون[6] قلعہ الطریق[7] حصن برزو[8] حصن مایہ[9] حصن ثم

[1] ابن حوقل و مارمی، ص ۵ و معجم البلدان، ج ۴ ص ۲۶۵

حصن ابلستین، قلعہ مرعش، قلعہ کیزون، قلعہ [illegible]، قلعہ بغراس، قلعہ [illegible]، حصن الملاحہ، حصن طرابلس، قلعہ انی ثور،
حصن عارہ، حصن [illegible]، حصن المینقیر، حصن بیمی، قلعہ بصرا، حصن زطیون، حصن المہ، حصن قسطلون،
[illegible]

درپئے ہے ان مذکورہ بالا قلعوں کے علاوہ جن دوسرے قلعوں کا تذکرہ کیا ہے، ان میں سے قابلِ ذکر حسب ذیل ہیں:۔

حصن لیری، قصر سعد، قصر جعفر، حصن خزاں، حصن برزانہ، حصن جاملو، قصر نوبو، حصن بطلاری، قلعہ بلوط، حصن میرجا، حصن الحمہ، حصن المدارج، قصر ابن منکود، قلعہ مورد، حصن منشا، حصن سابوقہ، قلعہ النساء، حصن جزر، شقوب، حصن طابس، حصن بلرلو۔

فوج کی تنخواہیں، فوج کی تنخواہیں بالعموم بصورت زر ادا کرنے کے بجائے بصورتِ جاگیر دیجاتی تھیں، فوج کے معزز عہدہ دار ایک ایک علاقہ پر قابض ہوتے، ان کا ایک منصب مقرر ہوتا، اور فرائض میں یہ ہوتا کہ حسب طلب ایک مقررہ تعداد میں فوج لیکر دربار حکومت میں حاضر ہوں، چنانچہ وہی عہدہ دار زمیندار کی حیثیت رکھتے، اور وہاں کے باشندے عام کاشتکار ہوتے، علاوہ ازیں اسلام کی شرعی تقسیم کے رو سے مال غنیمت میں فوج کے جو حصے مقرر ہیں، ان پر صقلیہ میں بھی عملدرآمد جاری تھا، صقلیہ کے رومی علاقوں اور آبادی پر بیشمار تاخیتن ہوتی تھیں، اور بیشمار مالِ غنیمت ہاتھ آتا تھا، فوج کا ہر پیادہ سپاہی حصہ رسدی کے مطابق ان کا حقدار تھا، اور سال میں وافر دولت ہر ایک سپاہی کے پاس جمع ہو جاتی تھی، نیز سپاہیوں کو مقررہ رقموں کے دیے جانے کی مثال بھی ملتی ہے، چنانچہ جب ابراہیم [illegible] روانہ ہونے لگا، تو ہر سوار کو ۲۰۰۰ اور پیادہ سپاہی کو ۱۰۰۰ دینار دیے گئے، اسکے

[illegible] صقلیہ، تاریخ مشتاق ذکر مذکورہ بالا مقامات، و مذہب مسالک الابصار

[illegible]

Marfat.com

بعد جب فوج شہری آبادی سے جدا کر دیگئی، تو ان کی ماہانہ تنخواہیں مقرر ہوئیں، اور مال غنیمت بہ حصہ رسد علیحدہ ملتا،

دیوان دارالصناعۃ صقلیہ پر عربوں کے ابتدائی حملے کے بیان میں ٹیونس کے اوس دارالصناعہ کا بیان گذر چکا ہے، جسکو حسان نے صقلیہ کے حملہ کے سلسلہ میں جہاز سازی اور آلات حرب کی صنعت کیلئے قائم کیا تھا، اور پھر موسیٰ بن نصیر نے اس طرف دوبارہ توجہ کی، اور سمندر سے اسکے ۱۲ میل کے بعد کو دور کر دیا،

افریقیہ کا یہ دارالصناعہ برابر قائم رہا، اور جیسے جیسے صقلیہ کو فوجی امداد کی ضرورت پڑتی گئی، اسکو مزید ترقی ہوتی گئی، چنانچہ ایک اغلبی تاجدار نے اپنے عہد حکومت میں صقلیہ کے بحری استحکام کیلئے دارالصناعہ میں جہازوں کی تعمیر کا حکم صادر کیا، اور جب اس سلسلہ میں مزید اراضی کی ضرورت پڑی، تو حکومت وقت اسلامی قبرستان کو برابر کرنے سے بھی باز نہ آئی، اور اس کی تمام قبریں برابر کر دیگئیں، صرف شیخ یحییٰ بن عمر بن یوسف اندلسی کی قبر اپنی اصلی حالت پر چھوڑ دی گئی، اور اس استثناء کی وجہ یہ بیان کی گئی، کہ "یہ ایک عابد و زاہد کی قبر ہے، ہمیں اکثر اس قبر پر شب کے وقت تیز تیز شعاعیں نکلتی نظر آتی ہیں، اسلئے ہم اس کے مسمار کرنے کی ہمت نہ کر سکے"[1] افریقیہ کا یہ دارالصناعہ اغالبہ کے ابتدائی عہد میں صقلیہ کی تمام بحری ضروریات کو پورا کرتا رہا،

لیکن صقلیہ کے جزیرہ ہونے کی وجہ سے اسکے بحری استحکام کی زیادہ ضرورت تھی، اسلئے صرف اوس ایک دارالصناعہ سے ضروریات پوری نہیں ہو سکتی تھیں، اسلئے خود جزیرہ میں بھی ایک دارالصناعہ کا اعلیٰ پیمانہ پر اہتمام کیا گیا، چنانچہ صقلیہ کے نظام حکومت میں ایک مستقل شعبہ "دیوان دارالصناعۃ" کے نام سے قائم تھا، اس محکمہ کا ایک افسر اعلیٰ مقرر ہوا، جو صاحب دیوان الصناعہ کہلاتا، ابوالحسن علی بن المعلم صاحب دیوان الصناعۃ کا ذکر آتا ہے[2]،

صقلیہ کے دارالصناعہ صقلیہ میں سب سے پہلا دارالصناعۃ بلرم (خالصہ) میں قائم ہوا، ابن حوقل لکھتا ہے

[1] ریاض النفوس دراماری ص ۱۰۰، ۱۰۱، [2] کتاب الحان المیسار در یادگاری مضامین عبد اص ۲۹۶،

وفیھا.... دار صناعۃ البحر یعنی" اور یہیں بحری کارخانہ ہے"[1]

دار الصناعہ بلرم کے کاریگر اور مزدور

دار الصناعہ بلرم میں بنو کتامہ کے موالی بڑی تعداد میں کام کرتے تھے، اور امتداد زمانہ سے وہ اس پر اس قدر حاوی ہو گئے، کہ جب والی صقلیہ یعیش نے اس میں زیادہ تر قبائل کے کاریگروں اور مزدوروں کو بھرتی کر دیا، تو سخت ہنگامہ برپا ہو گیا اور کشت و خون تک نوبت پہنچی، اگرچہ اس موقع پر موالی بنو کتامہ بڑی تعداد میں مارے گئے، مگر نتیجۃً یعیش کو شکست ہوئی، اور اسے حکومت سے دست بردار ہونا پڑا، دار الصناعہ پر آخر وقت تک موالی بنو کتامہ کا قبضہ رہا،

جہاز سازی کا سامان

اس دار الصناعہ کا خام مسالہ صقلیہ ہی سے حاصل کیا جاتا تھا، جہاز کی لکڑیاں یہاں کے جنگلوں سے لائی جاتیں، اور لوہا بلرم کے قریب کی ایک کان سے لایا جاتا تھا، جو قصبہ بلہرا میں واقع تھی،

دار الصناعہ مسینا

دوسرا دار الصناعہ مسینا میں قائم تھا، اسمیں مسینا ہی کی ایک کان کا لوہا صرف ہوتا تھا، ابن جبیر لکھتا ہے:-

"یہاں ایک شاہی دار الصناعہ ہے جسمیں بے شمار جہاز کھڑے رہتے ہیں"

دار الصناعہ بادی

تیسرا دار الصناعہ سرزمین ایطالیہ کے شہر بادی میں قائم تھا، اسمیں اٹلی کی اسلامی حکومت کیلئے جہاز اور اسلحہ تیار کئے جاتے تھے[2]

جنگی بیڑے،

صقلیہ کے اسلامی عہد میں جزیرہ کے سیاسی حالات جسقدر پر آشوب رہے، اسی قدر یہاں کے جنگی بیڑے مستحکم نظر آتے ہیں، صقلیہ کی اسلامی حکومت اپنے دور میں حکومت بزنطی قسطنطنیہ اور اٹلی کی مختلف حکومتوں سے معرکہ آرا رہی، اسلئے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے، یہاں کے جنگی بیڑے اس قدر مستحکم تھے

[1] ابن حوقل دراماری ص۵، [2] مسالک الابصار ابن فضل اللہ الدمشقی دراماری ص۱۵۱ و رحلۃ ابن جبیر ص۳۲۶ بتحقیق ڈوزی مشہور

کہ انھیں بحر روم پر فرمانروائی حاصل تھی، اور اسی بحری طاقت کی وجہ سے بحر روم کے بکثرت جزیرون اور جنوبی اٹلی پر اسلامی اقتدار رہا۔

صقلیہ کے جنگی بیڑے صنعت کے اعتبار سے اس عہد کے ترقی یافتہ جہازون اور کشتیوں پر مشتمل تھے، ان کے جہاز لکڑیون کے تختوں کے ہوتے، جو لوہے کی میخون سے جڑے جاتے، اور ڈانڈا اور بادبان کے ذریعہ چلائے جاتے تھے، ایک جنگی بیڑے میں بالعموم تین قسم کے جہاز اور کشتیان ہوتی تھیں:-

شینی، جسکی جمع شوانی اور شنیات آئی ہے، صقلیہ کے جنگی بیڑون کا ایک لازمی جزو تھی، گو عرب مورخین صقلیہ کے بحری حملوں میں اجمالی لفظ اسطول یا اساطیل (یعنی جنگی بیڑا یا جنگی بیڑے) استعمال کرتے ہیں، لیکن جہان کسی موقع پر بیڑے کی تفصیل آئی ہے، اسمین شینی کا ذکر خصوصیت سے موجود ہے، موسیو لیبان نے تاریخ جزیرۂ صقلیہ کے اس قدیم نسخہ سے جو پوپ کے کتبخانہ میں محفوظ ہے، اپنے ایک حاشیہ میں حسب ذیل عبارت نقل کی ہے:-

واما الشینی وسمی الغراب فانه	اور شینی جسکو غراب بھی کہتے ہیں، اوس قسم کی
یجذف بمایة واربعین مجذافا	کشتی ہے، جو اکیسو چالیس ڈانڈون سے چلائی جاتی
وفیه المقاتلة والمجذافون	ہے اور اس پر سپاہی اور ملاح سوار ہوتے ہین[1]

مراکب، یہ سامان رسد اور اسلحہ کیلئے بیڑے کے ساتھ ہوتی تھیں،

طریدہ، یہ چھوٹی کشتیان تھین، جن پر گھوڑے وغیرہ لیجائے جاتے تھے،

امیر البحر، جنگی بیڑے امیر البحر کے ماتحت ہوتے تھے، جسکو "امیر البحر" یا "امیر الاساطیل" کہا جاتا تھا، قاعدہ

[1] تاریخ تمدن عرب، ضمیمہ دوم ص ۹، [2] ابن اثیر کے اون حوادث میں دیکھا جائے جنمیں صقلیہ کے بحری حملون کا ذکر ہے، حوادث ۲۷۸ھ میں ایک نارمن بیڑے کے ضمن میں ان کا مجموعی تذکرہ بھی ہے،

Marfat.com

وغیرہ امیر البحر کا تذکرہ سیاسی تاریخ میں گذرا ہے،

آلاتِ حرب سپاہیوں کے اوزاروں میں قدیم اسلحہ، تلوار، نیزے، تیر، کمان، ڈھال خود اور زرہ وغیرہ تھے،

محاصرہ شکن آلات میں منجنیق اور دبابہ قابلِ ذکر ہیں، منجنیق قلعوں اور شہروں پر پتھر برساتی دبابہ ایک ایسا آلہ تھا جس سے قلعہ کی دیوار میں نقب لگاتے، اور نقب زن اوس آلہ میں بیٹھے رہتے، اور اسی کے ذریعہ سے اندر پہنچ جاتے، عہد اسلامی کا یہ دبابہ موجودہ زمانہ کے عسکری آلہ ٹینک سے ظاہری صورت اور ہیئت روائی میں مشابہ تھا،

صقلیہ میں ان آلات کے استعمال کا تصریحی ذکر قصریانہ اور سرقوسہ کے محاصروں میں آیا ہے،

آتشیں مادے:- صقلیہ کی لڑائیوں میں آتشیں مادوں میں سے دو چیزوں نفت اور نایونا کا ذکر ملتا ہے،

نفت ایک قسم کا آتشیں سیال مادہ ہے، جسکو خاص آلات سے دشمن کی فوج میں پھینکتے تھے، نفت جزیرہ ہی سے حاصل کیا جاتا تھا، یہاں اسکے تین بڑے بڑے کنوئیں تھے، اسلامی حکومت نے اس کے نکالنے کا خاص اہتمام کیا تھا، یہ تینوں کنوئیں، کوہ اٹنا کے قریب واقع تھے، حسن اتفاق سے ان کنوؤں سے نفت نکالنے کی پوری تفصیل بھی تاریخ میں محفوظ ہے، فزدیی کا بیان ہے، کہ نفت کا مادہ ان گہرے کنوؤں میں موسم بہار کے شروع ہوتے ہی آجاتا تھا، اور بہار کے ختم ہوتے ہوتے کنوئیں خشک ہوجاتے تھے، مادہ کو حاصل کرنے کے لئے ان میں سیڑھیاں بنالی گئی تھیں، ان میں اترنے والوں کیلئے خاص قسم کے حفاظت کرنے والے لباس تیار کئے گئے تھے، کیونکہ ذرا سی کمی کے سبب آتشیں لہر ہوتی تھی، جو ایک ہی سانس ان کی ہلاکت کا باعث بنجاتی، علاوہ ازیں اس مادہ میں جمادینے کی خاصیت بھی تھی،

Marfat.com

اس لئے ان کے لبادے ایسے بنائے جاتے تھے جنمیں منفذ نہیں ہوتے تھے، پورا جسم ڈھکا رہتا تھا، سانس کے نتھنے بھی بند رہتے تھے، اس لبادہ کو پہن کر کنوؤں میں اترتے تھے، بڑے بڑے برتن کنوؤں میں پہلے سے اوتار دئے جاتے اور [illegible] اس سیال مادہ کو جمع کر لیتے اوپر بھیجتے جاتے اس سیال مادہ پر روغن کی ایک بھاپ اٹھتی جسکو چھانٹ چھانٹ کر بوتلوں میں بند کر لیتے جاتے یہی چیز نفت تھی[1]

دشمنوں پر اچھالنے کا طریقہ یہ تھا کہ اوسکو شیشہ کی ایک خاص قسم کی بوتلوں میں جنھیں اصطلاحاً قوارہ کہا جاتا تھا، اونڈیل کر بند کرتے، اور پھر ان میں ایک گرز پیوست کر دیتے، اور میدان جنگ میں گھوڑوں پر سوار ہو کر ان گرزوں کو زور زور سے گھما کر ان بوتلوں کو دشمن کی صفوں پر پھینکتے، جو وہاں پہنچکر چکنا چور ہو جاتیں، اور نفت کا وہ آتشیں مادہ صفوں کی صفیں برباد کر ڈالتا[2]

دوسرا آتشیں مادہ نارینجانیہ تھا، یہ بالعموم بحری لڑائیوں میں استعمال کیا جاتا تھا اسکی بڑی خاصیت یہ تھی کہ وہ پانی میں نہیں بجھتی، اور زیر آب بھی کام کرتی تھی، چنانچہ بحر روم کے [illegible] صقلیہ کے عربوں نے اسی کے ذریعہ برباد کئے، موسیو لیبان کی تحقیق میں نارینجانیہ گندھک، گوند اور چربی وغیرہ جیسی جلنے والی چیزوں سے مرکب ہوتی تھی[3]

لیکن یورپ کے ایک دوسرے محقق پروفیسر جارج یعقوب کی تحقیق میں نارینجانیہ اور نفت دونوں ایک ہی چیز ہیں[4] مگر عربی تاریخوں میں ان دونوں کے استعمال کا تذکرہ دو جداگانہ ناموں سے کیا گیا ہے،

صقلیہ کا اسلامی جھنڈا

صقلیہ میں اسلامی جھنڈا سبز رنگ کا تھا جس پر سیاہ برج بنا ہوتا تھا[5]

---

[1] آثار البلاد و اخبار العباد قزوینی ص ۴۴۰ طبع ۱۸۸۳ء، [2] الفتح القسی ص ۲۳۰، [3] تمدن عرب ص ۳۳۹ و اخبار اندلس جلد ۲ ص ۲۵، [4] مشرق کا اثر مغرب پر ترجمہ ڈراپر انگریزی کا ۵ میگزین نومبر ۱۸۷۶ء، [5] تمدن عرب ص ۲۰۲،

Marfat.com

محکمۂ فوج میں خبر رسانی کا اہتمام | صقلیہ کی اسلامی فوج میں خبر رسانی کے وسائل موجود تھے، خصوصاً دشمنوں کے ملکوں میں اسلامی حکومت کے جاسوس کامیاب خدمات انجام دیتے تھے، مثلاً ۸۵۲ء میں والی صقلیہ خفاجہ کو ایک بزنطی بیڑے کی قسطنطنیہ سے روانگی کے پیشتر اوس کی آمد کی خبر جاسوسوں سے مل گئی،

ابراہیم کے عہد میں بھی قسطنطنیہ میں مسلمان جاسوسوں کی موجودگی کا پتہ چلا، سینا قصریانہ اور نیتینی کی فتح میں بھی مسلمان جاسوسوں کی خدمات کا ذکر آیا ہے،

مسلمان نامہ بر کبوتروں سے بھی پیغام بھیجتے تھے، چنانچہ مسلمانانِ جزیرہ برٹک نے معرکہ پرنارمنوں کے عمل کی خبر نامہ بر کبوتروں کے ذریعہ پہنچائی تھی،

اسیرانِ جنگ | جس زمانہ میں صقلیہ میں روم و عرب کی آویزش ہوئی، اس عہد کے بین الاقوامی دستورِ جنگ کے مطابق جنگ کے ایسے سپاہی جو گرفتار ہوتے، اور متحارب حکومت کسی معاہدہ کے روسے انھیں آزاد نہیں کراتی، وہ فتحیاب فوج کے غلام بنائے جاتے تھے، چنانچہ صقلیہ میں بھی اسی دستور کے مطابق ایسے رومی قیدی مسلمانوں کے قبضہ میں رہ گئے، جنھیں متحارب حکومت بزنطی یا کسی دوسری ذمہ دار حکومت نے آزاد نہیں کرایا، اور انھیں غلامی کا طوق پہننا پڑا،

یہ رومی غلام فوج میں بحصہ رسد تقسیم کئے جاتے، اس تقسیم سے ایک بڑی تعداد حکومت کے قبضہ میں بھی رہتی، اور قدیم دستورِ غلامی کے بموجب ان کے آقاؤں کو ان پر وہ تمام حقوق حاصل ہوتے، جو اس عہد میں غلاموں کیلئے روا سمجھے جاتے تھے، چنانچہ ان کی خرید و فروخت بھی ہوتی تھی، اور صقلیہ اور اٹلی کے عیسائی قیدی، افریقیہ، مصر اور بغداد تک لیجا کر فروخت کئے جاتے تھے، چنانچہ جلد دل میں اٹلی کی اسلامی سلطنت کے بیان میں راہب برنارڈ کے سفرنامہ کے اقتباسات گذرے ہیں، ان میں تذکرہ آیا ہے، کہ چھ جہازوں میں ۹ ہزار عیسائی قیدی اٹلی سے روانہ کئے گئے، ان میں دو جہاز پہلے افریقیہ گئے، جنھیں ۲ ہزار قیدی تھے، پھر دو جہاز ایسے ہی ٹیونس گئے، اور اس کے بعد دو جہاز اسی تعداد میں قیدیوں کو لیکر اسکندریہ روانہ ہوئے،

Marfat.com

سفرنامہ برنارڈ کے مصحح مسٹر ٹامس رائٹ اس پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں :-

"جن مسیحی اسیروں کا ذکر برنارڈ نے کیا ہے، اور جو افریقہ و مصر میں غلامی کے لئے بھیجے جاتے تھے، وہی تھے، جو علاقہ بنی ونٹم پر تاختیں کر کے مسلمانوں نے پکڑ لئے تھے، اون کی جو تعداد برنارڈ نے بتائی ہے، اوس سے معلوم ہوتا ہے، کہ وہ اسی طرح ٹھونس ٹھونس کے جہازوں میں بھر دئے جاتے تھے، جسطرح حبشی غلام بھرے جاتے تھے"[1]

لیکن مسٹر ٹامس رائٹ کا سخت ظلم ہے، کہ وہ محض قیدیوں کی کثرت تعداد سے ان کے ساتھ اون کے وحشیانہ سلوک کے کئے جانے کا الزام لگا رہے ہیں، جو رومن عہد میں حبشی غلاموں کے ساتھ روا رکھا جاتا تھا، جہازوں کی تفصیل میں گذر چکا ہے، کہ عربوں کے جو جہاز صقلیہ میں چلتے تھے، [illegible] ڈانڈوں سے چلائے جاتے تھے، اسی طرح ابن جبیر نے جہازوں کی وسعت کے متعلق لکھا ہے، اس سے یہ اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ جہازوں میں قیدیوں کی غیر معمولی تعداد بھر دی جاتی تھی، اگر یہ امر واقعہ ہوتا، تو خود برنارڈ کے خاموش رہنے کی کوئی وجہ نہ تھی وہ خود بھی اسکی طرف اشارہ کرتا،

علاوہ ازیں مسلمانوں نے صقلیہ کے ان قیدیوں کے ساتھ جو سلوک کیا اس کا صحیح اندازہ اس وقت ہوگا، جب یہ دیکھا جائے، کہ یہی قیدی افریقہ، مصر اور شام میں جا کر کہاں سے کہاں پہنچ گئے،

حقیقت یہ ہے کہ.

غلاموں کے ساتھ سلوک اس قدیم دستور جنگ کے باوجود جس کے رو سے قیدیوں کا غلام بنایا جاتا تھا، اسلام نے غلاموں کے ساتھ جس حسن سلوک، اور [illegible] پیروؤں کو دی تھی، اس کے خوشگوار نتائج بسا اوقات ان غلاموں کے حق میں [illegible] ان کی غلامی ان کے لئے ذریعہ عزت بن گئی، چنانچہ یہی باشندگان صقلیہ جب کبھی [illegible] کے غلام بنائے

[1] سفرنامہ برنارڈ، در صقلیہ میں اسلام صفحہ ۴۲۔

Marfat.com

تھیٹر میں درندوں کے شکار بنائے جاتے تھے جب وہ اپنے جدید فاتح قوم مسلمانوں کے یہاں پہنچے تو وہ کچھ سے کچھ ہو گئے۔ یہانتک کہ بعضوں نے ترقی کرکے حکومت کے اعلیٰ منصبوں اور ذمہ دار عہدوں کو حاصل کیا۔

صقلیہ کے رومی غلام اسلامی ممالک میں معزز عہدوں پر

[illegible] اسلامی ملکوں میں وطن اختیار کرلیا اور وہ علمی و سیاسی دنیا میں بڑا مرتبہ حاصل کر [illegible]

جوہر صقلی

کی مختصر سرگذشت یہ ہے، کہ اوسکو صاحب صقلبی اپنے ان حملوں میں سے کسی ایک میں صقلیہ سے لیگیا، جو عہدِ فاطمیہ کے آغاز میں اوس نے صقلیہ والوں پر کئے تھے، صاحب خود غلامی سے ترقی کرکے بلند مرتبہ پر پہنچا تھا، اوس نے جوہر کو ایک دوسرے خادم نجیران کے سپرد کیا، اوس نے اس کو ایک دوسرے خادم خفیف کے یہاں پہنچایا، اور خفیف نے اسکو المنصور کے دربار میں لاکر کھڑا کر دیا، جسکو رفتہ رفتہ ایسی سربلندی حاصل ہوئی، کہ دنیا میں **القائد ابو الحسن جوہر الصقلی فاتح مصر** کے نام سے مشہور ہوا

عہدۂ وزارت و سپہ سالاری

جوہر صقلی کو المنصور ہی کے عہد میں حکومت کے معاملات میں دخل حاصل ہو گیا تھا، اسکے بعد جب المعز کا دور آیا، تو اس وقت جوہر کے سپرد عہدۂ کتابت تھا، اور جوہر الکاتب کہا جاتا تھا، پھر ۳۴۴ھ میں قلمدانِ وزارت سپرد کیا گیا، اسکے کچھ دنوں بعد سپہ سالاری کی خدمت تفویض ہوئی، اور تمام قائدین اسکے ماتحت کئے گئے، اور یہ مملکت فاطمی کی توسیع کیلئے لشکر جرار لیکر افریقہ [illegible] میں اسکا ایک وسیع رقبہ زیر نگیں کرکے فاطمی مملکت میں داخل کیا، جس کے حدود تاہرت، فاس، سجلماسہ اور بحر محیط پر ختم ہوتے تھے۔

[illegible] اسحٰق ابن فلفلانی وغیرہ ہیں جو جوہر دیگر صقلیین یا نسبی زیدان اور حارق وغیرہ [illegible] لیکن یہ کوئی تقید نہیں ہے، اگرچہ سمعانی اور ابن کلبی وغیرہ نے صقلبی سے نسبی انتساب [illegible] یاقوت الحکمی نے منسوب کیا ہے، (کتاب الانساب ورق ۳۵۴) لیکن پھر ابن کلبی نے

Marfat.com

مصر کی فتح کیلئے جوہر کی روانگی اور اس کا اعزاز واکرام

جب المعز کو مصر کے فرماں روا کافور اخشیدی کے وفات پانے اور حکومت میں اختلال پیدا ہو جانے کی خبر ملی، تو اس کو مصر کی فتح کا خیال پیدا ہوا، اس غرض سے جوہر کو فوج کی فراہمی کیلئے مقرر کیا جس نے قبیلہ کتامہ کی مدد سے دل فوج جمع کر لی، اور یہی لشکر اسی کی سرکردگی میں یوم شنبہ ۱۴ ربیع الاول ۳۵۸ھ کو مصر روانہ ہوا، فوج کی تعداد ایک لاکھ بتائی جاتی ہے،

لشکر کی روانگی کے وقت شعرا نے جوہر کی شان میں مدحیہ قصائد پیش کئے، اور المعز نے اسکو غیر معمولی اعزاز کے ساتھ رخصت کیا خلعت شاہانہ سے سرفراز کر کے مشایعت کے لئے خود فوج کے ہمراہ نکلا اور ایک شبانہ روز فوجی پڑاؤ میں مقیم رہا جوہر کی قدر و منزلت کی یہ انتہا تھی، کہ اوس کے جاہ و جلال اور اعزاز و اکرام کیلئے خود اسکو سواری پر سوار کیا اور ولی عہد افریقیہ خاندان شاہی کے تمام شاہزادوں افریقیہ کے امرا و معززین اور حکومت کے ممتاز عہدہ داروں کو اسکے مرکب میں ساتھ ساتھ پیادہ پا چلنے کا حکم دیا، اور راستہ کے عمال حکومت کے نام فرامین صادر کئے، کہ جوہر جہاں جہاں سے گذرے، وہ خود گھوڑے پر سوار رہے، اور عمال حکومت اسکی پیشوائی و مشایعت میں پیادہ پا چلیں، اور اوس کی دست بوسی کریں،

(بقیہ حاشیہ من گذشتہ) نسبی انتساب کے علاوہ قومی و وطنی انتساب کی صحت بھی تسلیم کی ہے، اور لکھا ہے "رومی و صقلبی و ارمنی و افرنجی اخوۃ" یعنی رومی صقلبی، ارمنی اور افرنجی ہم معنی ہیں، ابن خلکان لکھتا ہے، الصقلبی هذا من الامة المعروفة بالصقالبة وهو جنس من الناس يجلب منهم الخدام (صقلبی صقالیہ کی طرف منسوب ہے، یہ لوگوں کی ایک قسم ہے جو خدمت گذاری کا پیشہ کرتے ہیں، (ج ۱ ص ۱۵۶، ترجمہ ابو الفتوح رجوان،) اور جن صقلبیوں کے قدیم وطن کی تصریح کیگئی ہے، وہ بالعموم یورپ ہی کے کسی حصہ میں واقع ہیں اسلئے صقلی و صقلبی میں تضاد نہیں ہے، اگرچہ ہر صقلبی کا صقلی ہونا ضروری نہیں، اسلئے ہم نے صرف اسی "صقلبی" کو "صقلی" تسلیم کیا ہے جسکو کسی مورخ نے بہ تصریح صقلی بھی لکھا ہے،

Marfat.com

یہ تھی صقلیہ کے اُس قیدی کی عزت افزائی جو اسیر خنگ ہو کر غلام بنا، اور دست بدست فروخت ہو کر در بدر پھرا، اور چند ہی نون میں اس مرتبہ پر جا پہنچا،

مصر میں جوہر کے ہاتھوں دولتِ فاطمی کا آغاز،

جوہر نے مصر فتح کر کے ۵ شعبان ۳۵۸ھ کو مصر میں المعز کی حکومت کا اعلان کیا ۵ جمادی الاولیٰ ۳۵۹ھ میں جامع طولون میں نماز ادا کی، اور اسی دن اذان میں پہلی مرتبہ "حی علیٰ خیر العمل" کا اضافہ کیا، اور اس کے ساتھ اوس نے مصری حکومت کا سرکاری مذہب شیعہ قرار دیا،

بنائے قاہرہ

یوں تو جوہر کے ہاتھوں جب سے مصر کی زمامِ حکومت آئی اس سلسلہ میں اسکے بکثرت اہم واقعات تاریخوں میں مذکور ہیں، لیکن اسکے ایسے کارنامے جو صفحۂ عالم پر لازوال ہیں، ان میں سے مصر کے مشہور شہر قاہرہ کی بنا ہے، اس کی بنیاد اس نے ۱۷ جمادی الاخری ۳۵۹ھ میں ڈالی، اس کی بنا کے وقت اسکی وہی حیثیت تھی، جو صقلیہ میں پلرم کے پہلو میں خالصہ کی، قاہرہ کی بناء و تاسیس کی تفصیلی سرگذشت مقریزی نے خطط مصر میں لکھی ہے،

جامع ازہر

جوہر کا دوسرا لائق ذکر کارنامہ جامع ازہر مصر کی تعمیر ہے جس نے آگے چل کر اکیڈمی تعلیم العالم دینی درس گاہ کی عظمت حاصل کی، اور آج بھی اسی طرح موجود ہے، اسکی تعمیر ۴ جمادی الاولیٰ ۳۵۹ھ کو شروع ہوئی، اور ۹ رمضان ۳۶۱ھ کو تکمیل کو پہنچی، جوہر نے جامع ازہر کی مقدس رواق کے قبہ پر ایک عبارت بھی بطور یادگار کندہ کرائی وہ عبارت بسم اللہ کے بعد حسب ذیل ہے:

"امر ببنائہ عبد اللہ ووليه ابو تميم معد الامام المعز لدين الله امير المومنين صلوات الله عليه وعلى آبائه وابنائه الاكرمين على يد عبده جوهر الصقلبي وذالك في سنة ستين ومائتين"

شاہ و رعایا پر جوہر کا اقدام اور خلافت فاطمیہ کا مصر میں منتقل کرانا

جوہر نے قاہرہ کی تعمیر کے بعد المعز کو قاہرہ کے دار الخلافت

قرار دینے کی ترغیب دی، لیکن اوس نے اسوقت یہ دعوت قبول نہ کی، جوہر المعز کے نائب کی حیثیت سے حکومت کرتا رہا، اور خطبا، عمال و قضاۃ وغیرہ مقرر کردئے، ہفتہ میں ایک دن وہ خود بھی عدالت کیلئے بیٹھتا تھا، پھر فتوحات کا سلسلہ بڑھایا، ۳۶۱ھ تک اوس نے مصر کے علاوہ شام و حجاز پر بھی قبضہ کرلیا اسکے بعد جوہر کو اپنی دعوت پیش کرنے کا مزید موقع ملا، اور بالآخر اوس کے اصرار سے المعز ترک وطن کرکے قاہرہ میں آکر آباد ہوگیا، اس طرح جوہر کی تحریک سے اس کا نو تعمیر شہر صدیوں کے لئے دارالخلافہ بن گیا، اور جو آج بھی مصر کا پایۂ تخت ہے، جوہر نے المعز کے آنے کے بعد مصر و شام و حجاز کی عنان حکومت اسکے سپرد کردی، اوس نے ۴ سال ۴ یوم حکومت کی،

وفات جوہر نے ۳۸۱ھ میں وفات پائی،

صقلیہ کے اس امیر جنگ نظام کی شخصیت و ہر دلعزیزی کا یہ عالم تھا، کہ اوس کی وفات کے بعد بقول ابن عذاری و ابن خلکان کوئی شاعر ایسا نہ تھا جس نے اس کا مرثیہ نہ کہا ہو، اور مشرق و مغرب میں اسکی فتوحات کا ذکر نہ کیا گیا ہو،

جوہر کے لڑکے جوہر کے بعد اس کے لڑکوں کو بھی اعزاز و اکرام عطا ہوا، وہ سب عہدوں پر سرفراز ہوئے بڑا لڑکا حسن بن جوہر الحاکم کے عہد میں قائد القواد اور وزیر اعظم تھا، اور دوسرا لڑکا قائد ابو عبداللہ حسین بن جوہر کو مختلف ممالک برقہ و طرابلس الغرب وغیرہ کی عنان حکومت دی گئی،

یانس صقلی خلیفہ فاطمی العزیز کے دربار میں تھا، الحاکم بامر اللہ نے سریر آرائی کے وقت اسکو فضیلت سے سرفراز کیا، اور یہ اس کے مقربین میں بھی شامل ہوگیا، پھر جب برقہ کا والی بنایا گیا، اس کے بعد جب ۴۰۹ھ میں طرابلس الغرب کے حاکم نے اپنے آقا سے سرکشی

لہ خطط مصر جلد ۱ ص ۳۲۱ و جلد ۴ ص ۲۳ تا ۲۴ مختصر ابن حماد کی طبع شدہ ص ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ و ۲۵ و ۲۶ و ۲۷ و ۲۸ و ۲۹ و

الحاکم بامر اللہ نے اوسکی جگہ یانس صقلی کو فرمان ولایت دیکر طرابلس بھیج دیا۔ طرابلس اگرچہ افریقیہ میں واقع تھا لیکن وہ حکومتِ صنہاجی سے آزاد رکھکر حکومتِ مرکزی مصر کے ماتحت رکھا گیا تھا مگر یہ فرمانروائے افریقیہ کو ناگوار تھا، وہ طرابلس پر بھی اپنا یک گونہ اقتدار قائم رکھنا چاہتا تھا،

چنانچہ جب یانس طرابلس پہنچا، تو بادیس صنہاجی نے یانس سے فرمانِ ولایت طلب کر بھیجا، طرابلس اگرچہ ایک چھوٹا صوبہ تھا لیکن اپنے مرتبہ میں حکومت افریقیہ کے مساوی تھا اس لئے اصولاً بادیس کو یانس سے فرمان طلب کرنے کا کوئی استحقاق نہ تھا، چنانچہ یانس کو یہ ناگوار گذرا، اور اوس نے درشت لہجہ میں جواب میں دیا،:-

"میں امیر المومنین کی جانب سے نائب بنا کر بھیجا گیا ہوں، میری شخصیت اس سے بلند ہے، کہ تصدیق کیلئے فرمان دیا جائے، حاکم کی سلطنت میں میرا جو وقار ہے، اسکے یہ منافی ہے کہ مجھ ایسے شخص سے عہدۂ ولایت کا تصدیق نامہ طلب کیا جائے"

بادیس نے اس کے جواب میں تین صورتیں پیش کیں، یا تو فرمان تقرر ارسال کیا جائے، یا خود حاضر ہو کر تشفی بخش جواب دے، ورنہ تلوار اس کا فیصلہ کر دے گی، یانس نے جواب دیا،:-

"اور تم تک پہنچا، تو اسکی کوئی سبیل نہیں، اور فرمان ولایت تو میں اس سے زیادہ بلند ہوں، کیونکہ میں امیر المومنین کا نائب ایک ایسے صوبہ پر تھا، جو طرابلس سے بڑا ہے، اور تیسری صورت تو تمھیں نقل و حرکت کر کے مجھ تک پہنچنے کی ضرورت نہیں، میں خود پیشقدمی کر کے تم سے ملتا ہوں اور جنگ کرتا ہوں"

لیکن یانس کا یہ عاجلانہ قصد تھا، خواہ وہ اصولاً برحق ہوتا، اس وقت وہ ایک مختصر صوبہ کا والی تھا جسکو افریقیہ سے کوئی نسبت نہ تھی، چنانچہ اوسکی پیش قدمی روک کر افریقی لشکر نے اسے شکست دی، اور زندہ گرفتار کر کے سر تن سے جدا کر دیا[1]

[1] اخبار معز ابن بادیس ص ۵۰ و ۵۱ طبع قاہرہ، صفحہ تیمانی ص ۱۰۷ و ۱۰۸

یہ ایک صقلیہ نژاد غلام کی خود دارانہ احساسات کا ایک نمونہ ہے کہ اُسنے اپنی عزتِ نفس پر جان گنوا دینے سے بھی دریغ نہیں کیا،

بشری الصقلی، ابوالقاسم القائم بامراللہ کا خادم تھا، رفتہ رفتہ سپہ سالاری کے عہدہ تک پہنچا، جب القائم بامراللہ کے خلاف ابویزید زناتی نے فوج کشی کی، تو بشری الصقلی نے نمایاں خدمات انجام دیئے، تیجانی نے اپنے سفرنامہ میں اسکے کارنامے تفصیل سے بیان کئے ہیں[1]،

زیدان صقلی ۳۹۲ھ میں طرابلس کے عہدۂ ولایت پر مامور تھا لیکن اپنے فرائض کی انجام دہی میں ناکام رہا، پھر الحاکم کے مقربین خاص میں داخل ہوا، اور بالآخر ۳۹۳ھ میں اسی کے ہاتھوں قتل ہوا، مصر میں اس کا ایک باغ زیدانیہ یادگار تھا[2]،

فیصر صقلی، المعز لدین اللہ کے عہدِ حکومت میں صوبہ باغایہ کی ولایت پر مامور تھا[3]،

مظفر صقلی، المعز کے عہد میں جوہر کے ماتحت فوج کا ایک معزز افسر تھا، پھر ترقی کرکے الحاکم کے مقربِ درباریوں میں داخل ہوگیا[4]،

قائد طارق صقلی، المستنصر کی طرف سے ۴۴۷ھ میں دمشق کا والی بنا کر بھیجا گیا، وہاں ناصر الدولہ حسن بن حسین بن حمدان مستولی تھا، اس نے حسن کو گرفتار کرلیا، اور زمامِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی پھر المستنصر نے ۴۵۱ھ میں ایک دوسری خدمت اسکے سپرد کی[5]،

نصیر الصقلی المعز کے عہد میں معزز عہدہ دار تھا جب وہ ترکِ سکونت کرکے مصر روانہ ہونے لگا، تو المعز نے اسکو صوبہ باغایہ کی ولایت پر بھیجا،

---

[1] رحلۃ التیجانی ورالماری ص۳۴۶ وکتاب مرآۃ الزمان سبط ابن جوزی درالماری ص۳۲۶، [2] تاریخ مغرب ابن عذاری ص۲۵۷ وذیل تاریخ دمشق ابن قلانسی ص۲۵۵ بحوالہ خطط مقریزی وتاریخ ذہبی ذیل تاریخ دمشق کے مصحح کی تحقیق میں، [3] اسکا صحیح نام رشید الدین ہے ابن خلدون جلد ۴ ص ۴۷ [4] کتاب العیون ص۱۰۱ وابن خلدون جلد ۴ ص۴۷ رحلہ تیجانی ورالماری ص۳۴۵۔

باسیل الصقلی بھی المعز کے عہد میں تھا، اس نے اسکو شہر سرت کی ولایت تفویض کی تھی[1]

طرفۃ الصقلی، اندلس کے المظفر عامری کے ممتاز درباریوں میں تھا، رفتہ رفتہ وزارت عظمیٰ کے عہدہ پر فائز ہوا، لیکن پھر درباری سازشوں کا مقابلہ نہ کر سکا، اور ۲۹۰ھ میں تہ تیغ کیا گیا[2]

صقلیہ کے عیسائی اسلامی حکومت کے ماتحت

صقلیہ کے عیسائی اسلامی حکومت کے ماتحت جس امن و امان اور معاشرتی تمدنی اور مذہبی آزادی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، اس کا تذکرہ یورپ کے مورخین نے مداحانہ کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے، کہ صقلیہ کی عیسائی رعایا، اسلامی حکومت کے عہد میں عیسائی حکومت بزنطی کے عہد سے زیادہ مرفہ الحال و فارغ البال تھی، موسیو لیبان نے عیسائیوں کی عدالت، اور عیسائیوں پر اسلامی حکومت کے محاصل کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، وہ اس سے پہلے گذر چکا ہے، اسی طرح عیسائیوں کی عام مذہبی آزادی کے متعلق وہ لکھتے ہیں:۔

"عربوں کی حکومت میں عیسائیوں کو مذہب، رسم و رواج اور قانون کی پوری آزادی ملی، کرادین ایک عیسائی راہب جو پلرمو کے کلیسا سینٹ کیاتھرین کا قسیس تھا لکھتا ہے، کہ پادریوں کو پوری آزادی تھی، کہ وہ اپنا مذہبی لباس پہنکر بیماروں کو تسلی دینے کیلئے جایا کریں، ایک دوسرا قسیس مورد کولی بیان کرتا ہے، کہ مسینا میں عام رسوم مذہبی کے وقت دو جھنڈے کھڑے ہوتے تھے، ایک جھنڈا مسلمانوں کا..... اور دوسرا عیسائیوں کا جس پر سرخ زمین پر سنہری صلیب بنی ہوئی تھی، فتح کے وقت جتنے کلیسے موجود تھے، قائم رکھے گئے تھے، البتہ اندلس کی طرح نئے کلیسے بنانے کی

[1] کتاب الونس صفحہ ۶۱ [2] البیان المغرب جلد ۲ صفحہ ۲۴، ۲۵، ۲۶، طبع پیرس سنہ ۱۹۳۱ء

یہاں اجازت نہ تھی۔"[1]

اسی طرح مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:-

"صقلیہ کے عیسائی باوجود تعصب و مذہبی و قومی مخالفت کے اور باوجود اس کے کہ وہ اپنے دشمنوں کے ہاتھوں شدید ترین انتقامات اٹھاتے تھے، وہ مسلمانوں کی رواداری حکومت کو اچھی نظر سے دیکھنے لگے تھے خصوصاً قسطنطنیہ کی طمع و جابر حکومت کے مقابلہ میں گو [illegible] رعایا کی حالت بہ نسبت مسلمان رعایا کے اچھی نہ تھی مگر جب وہ اپنی حالت کا [illegible] عیسائی رعایا کے حالات سے موازنہ کرتے، تو اپنے کو خوشگوار حالات میں پاتے، اور مسلمانوں کی عیسائی رعایا پر ٹیکس کرتے، مسلمانوں نے جو ماصل لگائے تھے، وہ قانون کے دستور مقرر تھے جنمیں کمی بیشی نہیں ہو سکتی تھی، وہ داخلت کے خوف و خطرہ کے بغیر اپنے مذہبی مراسم ادا کر سکتے تھے، اور اپنی ہی تمدنی حالت پر قائم رہ سکتے تھے۔"[2]

---

[1] تمدن عرب ص ۲۰۰ [2] اخبار اندلس ج ۳ ص ۳۴۰

Marfat.com

معیشت

انسانی زندگی کا بڑا حصہ مادی ضروریات کی فراہمی میں صرف ہوتا ہے اسلئے کسی ملک کے تمدنی حالات کا صحیح اندازہ وہاں کی معیشت کے مطالعہ سے ہوسکتا ہے،

انسان اپنی معاشی زندگی میں قدرت کے دین اور بخششوں کا سب سے زیادہ محتاج ہے، اس لئے جو قدرتی سامان ملک میں موجود ہوں، معیشت کے حاصل کرنے میں سب سے پہلا مدار اونہی پر ہوتا ہے انسان اپنی جودت و ذہانت سے ملک کے قدرتی سامان میں ترمیم کرکے اونھیں کارآمد بناتا ہے، اس سے دولت کی پیدائش کی مختلف صورتیں نکلتی ہیں، پھر دولت کی پیدائش کے وسائل آمد و رفت کے ذرائع، اور مبادلہ وغیرہ کی صورتوں میں اختیار کئے جاتے ہیں، اون کے بعد دولت کی تقسیم کی باری آتی ہے، پھر دولت کے صرف کرنے کے مواقع ہاتھ آتے ہیں۔ ہم اسی ترتیب و تقسیم کے ساتھ صقلیہ کے اسلامی عہد کے معاشی حالات بیان کرتے ہیں،

قدرتی ذخائر و اشیاء

ملک کے قدرتی ذخیروں میں آب و ہوا، کوہ و دشت، معادن، نباتات، اور حیوانات وغیرہ کو شمار کیا جاتا ہے،

Marfat.com

آب وہوا صقلیہ کی آب وہوا بحر روم کی آب وہوا کے مانند ہے، گرمی سردی کے درجوں میں کم فرق ہے، وسط جنوری میں یہاں کا درجۂ حرارت ۵۱½ درجہ ہوتا ہے، نشیبی مقامات میں پالا پڑتا ہے لیکن اس کا سلسلہ چند گھنٹوں سے زیادہ قائم نہیں رہتا، سب سے زیادہ پالا کوہ اٹنا پر پڑتا ہے، یہاں اس کا سلسلہ جولائی تک قائم رہتا ہے، سالانہ بارش سوائے اونچے پہاڑی مقاموں کے کہیں ۳۰ انچ سے زیادہ نہیں ہوتی، بارش عموماً جاڑوں میں ہوتی ہے، جون، جولائی اور اگست کے مہینے تقریباً خشک رہتے ہیں، ان مہینوں میں ۱۲ انچ سے زیادہ بارش نہیں ہوتی، گرمیوں میں بہت سے دریا خشک ہوجاتے ہیں، شمالی ساحل پر بادسموم چلتی ہے، جو مضرت رسان گرم اور خشک کرنے والی ہوتی ہے، اس موسم میں مطلع غبار آلود ہوجاتا ہے، اپریل میں اوس کے جھونکے تیز ہوجاتے ہیں، مئی اور ستمبر میں بھی جھونکے آجاتے ہیں، اسکا ایک ایک طوفان تین تین دن تک قائم رہتا ہے[1]، شاید ابن حوقل ایسے ہی موسم میں صقلیہ پہنچا ہو، وہ یہاں کی آب وہوا کا سخت شاکی ہے، اس کے خیال میں یہاں اس قدر خشکی پیدا ہوتی ہے، کہ یہاں کے باشندوں کی دماغی حالت پر اثر پڑتا ہے، اور اس سے ان کے اخلاق وعادات متاثر ہوتے ہیں[2]، یہ بادسموم عہد اسلامی میں کبھی کبھی نہایت سخت مضر اثرات دکھاتی تھی[3]،

کوہستانی سلسلے جغرافیہ طبعی کے بیان میں گذر چکا ہے، کہ یہاں پہاڑی سلسلوں کا ایک وسیع جال پھیلا ہوا ہے، یہاں پہاڑوں کے دو سلسلے بڑے اور وسیع ہیں، ایک شمال مشرق میں کوہ اٹنا کا سلسلہ ہے، جسکو عرب جبل النار کہتے ہیں، دوسرا سلسلہ اس سے کچھ دور پر شمال میں نظر آتا ہے، اور یوں تو پورے جزیرہ میں کوہستانی علاقے ہیں، لیکن ان پہاڑیوں کی بلندی ایسی نہیں ہے، کہ انھیں پلیٹو سے زیادہ لقب دیا جاسکے[4]،

کوہ اٹنا کوہ اٹنا صقلیہ کا مشہور آتش فشاں پہاڑ ہے، اس کی آتش فشانی عہد اسلامی میں جاری تھی، دن

---

[1] انسائیکلوپیڈیا جلد ۲۵ ص ۲۰، [2] معجم البلدان ج ۵ ص ۲۰۵ [3] تاریخ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون ورنا ری ص ۱۰۰، [4] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا، ج ۲۵ ص ۲۱ طبع یازدہم۔

Marfat.com

کوہ مذکور اور شب کو آگ نکلتی رہتی تھی، یہ جزیرہ کے مشرقی ساحل پر قطانیہ اور طبرمین کے درمیان واقع ہے، اسکی بلندی موجودہ مساحت کے رو سے ۱۰۸۶۸ فٹ ہے[1] یہ اپنی بلندی کے لحاظ سے صقلیہ کا سب سے بڑا پہاڑ ہے، اسکے ساتھ یہ یورپ مین سب سے بڑے کوہ آتش فشاں کی حیثیت رکھتا ہے، سمندر سے بہت قریب ہے، اسکی بلندی پر برف جمی رہتی ہے[2]،

کوہ اٹنا در بیان عرب جغرافیہ نویسوں کی نگاہ میں،

عرب مورخین اور جغرافیہ نویسوں کو کوہ اٹنا سے بڑی دلچسپی رہی ہے، اس کے متعلق مختلف و چسپ روایتین لکھی ہیں، اگرچہ دور حاضر میں علم طبقات الارض کے مختلف نظریوں، تجربوں، اور تحقیقاتون سے کوہ آتش فشاں کے دہانہ اور اوس سے نکلنے والے لاوے کے متعلق بہت کچھ معلوم ہوچکا ہے، تاہم اُن پارینہ داستانوں سے اوس زمانہ کے مشاہدات وخیالات کا پتہ چلتا ہے،

عرب جغرافیہ نویسوں میں سے یاقوت اور قزوینی وغیرہ نے فقیہ ابوعلی حسن بن یحییٰ کی تاریخ صقلیہ دیکھی تھی، کوہ اٹنا کے متعلق ان کے بیانات اسی سے ماخوذ ہیں، لکھتے ہین،:-

کوہ آتش فشاں قطانیہ اور طبرمین کے قریب مصقلہ کے درمیان ساحل پر واقع ہے، اسکی مسافت تین دن کی ہوگی، اس کی آتش فشانی کے باوجود اس پر سرسبز درخت نکلتے ہیں، درختوں میں قسطل بندق صنوبر اور ارزق ہیں، اسکے آس پاس بہت سے ایسے آثار قدیمہ پائے جاتے ہین، جو متقدمین کی عظمت کی یاد تازہ کرتے ہیں، اور پتہ چلتا ہے کہ یہ مقام نہایت کثرت سے آباد تھا، کہا جاتا ہے، کہ حضرت "ابراطورشا قطرین" کے عہد میں یہاں کے ایک ہزار سپاہی ایک جنگ میں کام آئے تھے، اب اسکے دہانے سے دھواں نکلتا رہتا ہے، اور آگ بھی ہمیشہ برستی رہتی ہے، جسکی وجہ سے کوئی اسکے قریب جانے کی جرأت نہیں کرسکتا، لیکن یہ عجیب بات ہے، کہ اگر کوئی شخص اس شعلہ بار مادہ کو ہاتھ مین

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲۵ صفحہ طبع یازدہم، [2] اسٹوری آف دی نیشنس جلد ۳۱ صفحہ ۱۵۰،

Marfat.com

اٹھائے، تو فوراً ٹھنڈا ہوجاتا ہے، حالانکہ وہ پہاڑ سے نکل کر جسقدر دور پہنچکر گرتا ہے، سب کو خاک سیاہ کردیتا ہے، اور زمین نہایت سخت لوہے کے مانند ہوجاتی ہے، اس میں نہ زراعت ہوسکتی ہے، نہ درخت جانور چل پھر سکتے ہیں، شعلہ باری کے دن کو لوگ "یوم اخباث" کہتے ہیں[1]

ابو حامد محمد بن عبدالرحیم بن الربیع العیسی الغرناطی صاحب کتاب تحفۃ الالباب ونخبۃ الاعجاب بواسطہ ابن الحاکم العسقلی سے نقل کرتا ہے:-

"اس کے شعلوں کی روشنی ۱۰ فرسخ تک پہنچتی ہے، اسلئے اسکی آتش فشانی کے وقت اس رقبہ کے اندر کسی کو روشنی لیکر چلنے کی ضرورت نہیں ہوتی، اسکی شعاعیں مشعل کا کام دیتی ہیں، بلکہ ایسے موضعوں پر اردگرد کے دیہاتوں میں روشنی جلائی نہیں جاتی ہے، اس کی شعاعیں اسقدر تیز ہوتی ہیں، کہ باشندوں کی تمام ضرورتیں پوری ہوتی ہیں"

ابو علی حسن بن یحییٰ کی روایت ہے:-

"اسکی آگ سے روئی کے گالوں کے مانند چنگاریاں اڑ اڑکر خشکی اور سمندر میں گرتی رہتی ہیں لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جو ٹکڑے پانی میں گرتے ہیں، وہ نہایت سیاہ ٹھوس پتھر بنجاتے ہیں، جو ان جھانوں کی طرح ہوتے ہیں جن سے جسم کا میل نکالا جاتا ہے، اور یہ پتھر بھی اس کام میں لائے جاتے ہیں، لیکن جب یہ شعلے بلند ہوکر کسی پتھریلی زمین پر گرتے ہیں، تو وہ بھی اسکی تپش سے اس قدر جل اٹھتے ہیں، اور ان میں ایسی تیزی آجاتی ہے جیسے روئی کی گانٹھ میں آگ لگ گئی ہو، پھر جلتے جلتے بلند ہونا شروع ہوتے ہیں، اور یہاں تک کہ بہت سے زیادہ باریک ہوکر فضا میں چھاجاتے ہیں، اور یہ عجیب حیرت انگیز بات ہے، کہ ان شعلوں کا اثر کپڑوں اور جسم پر نہیں پڑتا، بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ اسکی آگ جاندار مخلوق اور پتھر کے علاوہ کسی اور کوئی نقصانات نہیں پہنچا سکتی، گویا کہ یہ دوزخ کی وہ آگ ہے، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وَقُودُهَا النَّاسُ

[1] معجم البلدان ج ۵ ص ۴، ۳۰، ۵، ۳۰، کتاب عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات در بیان صقلیہ ص ۱۳۹۔

Marfat.com

وَالْحِجَارَۃ[1] (اور اس کے ایندھن انسان اور پتھر ہیں)

صقلیہ میں حکومت اسلامی کا جو زمانہ گذرا ہے، اسمیں اس پہاڑ کی آتش فشانی جاری تھی، اور اس عہد کے مورخین کی روایت کے بموجب ہر دس برس میں ایک مرتبہ اسکی آتش فشانی ہوتی تھی، جس کا سلسلہ چار مہینوں تک قائم رہتا تھا، مقدسی (۳۷۵ھ) لکھتا ہے:۔

"صقلیہ میں ایک پہاڑ ہے، جس سے ہر دس برس میں ایک مرتبہ چار مہینوں تک آتش فشانی ہوتی ہے[2]"

اسی سبب سے مذکورۂ بالا قسم کی افواہیں شہرت رکھتی ہیں، علی بن ابی بکر ہراوی اپنی کتاب الاشارات فی معرفۃ الزیارات میں ایک دوسری روایت لکھتا ہے:۔

"مجھ سے صقلیہ کے بعض اہل علم نے بیان کیا، کہ انھوں نے اس پہاڑ سے ایک سرمئی رنگ کے پرندے کو نکلتے دیکھا، جو اس کے اوپر برابر پرواز کرتا رہا، اور پھر اس کے دہانہ میں واپس چلا گیا"

لیکن سنجیدہ عرب اہل علم نے ان روایات کو قبول نہیں کیا ہے، چنانچہ ہراوی نے جو صقلیہ جا چکا تھا، اور بچشم خود اسکو دیکھا، مذکورۂ بالا واقعہ لکھ کر اسکی یوں تغلیط کی:۔

لیکن میں، اتو میں نے سوائے ان سیاہ پتھروں کے کوئی چیز نہیں دیکھی، جو اس سے نکل نکل کر سمندر میں گرتے رہتے ہیں، یہ پتھر اس پتھر کے مثل ہوتا ہے، جس سے لوگ پاؤں صاف کرتے ہیں[3]"

عرب مورخین اور جغرافیہ نویس لکھتے ہیں، کہ اس کی بلندی پر ابر و باد چھایا رہتا ہے، چٹانیں برف سے ڈھکی رہتی ہیں، حد موسم گرما میں بھی نہیں پگھلتی، اور جاڑوں میں تو سراپا برف کا پہاڑ معلوم ہوتا ہے، باوجود ان کے شعلے گاؤں کے گاؤں جلا کر خاکستہ کر ڈالتے، لیکن خود اس کے دامن میں سرسبز و شاداب درخت

---

[1] کتاب تحفۃ الالباب ونخبۃ الاعجاب دوارمی صفحہ ۵۰۲، [2] احسن التقاسیم ص ۲۴۱،

[3] کتاب الاشارات فی معرفۃ الزیارات دوارمی صفحہ ۵۰۲

Marfat.com

پرورش پاتے ہیں اور اسکا یہی انجوبۂ روزگار تماشا تھا، جسکی وجہ سے یہ زمانہ قدیم سے چار دانگ عالم میں مشہور تھا، حکمائے یونان اس کے عجائب کی سیر کیلئے دور دراز کا سفر کرتے، اور آتش سیال، اور برودت منجمد کا اجتماع ضدین دیکھتے،

زمانہ قدیم میں لوگ اس کو سونے کی کان بھی سمجھتے تھے، اسلئے رومی اس کو "جبل الذہب" سے بھی موسوم کرتے تھے[۱]،

کوہ برکان اگرچہ جزیرۂ صقلیہ سے الگ جنوب مشرق میں بروایت ادریسی دامیل پر جزیرۂ برکان میں ہے، لیکن عرب جغرافیہ نویس اس جزیرہ کو صقلیہ ہی کے حدود میں داخل سمجھتے ہیں،

کوہ برکان کی آتش فشانی کی صورت کوہ اٹنا سے مختلف تھی، اُس کی آتش فشانی تو کبھی کبھی ہوتی تھی لیکن جب اس کا دہانہ کھلتا تھا، تو دہکتے ہوئے پتھر نکلتے تھے، اور ہولناک گرج کڑک اور چمک سے فضا گونج اٹھتی تھی[۲]، مشہور یونانی فلسفی فرفریوس مصنف کتاب ایساغوجی اسی میں نذر آتش ہوا، اس پہاڑ کے متعلق بھی بہت سی روایتیں مشہور ہیں، قدیم عرب مورخ مسعودی لکھتا ہے،

"اس میں سے انسانی جسم کی طرح کے پیکر ناری نکلتے ہیں، اور ہوا میں پرواز کرکے سمندر کی لہروں میں گر کر ٹھنڈے ہو جاتے ہیں، اور سرد ہونے کے بعد سفید پتھر بنجاتے ہیں، جن سے کتابت کے وقت قلمزد حروف چھیلے جاتے ہیں"[۳]

جس زمانہ میں ابن جبیر یہاں پہنچا، (سنہ ۵۸۰ھ) دن کے وقت اس سے دھواں اور شب میں شعلے

---

[۱] معجم البلدان جلد ۵ ص ۵، ۴۰ و کتاب عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات دراماری ص ۱۳۹ و ۱۵۲، ص ۲۳۵ و عجائب المخلوقات قزوینی دراماری ص ۳۹۰، [۲] نزھۃ المشتاق ص ۱۰۸، [۳] مروج الذہب مسعودی،

تھے۔ اوس نے کوہ برکان اور کوہ اٹنا دونوں کے حالات ساتھ لکھے ہیں، لکھتا ہے،

"کوہ آتش فشاں اسی جزیرہ میں ہے، وہ اس قدر بلند ہے کہ بارہوں مہینے بادلوں سے گھرا اور برف سے عمامہ بندھے رہتے تھے"

اس کے بعد آگے چلکر لکھتا ہے،:-

"بائیں سے دائیں طرف سمندر میں نو جزیرے ٹاپوؤں کی طرح نظر آئے، یہ ٹاپو اونچے اونچے پہاڑ ہیں جو جزیرہ کی خشکی کے قریب ہیں، ان میں سے دو پہاڑوں سے ہمیشہ آگ نکلتی رہتی ہے ہم نے دن کی روشنی میں دھوواں اٹھتا دیکھا، اور رات کو سُرخ آگ نکلتی دکھائی دیتی ہے جس کے شعلے فضا میں چڑھ جاتے ہیں، اور یہی برکان کے نام سے مشہور ہے، ہمیں بتایا گیا کہ آتش فشاں کے دہانہ سے گرم بخارات بڑی قوت سے نکل کر آگ بجھاتے ہیں کبھی کبھی بڑے بڑے پتھر ان بخارات کے ساتھ فضا میں چڑھ جاتے ہیں، اور فضا میں ان کی قوت سے گھومتے رہتے ہیں، گھنٹوں نیچے نہیں گرتے سنی ہوئی بات نہیں بلکہ اپنی آنکھوں سے یہ ایک عجیب واقعہ ہے، اور جزیرہ کا وہ عظیم الشان کوہ آتش فشاں جو بخارات، زکروا (خاکستر) کا جاتا ہے، تو اسکی بھی حالت حیرت انگیز ہے، وہ یہ کہ اسمیں سے کسی سال آگ نکل کر سیلاب کی طرح بہتی ہے، جدھر سے گذرتی ہے، ہر چیز کو جلا دیتی ہے، یہانتک کہ بہتی ہوئی سمندر میں گر جاتی ہے، سطح سمندر پر بھی یہ آگ تھوڑی دیر جلتی رہتی ہے، اسکے بعد تہ نشیں ہوجاتی ہے، خدا کی کیا شان ہے، جو اپنی مخلوقات میں طرح طرح تصرفات دکھاتا ہے"[1]

دوسری پہاڑیاں کوہ آتش فشاں کے بعد بلندی کے لحاظ سے سب سے زیادہ قابل ذکر کوہ ایرکس (ERYX) ہے، جو کوہ سین گولینو (San Giuliano) بھی کہا جاتا ہے، یہ شمال مغرب کے گوشہ میں واقع ہے، اسکی بلندی ۲ ہزار فیٹ سے زیادہ نہیں،[2]

[1] ہسٹوری آف دی نیشنس جلد ۱۳ (آسلی) ص ۱۰۔ [2] ہسٹوری آف دی نیشنس جلد ۱۳ (آسلی) ص ۱۰۔

Marfat.com

عرب جغرافیہ نویس اسکو جبل حامد کہتے ہیں، ادریسی اور ابن جبیر وغیرہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے، یہ پہاڑ اپنی جغرافی حیثیت سے اہمیت رکھتا تھا، جزیرہ میں دشمن فوجوں کے داخل ہونے کا ایک راستہ یہی تھا، چنانچہ ابن جبیر نے اس کے تذکرے کے بعد اسی راستہ سے مسلمانوں کے دوبارہ داخل ہونے کی وجہ لکھی ہے، رومیوں نے اس پر ایک مستحکم قلعہ تعمیر کیا تھا، قلعہ اور پہاڑی کے درمیان ایک پل بنا ہوا تھا، جنگ کے موقعوں پر پل کو توڑ ڈالتے تھے، اور حفاظت کے لئے ہر طرف خندق کھودی گئی تھی، پہاڑی کی بلندی کچھ بہت زیادہ نہیں تھی، ہر طرف سے چڑھ سکتے تھے، سطح بھی اسقدر ہموار اور پھیلی تھی کہ [illegible] ہو سکتی تھی، پہاڑ سے کثرت سے چشمے جاری تھے، ابن جبیر نے اس میں چار سو سے زیادہ [illegible] دیکھے،

دوسرا سلسلہ کوہ پیلورین ([illegible] مشرق میں واقع تھا، اسکی بلندی ۴ ہزار فٹ سے زیادہ نہیں ہے، کوہ نبرودین ([illegible] شمالی ساحل کے وسط میں ہے، یہ چونے کے پتھر سے مرکب ہے، اسکی بلندی ۴ ہزار فیٹ ہے، [illegible] اسی طرح کوہ ودنی ([illegible] کی بلندی ۵ ہزار پانچسو فیٹ ہوگی، اور اسی کے ساتھ ایک دوسرا سلسلہ کوہ جنوب مشرق کی طرف بڑھتا ہوا ابنائے پسیرو ([illegible] تک چلا جاتا تھا،

عرب جغرافیہ نویس ان پہاڑوں اور ان کے علاوہ اندرون جزیرہ اور ساحل کی دوسری پہاڑیوں کو ان شہروں کے نام سے موسوم کرتے ہیں، جو ان کے دامن میں آباد ہیں، جیسے کوہ بارین کوہ قصریانہ وغیرہ، ادریسی اور یاقوت نے ذیل کے مشہور پہاڑوں کے نام لکھے ہیں، اور ان کا محل وقوع اور دوسری خصوصیتیں بتائی ہیں،

کوہ طور، کوہ قصریانہ، کوہ بلقرین، کوہ جلوذی، کوہ شنت مارکو، کوہ زرارہ، کوہ ابی شامہ، کوہ بزینی، کوہ سرقوسہ، کوہ قیسی، کوہ شنت میلو، کوہ حجر الصنم، کوہ قرقودی، کوہ امیر، کوہ بلجا خلیل، کوہ قلال،

۱؎ نزہۃ المشتاق ص ۴۲ و رحلۃ ابن جبیر ص ۳۳۵ و ۳۵۲ انسائیکلوپیڈیا، ج ۲۵ ص ۲۱، طبع یازدہم،

Marfat.com

دشت و جنگل اسلامی عہد کے آغاز میں بہ کثرت جنگل یہاں کے پہاڑی سلسلوں، بلیٹو، اور ہموار زمین میں لگے ہوئے تھے جنمیں غیر بار آور درختوں کی کثرت تھی،

غیر بار آور درختوں میں شاہ بلوط، صنوبر، سرو اور دوسرے قسم کے کارآمد درخت تھے، اکثر پہاڑوں کی سرسبزی انہی سے قائم تھی خصوصاً کوہ اٹنا پر انکی بڑی کثرت تھی[1]

دریا پہاڑوں کی کثرت کی وجہ سے دریا اور نہریں بکثرت تھیں، یہ دریا بعض بحر روم سے جاملے تھے، اور بعض ایک دوسرے میں ملگئے تھے، ادریسی کے استقصا سے موخر الذکر قسم کے دریاؤں کی تعداد ۲۵ نکلتی ہی، جو اپنے علاقہ کو سیراب کرتے تھے، اوس نے ہر ایک کے سرچشمہ دہانہ اور مسافت کو لکھا ہی، وہ دریا مع اپنے یورپین ناموں کے حسب ذیل ہیں،

۱۔ صقلیہ کے وہ دریا جو کسی پہاڑی سے نکل کر کسی دوسرے دریا تالاب یا پانی کے کسی دوسرے خزانہ میں گرتے ہیں،

(۱) وادی رغیو (Ramione) (۲) وادی امیر (Ramera)

---

[1] معجم البلدان ج ۵ ص ۵، ۳ سطر ۵ عربوں نے ان کو مختلف اعتبار سے مختلف ناموں سے موسوم کیا ہے۔ ان کی اصطلاح میں وادی وہ دریا ہی جو کسی پہاڑی یا ٹیلے سے قدرتہً نکلا ہو، اور روانی کا ایک راستہ پیدا کر لیا ہو، اور جو پانی لیک وسیع سرزمین میں جاری ہو یا اوس کا دہانہ سمندر سے مل گیا ہو، اس کو نہر سے تعبیر کرتے ہیں، جس کو ہم دریا کہتے ہیں، لیکن عرب کبھی کبھی پانی کے ایک ہی قسم کے سیل کو اوس کی مختلف حیثیت کا لحاظ کرکے کبھی "وادی" کہتے ہیں، اور اسی کو کسی دوسری حیثیت سے "نہر" کہدیتے ہیں، چنانچہ صقلیہ کے بھی مختلف دریا کبھی وادی سے موسوم ہوتے ہیں اور کبھی نہر سے،

اسلئے درحقیقت عربوں نے وادی اور نہر سے جس سیل روان کو تعبیر کیا ہے، وہ بمارعایت مفہوم کے لحاظ سے دریا ہیں، وادی کو ہم اردو میں "ندی" اور "نہر" کو "دریا" کہہ سکتے ہیں، کیونکہ "ندی" اور "دریا" کے مفہوم میں جو فرق ہے تقریباً وہ "وادی" اور "نہر" میں نظر آتا ہے،

Marfat.com

(۳) وادی بوکریط، (V. Margarito) (۴) وادی رنبلو Gurnalonga
(۵) وادی لطین، (Diffaino) (۶) وادی جرامی (Cerami River)
(۷) وادی قیسی، (Capizzi River) (۸) وادی طرجنیس (Traina River
(۹) وادی یلیبہ، (Oria) (۱۰) وادی انبلہ، (Anfoka
(۱۱) وادی قلتہ اوبلی (Calatubo) (۱۲) وادی مدارح (Castellamare)
(۱۳) وادی قوارب (Caratbo) (۱۴) وادی البو، (Alfabo
(۱۵) وادی زکوجی، (Acragas R.) (۱۶) وادی سواری (R. Colomne
(۱۷) وادی اغریقو، (R. Greco) (۱۸) وادی رغوص (Arminion (or) Regusa
(۱۹) وادی قسباری (Cacyparis) (۲۰) وادی زیدین (Bracoli
(۲۱) وادی لنتینی، (Pantano) (۲۲) وادی لیاج (R. Aci
(۲۳) وادی بارد (R. Alcantara) (۲۴) وادی عبود، (R. Saponara)
(۲۵) وادی ابی رقاد (R. Forto

۲- بحر روم میں ملنے والے دریا:-

بحر روم میں ملنے والے دریا ۱۴ ہیں، اُن سے بحر روم کی بڑی کشتیاں اندرون ملک میں پہنچ سکتی تھیں وہ حسب ذیل ہیں:-

۱- نہر موسیٰ (Simeto river) (۲) نہر ملیح، (Salso river
۳- نہر ابلاطنو، (Palatano R.) ۴- نہر قارب (Belice
۴- نہر سلمون، (Salmone R.) ۵- نہر اروا، (Eloro
۶- نہر شبارطہ (Parlalica) ۷- نہر لی (Alcate

Marfat.com

۹- وادی سلہ (R. Termini) ۱۰- وادی اکریلو (Oriello)

۱۱- نہر عباس، (Areta) ۱۲- نہر طوط، (Oreto)

۱۳- دریائے کریمیسو، (R. Kirimiso)

۱۴- دریائے بلیاکس، (R. Kalycus.)

معادن: صقلیہ کی کانیں زمانہ قدیم سے شہرت رکھتی ہیں، اکثر کانوں میں قیمتی دھاتیں، مثلاً سونا، چاندی، تانبا، سیسہ، پارہ اور لوہا وغیرہ بہ کثرت موجود تھیں، خصوصاً سونے کی کان کے متعلق یاقوت لکھتا ہے:-

فیہا معدن الذھب موجودۃ	یہاں سونے کی کان ہر مقام پر پائی
فی کل مکان۔[۵۲]	جاتی ہے،

لوہے کی کانیں قصبہ بلہرا (بلرم) اور مسینا میں تھیں،

ان کے سوا کوہ آتش فشاں کی بدولت صقلیہ کو بہت سی چیزیں حاصل تھیں، پھٹکری، معدنی نمک، سرمہ اور نوشادر نہایت کثرت سے موجود تھا، نیز کوہ آتش فشاں ہی سے گندھک، روغن نفت اور روغن بیجہ نکالا جاتا تھا،[۵۳]

یہاں کے قیمتی پتھر بھی زمانۂ قدیم سے مشہور ہیں، سکندر اعظم نے اسکندریہ کی تعمیر میں یہاں کے قیمتی پتھر منگوائے تھے، پتھروں میں سنگ لیشب، اور سنگ مرمر قابل ذکر ہیں، جو کوہ اٹنا کے نواحی میں دستیاب ہوتے تھے، مسعودی کا بیان ہے کہ یہاں کے سنگ لیشب کبھی سنگ سبد کی شکل اختیار

---

[۵۱] ان تمام دریاؤں کی تفصیل کیلئے دیکھو نزہۃ المشتاق ادریسی ص ۲۲ تا ۲۵، اسٹوری آف دی نیشنس ج ۲۱ ص ۱۰، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، جلد ۲۵ ص ۲۱، کتاب المسالک والممالک ابن حوقل ص ۸۵، موخرالذکر دونوں دریاؤں کے عربی نام سے ہم مطابقت نہ کرسکے، ان کا تذکرہ فرمان نے کیا ہے [۵۲] معجم البلدان جلد ۵ ص ۴۰۲، ۴۰۵، آثار البلاد قزوینی ص ۴۳۴ [۵۳] نخبۃ الدہر دمامری ص ۴۳۰،

کر لیتے تھے، جنکو مونگے کی اصل کہا جاتا ہے[1] مونگا یہاں کے ساحلی سمندر میں موجود تھا،

حیوانات | پالو جانوروں میں گائے، بکری، مرغ، مینڈھے، خچر، گدھے، اور گھوڑے تھے، وحشی جانور اگرچہ موجود تھے، مگر عرب مورخین استعجاب سے لکھتے ہیں کہ شیر، چیتا، بھیڑیا، سانپ، بچھو اور یہاں تک کہ چیونٹے بھی موجود نہیں ہیں، یاقوت حموی لکھتا ہے:-

"جزیرہ صقلیہ کی فضیلتوں میں ایک یہ ہے کہ یہاں موذی درندے نہیں ہوتے، نہ چیتے ہیں، نہ بچھو، نہ سانپ وغیرہ"

قزوینی نے اس مفہوم کو کلیہ کے طور پر ان الفاظ میں بیان کیا ہے:-

"اور اوس کی فضیلت میں یہ ہے کہ دانت، پنجہ اور ڈنک والے جانور یہاں نہیں پیدا ہوتے"

ابن حوقل چیونٹوں کے متعلق لکھتا ہے:-

"صقلیہ میں بڑے چیونٹے جو فرمان کہلاتے ہیں نہیں ہوتے"

مچھلیوں کیلئے یہ جزیرہ مشہور تھا، البیاذہ اور طرابنش کے ساحل پر غیر معمولی قد کی مچھلیاں ہوتیں ایک بڑے قد کی مچھلی "تن بشباک" کہلاتی تھی، مچھلیاں لذیذ اور خوش ذائقہ تھیں،

یہاں کی مچھلیوں کے سلسلہ میں قزوینی کا ایک بیان قابل ذکر ہے، کہ یہاں بعض مچھلیاں ایسی دستیاب ہوئیں، جن پر کلمۂ شہادت منقوش تھا، یہ واہمہ کی خلاقی ہو یا کسی صناع کی صنعت گری، مگر ایسی قسم کی چند مچھلیاں بعض عجائب خانوں میں آج بھی موجود ہیں، جو شاید لنکا کے ساحل سے دستیاب ہوئیں انکی تصویریں میری نظر سے بھی گذر چکی ہیں،

نباتات | نباتات میں ہر قسم کے غلوں اور میووں کے علاوہ بعض قیمتی جڑی بوٹیاں پیدا ہوتی تھیں،

---

[1] کتاب التنبیہ والاشراف ص ۵۵، [2] جغرافیہ زہری ورسارکی ص ۱۰۶، [3] معجم البلدان طبع مصر ص ۵۷۵ و آثار البلاد قزوینی ۴۰۳، المسالک والممالک ابن حوقل ص ۸، [4] مسند ابی داؤد طیالسی ورسارکی ص ۵۵ اور مزہر المشتاق بیاد نیۃ لنبا

Marfat.com

عقلیہ کے ان تمام مذکورۂ بالا قدرتی ذخائر سے مسلمانوں نے پورا فائدہ اوٹھایا، اور اپنی امکانی کوششوں سے دولت کی پیدائش کے مواقع بہم پہنچائے۔

پیدائش دولت

ملک کے قدرتی ذخائر و اشیا سے مسلمانوں نے پیدائش دولت کے مواقع بہم پہنچائے۔ ان کی کوششیں قدرتی ذخائر سے فائدہ اٹھا کر ملک میں زراعت صنعت اور حرفت کو ترقی دینے میں ظاہر ہوئیں:

۱- **زراعت** یہاں کی زرعی کوششوں میں ان قدرتی ذخائر کے اثرات دو شکلوں میں ظاہر ہوتے: دریاؤں اور نہروں کی روانی چراگاہوں کی وسعت اور ملک کی نباتی نشو و نما کی عمدہ استعداد زراعت کیلئے افادی پہلو نکلتے، اور جنگلوں کی کثرت، کوہ آتنا کی آتش فشانی، اور باد سموم کے جھونکوں سے زراعت کو نقصانات پہنچتے تھے، مسلمانوں نے ان کے افادی پہلوؤں سے فائدہ اٹھایا، اور ضرر رساں پہلوؤں اور موانع کو دور کرنے کی کوشش کی، اور زراعت کی ترقی کے سامان بہم پہنچائے،

آباد اور غیر آباد زمین دور اسلامی سے پیشتر یہاں کے بڑے شہر اور چھوٹے چھوٹے گاؤں نہایت منتشر حالت میں تھے، اگرچہ جنگی ضرورتوں سے یہاں قدیم قدیم پر قلعے موجود تھے، لیکن ان میں ایسی آبادیاں بہت کم تھیں جہاں کے باشندے زراعت کا پیشہ رکھتے ہوں، اسلامی عہد کے پہلے زمین کا بیشتر حصہ جو آبادیوں سے دور تھا بنجر اور اوسر پڑا تھا، اسلامی حکومت نے اون شہروں اور قصبوں کو معمور کرنے کے علاوہ اون خالی قطعوں کو غیر مسلح کرکے اونھیں آباد کیا، اور رفتہ رفتہ سارے جزیرہ میں آبادی پھیل گئی، ان نو آبادیوں کے پاس جو زمینیں خالی پڑی تھیں، اون میں کاشت شروع ہوئی، اور سیکڑوں برس کی اوسر زمینیں زراعت کے قابل بن گئیں، اور جسقدر ہموار سطح مزروعہ زمین بنائی جا سکتی تھی، بنائی گئی،

Marfat.com

پہاڑوں کی کثرت کے ضرر رساں پہلو کا سدباب

اس کے بعد باہمت مسلمانوں نے پہاڑی سلسلہ کی کثرت کے موانع کو اپنی زرعی کوششوں سے دور کیا، پہاڑ کی ڈھلانی سطح کو ہموار کرکے اوسط زراعت کے قابل بنایا، چنانچہ جب ابن جبیر یہاں پہنچا، تو اس نے یہاں کے پہاڑوں کو خوشنما باغ اور باغ بنا ہوا دیکھا، وہ لکھتا ہے:

"یہاں کے تمام پہاڑ باغ اور باغ ہیں جن میں سیب، شاہ بلوط، فندق، اخروٹ، انجیر اور دوسرے میوے پھلتے ہیں"

مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:-

"پہاڑوں کے نشیب و فراز وادیوں میں جتنی جگہ تھی، سب سرسبز و شاداب کھیتوں ... پہاڑوں کے اوپر انھوں نے آخر تک انگور، زیتون اور مختلف قسم کے پھل لگا رکھے تھے"

مسلمانوں نے جزیرہ صقلیہ کے آس پاس کے غیر آباد مقاموں کو بھی کاشتکاری کے قابل بنا کر آباد کیا، اصطخری لکھتا ہے:

"اور کوہ قلال تو وہ ویران پہاڑ تھا، یہیں چشمے اور زمین موجود تھی، مسلمانوں نے ایک گروہ یہاں پہنچا، اس نے اس کو آباد کیا، فرنگیوں کے حملہ سے یہ محفوظ ہے، کیونکہ ان کی آبادی تک پہنچنے کا راستہ دشوار گذار ہے، اس پہاڑی کی وسعت دو شبانہ روز کے برابر ہوگی"[1]

لیکن کوہ اٹنا کی آتش فشانی کا تدارک قدرتِ انسانی میں نہ تھا، یہ قطانیہ اور طرمین کے درمیان واقع ہے، اور صقلیہ میں زراعت کا سب سے وسیع میدان بھی وہیں پر قطانیہ کا میدان ہے، اٹنا کی آتش فشانی سے سینکڑوں ایکڑ زمین تباہ ہو جاتی، ابھی چند سال گذرے ماہ نومبر ۱۹۲۳ء میں اسکی آتش فشانی ہوئی تھی، اور سرکاری بیان میں بتایا گیا، کہ بارہ سو ایکڑ زمین کی کاشت برباد ہوگئی، یہی حوادث قدیم زمانہ میں بھی پیش آتے تھے، چنانچہ ابو علی حسن بن یحییٰ صاحبِ تاریخ صقلیہ کا بیان ہے کہ "کرج کی اسکی آتش فشانی جاری ہے، اس کی وجہ سے اوس کے مضافات میں کسی قسم کی زراعت نہیں ہو سکتی، اور نہ وہاں پر کوئی جانیکی

---

[1] رحلۃ ابن جبیر ص ۳۲۲ و اخبار اندلس، جلد ۲ صفحہ ۵۲ کتاب المسالک والممالک اصطخری بہت

ہمت کرسکتا ہے[1]،

سیلاب اور باد سموم کے نقصانات

اسی طرح کبھی دریاؤں میں سیلاب آجاتا، اور اُن کے ایک دوسرے کے قریب ہونے کی وجہ سے علاقہ کا علاقہ تہِ آب ہوجاتا، عہد فاطمیہ کے آغاز میں جس شدت کا سیلاب آیا، اور اس کے جو نتائج برآمد ہوئے، اس کا تذکرہ گذر چکا ہے، کبھی باد سموم کے جھونکوں سے پوری فصل برباد ہوجاتی، باغوں کے پھل گرجاتے،

ملک کی سیاست کا اثر زراعت پر

اس موقع پر ملک کی سیاسی فضا کے وہ اثرات بھی فراموش نہیں کئے جاسکتے جو صقلیہ کے سیاسی ہنگاموں سے زراعت پر پڑتے تھے صقلیہ کے سیاسی ہنگامون کی چند قسمیں رہی ہیں، ایک تو رومیوں کے خلاف فوجکشیاں ہوتی رہیں اور اس کا سلسلہ حکومت اغالبہ کے دور میں وسیع رہا اس میں شبہ نہیں کہ جب کسی موقع پر کسی حصۂ ملک مین کوئی فاتحانہ اقدام ہوا، یا سرکشی کے موقع پر سرکوبی کیلئے فوج بھیجی گئی، تو اس مقام کی زراعت کو نقصان پہنچا، کچھ کھیتیاں تو لشکر و خیمہ و خرگاہ کی نذر ہوتین، اور کچھ فاتح و محاصر سپاہی محصورین کو زچ کرنے کیلئے برباد کر ڈالتے، اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ خود مفتوح و مغلوب آبادی پسپا ہوتے وقت اپنی سینچی ہوئی کھیتی میں آگ لگاکر چلی جاتی، کہ فاتحین کو فائدہ اُٹھانے کا موقع نہ مل سکے صقلیہ کے سیاسی ہنگامہ کی دوسری قسم مسلمان باشندوں کی بغاوت اپنے نامزد والی کے خلاف تھی، اس صورت میں کھیتوں کو بہت کم برباد کیا جاتا، اس قسم کے موقعوں پر صرف ایک آدھ ہی مرتبہ زراعت کو نقصان پہنچا ہے، تیسری قسم انقلاب حکومت کی کوششیں تھیں، بعض ایسے موقعوں پر ایسا سخت قحط پڑا، کہ لوگ اپنے بچوں تک کو بھون کر کھا گئے، ۲۲۷ھ میں فاطمیوں کے خلاف بغاوت میں اسی قسم کی نوبت پہنچی تھی[2]،

مسلمانوں کی زرعی ترقیاں

لیکن ان ارضی و سماوی، اور اتفاقی حادثات کو الگ کردینے کے بعد مجموعی حیثیت

---

[1] معجم البلدان ج ۵ ص ۳۰۵ [2] تاریخ جزیرہ صقلیہ من بین دخلہا المسلمون دراماری ص ۱۷۰، ۱۷۳

Marfat.com

سے مسلمانون نے یہاں کی زراعت کو حیرت انگیز ترقی دی اگرچہ صقلیہ کی سرزمین اٹلی کی زمین شور کیلئے ہمیشہ غلہ کی ایک منڈی بنی رہی لیکن اس زمانہ تک غلہ کی اس منڈی میں اسی قدر مال جمع ہوتا تھا جہانتک اس کے قدرتی ذرائع بہم پہنچا سکتے تھے مسلمانوں کی یہ خصوصیت ہے کہ انھوں نے اس کے قدرتی ذرائع سے نفع اٹھانے کے علاوہ ایسے طریقے اختیار کئے جن سے پیداوار میں حیرت انگیز ترقی ہوئی، اور پورا جزیرہ سرسبز و شاداب ہوگیا، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں،:۔

"جب تک شرقیین (مسلمان) صقلیہ پر قابض رہے، غالباً اس وقت تک اس جزیرہ کی آبادی زیادہ تھی، اور کاشت بھی اچھے اسلوب پر ہوتی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔ مسلمانوں کی نہ تھکنے والی قوم کی محنت و مشقت نے وہاں کے قدرتی ذرائع کو انتہائی کمال پر پہنچا دیا، اور تقریباً جتنے غلے اور میوے کاشتکاروں کو معلوم تھے، انھوں نے چپہ چپہ پر پیدا کرئے،،

یہی وجہ ہے کہ یہاں کی سرسبزی و شادابی کا تذکرہ اکثر جغرافیہ نویسوں نے خصوصیت سے کیا ہے، جب کوئی نیا سیاح اس ملک میں قدم رکھتا یہاں کی زرعی ترقیوں کو دیکھ کر ششدر رہ جاتا، ابن حوقل لکھتا ہے،:۔

"اس جزیرہ میں قلعے اور پہاڑ زیادہ ہیں لیکن پوری زمین آباد اور مزروعہ ہے"

ابن جبیر صقلیہ کے ایک شہر ترمہ کے متعلق لکھتا ہے،:۔

"اس جزیرہ کی سرسبزی و شادابی اپنی انتہا پر ہے، یہ بس عمارتوں اور سرسبزی و شادابی کی کثرت اور مختلف قسم کی روزیوں کی فراوانی میں اندلس کا فرزند رشید ہے، طرح طرح کے میوے اور قسم قسم کے اناج اور غلے پیدا ہوتے ہیں۔۔۔۔ بلکہ ایک سرے سے یہ پورا جزیرہ اپنی سرسبزی شادابی اور وسعت رزق اور معاشی سربلندی میں دنیا کے حیرت انگیز ممالک میں ہے"

اصطخری لکھتا ہے،:۔

"صقلیہ میں سرسبزی و شادابی رزق کی وسعت زراعت اور مویشی وغیرہ اس قدر زیادہ ہیں کہ بہ ان تمام اسلامی

ملکوں میں جو ساحل پر واقع ہیں، برتر و افضل ہے"[1]

ادریسی نے تو یہاں کے چپہ چپہ کا ذکر کیا ہے، اس کو استقصا سے دیکھئے، یہاں کی کوئی آبادی ایسی شکل سے ملے گی جہاں کی زراعت اچھی نہ بتائی ہو، کہیں کہتا ہے "مزارع نامیہ وجنات کثیرۃ" یعنی "یہاں پھلنے والی کھیتیاں اور بہ کثرت باغ ہیں"، کہیں یہ ہے "ومیاہ جاریۃ علیہا مزارع" "اور یہاں رواں پانی ہے، اور اس کے ساحل پر زراعت ہوتی ہے"، کہیں صرف یہ ہے، "ولہم جنات کثیرۃ" "اور ان کے بہ کثرت باغ ہیں"، اگر ایسے مقامات کی فہرست مرتب کیجائے جہاں کی زرعی پیداوار خلاف معمول زیادہ تھی، اور جن کا ادریسی نے تفصیل سے ذکر کیا ہے، تو ان مقامات کی تعداد سو سے زیادہ نکلے گی جنمیں قلعہ قوارب، طبرمین، لیاج، جرجنت، اطرانبش، تبرانہ قلعہ اوبی، قارونیہ، مسینا اسکلہ، قلعہ بلوط، شنت مارکو، بثیرہ، شنس، قرنبش اور میلاص وغیرہ ہیں،

آبپاشی کے قدرتی ذخائر

زراعت کا سارا دار و مدار آبپاشی پر موقوف ہے، مسلمانوں نے آبپاشی کے قدرتی وسائل، دریا، نہر، اور چشموں سے آبپاشی کا انتظام کیا، اور ان سے کھیتوں اور باغوں کی سیرابی کا سامان بہم پہنچایا، ابن حوقل ایک جگہ لکھتا ہے:-

"اور اس میں چشمے اور دریا ہیں، جو اس سے نکلتے ہیں، اور وادی عباس میں ملجاتے ہیں، اور اوس کو تقویت پہنچاتے ہیں، اور (انہی دریاؤں کی وجہ سے) اس جزیرہ میں کثرت سے باغ ہیں، اور مختلف شہروں سے شہد اور ریشہ برآمد ہوتا ہے، اور لوگ ان کھیتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں"[2]

مصنوعی وسائل

پھر آبپاشی کے قدرتی وسائل سے کام لینے کیلئے مصنوعی وسائل اختیار کئے، دریاؤں سے نہریں کاٹ کر لاتے، اور مزروعہ زمین اور باغوں تک چھوٹی نالیوں سے پانی پہنچاتے، اس کیلئے جگہ جگہ کے دریاؤں اور نہروں میں پنچکیاں قائم تھیں، ابن حوقل، ادریسی اور ابن فضل اللہ العمری وغیرہ نے

[1] المسالک والممالک ابن حوقل ص ۸۵ [2] ابن جبیر و المسالک والممالک اصطخری ص ۷۰، المسالک والممالک ابن حوقل ص ۸۵

ان کا تذکرہ کیا ہے، اس طریقہ سے جب پانی مزروعہ زمین اور باغ تک پہنچ چکتا، تو اُن کو چھوٹی چھوٹی نالیوں کے ذریعہ ادھر سے اودھر لیجاتے، ابن حوقل لکھتا ہے،:-

"باغوں میں پانی زیادہ تر نالیوں کے ذریعہ پہنچتا ہے، اور یہاں باغ کثرت سے ہیں"[1]

سٹراسکاٹ مسلمانوں کی آب پاشی کے طریقوں پر دلچسپ پیرایہ بیان میں لکھتے ہیں،:-

"صحرائے افریقہ اور بادیۂ عرب کی سب سے بڑی نعمت پانی تھا، اور اس کا خبط عربوں کو ہر جگہ رہا، یہاں بھی چپہ چپہ پر پانی پھرتا نظر آتا تھا، پہاڑوں میں جدھر دیکھو بڑی بڑی محرابوں کے [illegible] تھے، نہریں تھیں کہ ہر ایک بڑی عمارت کے خانہ باغ اور چمن میں پھر رہی تھیں"

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں،:-

"اس جزیرہ کی زرخیزی اور معتدل آب وہوا سے اگر کسی نے فائدہ اٹھایا تو یہی لوگ تھے، انھوں نے آبپاشی کے طریقوں کو مصر و ایران کے نمونوں پر ڈھال لیا تھا، ..... پانی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے اور بلندی پر چڑھانے وغیرہ کے طریقے، اور اس کے آلات ان کے ایسے ہی مکمل تھے، جیسے کہ ان ترقی یافتہ ممالک کے جہاں کی خشک آب وہوا کی وجہ سے آراضی کو مصنوعی آبپاشی کی ضرورت ہوتی ہے"[2]

آبپاشی کیلئے کنوؤں کی ضرورت کم پڑتی تھی، بلکہ شیریں نہروں، دریا، واریوں اور چشموں کا پانی پینے کے کام بھی آتا تھا، چنانچہ عرب جغرافیہ نویسوں نے ایسے مقامات کا جہاں کسی چشمہ کا پانی نہ پہنچا، ان کا تذکرہ بھی کر دیا ہے، یاقوت حموی ایک موقع پر لکھتا ہے،:-

"یہاں کے باشندے کنوؤں کا پانی پیتے ہیں، یہاں کوئی آب رواں موجود نہیں"[3]

---

[1] المسالک والممالک ابن حوقل ص ۱۰۳ و مسالک الابصار در اماری ص ۱۵۶، [2] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۹۹، ۱۹۱، ۲۰۰

[3] معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۷۶،

مویشی اور چراگاہیں زراعت کی ترقی کا انحصار چراگاہوں پر بھی ہے، جن کے ذریعہ ملک میں تنومند مویشیوں کی افزائش ہوتی ہے، اور وہ بار برداری کے علاوہ زراعت کے کام میں آتے ہیں، صقلیہ میں گھوڑے خچر، گدھے، اور گائے بیل بڑی کثرت سے پائے جاتے تھے، اور یہی کاشتکاری کی ضرورتوں کے کام میں آتے تھے، ان کی پرداخت کیلئے نہایت شاداب چراگاہیں تھیں، ادریسی اور یاقوت نے مختلف مقامات میں ان چراگاہوں کا ذکر کیا ہے[1]

موسم بہار سے اور گرمی دونوں موسموں میں زراعت ہوتی تھی[2]

فصلیں فصلی چیزوں میں غلے، ہوسے، ترکاریاں اور بعض دوسری قیمتی پیداواریں تھیں،

غلے، غلوں میں سب سے زیادہ بہتات گیہوں کی تھی، اور یہاں زمانہ قدیم سے اسکی کاشت ہوتی تھی، یہاں کی پچھلی قوموں کا خیال تھا کہ اس جزیرہ کی مہیون کے عطیہ کے طور پر گیہوں سب سے پہلے اسی جزیرہ میں پیدا ہوا، اسلامی عہد میں بھی اسی بہتات کے ساتھ خصوصاً قطانیہ کے میدان میں اس کی زراعت ہوتی تھی،

گیہوں کے علاوہ چنا اور مٹر وغیرہ یہاں کی پیداوار تھے،

ترکاریاں، ترکاریوں میں کدو بیگن، ککڑی اور پیاز وغیرہ ہیں، خصوصاً بیگن اور پیاز کی کاشت بڑے پیمانہ پر ہوتی تھی، مختلف طریقے رائج تھے، ان کو ابوبکر بن العوام اشبیلی نے تفصیل سے درج کیا ہے، اور تجین کی ہی اپنی کتاب الفلاحت میں بیگن کی کاشت کا طریقہ یوں بتلایا ہے:

پودے اہل صقلیہ کے طریق کاشت پر مینڈھ بنا کر منتقل کئے جائیں، یہ مینڈھ نالی کے دونوں کناروں پر بنائی جائیں اور ان کو پیر سے مسلح نہ کیا جائے، کناروں کو بلند رکھیں ان نالیوں میں پانی پہنچائیں، پھر دوسرے دن انہی نالیوں کے درمیان گابھیاں لگا دیں، پھر پانی پہنچائیں،

---

[1] معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۴۲ و نزہۃ المشتاق ص ۵۲ [2] معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۴۲ ،

Marfat.com

ملکہ ہر دو دن کے بعد سینچتے رہیں، جب پودا جڑ پکڑ لے، تو مینڈھ کے کناروں کی مٹی پودوں کے اندر اندر ڈالیں، یہانتک کہ وہ نالی مٹی کے بھرنے سے مینڈھ بنجائے، اور پہلی مینڈھ نالی ہوجائے اور تین مینڈھوں میں سے ایک مینڈھ کو خالی چھوڑ دیا کریں تاکہ اس کی کیاری کی معلوم ہوسکے اس طریقہ پر پیاز کی کاشت تمام ہوگی"

پیاز صقلیہ کی خاص پیداوار ہے، اسکی کاشت زمانہ قدیم میں یہیں سے شروع ہوئی اور اسکے لگانے کے بہترین طریقے یہیں کے باشندوں کو معلوم تھے، اور انہی کے استعمال کئے ہوئے طریقے دیگر ممالک میں رائج ہوئے، چنانچہ ابن العوام اشبیلی نے پیاز کی کاشت کے بیان میں ایک مستقل فصل ذیل کے عنوان سے اپنی کتاب میں لکھی ہے:-

"مینڈھ بنانے کا طریقہ جس میں پیاز کی گاچھی جمائی جائے یہ طریقہ باشندگان صقلیہ کی طرف منسوب ہے"

اسکے بعد اس طریقہ کی حسب ذیل تفصیل لکھتا ہے:-

پیاز کی کاشت کا طریقہ، اس کا طریقہ یہ ہے کہ تعمیر شدہ زمین میں مرتفع لکیریں مینڈھ کی شکل کی قائم کیجائیں اور دو دو لکیروں کے بیچ نالیاں بنائی جائیں، اور ان نالیوں کا تعلق کسی بڑی نالی سے رکھا جائے تاکہ ان نالیوں کے ذریعہ کیاری سینچی جاسکے، اور ان مینڈھوں کو دونوں جانب سے پیر سے دبا کر مسطح کردیں تاکہ پانی کے زور سے وہ ٹوٹ نہ جائیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی مقابل سے نالی میں اس طرح کھڑے ہوں کہ یہ مرتفع لکیر یعنی مینڈھ ان کے درمیان میں واقع ہو، پھر پیر سے دونوں طرف کناروں کو برابر کریں تاکہ مینڈھ کی شکل تیار ہوجائے،

پیاز کی گاچھی اسی طرح اکھاڑ کر منتقل کیجاتی ہے جسطرح دوسری گاچھیوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اکھیڑ کر نصب کرتے ہیں، اوپر کی پتیاں لگاتے وقت چھانٹ دی جاتی ہیں، اس کے بعد سبھی چیز سے مینڈھ کے دونوں کناروں میں گڑھے کھودے جائیں اور ہر دو گڑھوں کے درمیان نصف بالشت فاصلہ رکھا جائے، ان گڑھوں میں گاچھیاں لگادی جائیں، یہی طریقہ مینڈھ کی دوسری جانب

Marfat.com

اختیار کریں۔ اس طرح مینڈھ کے دونوں جانب پیاز کی قطاریں لگ جائیں۔ اسی طرح تمام مینڈھوں میں لگا چھپاں جما دیں۔ اسکے بعد بڑی نالیوں سے چھوٹی نالیوں کو سینچیں تاکہ پانی پوری کیاری میں پھیل سکے۔ یہی طریقہ عمل اس پیاز میں رائج ہے، جو ذخیرہ کے طور پر رکھی جاتی ہے۔ اس طریقہ پر اوس کی پوٹی بڑی اور گول ہوتی ہے"

مذکورۂ بالا طریقہ نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے:۔

"یہی طریقہ عمل اہل صقلیہ میں رائج ہے، اور یہ عمدہ طریقہ ہے"[1]

ایک تاریخی لطیفہ۔ یہاں پیاز کی کاشت کی زیادتی کی وجہ سے لوگوں میں اس کا استعمال زیادہ تھا۔ لیکن یہ کثرت ایک عجیب اتفاق سے اُن کے حق میں مضر ثابت ہوئی۔ واقعہ یہ ہوا کہ جب ابن حوقل ۳۴۸ھ میں صقلیہ آیا، اور یہاں پیاز کی کثرت دیکھی، اور اس کے ساتھ اس کے تجربہ میں باشندگان صقلیہ کی فراست و ذکاوت میں کمی نظر آئی، تو اوس کو علم طب کا کوئی نظریہ یاد آگیا، اور اوس نے مقدمات ترتیب دیکر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہاں کے باشندوں کی ذہنی استعداد میں کمی پیاز کھانے کی وجہ سے ہے۔[2] اوس نے اپنی یہ رائے اپنے سفرنامہ میں لکھدی۔ بعد کے جغرافیہ نویسوں اور مورخوں نے اس کو نقل کرنا شروع کیا، اور اس کثرت سے اسکو دہرایا کہ یہاں کے باشندوں کی ذہانت و ذکاوت کی کمی کی عام شہرت ہوگئی اور جغرافیہ کی کتابوں میں صقلیہ کے حالات میں "لکثرۃ اکلہم البصل" کثرت سے پیاز کھانے کی وجہ سے کا فقرہ ایک لازمی جزو بن گیا۔

خشک و تر میوے۔ یہاں کے خشک و تر میووں میں انگور، نارنگی، لیموں، سیب، ناشپاتی، انجیر، خربوزے، زیتون، بادام، اخروٹ، شفتالو، ناریل اور کھجور وغیرہ ہیں، جو اپنی قسموں کے لحاظ سے ہر موسم میں موجود رہتے تھے، یاقوت لکھتا ہے:۔

---

[1] کتاب الفلاحت دراماری ص ۲۴ د ۲۰۴۵، و ترجمہ لد و کتاب الفلاحۃ۔ [2] المسالک والممالک ابن حوقل ص ۸۵

تمام میوے اپنی مختلف قسموں کے تنوع سے جاڑے اور گرمی ہر موسم میں موجود رہتے ہیں"[1]،

ادریسی نے ہر مقام کے خاص خاص میوون اور پھلوں کی پیداوار بتائی ہے،

خوشبودار درخت اور پھول خوشنما خوشبودار درختوں میں گلابنفشہ، مہدی سرو، اور اسی طرح کے چند اور نام ہیں جن سے ہم مانوس نہیں، ان کا اجمالی ذکر معجم البلدان میں اور مفصل تذکرہ اور پیداوار کے مقاموں کی تعیین ادریسی نے نزہتہ المشتاق میں کی ہے، اور یوں تو ہر جگہ امرا، کے باغوں میں کثرت سے مختلف قسم کے خوشبودار پھول اور خوشنما درخت ہوتے تھے، ادریسی نے اکثر مقاموں کی تعریف "وکثیرۃ الریاحین" بہت پھولوں والا مقام" کے الفاظ میں کی ہے،

زعفران کی کاشت کیلئے ریتیلی زمین موافق ہوتی ہے، صقلیہ میں بھی زعفران کی کاشت کی جاتی تھی[2]،

خبازی صقلی، یہاں کی خبازی بھی جو خبازی صقلی کہلاتی ہے، لائق ذکر ہے، ابن العوام اشبیلی نے اسکی کاشت کا طریقہ لکھا ہے، دوسرے ملکوں میں بھی اسکی کاشت کی گئی،

خبازی صقلی کی کاشت، خطمی کی کاشت کے طریقہ پر کرتے تھے یعنی اس کا تخم کیاریوں میں چھڑک دیا جاتا تھا، اور تھوڑی تھوڑی زمین کھود کر نصب بھی کرتے تھے، دو سے پانچ دانے تک ایک ساتھ گاڑے جاتے، جب کاچھیاں تیار ہوتیں، تو انھیں علٰحدہ دوسری جگہ لگا دیتے[3]،

لکڑی، لکڑیوں کی قسم میں شاہ بلوط، صنوبر، ارزن اور سنبدتی کی لکڑیوں کی پرداخت ہوتی تھی،

کتان، روئی اور نشیکر، بھی یہاں کثرت سے پیدا ہوتی تھی،

صقلیہ کی زرعی چیزوں میں مسلمانوں کا اضافہ

مسلمان یہاں کی ملکی پیداوار کو ترقی دینے کے علاوہ یہاں دوسرے ملکوں سے زرعی چیزیں لائے، اور یہاں کی زمین میں صلاحیت پیدا کرکے انھیں بارآور کیا، مثلاً کپاس کا درخت شام سے

---

[1] معجم البلدان جلد ۵ ص ۴۰۳، [2] کتاب الفلاحت و الامار ی ص ۴۶۰،

Marfat.com

اور روئی کا پودا یورپ میں پہلی مرتبہ عربوں کے ہاتھوں صقلیہ اور اندلس ہی کے ذریعہ پہنچا، ابن سعید ابو عبداللہ محمد بن ابوبکر زہری، ادریسی، ابن العوام اشبیلی، موسیو سدیو، اور اسکاٹ وغیرہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے، ابن سعید کی کتاب البدی میں ہے:۔

یہ جزیرہ دریا، چشموں، میووں، اور وسعت رزق کی کثرت اور روئی کی نہایت کثیر پیداوار سے موصوف ہے"

ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر الزہری لکھتا ہے:۔

"اور روئی یہاں سے بڑی مقدار میں باہر جاتی ہے"

روئی کی کاشت سخت اور چکنی زمین میں ہوتی تھی، شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم بن خصال اندلسی کا بیان کتاب الفلاحۃ ابن العوام اشبیلی میں درج ہے، کہ "اہل صقلیہ روئی کیلئے سخت اور چکنی زمین منتخب کرتے ہیں" صقلیہ میں مقام برطنیق کی زمین اسکے لئے سب سے زیادہ موزوں تھی، ادریسی لکھتا ہے:۔

"یہاں عمدہ کھیت ہیں جن میں بہت زیادہ کپاس، مہندی، اور اس کے علاوہ کتان کی مختلف قسموں کی کاشت ہوتی ہے"

موسیو سدیو اور اسکاٹ وغیرہ لکھتے ہیں، کہ روئی اس جزیرہ میں اس کثرت سے پیدا ہوتی تھی کہ گویا یہ یہاں کی خاص پیداوار ہے، یورپ نے روئی کی کاشت انہی عربوں سے سیکھی،

نیشکر کی کاشت اور شکر بنانے کا طریقہ مسلمانوں نے اہل چین سے سیکھا، افریقیہ میں پہلے طرابلس الغرب میں اسکی کاشت ہوئی، پھر وہاں سے صقلیہ لائے، اہل یورپ نے انہی سے یہ فن حاصل کیا، یہاں نیشکر کی زراعت بھی بہت اچھی ہوتی تھی،

اسی طرح غیر ممالک کی حسب ذیل زرعی چیزیں مسلمانوں کے ذریعہ صقلیہ میں داخل ہوئیں لیموں ترش لیموں شیریں، خربوزہ، شفتالو، جڑی بوٹیاں، گرم مسالے اور خوشبودار چیزیں

وغیرہ یہ چیزیں عراق، شام، اور ہندوستان کی تھیں، جو عربی ملکوں میں منتقل ہوئیں پھر صقلیہ لے جائی گئیں[1]،

۲ صنعت و حرفت صنعت و حرفت کی ترقی کا مدار اس زمانہ میں رسل و رسائل اور بار برداری کے وسیع نظام نہ ہونے کے باعث ملک کے قدرتی ذخائر و خام پیداوار ہی پر تھا، مسلمانوں نے یہاں کے معدنوں، پہاڑوں، دریاؤں اور سمندر سے پورا فائدہ اوٹھایا،

معدنیات سے استفادہ معدنیات سے استفادہ کی کان کنی اور آہن گری کے پیشوں کا رواج تھا

کان کنی کے متعلق موسیو سدیو لکھتے ہیں :-

(مسلمانوں نے) چاندی، لوہے، تانبے، گندھک اور نمک وغیرہ کی کانیں نکالیں، فرمانروایان صقلیہ کے محلوں میں سونے اور چاندی کا جو انبار تھا، وہ یہیں سے حاصل کردہ تھا، راجر نے نارمن عہد حکومت میں ادریسی کو چاندی کی جو کثیر مقدار دنیا کا نقشہ تیار کرنے کیلئے دی تھی، وہ یہیں کے کانوں سے نکلی تھی، اسی طرح بلرما اور مسینا کی کانوں سے لوہا نکالا جاتا تھا، اور وہ اس قدر زیادہ ہوتا تھا، کہ عام دستور کے خلاف خام شکل میں باہر بھی بھیجا جاتا،

ان کا تذکرہ ابن حوقل، یاقوت اور ادریسی وغیرہ نے بھی کیا ہے،

موسیو لیبان کہتے ہیں :-

حرفت نے بھی ان کے وقت میں بڑی ترقی کی، ملک کے معدنیات چاندی، لوہا، تانبا، گندک، سنگ مرمر، سنگ سوان وغیرہ نہایت اہتمام کے ساتھ اور باقاعدہ طور پر نکالے گئے" (ص ۲۹۲)

آہن گری، لوہاری کا پیشہ دارالصناعۃ کی وجہ سے ترقی یافتہ پیشوں میں تھا، جہاز، منجنیق، تلوار، ڈھال، اصطرلاب، جر ثقیل کے آلات، پنکھیاں وغیرہ یہیں بنتی تھیں، جن کا تذکرہ دوسری جگہ آیا ہے،

---

[1] نزہۃ المشتاق ص ۳۵، کتاب الجغرافیہ زہری، دلاری ص ۱۵۹، کتاب الفلاحت دلاری ص ۱۵۹، تاریخ الزراعۃ فی بلاد العالم العربی مالیچ اٹلی ص ۵، ص ۱۱۳، اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۱۵، تاریخ عرب موسیو سدیو، ص ۲۹۲،

Marfat.com

پہاڑوں سے استفادہ

پہاڑوں خصوصاً کوہ اٹنا سے **گندھک** کا بڑا ذخیرہ نکلتا تھا، اس پہاڑ کی آتش فشانی سے جو لاوا بہ کر غاروں میں جمع ہوتا، اوس سے روغن **نفت** نکالا جاتا تھا، عرب مورخین میں سے مسعودی، قزوینی، ابن سعید اندلسی، ابوالفداء، ابن فضل اللہ الدمشقی اور ابوعبداللہ محمد بن بکر زہری وغیرہ نے صقلیہ کے بیان میں کوہ اٹنا سے گندھک اور نفت وغیرہ حاصل کرنے کا مفصل ذکر کیا ہے، قیمتی پتھر یشب، رخام اور مرمر وغیرہ بھی زیادہ تر کوہ اٹنا سے نکالے جاتے، جس سے سنگ تراشی کا پیشہ زندہ تھا،

جنگلوں سے استفادہ

جنگلوں سے نجاری کا پیشہ قائم تھا،

نجاری میں صقلیہ کی ترقی بھی قدرۃً تھی، جہاز کی لکڑیاں شنت مارکو کے جنگل کی اچھی ہوتی تھیں پنچکیوں کیلئے قلعہ اوبی کی لکڑی کام آتی تھی، اور پنچکی بنانے کا کارخانہ یہیں قائم تھا، ادریسی اسکاٹ اور سدیو نے نجاری کی ترقی اور مصنوعات کا تذکرہ کیا ہے[1]

نباتات سے استفادہ

نباتات سے استفادہ کرنیکی ذیل کی چند صورتیں معلوم ہوئیں،

نباتی وزرعی اشیاء وپیداوار سے مختلف پیشے اور مصنوعات کاغذسازی، رسّوں کی بٹائی، چٹائیوں کی بنائی، پارچہ بافی، روغن سازی، شراب کشی اور حلوہ پزی وغیرہ قابل ذکر ہیں،

بلرم کے قرب وجوار کے دیہاتوں میں بربر ایک قسم کی نہایت چمڑی اور مضبوط گھاس ہوتی تھی، مسلمانوں نے اس کے دو مصرف نکالے، اس سے کاغذ تیار کرتے، اور جہازوں کیلئے رسّے بٹتے، جہازوں کے رسّوں کی ضرورت اہم تھی، اسلئے اسکو مقدم رکھتے، اور گھاس کی زیادہ مقدار رسّوں میں صرف ہوتی، کاغذ بنانے کیلئے بہت کم بچ جاتی تھی، لیکن جو کچھ بھی رہ جاتی تھی، اس کا بہترین کاغذ تیار ہوتا تھا، ابن حوقل کا بیان ہے، کہ اس گھاس سے مصر میں بھی کاغذ بناتے ہیں، ابتک مصری کاغذ سے بہتر کوئی دوسرا کاغذ دیکھنے میں نہیں آیا تھا، یہاں بھی اوسی نمونہ کا کاغذ تیار ہوتا ہے، جو کچھ کاغذ بنتا ہے، سرکاری ضرورتوں میں کام آتا ہے

[1] نزہۃ المشتاق ص ۲۰، اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۶۰، تاریخ عرب ص ۲۴۴،

Marfat.com

گھاس کی کمی کی وجہ سے سرکاری ضرورتوں بھر بھی کاغذ تیار نہیں ہو سکتا۔[1]

چٹائی بننا گھاس سے خوبصورت چٹائیاں تیار کیجاتی تھیں ابن جبیر نے شہر ثرمہ کی مسجد میں چٹائی بچھی دیکھی اس کے متعلق کہتا ہے :۔

"اس سے زیادہ اچھی بنی ہوئی چٹائی نہیں دیکھی"[2]

پارچہ بافی کا پیشہ صقلیہ میں درجۂ کمال پر تھا سوتی اور ریشمی ہر طرح کے کپڑے تیار کئے جاتے تھے، روئی کی خام پیداوار سے سوتی کپڑے تیار کرتے، اور ریشمی کپڑوں کے لئے ریشم کے کیڑوں کی پرورش انجیر کے درختوں پر کرتے، یہ طریقہ مسلمانوں نے اندلس میں رائج کیا، وہاں سے صقلیہ لائے کیڑوں کی پرداخت کیلئے انجیر کے بیشمار درخت لگائے گئے تھے،

یہاں کے کپڑے نہایت نفیس عمدہ اور باریک ہوتے تھے، ان میں اعلیٰ قسم کے نقش و نگار کاڑھے جاتے، رفتہ رفتہ بازار میں یہاں کا کپڑا سب سے اعلیٰ درجہ کا سمجھا جانے لگا، ابن حوقل مسلمانان نیپلز کے کپڑوں کے متعلق حسب ذیل رائے ظاہر کرتا ہے،

"میں نے تمام اقطار عالم میں اس کپڑے کے مانند کوئی دوسرا کپڑا نہیں دیکھا، اور نہ ایسے کاریگر تمام روئے زمین میں کہیں دیکھنے میں آئے"

اسی طرح مقدسی نے اقلیم مغرب کے عجائب میں پارچہ بافی کی ایک مثال لکھی ہے، جس سے مراد صقلیہ کی پارچہ بافی ہے، وہ لکھتا ہے،

"اور اس اقلیم میں بکثرت عجائب ہیں، اور ان میں سے ایک ابوقلموں ہے، یہ ایک قسم کا جانور ہے، جو سمندر کے ساحل پر پتھروں سے اپنے بدن کو کھجاتا ہے جس سے اوس کے روئیں گرتے ہیں، یہ روئیں ریشم کی طرح نہایت نرم اور ملائم ہوتے ہیں، اس کا رنگ سنہرا ہوتا ہے، وہ مطلق چھوڑا نہیں جاتا، نہایت نادر الوجود ہے، چنانچہ

---

[1] المسالک والممالک ابن حوقل ص ۱۳۵، وتقویم البلدان، ابوالفدا [2] رحلۃ ابن جبیر ص ۳۲۹،

Marfat.com

اسکو جمع کرتے ہیں، اور اس سے کپڑے بنتے ہیں، یہ کپڑے دن میں کئی رنگ بدلتے ہیں"[1]

یورپین مورخین کو اعتراف ہے کہ کپڑے بننے اور رنگنے وغیرہ کا فن یورپ نے مسلمانانِ صقلیہ سے سیکھا، موسیو لیبان لکھتے ہیں :-

"ریشمی کپڑا جزیرہ میں بننے لگا، اور اس وقت بھی نورمن برگ میں ایک ریشمی چادر شاہانِ صقلیہ کے اوڑھنے کی موجود ہے جس پر کوفی حرفوں میں پانسو بیس ہجری (۱۱۳۶ء) کا ایک کتبہ ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کپڑے رنگنے کا فن صقلیہ ہی سے یورپ میں آیا"

موسیو سدیو کا بیان ہے کہ یورپ نے ریشمی کپڑوں کی بافت مسلمانانِ صقلیہ سے حاصل کی وہ کہتے ہیں :-

"انہی نے وہاں جزیرہ صقلیہ میں ریشمی کپڑوں کے بننے کا دستور ڈالا جس سے کہتے ہیں کہ بارہویں صدی عیسوی میں اس کے بننے کا ہنر یورپ کے لوگوں نے سیکھا"

مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں :-

"دنیا کی کوئی قوم مسلمانانِ صقلیہ کے برابر باریک اور خوبصورت کپڑا نہیں بنا سکی، نہ پرمو کے ریشمی کپڑوں کا مقابلہ کر سکی، وہ قرآن مجید کی آیات اور پھول بوٹے، سنہرے کلابتوں سے اس خوبصورتی کے ساتھ بنتے تھے، کہ جس کو دیکھ کر سخت حیرانی ہوتی ہے، ان کپڑوں کی بڑی قدر تھی، اسلامی دنیا کے بادشاہوں اور امرا کے لئے یہاں کے کپڑے ڈھونڈ ڈھونڈ کر منگوائے جاتے تھے"[2]

فنِ رنگ سازی پر ایک صقلی اہلِ علم نے ایک کتاب بھی لکھی ہے، جو ٹیونس کے کتب خانہ میں موجود ہے،

---

[1] احسن التقاسیم مقدسی ص ۲۴۰، و المسالک والممالک ابن حوقل ص ۷۰، [2] ابن الاندلس جلد ۲ ص ۱۰۰، ۱۰۲، تمدن عرب ۲۰۲، تاریخ عرب ۲۴۴،

Marfat.com

شراب نشی اگرچہ شراب کی کشید اور اوسکی خرید و فروخت تک اسلام میں ممنوع ہے لیکن صقلیہ میں عیسائیوں کی آبادی کی وجہ سے مسینا میں جہاں اونکی آبادی زیادہ تھی، شراب کی کشید ہوتی تھی، صقلیہ کے شاداب انگور مشہور تھے، ابوالفدا مسینا کے متعلق لکھتا ہے،

"یہ شہر انگور اور شراب کی کثرت میں مشہور ہے"[1]

مسٹر اسکاٹ نے پایۂ تخت بلرم میں بھی شراب کے کارخانہ کے موجود ہونے کا تذکرہ کیا ہے لیکن عرب مورخین کے یہاں اسکی کوئی شہادت نہیں ملی،

صناب سازی، صناب ایک قسم کا فالودہ تھا، جو انگور کے شیرے کے قوام سے تیار کیا جاتا تھا، صقلیہ کی خاص صنعت تھی، اس کے تیار کرنے کا نسخہ اور اجزا ابن العوام نے بیان کئے ہیں، وہ طریقہ یہ ہے، پہلے شیریں انگور کے شیرے سے جو شہد کے مثل گاڑھا ہو، ایک رطل صناب یعنی فالودہ کے قسم کا قوام تیار کیا جائے، پھر اس قوام کو اچھی طرح حل کر کے چھان لیا جائے، اس کے بعد اسمیں عمدہ شہد مناسب مقدار تک ملا کر اسکو مٹی کے ایک کورے برتن میں ڈال دیا جائے،

مصنب کی تیاری میں مٹی کے کورے برتن کو بہت بڑا دخل ہے، اور اس کے بنانے میں اسی برتن کے متعلق خاص ہدایتیں تھیں، مثلاً پہلے اوسکو میٹھے پانی سے دھویا جائے، پھر دو دن تک پانی ہی میں اسکو چھوڑ دیا جائے، تیسرے دن نکال کر ہوا میں رکھ دیا جائے، پھر اسی مرکب قوام سے اس پر ایک ہلکے قسم کا لک کیا جائے اور پھر اوسکو یک شبانہ روز چھوڑ دیا جائے، اسکے بعد اس قوام کو اسمیں آہستہ آہستہ ڈالا جائے، لیکن قوام وہیں تک رکھنا چاہئے جہاں تک برتن میں لک ہو، اوس کے بعد آخر میں اوس نے لکھا ہے،:-

"صقلیہ میں اسی طرح تیار کیا جاتا تھا، اور اس کا یہی صحیح نسخہ ہے، ابراہیم بن محمد ابن بسال کہتا ہے"

---

[1] تقویم البلدان صفحہ ۱۹۲، [2] اخبار الاندلس جلد ۲،

Marfat.com

اس قسم کے قوانین میں اس سے بہتر قوانین میں نے نہیں[۱] دیکھا"

حلوائے اطریہ عربوں کی اشیائے خوردنی میں ایک خاص قسم کا حلوا اطریہ تھا، یہ بلرم کے ایک خاص مقام تربیہ میں تیار کیا جاتا تھا، اور یہاں سے یورپ، افریقہ وغیرہ میں بھیجا جاتا تھا، ادریسی کہتا ہے:۔

"اور یہاں وہ حلوا (اطریہ) بنتا ہے جو تمام اسلامی اور عیسائی شہروں میں بھیجا جاتا ہے[۲]"

روغن سازی، مختلف نباتات پھلوں اور پھولوں سے دہنیات و عطریات کی کشید ہوتی تھی، انہی میں ایک قسم کا روغن تھا، جو درختوں سے نکالا جاتا تھا، اور یہاں کثرت سے تیار ہوتا تھا[۳]

شہد، شہد کی پیداوار کیلئے شہد کی مکھیوں کی پرداخت کا اہتمام کیا گیا تھا، اور اس کے لئے بھی اسی طرح باغ لگائے گئے تھے، جیسے ریشم کے کیڑوں کیلئے تھے[۴]

دریا اور سمندر سے استفادہ دریا اور سمندر سے فائدہ اٹھانے کے دو پیشے، ماہی گیری اور صدف ریزی قائم تھے

ماہی گیری، اہل صقلیہ کا خاص پیشہ تھا، ساحلی سمندر اور اندرون جزیرہ کے دریا چشمون اور نہروں سے مچھلیوں کا شکار ہوتا، بڑی قسم کی مچھلی تن بشناک طرابنش کے ساحل سے نکالی جاتی تھی، بنفش میں تن مچھلی کثرت سے ملتی تھی، مچھلیوں کے شکار کے لئے خاص شکارگاہ قائم تھے، جنہیں مصاید کہا جاتا تھا، ادریسی میلاص کے متعلق لکھتا ہے:۔

"یہاں بڑی قسم والی تن مچھلی کے شکار کیلئے شکارگاہیں ہیں[۵]"

صدف ریزی، سمندر سے موتی اور مونگا نکالے جاتے، طرابنش کے ساحل پر مونگا نکالنے کا اہتمام تھا، ابن الوردی کہتا ہے:۔

---

[۱] کتاب الفلاحۃ دراماری ص ۴۰، کتاب الفلاحۃ کے اردو ترجمہ میں اس کا مختلف اور ناقص بیان ہے، غالباً یہ مطبوعہ نسخہ اس جگہ ناقص ہے، [۲] نزہتہ المشتاق ص ۲۴۰، [۳] کتاب البہی ابن سعید دراماری ص ۱۲۷، و جغرافیہ ابی بکر زہری دراماری

[۴] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۱۶۲

"اس کے سمندر کے ساحل پر مونگا نکالا جاتا ہے، جو سمندر کے ساحلی کنارے کی زمین میں درخت کی طرح اوگتا ہے"[1]

فنون جمیلہ فنون جمیلہ کے اندر گو بڑی وسعت ہے لیکن ہمیں یہاں پر صرف خطاطی و موسیقی، نقش و نگار، تصویر اور تعمیرات کا تذکرہ کرنا ہے،

موسیقی، لحن و موسیقی کو طبائع انسانی سے مناسبت ہوتی ہے، اسکے لئے مدویت و حضریت کی کی تخصیص نہیں تاہم جب کوئی قوم تمدن کی تراش خراش کے بعد تخیلات و تکلفات کی منزل میں قدم رکھتی ہے، تو موسیقی بھی معاشرت و اجتماع کا ایک لازمی جزء قرار پاتی ہے، صقلیہ میں عربوں سے پیشتر جو قومیں آباد تھیں، ان میں موسیقی کا عام رواج تھا، مسلمانوں کے تمدن کے آغاز کے بعد عباسی و اموی خلفاء کے درباروں میں شعراء کے مدحیہ قصائد مغنیوں سے سنے جانے لگے، اس طرح موسیقی کو درباروں میں جگہ ملی، جب صقلیہ کے اغلبی شہزادوں اور کلبی فرمانرواؤں کے شاہی ایوان میں درباری جلوس ہونے لگے، تو یہاں بھی شعراء کے قصائد مغنیوں نے ساز پر گا کر سنائے، اور پھر دلاۃ، اغراء اور درباری داد و دہش سے یہاں موسیقی کے باکمال ماہرین پیدا ہوئے، اور یہاں کے مغنی دوسرے ملکوں میں اشتیاق سے بلائے جاتے چنانچہ اشبیلیہ کے فرمانروا المعتضد باللہ عباد بن محمد نے صقلیہ کے ایک مغنی کو وہاں سے اندلس طلب کیا جب وہاں پہنچا تو اوسے احترام سے دربار میں جگہ دی، اور اوس نے اوسکی پہلی فرمائش پر پانچ شعر گا کر سنائے، اندلس میں قیام کی غرض سے بلایا گیا تھا، لیکن چند دنوں کے بعد اچانک کسی سبب سے اوسکا انتقال ہو گیا[1]

تصویر صقلیہ کو فن تصویر سے قدیم لگاؤ رہا ہے، اور اگر یہ کہا جائے کہ سرزمین صقلیہ عہد قدیم میں مصوری کی ایک درسگاہ تھی تو بیجا نہ ہوگا، اس کے آثار و نمائیل جا بجا اسلامی عہد تک قائم رہے، اٹلی کی بت تراشی آج بھی مشہور ہے، شہر قطانیہ کے متعلق عرب مورخین کا بیان ہے کہ اس کا دوسرا نام مدینۃ الفیل ہے

[1] خریدۃ العجائب و رامادی ص ۱۵۲ الحلۃ السیراء و رامادی ص ۲۰۳ و اخبار الاندلس،

Marfat.com

یہاں عہد اسلامی تک ہاتھی کا ایک خوبصورت مجسمہ ایک بلند مقام پر نصب تھا، جو اوس زمانہ میں کنیسہ ربان میں منتقل کر دیا گیا تھا[1]، یونانی علم الاصنام میں جن رومیوں کے نام آتے ہیں، ان میں سے اکثر کے نام پر یہاں عباد گاہیں قائم تھیں، جنہیں اُن کے مجسمے رکھے تھے. ان میں سے بعض عباد گاہوں میں ہر ملک کے یونانیوں کا ایک عظیم الشان سالانہ میلہ لگتا تھا یونان و روم کے ممتاز فلاسفہ و مشاہیر کے تمثال و مجسمے مختلف مقامات پر نصب تھے، اور بزنطی دورِ حکومت میں بھی سونے کی مورتیاں یہاں ایسی موجود تھیں. کہ جب یہاں کے ابتدائی حملوں میں مالِ غنیمت کے طور پر وہ مسلمانوں کے ہاتھ لگیں تو امیر معاویہ نے اُن کی صنعت سے فائدہ اُٹھا کر انہیں بیچنے کے لئے ہندوستان بھیجنا چاہا، لیکن زود اعتقاد مسلمانوں نے بتوں کی تجارت کی مخالفت کی اور وہ اپنے ارادے سے باز آئے، لکدومری راجح روایتوں کے مطابق وہ سندھ میں بیچے گئے

جس زمانہ میں مسلمانوں کا تعلق صقلیہ سے پیدا ہوا اس میں مصوری کا رواج ہو چکا تھا. اگرچہ مسلمانوں کی ثقہ جماعت اور اس کے اثر سے عوام کا ایک بڑا طبقہ ہر زمانہ میں مصوری کو اسلامی تعلیمات کے خلاف سمجھتا رہا، لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ ہر دور میں مسلمانوں میں ایک مختصر جماعت ایسی موجود رہی، جو نفس تصویروں کو اسلامی تعلیمات کے خلاف نہیں سمجھتی تھی. کہ اسکے نقطۂ نظر سے اسلام میں تصویروں کی ممانعت کی اصل علت محض بت پرستی کا سدباب کرنا تھا، اور عوام میں سے حیلہ جو طبائع اور آسان پسند امرا، بغیر کسی حقیقت کے ادراک کے اُس جماعت کے ہمنوا رہے، چنانچہ صقلیہ میں بھی ایسا طبقہ موجود تھا. جو تصویروں کے استعمال میں محتاط نہ تھا، اور محلوں میں تصویریں زیب و زینت کے طور پر استعمال کیجاتی تھیں خصوصاً بلرم کے محلوں کو مختلف قسم کی تصویروں سے آراستہ کیا گیا تھا.

صقلیہ کے اسلامی عہد کے فن مصوری کے بعض نمونے یورپ کے بعض کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں، جن سے اس عہد میں تصویروں کے استعمال کا پتہ چلتا ہے، پروفیسر رینوڈ

[1] نفح الازہار فی عجائب الاقطار درماری ۲۲۳ فتوح البلدان بلاذری ۵۲۳ کتاب المذالیر دنی ۶ نزہۃ المشتاق ۱۱ د

نے اپنی کتاب حروب صلیبیہ کے بعد یورپ اور مشرق کا علمی اتصال میں علم طب سے متعلق ایسی پانچ تصویرین شائع کی ہیں جن میں عرب اطبا یا نمائندگان یورپ کا معالجہ کرتے دکھائے گئے ہیں انمیں سے ایک تصویر صقلیہ سے بھی تعلق رکھتی ہے اسمیں کسی نارمن فرمانروا پر عرب اطبا کمی کا عمل کر رہے ہیں یہ تصویر صقلیہ کے پرانے کاغذات میں دستیاب ہوئی تھی

ادریسی کے اس نقرئی کرۂ زمین کی صنعت میں جسکو نارمن فرمانروا کے زمانہ میں صقلیہ میں اس نے تیار کیا تھا جغرافیہ کی ہمہ دانی کے ثبوت کے علاوہ فن مصوری کا کمال بھی مضمر تھا، اس کرہ میں کمال صناعی سے دنیا کے مختلف حصوں کو مختلف رنگ کے جواہر سے جدا جدا دکھانے کے ساتھ پہاڑ، دریا، اور جنگل وغیرہ دکھائے گئے تھے، اسی طرح کپڑوں پر سنہرے کلابتوں کے خوبصورت نقش و نگار اور عمارتوں کے دلآویز نقوش بھی صقلیہ کے مسلمانوں کے ذوق مصوری کے شاہد ہیں[1]

فن تعمیر تعمیر کیلئے پتھر، مٹی، لکڑی، لوہے، اور رنگوں کی ضرورت پڑتی ہے، یہ چیزیں کم و بیش ہر جگہ پائی جاتی ہیں، اسلئے جسقدر قدیم متمدن قومیں گذریں، ان کا کوئی نہ کوئی مخصوص طرز تعمیر قائم ہوا جنمیں سے ایرانی، مصری، یونانی، رومی، اور بزنطی طرز تعمیر اسلام کے ظہور کے وقت دنیا میں رائج تھے، مسلمانوں کا تمدن جغرافی حدود کا پابند نہیں، اسلئے اسلامی طرز تعمیر کو ان تمام طرزوں سے واسطہ پڑا، اور پھر مسلمانوں نے ان مختلف طرزوں میں اپنی ذہنی استعداد سے ایسی آمیزش اور اضافے کئے کہ ایک مخصوص طرز تعمیر کی بنیاد پڑگئی یہی طرز اسلامی طرز کہلاتا ہے،

مسلمانوں کے صقلیہ میں آنے کے وقت تک اسلامی طرز تعمیر کی بنیاد پڑ چکی تھی وہ صقلیہ میں مشرقی طرز لے ہوئے، اسلامی طرز تعمیر کو اپنے ساتھ لائے، اور یہاں انھیں اسلامی طرز میں یہاں کے قدیم یونانی رومی اور بزنطی طرزوں کے ملانے کا موقع ملا، اور اپنی استعداد سے مشرقی و مغربی طرزوں میں ایسی آمیزش کی کہ ایک مستقل طرز کے بانی بنے جسکو لیبان صقلیہ

[1] نزہۃ المشتاق ادریسی،

کا شرقی عربی طرز کہتے ہیں[1]

صقلیہ کا یہ شرقی عربی طرز نہ صرف یہ کہ اسلامی طرز تعمیر کی ایک شاخ ہے۔ بلکہ مسلمانوں کے فن تعمیر میں اسکو ایک مستقل منزل کی حیثیت حاصل ہے جسمیں ان کی چند یادگاریں دائمی طور پر باقی رہ گئیں جنھیں صقلیہ کے اسلامی طرز کے چند خصوصیات کہا جاسکتا ہے،

صقلیہ کے اسلامی فن تعمیر کے خصوصیات، وہ ہیں جن کی داغ بیل مسلمانانِ صقلیہ

کے ہاتھوں اسلامی فن تعمیر میں پڑی، مثلاً:-

پتھروں کی پہلی مرتبہ استعمال

مسلمانوں نے عمارتوں میں سب سے پہلی مرتبہ اسی صقلیہ میں اینٹ کے بجائے پتھر استعمال کیے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں تاریخ فن تعمیر کے ذیل میں اسلامی طرز تعمیر پر لکھتے ہوئے کہا گیا ہے:-

"اس قسم کے طرز تعمیر کی دوسری منزل تبریز و سلطانیہ کے مساجد ہیں، اور جب ہم دو صدی کے بعد اس طرز کو بلرم کے محل زیزہ میں دیکھتے ہیں، تو ہم کو اتنا فرق نظر آتا ہے، کہ اب اینٹ کی جگہ پتھر نے لے لی ہے[2]"

موسیو لیبان تعمیر کے مصالح کے ذیل میں لکھتے ہیں،:-

"عربوں کی تعمیر کا مصالحہ بلحاظ اختلاف ملک اور اختلاف عمارات کے مختلف ہے، پہلے انھوں نے محض اینٹیں استعمال کیں، لیکن اس کے بعد ہی انھوں نے اپنی بڑی عمارتوں مثل قصور خیزران و قوبع کے جو جزیرہ صقلیہ میں ہیں، اور مسجد حسن کے جو قاہرہ میں ہے، اور نیز دوسری عمارات میں پتھر کا استعمال کیا[3]"

صقلیہ میں عمارات کے قابل پتھروں کی کمی نہ تھی، یہانتک کہ جب اسکندر نے شہر اسکندریہ

---

[1] تمدن عرب صفحہ ۔ [2] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا بحوالہ ۲ صفحہ ۴۲۳ [3] تمدن عرب صفحہ ۴۰۱

تعمیر کرایا، تو عمارتوں کیلئے پتھر یہیں سے منگوائے، اسلئے مسلمانوں نے صقلیہ پہنچ کر یہاں کے پتھروں کی قدر کی، اور بقول مسٹر اسکاٹ "مسلمان انجینیروں نے ایوانِ شاہی اور امراء کے محلوں میں رنگ برنگ کے پتھروں کی چکاچوند پیدا کردی، اور جتنے قسم کے پتھر یہاں دستیاب ہوتے تھے، سب کو عمارتوں میں استعمال کیا، چنانچہ ادریسی اور ابن جبیر وغیرہ نے بھی یہاں کی عمارتوں کے پتھروں کی تعریف کی ہے"[1]

ستون کی نوکدار محرابوں کی ایجاد

دوسری خصوصیت فنِ تعمیر کے ستونی طرز (COLUMN) کو معراجِ کمال پر پہنچانا ہے، انسائیکلوپیڈیا برٹیانیکا میں نارمنوں کے فنِ تعمیر کے ذیل میں ہے:-

یونانیوں نے ستونی طرز (COLUMN) کی ابتدا کی، اور رومیوں نے اسکو ترقی دی، یونانیوں اور رومیوں نے ایسے ستون بنائے، جن پر چھت (CUPALA) قائم ہوں، مسلمانوں نے ان ستونوں پر نوکدار محرابیں بنائیں، اور صقلیہ کے مسلمانوں نے انہی عناصر سے ایک بلند و حسین طرز ایجاد کیا، جو مختلف حیثیتوں میں پرشوکت و شان سادہ اور حسین و جمیل تھا"[2]

آرائشی طاقچے

اسلامی فنِ تعمیر میں آرائشی طاقچوں کے اضافہ کی ابتدا بھی صقلیہ ہی میں ہوئی، موسیو لیبان لکھتے ہیں:-

"ان طاقوں کا استعمال جزیرۂ صقلیہ میں دسویں و گیارہویں صدی عیسوی میں پایا جاتا ہے"[3]

ان خصوصیتوں کے اضافہ کے علاوہ تعمیر کی اون صنعتوں کو جو اسوقت تک اسلامی فنِ تعمیر میں رائج پاچکی تھیں، نہایت خوبی سے استعمال کیا، اور اپنے حُسن ذوق سے ان کو معراجِ کمال پر پہنچایا۔

سنہری روپہلی قلعی

اسلامی عہد میں دیواروں پر سنہری روپہلی قلعی کی جاتی تھی، جسکو شمسیہ و قمریہ کہتے تھے

---

[1] نزہۃ المشتاق در حلۃ ابن جبیر (بلوم) وغیرہ اخبار الاندلس جلد ۲ ص۲۲ و تاریخ عرب موسیو سدیو ص۲۲۲، [2] انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۹ ص۵۵، طبع یازدہم۔ [3] تمدن عرب ص۴۸۴،

صقلیہ کے مسلمان مہندسین نے یہاں کی عمارتوں میں یہ دونوں صنعتیں استعمال کین ابن جبیر کنیسہ الط
کی چھت کو "شمسیات" لکھتا ہے، اور قصر کے نمونے آج بھی یادگار باقی رہ گئے ہیں،

نقش و نگار دیواروں پر مختلف نقش و نگار، ہر قسم کے رنگ بھر کر بناتے، خوبصورت مصنوعی بیلیں چڑھاتے، بیلوں میں اُن کے خوشے نہایت شگفتہ دکھاتے، اور خط کوفی و طغرا میں قرآن مجید کی آیتیں نہایت صفائی اور خوبصورتی سے نقش کرتے،

نارمنوں کے عہد میں اسلامی طرز تعمیر سسلی میں جب تک مسلمان موجود رہے، اسلامی طرز تعمیر اور مسلمان معماروں کو مقبولیت حاصل رہی، نارمن خود کسی تمدن کے حامل نہ تھے، وہ تقریباً ایک ہی زمانہ میں انگلستان اور سسلی دونوں جگہ آئے، انگلستان میں تو انھیں اوس طرز کو رواج دینے کا موقع ملا، جسے اونھوں نے لمبارڈوں اور فرانسیسیوں سے حاصل کر لیا تھا، کیونکہ خود انگلستان میں اسوقت کوئی طرز تعمیر موجود نہ تھا جسکو وہ اختیار کرتے، برخلاف اس کے صقلیہ میں یونانی اور اسلامی طرز تعمیر ترقی یافتہ شکلوں میں موجود تھے، وہ اوس طرز سے زیادہ بہتر تھے، جسکو وہ انگلستان میں رائج کر رہے تھے، اسلئے باوجودیکہ انگلستان اور صقلیہ کے نارمنوں میں معاشرتی تعلقات قائم تھے، پھر بھی انھوں نے یہاں اوس نئے طرز پر عمارتیں نہیں بنائیں جس طرز پر وہ انگلستان میں بنا رہے تھے، کیونکہ انگلستان کا وہ نارمن طرز صقلیہ کے اسلامی طرز تعمیر کے مقابلہ میں ناقص بھدا اور بدصورت تھا، اسلئے صقلیہ میں نارمنوں کے زمانہ میں جو عمارتیں بنائی گئیں وہ تمامتر صقلیہ کے مسلمان مہندسین اور معماروں کے ہاتھوں تعمیر ہوئیں، اور خالص اسلامی طرز کی تھیں، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں نارمنوں کی سرگذشت میں ان کے طرز تعمیر کے ذیل میں ان امور پر وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے، اس کا اجمالی خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے جس سے اندازہ ہوگا، کہ صقلیہ کے نارمن عہد حکومت میں جسقدر تعمیری ترقیاں ہوئیں، وہ تمامتر اسلامی تعمیرات ہیں، جو مسلمان کاریگروں

کے ہاتھوں انجام پائیں، مقالہ نگار نے انگلستان اور صقلیہ کی نارمن عمارتوں کی تعمیر کا فرق ان الفاظ میں دکھایا ہے:-

"ان دونوں ملک کا فرق نمایاں ہے صقلیہ میں ان نارمنوں کو نظر آیا کہ وہ وہاں کے موجودہ طرز میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتے، اسلئے انھوں نے اسی کو اختیار کر لیا، لیکن انگلستان میں انھوں نے دیکھا کہ وہ اسمیں ترقی کر سکتے ہیں، اسلئے ملک کے طرز تعمیر کی جگہ اپنا طرز رائج کیا..... اس طرح ہمیں نظر آتا ہے کہ انھوں نے ان دونوں جگہ وہاں کے حالات کے مطابق عمل کیا"

(صقلیہ میں) ان (اسلامی اور یونانی فنون کی موجودگی میں انھیں کسی حد تک کامیابی نہیں ہوئی اُن کو صرف اتنا کرنا پڑا کہ انھوں نے معماروں کو حکم دیا کہ وہ دوسرے کے بجائے ان کیلیے عمارتیں بنائیں، پلرمو، مونریل (MONREALE) سیفولو (CEFALOW) اور سینٹ کے نارمنوں کے شاہی محل اور گرجے تمام تر خالص طور سے اسلامی ہیں، اور اغلب یہ ہے کہ وہ مسلمان معماروں ہی کے بنائے ہوئے ہوں، اور اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ وہ اسلامی طرز پر بنائے گئے ہیں،

ان عمارتوں اور ایکوئیٹین (AQUITAINE) کی عمارتوں میں نوکدار محرابیں اسلامی اثر کا صاف پتہ دیتی ہیں ان کو کبھی بھی شمال کے گاتھک طرز کی آمد نہیں سمجھنا چاہئے، اس طرز تعمیر کو صقلیہ کے نوکدار طرز سے کوئی واسطہ نہیں، صقلیہ کا ایک گرجا فرانسیسی یا انگریزی گرجے سے قطعاً مشابہ نہیں ہو سکتا بعض جگہ وہ بالکل مشرقی (مجموعہ چین، ایشیائے وسطی اور ہند) ہے، (جو عربوں کے ذریعہ صقلیہ پہنچا) اور بعض جگہ نوکدار محرابوں، (جو صقلیہ کے عربوں کی ایجاد ہے) سے بنا ہوا ہے"

اس کے بعد مقالہ نگار دیواروں کے نقش و نگار کے متعلق لکھتا ہے:

لیکن اگر عربوں نے تعمیر کا راستہ دکھایا، تو یونانیوں نے دیواروں کی مصوری و نقاشی کی راہ

Marfat.com

دکھائی، ایسی حالت میں حکمراں قوم (نارمن) بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ حکمراں خاندان کو وہاں کے اس زمانہ کے رائج طرز میں کسی مزید اضافہ کی ضرورت نہیں پڑی، انھوں نے جو کیا وہ یہ کہ مسلمانوں اور یونانیوں سے مشترک طور سے کام لینا شروع کیا،

لیکن اس موقع پر یونانیوں کا ذکر کرکے مقالہ نگار نے گویا ایک دلچسپ پیرایۂ بیان میں نارمنوں کی عمارتوں کی تعمیر میں مسلمان معماروں کے ساتھ یونانی معماروں کو شریک کر دیا ہے، یہ ہو سکتا ہے کہ اسلامی فن تعمیر میں دیواروں کا نقش و نگار یونانی طرز سے ماخوذ ہو لیکن صقلیہ کی عمارتوں اور خصوصاً گرجوں پر خط کوفی و خط طغریٰ میں قرآن مجید کی آیات سے زیب و زینت دینا ظاہر کر رہا ہے کہ ان نقش و نگار کے نقاش و مصور یونانی نہیں مسلمان ہیں، صقلیہ اور اپولیا کے گرجوں کی عمارتوں کی آیات قرآنی آجتک، اسکی شاہد ہیں موسیو لیبان لکھتے ہیں:-

"خود عربی حروف اس درجہ خوبصورت ہیں کہ ازمنہ وسطیٰ اور نشاۃ ثانیہ کے بناؤں نے ان نمونوں کو جو ان کے ہاتھ لگے محض آرایش سمجھکر نقل کر دیا ہے، موسیو لانگ پیریر اور موسیو لادوانہ، اور دوسرے مصنفین نے ان کی مثالیں اکثر اپنی کتابوں میں دیکھی ہیں، اس آخر الذکر مصنف نے تو میلان کے بڑے کلیسے کے بیت المقدس میں ایک نکیلا محراب دار دروازہ دیکھا ہے، جس کے گرد پتھر کی گنگر تھی، اور اس پر ایک عربی لفظ متعدد بار لکھا ہوا تھا، کلیسائے سینٹ پیٹر کے اس دروازہ پر جہاں پوپ یوزین چہارم کی مورت ہے، حضرت عیسیٰ کے سر کے گرد عربی حرفوں کا ہالہ ہے اور سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے کپڑوں پر بھی ایک ایک سطر عربی لکھی ہوئی ہے، افسوس ہے کہ اس مصنف نے ان کتبوں کا ترجمہ نہیں دیا ہے، کیا عجب ہے کہ حضرت عیسیٰ کے سر کے گرد لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہو"

مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:-

"یہاں تک کہ گرجوں اور مقدس مکانوں کی آرایش قرآن مجید کی آیتیں لکھوا کر کراتے تھے، حالانکہ

Marfat.com

قرآن مجید کی تعلیم پائے، روما کے اصول دینیات، اور مذہبی مجالس کے احکام کے بالکل برعکس تھی"

صقلیہ کے نارمنوں کے علاوہ یورپ کے دوسرے خطوں میں بھی اسلامی طرز تعمیر کو مقبولیت حاصل ہوئی، اور اُس نے صدہا برس گذرنے کے باوجود اپنی امتیازی شان قائم رکھی، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا میں ہے:-

"جب ہم نارمنوں کے انگلستان اور صقلیہ کی تعمیر کان بعض عمارتوں سے جو اپولیا کے بعض حصوں میں بنائی گئی ہیں، مقابلہ کرتے ہیں، تو ہمیں ٹرانی فی منٹو اور باری کی عمارتوں میں اطالوی اور نارمن عناصر ملے جلے معلوم ہوتے ہیں، ان شہروں کے بڑے گرجے صقلیہ کے گرجے سے مختلف ہیں، ایک طرف تو ہمیں ان میں بعض ایسی چیزیں نظر آتی ہیں، کہ گویا ہم اٹلی میں ہیں، دوسری طرف ہمیں ان میں اسلامی طرز تعمیر کی صاف جھلک دکھائی دیتی ہے"[1]

مشہور عمارتیں اور اون کے آثار

صقلیہ میں مسلمانوں نے فن تعمیر کو جو ترقی دی، اُس کا اندازہ وہاں کی شاندار اور خوبصورت عمارات سے کیا جا سکتا ہے، اُس زمانہ کے مشہور عرب مورخین اور سیاح، ابن حوقل، ادریسی، ابن جبیر اور یورپین سیاح تھیوڈوسیس راہب یہاں کی تعمیری ترقیوں کو بچشم خود دیکھکر متاثر ہوئے، اور اپنی کتابوں میں اپنے تاثرات لکھے، دور حاضر کے یورپین مورخین میں سے سسدیو، لیبان، اسکاٹ، اور انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار وغیرہ نے اس زمانہ کی یہاں کی عمارتوں کے آثار باقیہ دیکھے، اور انھیں اندلس کی عمارتوں کے بعد سب سے اعلیٰ ترین عمارتوں میں شمار کیا،

عمارتیں عموماً پتھر کی بنتی تھیں، اندر کی دیواروں پر پلاسٹر کرتے تھے، اور رنگ برنگ کے نقش ونگار اور پچی کاری سے مزین کرتے، اکثر عرب و یورپین مورخین اور سیاح متفق ہیں کہ یہاں کی

[1] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۱۹ ص۵۵، تمدن عرب ص۳۰۰، اخبار الاندلس جلد ۲ ص۲۷،

عمارتوں کی عمومی شان و شوکت رفعت و بلندی، کشادگی، استحکام اور تزیین بالکل اندلس کی عمارتوں کے مثل تھی اگرچہ اندلس اور صقلیہ کے طرز تعمیر میں آسمان و زمین کا فرق تھا لیکن عمومی طور پر دونوں میں بہت کچھ مشابہت پائی جاتی تھی، ابن جبیر نے تو ایک سے زیادہ مقام پر کہا ہے کہ یہاں کی عمارتیں قرطبۃ البنیان ہیں

لیکن وہ کونسی عمارتیں تھیں، کن کن ناموں سے موسوم تھیں، افسوس ہے کہ اس کی تعیین صقلیہ کی عمارتوں کے سب سے بڑے مداح ادریسی کی نزہۃ المشتاق سے بھی نہیں ہو سکتی، وہ یہاں کے معلومات کی جزئی سے جزئی تفصیل بیان کرتا ہے مگر بجز "القصر" و "المسجد" وغیرہ کے ان کا کوئی خاص نام نہیں لیتا، حالانکہ اکثر قابل ذکر عمارتیں اپنے اپنے ناموں سے موسوم تھیں، اور تاریخوں میں کہیں کہیں ان کے نام مل جاتے ہیں، لیکن ادریسی نے اپنی کتاب نارمنوں کے عہد میں نارمن فرمانروا کے لیے لکھی تھی اس لیے غالباً اس نے ان ناموں کو عمداً نہیں لکھا، کہ اب انہیں پرانے ناموں مثلاً قصر سعد وغیرہ سے موسوم کرنا معنوی اعتبار سے بے معنی تھا، تاہم چند عمارتوں کے نام ہمیں اپنے علوم ہو سکے ہیں جن کے حالات متعین طور پر ہم بیان کر سکتے ہیں، ان میں قصر زیزہ، قصر قوبع، قصر سعد مسجد بلرم، مسجد ترمہ اور کنیسہ فتاکی ہیں لیکن یہ یادگاریں بھی اسوقت تک قائم رہیں جب تک نارمن مسلمانوں کا تمدن اختیار کیے رہے اور اسی لیے ان کے عہد میں بھی مسلمان معماروں کے ہاتھوں اسلامی عمارتوں کا اضافہ ہوتا گیا لیکن پھر اسکے بعد جیسے جیسے زمانہ گذرتا گیا صقلیہ میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے معاشرتی تعلقات خراب ہوتے گئے یہانتک کہ رفتہ رفتہ دونوں قوموں میں کامل اجنبیت پیدا ہو گئی لیکن اسکے باوجود اس زمانہ میں بھی جو نئی عمارتیں بنیں، ان میں اسلامی طرز تعمیر کی نمایاں جھلک باقی رہتی،

لیکن افسوس ہے کہ اسلامی عہد حکومت اور نارمن عہد کے ابتدائی دور کی بنی ہوئی عمارتیں بہت جلد برباد ہو گئیں، اور آج تو صرف بعض عمارتوں کا کچھ ٹوٹا پھوٹا حصہ کسی کھڑکی کی کوئی جالی کسی عمارت کا

Marfat.com

کوئی دروازہ یا کسی دیوار کے کسی کتبے کا صرف کوئی ٹکڑا ہماری چشم عبرت کیلیے باقی رہ گیا ہے۔ ورنہ کلیسا کے متعصب پادریوں کی کوششوں سے اسلامی عہد کی ان یادگاروں میں سے ایک ایک کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:۔

"دنیا بھر میں کسی قسم کے آثار ایسے کامل طور پر اور ایسے باقاعدہ طریقہ سے کہیں نہیں مٹائے گئے جیسے مسلمانانِ صقلیہ کی یادگاروں کو مٹایا گیا ہے"[1]

بہرحال جن عمارتوں کے نام و نشان باقی رہ گئے ہیں۔ ان میں سے قصر زیزہ اور قوبع کے نام مورخین کے درمیان زیادہ مشہور ہیں، موسیو لیبان لکھتے ہیں:۔

"اس وقت صقلیہ میں بہت تھوڑی سی یادگاریں مسلمانوں کی باقی رہ گئی ہیں، ان میں سے مشہور ضیزہ اور قوبع کے قصر ہیں، جو پلرمو کے قریب ہیں، ان کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے، کہ مورخین قدیم نے اُن کی عظمت و شان کے بیان کرنے میں مبالغہ نہیں کیا ہے، تھیوڈوسیس ایک راہب نے اور نیز اوریسی نے ان قصروں کی بڑی تعریف کی ہے، اور ان کے قیمتی سنگ مرمر اور خوشنما سنگی مرصع کاریوں اور حیرت انگیز باغوں کی جو عربوں کے زمانہ میں تھے بہت تعریف لکھی ہے"

"یہ راہب تھیوڈوسیس ۸۷۰ء میں سائراکیوز کے محاصرہ میں قید ہو کر پلرمو بھیجا گیا تھا اور وہاں کے قصر اور مسابداء ممالک کی بہت کچھ تعریف کرتا ہے"

قصر زیزہ و قوبع کا زمانہ تعمیر اور ان کے صحیح نام

موسیو لیبان کے اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے، کہ یہ دونوں قصر بہت پہلے تعمیر ہو چکے تھے۔ کیونکہ تھیوڈوسیس ۸۷۰ء میں پلرمو گیا، اور اون کے بیان کے مطابق اوس نے "اُن قصروں کی بڑی تعریف کی ہے" ..... لیکن موسیو لیبان کی یہ تصریح تسامح پر مبنی ہے۔ اوس کی تصحیح بعض عرب مورخین کے اشارات اور نیز خود موسیو لیبان کے

[1] اخبار الاندلس جلد ۲ صفحہ ۷۔

Marfat.com

ایک دوسرے بیان سے ہوجاتی ہے،

"قصر ضیزہ" کے متعلق میرا خیال ہے. کہ اوسکی اصل "قصر عزیز" ہے، جو خلیفہ فاطمی العزیز باللہ نزار (جلوس ۳۶۵ھ) کی طرف منسوب تھا، عرب مورخین میں سے لسان الدین محمد بن الخطیب الوزیر اندلسی صقلیہ کے حالات میں "سیسہ" کے سلسلہ واقعات میں والی صقلیہ جابر کے متعلق لکھتا ہے:-

وصله تقليد نزار (العزيز بالله)	اور اوس کو نزار (العزیز باللہ) شاہ عبیدیہ
ملك العبيديه... وسكن القصر الذى	کی طرف سے فرمان ملا، اور وہ اُس قصر میں
يعرف به فى صقلية[1].	اترا، جو اُسکے نام سے صقلیہ میں مشہور ہے.

اس بیان سے یہ اندازہ ہوتا ہے، کہ "قصر عزیز" اس عہد میں پلرمو کے اس محل کا نام تھا، جسمیں فرمانروائے صقلیہ اقامت گزیں ہوتا تھا، اسلئے یہ قصر رفعت وشان میں صقلیہ کے عموماً دوسرے قصروں سے زیادہ ممتاز ہوگا، اسلئے عجب کیا ہے، کہ قصر ضیزہ" (SISA.) اسی قصر عزیز کا بگڑا ہوا تلفظ ہو، اگر یہ صحیح ہے تو اس کا اردو تلفظ "ضیزہ" کے بجائے جو تمدن عرب میں اختیار کیا گیا ہے "زیزہ" زیادہ مناسب ہے، اور اسی لئے ان اوراق میں اُس کا یہی املا اختیار کیا گیا ہے

اس خیال کو اس سے اور تقویت پہنچتی ہے، کہ موسیو لیبان کے بیان کے مطابق قصر زیزہ دسویں صدی میں تعمیر ہوا تھا، چنانچہ لکھتے ہیں:-

"جزیرہ صقلیہ کی مشہور عربی عمارتیں ضیزہ وقوبع دو مشہور قصر ہیں، جو پلرمو کے قریب واقع ہیں، اور جنکی بنا دسویں صدی عیسوی میں ہوئی"[2]

[1] علامہ دوزی کی بیان کردہ ص ۴۰۰، بشرطیکہ "یعرف به" میں "به" کی ضمیر "العزیز باللہ" کی طرف راجع ہو، اگر "سکن" کی ضمیر جابر کی طرف ہے، تو قصر زیزہ کے متعلق قیاس کی ساری عمارت مسمار ہوجاتی ہے

[2] تمدن عرب ص ۴۹۶،

اسلئے اگر یہ دسویں صدی کی عمارتیں ہیں، تو تھیوڈوسیس راہب نے ۸۸۳ء میں بلرم کے کسی دوسرے قصر کا تذکرہ کیا ہوگا، جسکو زیزہ پر منطبق کیا گیا، عجب کیا کہ وہ قصر سعد اور قصر سالم ہوں کہ اغالبہ کے زمانہ میں یہ دونوں قصر یہاں زیادہ ممتاز تھے، اور ان میں ولاۃ رہتے تھے، البتہ لسان الدین الخطیب کے بیان کے مطابق دسویں صدی عیسوی کے اوائل میں یہاں کا شاہی قصر، قصر عزیز تھا، اسلئے شاید ہم یہ کہیں جن بجانب ہوں کہ قصر زیزہ دراصل "قصر زیزہ" ہے، جو قصر عزیز کا یورپی تلفظ ہے، اس طرح اگر اس کا زمانہ تعمیر خلیفہ فاطمی العزیز باللہ کے سریر آرائے حکومت ہوجانے کے بعد ہو، تو وہ زمانہ ۳۶۵ھ (سال جلوس العزیز) اور ۳۷۲ھ سال ولایت جابر) کے درمیان ہوتا ہے، جو دسویں صدی عیسوی کا بالکل آخر زمانہ ہے،

اسی طرح قصر قوبع کا زمانہ تعمیر بھی موسیو لیبان کے بیان کے مطابق دسویں صدی عیسوی ہے، لیکن اوس کے متعلق بھی عربی ماخذوں سے بعض احتمالات پیدا ہوتے ہیں مگر ابھی وہ اس لائق نہیں کہ ضبط تحریر میں لائے جائیں،

قصر زیزہ و قوبع کے خصوصیات موسیو لیبان نے ان دونوں قصروں کے کھنڈر جا کر دیکھے تھے جو ابھی تک اپنے حال پر کھڑے ہیں، اونھوں نے جو حالات بیان کئے ہیں، اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں اسوقت دنیا میں مسلمانوں کے سب سے قدیم ترین قصر ہیں، اور صقلیہ کے باقی حالات کے لحاظ سے اون کی یہ عمارت بیک وقت قصر بھی ہے، اور قلعہ بھی، قصر کی صورت جو طرز تعمیر ہے، وہ افریقہ کے قصروں سے زیادہ ملتا جلتا ہے، موسیو لیبان کا بیان حسب ذیل ہے،:-

اتنے پرانے زمانہ کے عربی قصر کہیں نہیں پائے جاتے، اور اس وجہ سے یہ نہایت ہی دلچسپ یادگار ہیں

ضیزہ اور قوبع کے قصر نہ فقط قصر تھے، بلکہ قلعے بھی تھے یہ گڑھے ہوئے پتھروں سے بنے ہوئے اور
[illegible] تھے اور بلا تامل صدیوں کا سامنا کر سکتے تھے،
صقلیہ کے [illegible] قصر جن پر آٹھ صدیاں گذر گئی ہیں، ہر قسم کی بد ملوکیاں جھیل چکے ہیں،
قصر زیزہ کے متعلق حالات یوں لکھتے ہیں:-

"قصر ضیزہ جو پلرم سے قریب ہے شکل میں پتھر اور چونے کا عظیم الشان مکعب نظر آتا ہے، اوسکی دیواریں دور سے ایک زنجیرہ محرابوں کا معلوم ہوتی ہیں، جو کسی قدر نکیلی ہیں، اور ان کے اندر دُہرے دُہرے دریچے بنے ہوئے ہیں جن کی دونوں جانب کسی زمانہ میں ستون تھے، منذیر کے حاشیہ پر کسی وقت میں قرمطی کتبے تھے جن کا کچھ بقیہ رہ گیا ہے، میں نے موسیو ژیزو دے پران ژی کی تصویر سے اس قصر کے ایک دالان کے نقشہ کو جسیا وہ چالیس برس پہلے تھا نقل کیا ہے، اس کی [illegible] نہایت ہی سادہ اور خوبصورت ہے، اسمیں اندلس کی طرح سے قلمی آرائشیں بھی ہیں، لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ ان عربی کاریگروں نے جنھوں نے نارمنوں کے وقت میں اس قصر کی مرمت کی ہے اسکی پرانی طرز کو کہاں تک بدلا ہے"[1]

اسکے بعد قصر قوبع کے متعلق لکھتے ہیں:-

"ضیزہ کے قصر سے تھوڑے فاصلہ پر قوبع کا قصر واقع ہے ضیزہ اور قوبع کے قصروں کی ظاہری صورت اور ان کی نکیلی محرابوں کی قطاریں اور ان کی باقاعدہ تعمیر اندلس کے عربی قصروں سے بالکل علیحدہ ہے، موسیو دے پران ژی اون کو مصر کی عمارتوں سے مشابہ بتاتے ہیں لیکن میری رائے میں یہ مشابہت مطلق نہیں پائی جاتی، بہت تلاش کے بعد میں اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ مسجد قلاؤن کے بعض حصوں کو کچھ خفیف سی مشابہت ان قصروں سے ہو تو ہو"

[1] تمدن عرب صفحہ ۴۸۱، صفحہ ۴۹۱، صفحہ ۴۹۲،

Marfat.com

ادریسی نے ان قصروں کا تذکرہ بلرم کے ضمن میں کیا ہے، اس سلسلہ میں اوس مزخرفہ کا حال بھی لکھا ہے جو راجر نے کرائی تھی، ادریسی نے اسکو نئی تعمیر سے تعبیر کیا ہے [illegible] لکھتا ہے کہ

"اور یہ محل نہایت محفوظ اور [illegible] ہے جنگ سے اوس کو مفتوح نہیں کیا جا [illegible]

میں اس تک رسائی ممکن نہیں، اس کے اوپر شاہ بھار کا ایک [illegible]

ترشے ہوئے پتھروں سے بنایا گیا ہے، اس کے منارون بنا دگاہوں محلون اور [illegible] گاہوں میں نہایت استحکام اور بلندی پائی جاتی ہے، وہ نہایت مضبوط بنایا گیا ہے [illegible] اور عجیب چیزوں سے اوسکی نقش آرائی کیگئی ہے، مسافروں اور سیاحوں نے اسکی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے، اور یہ یقین کیا ہے، کہ اس شہر کی عمارتوں اور محلوں سے زیادہ دلفریب [illegible] عمارت اور کوئی جگہ نہیں ہے"[1]

قصر سعد، قصر سعد اسلامی عہد کا ایک خوبصورت اور پائدار قصر تھا، بلرم سے ایک فرسخ پر واقع تھا، اس کا طرز تعمیر اُس قدیم وضع کا معلوم ہوتا ہے، جسکو مسلمانون نے ابتدائی عہد میں رائج کیا، قصر میں داخلہ کیلئے لوہے کا ایک پھاٹک تھا، اور اندر نہایت کشادہ، وسیع اور آرام دہ [illegible] اور دو منزلہ عمارتیں تھیں، قصر کے بلند حصہ پر ایک مسجد تھی، جو ابن جبیر کے بقول [illegible] خوبصورت ترین مساجد میں تھی، اسمیں شیشہ اور پیتل کی ۴۰ قندیلیں آویزاں تھیں، قصر کے سامنے ایک کشادہ سڑک تھی، جو قصر کے چاروں طرف گھومی تھی، اس سے کچھ ہٹ کر ایک چشمہ عین مجنونہ رواں تھا، جو قصر کے حسن کو دوبالا کرتا تھا، اور قصر کے نشیبی حصہ میں میٹھے پانی کا ایک کنواں تھا، ابن جبیر کے عہد تک یہ قصر اچھے حال میں تھا، مگر اب اس میں امرا، ورؤسا کے بجائے صوفیہ قیام پذیر تھے، اسکو خانقاہ کی ایک حیثیت حاصل ہو گئی تھی، اسکے ارد گرد مسلمانوں کی بیشمار قبریں تھیں،

قصر جعفر، قصر سعد سے ایک میل پر واقع تھا، یہ بھی اپنے طرز اور خصوصیات میں اسی کے نمونہ پر تھا

[1] نزہۃ المشتاق ص ۴۰

ابن جبیر کے عہد تک اوسکے فوارہ سے پانی اچھلتا رہتا تھا،

بہ ظاہر یہ دونوں قصر عہد غالبہ کی یادگار تھے، اور جیسا کہ کہا گیا، عجب کیا، کہ تھیوڈوسیس نے انہی کا نظارہ کیا ہو،

کنیسۂ انطاکیہ، کنیسۂ انطاکیہ پلرمو کا ایک کلیسہ نارمنوں کے زمانہ کا تھا، یہ راجر اوّل کے وزیر کے اہتمام میں تعمیر ہوا، اس کا طرز تعمیر خالص اسلامی تھا، ابن جبیر نے اسکی بے حد توصیف کی ہے، اُس کا بیان ہے کہ اسمیں سونا پانی کی طرح بہایا گیا ہے، اندر کی دیواروں پر سنہری قلعی تھی، فرش پر رنگ برنگ کے بیش قیمت پتھر جھاڑے گئے تھے، ان پتھروں کو باہم ملانے کیلئے طلائی پچی کاری کیگئی تھی، نہایت خوبصورت زریں سنہرے نگینے فرش میں قرینہ قرینہ سے جڑے تھے، ان میں سبز نگینوں سے پھول بوٹوں کی آرائش کیگئی تھی، اسی طرح چھت پر نہایت خوبصورت سنہری قلعی اور شمسی شیشے جڑے گئے تھے کلیسا میں داخل ہوتے ہی انکی شعاعوں سے آنکھیں خیرہ ہوجاتی تھیں، اس کے اندر ایک صومعہ تھا، جو رنگ برنگ رخام کے خوبصورت رنگیں ستونوں پر قائم تھا،

ابن جبیر نے اس عمارت کو عجائب روزگار عمارتوں میں شمار کیا ہے[۱] یہ سب کچھ مسلمان مہندسین اور معماروں ہی کے موئے قلم کے یادگار شاہکار تھے،

قصر ابیض مسینا، یہ مسینا کا ایک سپید شاہی محل تھا، یہ غالباً خالص اٹالین سنگ مرمر جو مقلیہ ہی سے نکالا جاتا تھا، تعمیر کیا گیا تھا، ابن جبیر لکھتا ہے:-

"مسینا میں بادشاہ کے قیام کے واسطے ایک سفید قصر کبوتروں کے پروں کی طرح دریا کے کنارے چمکتا ہے"[۲]

آثار باقیہ، دور حاضر میں مقلیہ کی جو یادگاریں باقی رہ گئی ہیں، ان میں صرف پلرم کے وہی دونوں مشہور قصر زیزہ و قوبع کے آثار کسی نہ کسی حال میں اب تک پائے جاتے ہیں، یہ اور ان کے علاوہ

[۱] جلد ابن جبیر ص ۳۲۲، ۳۲۳، [۲] ایضاً ص ۳۲۵،

جو کچھ یادگاریں ٹوٹی پھوٹی شکلوں میں باقی رہ گئی ہیں، اُن کا مشاہدہ مختلف یورپین مورخین نے کیا، اور اپنے تاثرات اور نظریے قلمبند کئے، موسیو لیبان و سدیو وغیرہ کے علاوہ اٹلینین (A. SALINAS) نے ابھی ۱۹۱۰ء میں ایک بسیط مضمون صقلیہ کی اسلامی تعمیر اور اسکے آثار پر لکھا ہے، اسی طرح شاک اور بیکر کے اس موضوع پر وقیع مباحثے ہیں، لیکن زبان کی اجنبیت کے باعث ابھی تک یہ مباحث معلوم نہ کر سکا، اے سلینس کے مقالہ کے ساتھ صقلیہ کی عمارتوں کے دروازوں، کھڑکیوں اور محرابوں وغیرہ کی چند تصویریں شائع ہوئی ہیں، عمارتوں کے یہ ٹکڑے سسلی کے موجودہ عجائب خانہ میں محفوظ ہیں، ان تصویروں میں محرابیں بعض مخروطی شکل کی ہیں، بعض مستطیل ہیں، اور بعض نکیلی معلوم ہوتی ہیں، محرابوں کی ساخت سے پتہ چلتا ہے، کہ وہ پتھر کی ترشی ہیں، کھڑکیاں بھی سنگی اور جالی دار ہیں، جالیوں کے اقسام پر تو ہمیں عبور نہیں تاہم جالیوں کے جتنے نقشے ہیں، سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں، بعض تو بہ ظاہر بہت بھدی شکل کی معلوم ہوتی ہیں، لیکن اکثر کی تراش خراش خوبصورت، نازک، اور اپنے اندر خاص کشش رکھنے والی ہے، جن پر بے ساختہ نگاہ اٹھ جاتی ہے، بعض ٹکڑوں میں آیاتِ قرآنی مثلاً: نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ پاکیزہ خط میں نقش ہیں، اور بعض نقوش خط طغریٰ میں ہیں، چند تصویریں کلیسا کی ہیں جو نارمنوں کے عہد میں مسلمان معماروں کے ہاتھوں تعمیر ہوئے، یہ سب ٹکڑے مختلف شہر پلرم[1] طرمین سرقوسہ اور مسینا کی مختلف عمارتوں کے ہیں،

مہندسین صقلیہ، صقلیہ کے ترقی یافتہ اسلامی فنِ تعمیر کے لحاظ سے یہاں کے مہندسوں اور باکمال معماروں کی کثیر تعداد ہونی چاہئے تھی، مگر اسوقت تک اہل صنعت کے تذکرے اور تراجم کا رواج نہ تھا، اسلئے صرف ایسے چند مہندسوں کے نام معلوم ہو سکے جنھیں کسی دوسرے علم میں کمال حاصل تھا، یا کہیں کہیں بعض ایسے نام نظر آئے جن کا تذکرہ اسلامی ممالک کی بعض عمارتوں کے ضمن

[1] یادگاری مضامین جلد ۲ ص ۹۵ تا ۵۰۰،

Marfat.com

میں آگیا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے، کہ دوسرے اسلامی ممالک میں بھی ان کے خدمات کی قدر تھی ان مہندسوں کے نام جن کی مجموعی تعداد صرف ۱۰ ہے مع انکے کارناموں کے حسب ذیل ہیں:-

اولیت منقلی اور جامع اشبیلیہ

اولیت منقلی جامع اشبیلیہ کے مہندسین ہی نے جو اندلس کی خوبصورت عمارتوں میں شمار کیجاتی ہے، اس کو اس کی تعمیر کے سلسلہ میں اندلس کے تمام ہمعصر مہندسین پر فضیلت حاصل ہوئی، چنانچہ اس خوبصورت عمارت پر جو عظیم الشان کرے رکھے ہوئے ہیں، اور جنھیں دیکھ کر بقول مسٹر اسکاٹ نگاہیں خیرہ ہو جاتی ہیں، خاص طور پر اسی کی ہدایت اور نگرانی میں ڈھالے گئے، اور کمال فن سے اس قدر بلندی پر چڑھائے گئے[1]

ابو محمد عبد الکریم المنقلی المہندس اور رصد خانہ مصر

مصر کے وزیر المامون متوفی ۵۱۹ھ کے حکم سے قاہرہ میں ایک عظیم الشان رصد خانہ کی تعمیر کا اہتمام کیا گیا تھا، مقریزی نے اسکی تفصیل چار پانچ صفحوں میں لکھی ہے، اس رصد خانہ کی تعمیر کے لئے جو ممتاز مہندسین مامور کئے گئے تھے، ان میں سے ایک ابو محمد عبد الکریم المنقلی المہندس تھا لیکن مامون کی وفات کے بعد خلیفہ فاطمی الآمر باحکام اللہ کے منشاء حکم کے بموجب اسکی تعمیر کا سلسلہ ملتوی کر دیا گیا، اور یہ پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکا[2]

ابو الفتح زیان المنقلی اور فصیل طرابلس

طرابلس الغرب کے ساحلی سمت کی فصیل کی تعمیر کی بنیاد بارون رشید کے حکم سے ۱۸۰ھ میں ڈالی گئی تھی، مگر وہ نامکمل اور کمزور رہ گئی تھی، اسلئے ۳۴۵ھ میں والی طرابلس نے اسکے نئے سرے سے مستحکم کرنے کا فیصلہ کیا، اس کے لئے صقلیہ کے ایک مہندس ابو الفتح زیان المنقلی کے خدمات حاصل کئے گئے، جس نے اپنی نگرانی میں بری و بحری دونوں سمتوں کی فصیل کی بنیاد مستحکم کی، اور اسکی بلندی میں اضافہ کیا، یہ فصیل مدت تک قائم رہی[3]

مسکر المنقلی اور جامع طرابلس

طرابلس کی جامع مسجد افریقیہ میں اسلامی فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ سمجھی جاتی ہے، اس میں

---

[1] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۳۵ خطط مصر مقریزی جلد ۱ ص ۲۰۶، [2] رحلۃ التیجانی، در اماری ص ۳۳۰،

Marfat.com

بھی صقلیہ کے ایک مہندس کی تعمیری صناعیوں کی یادگاریں موجود ہیں، تیجانی ابو موسیٰ بن عمران سے نقل کرتا ہے کہ جامع طرابلس کے گنبد اور داخلی صحن کی دیواریں سکرالصقلی کے اہتمام میں تعمیر ہوئیں[1]

اسی طرح چند دیگر مہندسین ہیں جن کا تذکرہ مورخین نے "ماہر علم ہندسہ" کی حیثیت سے کیا ہے، ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ الصقلی الفقیہ کے متعلق قفطی متوفی ۶۴۶ھ لکھتا ہے:-

صقلیہ کے ارباب علم میں تھے، علوم ہندسہ و نجوم میں ماہر تھے، ان علوم میں ان کا پایہ بلند تھا، حکماء کے درمیان شہرت رکھتے ہیں، ان علوم میں وہاں ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے[2]

ابوالفضل بن احمد بن دابق صقلیہ کے وزراء میں تھا، علم ہندسہ میں بھی ماہر تھا، ابن القطاع نے اس کو عالم ہندسہ لکھا ہے[3] اور اسی طرح ابوحفص عمر بن حسن بن القونی الکاتب کو اصفہانی نے علم ہندسہ کا ماہر بتایا ہے[4]

۴- **مالِ غنیمت** صقلیہ میں مسلمانوں کیلئے پیدائش دھول دولت کا ایک ذریعہ لڑائیوں کا مالِ غنیمت بھی تھا، اس موقع پر صقلیہ کے اسلامی و عیسوی محاربات کے اسباب و علل کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں یہاں صرف یہ کہنا ہے کہ ان لڑائیوں کا سلسلہ مختلف اسباب و علل کے باعث جن کا ذکر جلد اول میں گذر چکا ہے مسلسل قائم رہا، یہ لڑائیاں صقلیہ کے روئی مقبوضات کے علاوہ زیادہ تر اسلامی میں پیش آئیں صقلیہ کے تمام مسلمان ان میں شریک ہوتے اور دولت حاصل کرتے، مالِ غنیمت کی قانونی تقسیم کے بعد حکومت کے حصہ کے علاوہ جس سے یہاں بحث نہیں تمام مجاہدین کو ان کا حصہ ملتا تھا، صقلیہ کے مالِ غنیمت کی قدر و قیمت کا اندازہ بعض موقعوں کے مالِ غنیمت سے کیا جا سکتا ہے مثلاً ۳۱۲ھ میں ابوجعفر احمد بن عبید کی سرکردگی میں اٹلی کے مختلف شہروں پر حملے ہوئے اور مالِ غنیمت

---

[1] رحلۃ التیجانی در اماری ص ۲۹۰ [2] اخبار العلماء باخبار الحکماء ص ۱۸۹ [3] الاحسان المسیلہ در یادگاری جلد ۱ ص ۲۹۵

[4] خریدۃ العصر در اماری ص ۵۹۶

Marfat.com

جمع ہوا، ابو جعفر نے اس میں سے ایک واجب حصہ خلافت فاطمی کے دربار میں نذر کیا، عبید اللہ فاطمی کے ایک خادم نے دربار میں زر و جواہر بیش قیمت ریشم اور دولت و ثروت کا انبار دیکھ کر ابو جعفر کی دیانت کی تعریف کی، تو عبید اللہ نے روک کر کہا کہ بخدا اس نے اونٹ کے دو کانوں کے سوا مجھے کچھ نہیں دیا، اس پر عہد اسلامی کے زوال سے کچھ ہی پہلے تک حملے ہوتے رہے، اور مشکل سے کوئی ایسا حملہ ہوگا جس میں وافر دولت نہ ملی ہو۔

اسی طرح صقلیہ کے مختلف شہروں قصریانہ، سرقوسہ، وغیرہ کی فتح میں بھی بیدریغ دولت ہاتھ آئی[1]، ہم انجا[2] تجارت پیدائش و حصول دولت کا متعارف ذریعہ ہے، اس میں ذرائع آمد و رفت بار برداری مبادلہ، اور مختلف مقاموں سے تجارتی تعلقات کے قائم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے:

ذرائع آمد و رفت

ذرائع آمد و رفت میں بری و بحری دونوں راستے تھے،

بری راستے، اندرون جزیرہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر تک عمدہ کشادہ اور صاف سڑکیں زمانہ قدیم سے تھیں، اور ہر سڑک پر ان کی حفاظت کیلئے قلعے تعمیر کئے گئے تھے، اسلئے نئی سڑکوں کے بنانے کی بہت کم ضرورت پڑی، تاہم اسلامی عہد میں بھی فوجی ضرورتوں کیلئے نئی سڑکیں بنائی گئیں، جن سے ملک کی معاشی ترقی میں بھی اضافہ ہوا، ان نئی سڑکوں میں ایک سڑک بلرم سے طبرمین تک بہت سے جنگلوں کو کاٹ کر بنائی گئی تھی، اس سے پہلے طبرمین تک کا راستہ دور کی طویل مسافت سے طے کیا جاتا تھا،

اسلامی حکومت نے صقلیہ کے اہم اسلامی شہروں کے اندر کثرت سے سڑکیں تعمیر کیں، جو نہایت مضبوط اور کشادہ تھیں، اور ان پر پتھر بچھے ہوئے تھے، ابن جبیر نے اکثر شہروں کی سڑکوں کی تعریف کی ہے[3]

بحری راستے، صقلیہ کے جزیرہ ہونے اور اس میں اکثر بڑے بڑے شہروں کے ساحل پر آباد ہونے کی وجہ سے جزیرہ کے ایک مقام سے دوسرے مقام کا سفر عموماً بحری راستہ سے

---

[1] البیان المغرب ترجمہ اردو، ص ۲۶۵، [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۴۰، ۴۳، ۲۲۲، اعمال الاعلام در یادگاری، جلد ۲ ص ۴۰۴

[3] رحلۃ ابن جبیر ص ۳۲۲، وغیرہ معجم البلدان جلد ۲ ص ۲۶۹

Marfat.com

بھی طے کیا جاتا تھا خصوصاً مسینا اور قوسہ وغیرہ سے مازطرانبس اور بلرم وغیرہ بحری راستہ سے آتے جاتے تھے، یہی وجہ ہی کہ صقلیہ میں شہروں سے زیادہ تعداد بندرگاہوں کی ہی، علاوہ ازیں اندرون ملک میں جو دریا ہیں، ان میں بھی کشتیاں اور بعضوں میں بڑے بڑے جہاز چلتے تھے اور غیر ممالک کیلئے تو خالص بحری راستے تھے

بندرگاہیں، اس لئے اس جزیرہ کی یہ ایک اہم خصوصیت ہی کہ یہاں بے شمار بندرگاہیں قائم تھیں، جن سے اس جزیرہ کی مرکزیت اور اسکی اقتصادی اور معاشی ترقی کا اندازہ ہوتا ہے، ادریسی نے ان سب کو نام بنام گنایا ہے،

ادریسی سے ذیل کا نقشہ مرتب کیا جاتا ہی، اس کے مقابل میں نزہۃ المشتاق کے ایطالوی ترجمہ سے بندرگاہوں کے ایطالوی نام بھی درج کئے جاتے ہیں، ان کے ناموں سے اندازہ ہوتا ہی، کہ ان میں سے اکثر بندرگاہ اسلامی عہد میں قائم ہوئے، اور اسی لئے ان کے نام اسلامی ہیں، اور ان کے ایطالوی نام انہی اسلامی ناموں کی بگڑی ہوئی شکلیں ہیں، ناموں کے سامنے ہر بندرگاہ سے دوسری بندرگاہ تک کی مسافت بھی درج کیگئی ہی،

شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت	شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت
(۱)	بلرم،	Palermo	دارالحکومت	۸	ساقیہ جبش،		۳ میل
(۲)	برقہ،	Vergilmeharia	۵ میل	۹	قرطیل،		〃 〃
(۳)	مرسی طین،	Mondello	〃 〃	۱۰	شطا،		۱½ 〃
(۴)	غالہ،	Gallo	۲ 〃	۱۱	وادی قلعۃ ولی	Calalubo	۵ 〃
(۵)	جزیرہ اولہ	Isola delle Femine	۴ 〃	۱۲	وادی مارج	Caselle a mare	¼ 〃
(۶)	مرسی قرنیش	P. Carini	۲ 〃	۱۳	جبل شفت بیلو	Santobito	۱۲ 〃
۷	قرطیل،		〃 〃	۱۴	طرابنش،	Trapani	۲۵ 〃

شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت	شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت
۱۵	مرسی علی،	Marsala	۲۵ میل	۳۳	طاصہ،	Roccamu-	۳ میل
۱۶	راس،	Capofelo	۱۲ "			ddapedda	
۱۷	راس بلاط،	Capogra	" "	۳۴	انبیاذہ،	Licata	" "
		nicola		۳۴	وادی ملح،	R. Salso	۱ "
۱۸	عیون عباس	Xrexhonica	"	۳۵	مرسی شلوق،	R. Falcon	" "
۱۹	اصنام،	Selinunte	۴ "	۳۶	مرسی بنیرہ،	R. Mazzara	" "
۲۰	ترسہ ابی ثور،	R. Pelo	"	۳۷	وادی سواری	R. Terra nova	۱۲ "
۲۱	وادی قوارب	Caralbo	"	۳۸	اغریقیو،	R. Durillo	" "
۲۲	انف النسر،	Capo dei mortc	"	۳۹	جزیرہ حمام،	Scogliffi	" "
۲۳	شاقہ،	Scacca	"	۴۰	کرنی،	R. Camar ana	" "
۲۴	وادی البق	Verdura	"	۴۱	وادی رنوس	R Ermino	۱۲ "
۲۵	انف نمر البلاطنو	Capo di Plantano	۹ "	۴۲	جرف الطفل،	Punta dell atta grand	"
۲۶	ترسہ عباد،	Carricini	"	۴۳	مرسی سکلہ،	Piscioffo	"
۲۷	اخطین	Due Sarc ce	۹ "	۴۴	غدیر شور،	Pako Gia rciote	"
۲۸	جرجنت،	Girgenti	"				
۲۹	وادی زکوجن	R. Drago	۲ "				
۳۰	مجرا بن النقی،	Punta di Sandra	۹ "	۴۵	مرسی دراس	R. Trona ni	۴ "
۳۱	بواریہ،	Punta di San Nicola	"	۴۶	مرسی شجرہ،	Punta di Circin	۱ "

Marfat.com

شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت	شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت
۴۷	جزیرۂ کراث	Isoledei Porri	۲ میل،	۶۲	جزیرۂ مسمار،	Penisola	۲ میل
۴۸	مرسی بوالص	Pumlisore	״ ״			Magnisi	
۴۹	جزیرۂ جرمان	Carrenti	״ ״ ۸	۶۳	اکسیفو،	Parlozzo	״ ״
۵۰	کرم الربوح	Portolale	״ ״ ۲			niodiAgo sta	
۵۱	قرطیل باشنو،	Capofaro	״ ״ ״	۶۴	راس محلیبہ	SanlaCroce	״ ״ ۶
۵۲	دخلۃ القصاع	Aquefa-lonica	״ ״ ۶	۶۵	وادی زیدون	R. Braca-li	״ ״
۵۳	مرسی حمام،	Mar Jame ni	״ ״ ״	۶۶	رکن،	C. Mignone	״ ״ ״
۵۴	دخلہ ابن دکنی،	Punto Vind icari	״ ״ ۹	۶۷	وادی لنتینی،	Panlano di Centini	״ ״ ۳
۵۵	قاطہ،	Calabern arden	״ ״ ״	۶۸	وادی موسیٰ،	R. Sinelo	״ ״ ۲
۵۶	وادی قسباری	R. Canichi le	״ ״ ۱۲	۶۹	قطانیہ،	Catania	״ ״ ۹
۵۷	مرسی حذاق،	Caladal	״ ״ ۹	۷۰	انکنہ،	Ognino	״ ״ ۲
		Corvo		۷۱	جزائر لیاج،	G. Aci	״ ״
۵۸	انکنہ،	Logina	״ ״			R. Aci Casa	״ ״
۵۹	الف الخنزیر،	Mutrodifo orco	״ ״			molini	
۶۰	سرقوسہ،	Siracusa	״ ״ ۹	۷۲	شنت شقلی،	Santa Ve la	״ ״ ۹
۶۱	خندق غویق،	Capo San Panagia	״ ״ ۹	۷۳	عین القصب،	Torre Archigrafi	״ ״ ۲

Marfat.com

شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت	شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت
۷۴	قرطیل مصقلہ،	Capredi marcoli	۲ میل	۸۹	وادی عیود،	R. Sakkara	۱۲ میل
۷۵	وادی بارد،	R. Alcara Fria	۹ "	۹۰	میلاص،	Milazzo	" "
۷۶	قھوس،	Capo Scino	۳ "	۹۱	الراس	Capolicosa Milazza	" ۲
۷۷	الانباصی،	La Solifa di Yaermina	" ۵	۹۲	لیبری،	Oliveri	" ۲۵
۷۸	الورجہ،	Capo S. Alessio	۱۰ میل	۹۳	راس دنداری	Capo di Yindari	
۷۹	شنت الی،	Palme	" ۵	۹۴	بقطس،	Patti	
۸۰	اجاصہ،	Marina di Fiumedinisi	" ۴	۹۵	راس ملی،	Capo Calava	" ۴
۸۱	الدرجہ الوسطی	Capogreco	" "	۹۶	مرسی والیہ،	P. Braco	" ۲
۸۲	عین السلطان	Gliciosmadri	۲ "	۹۷	جلوذی الصغری	C. di Orlando	" ۴
۸۳	الدرجۃ الصغیرہ	Scaletta	" "	۹۸	علفتارہ،		
۸۴	حجرالی خلیفہ،	Gianchiglia	۳ "	۹۹	قارونیہ،	Carinia	" ۱۲
۸۵	شنت اصلفین،	Santo Stefano Camastra	" ۵	۱۰۰	قلعۃ القوارب		" ۶
				۱۰۱	طرنہ،	Yusa	۰
				۱۰۲	الف الکلب	Rasigallia	" ۴
۸۶	کنائس الثلاث	Grammichele		۱۰۳	جلوذی،	Cefalu	" ۸
۸۷	مینا،	Mesina		۱۰۴	حجعار،	Santa Lucia-Capo Polia	۲
۸۸	الفارو،	Alfaro		۱۰۵	الالف،	Capo Polia	۴

Marfat.com

شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت	شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت
۱۰۶	الصخرہ،	Roccella	۲ میل	۱۱۰	الربیعہ،	Xiciliia	۳ میل
۱۰۷	وادی السوار	R. Ljrande	۳ "	۱۱۱	الشکیہ،	Sabaro	" "
۱۰۸	وادی ابی رقاد،	R Yorlo	۳ "	۱۱۲	قریۃ الصبر	V. Aforia	۶ "
۱۰۹	ثرمہ،	Yermini	۶ "	۱۱۳	وادی الامیر	[illegible]	۲ "

صقلیہ سے افریقہ کا قریب تر راستہ

صقلیہ سے افریقہ کی سب سے قریب تر سرزمین اور ان دونوں کی درمیانی مسافت کے متعلق عرب جغرافیہ نویسوں میں اختلاف ہے، ابن حوقل کے بیان کے مطابق صقلیہ سے افریقہ کے ساحلی مقامات باجہ اور طبرقہ سے لیکر مرسی خرز تک صقلیہ کے محاذاۃ میں واقع تھے، یاقوت کی روایت کے بموجب افریقہ کے ساحلی مقامات میں سے اقلیبیہ صقلیہ سے سب سے قریب تر تھا، جو اس عہد میں قدیم شہر قرطاجنہ کے قریب واقع تھا، یاقوت نے ان دونوں کا فاصلہ ۱۴۰ عربی میل قرار دیا ہے، جسکی مسافت بادبانی جہازوں سے اچھے موسم میں دو دن میں طے ہوتی تھی[۲]

لیکن اقلیبیہ افریقہ کا کوئی اہم بندرگاہ نہ تھا، اور نہ اُسے کوئی شہرت حاصل تھی، بعض دوسرے جغرافیہ نویسوں مثلاً زہری وغیرہ نے افریقہ کے اہم مقامات میں سے سب سے قریب بندرگاہ تیونس کو بتایا ہے[۳]، لیکن پھر عرب جغرافیہ نویس صقلیہ کے جنوبی مغربی کاؤدم ساحل سے افریقہ تک کی درمیانی مسافت بھی مختلف بیانوں میں مختلف بتاتے ہیں، چنانچہ اندلسی جغرافیہ نویس ابن سعید ۱۰۰ میل قرار دیتا ہے[۴]، ابوبکر زہری ۶۰ میل بتاتا ہے[۵]، اسی طرح مختلف لوگوں نے [illegible] مسافت بتائی ہے

---

[۱] نزہۃ المشتاق از ص ۵۴ تا ۵۵، ایطالوی ترجمہ از ص ۶۳ تا ۶۸ [۲] معجم البلدان ج ۵ ص ۳۰۳ و ۳۰۴ [۳] نزہۃ المشتاق ج ۱ ص ۳۱۳، [۴] کتاب جغرافیہ زہری در اماری، ص ۱۵۹، [۵] کتاب مختصر جغرافیہ در اماری ص ۱۳۵ [۶] کتاب جغرافیہ زہری در اماری ص ۱۵۹،

Marfat.com

اس کے فاصلہ کا صحیح تعین دشوار ہو گیا ہے، اس لئے اوس کا صحیح فیصلہ صرف جدید مساحت کے روسے ہو سکتا ہے چنانچہ اس کے روسے جو آبنائے افریقہ اور صقلیہ کے درمیان حائل ہے، وہ اسّی میل بتائی جاتی ہے، یہ فاصلہ ۸۰ میل ان دونوں مقامات کا درمیانی فاصلہ قرار پاتا ہے،

لیکن ٹیونس اگرچہ افریقہ کا اہم شہر تھا، اور صقلیہ سے قریب بھی واقع تھا، مگر حکومت افریقہ کا سرکاری بندرگاہ سوسہ تھا، حکومت کی فوجیں عموماً اسی بندرگاہ سے آتی تھیں، سوسہ اور صقلیہ کے درمیان تین دن کی مسافت تھی،

باربرداری

باربرداری کے ذرائع میں جہاز، کشتیاں، جانور اور قلی تھے، اندرون ملک میں گھوڑوں اور دوسرے جانوروں پر سامان لادتے، اور لیجاتے، جہازوں اور کشتیوں پر جانور اور قلی دونوں سامان لادتے تھے، اندرونہ کشتیاں اور جہاز سامان کو اندرون جزیرہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر اور دوسرے ممالک میں پہنچاتے تھے، تجارتی جہازوں کی رفتار تقریباً چار سو میل روزانہ کی تھی[1]

اسلامی عہد میں ملکی باشندے قلی کا کام کرتے تھے، اور پھر نارمن عہد میں مسلمان باشندوں نے یہ پیشہ اختیار کیا، اور ریسی اور ابن جبیر وغیرہ کے بیانات میں صقلیہ کی باربرداری وغیرہ کی تفصیلات ملتی ہیں،

ابن جبیر کو مسینا کی پوری آبادی میں بجز قلیوں کے اور کوئی سپید پوش مسلمان نظر نہیں آیا،

سفر کے قیود

مسافروں اور تاجروں پر سفر کے قیود ہر زمانہ میں کچھ نہ کچھ عائد رہے ہیں برنارڈ نے اپنے سفرنامہ میں اسلامی مملکت باری سے روانگی کے جو واقعات لکھے ہیں، اُن سے اسلامی عہد حکومت کے ان قیود کا پتہ چلتا ہے، جو مسافروں اور تاجروں پر عائد تھے، وہ لکھتا ہے:

یہاں کے حاکم نے..... ہمارے سفر کے ضروری انتظامات کر دیئے، اور دو خطوط دیئے، جن میں ہمارے

[1] انسائیکلوپیڈیا جلد ۲۵، ص ۲۰ طبع یازدہم [2] رحلۃ ابن جبیر ص ۴۵

Marfat.com

اچھے چال چلن کی تصدیق کی تھی انہیں ہمارا حلیہ درج تھا، اور ہمارے سفر کی غرض بتائی گئی تھی، ان دونوں خلو[ل]
میں سے ایک حاکم اسکندریہ کے نام تھا اور دوسرا فرمانروائے بابل کے نام[1]،

اسی طرح ابن جبیر کو سفر صقلیہ میں جزیرہ میں اجنبیوں کی آمد و رفت کے قیود سے جو دشواریاں پیش آئیں، اون سے نارمنوں کے عہد میں سفر کے قیود کا اندازہ ہوتا ہے،

مبادلہ ذرائع آمد و رفت و بار برداری کی آسانیوں کے بعد حصول دولت کیلئے مبادلہ کی ضرورت ہوتی ہے، جسمیں تجارت کی ابتداء، منڈیوں کا قیام، معیار تبادلہ کیلئے زر اور ناپ اور تول کی تعیین و وسعت تجارت کے لئے دوسرے ممالک سے تجارتی تعلقات کا قیام اور اشیائے تبادلہ کے لئے درآمد برآمد کی ہونا ضروری ہے،

عہد اسلامی میں صقلیہ کا تجارتی فروغ، صقلیہ کی جغرافی حالت و وقوع اور اسکی سرسبزی و شادابی کی وجہ سے اس کا ایک تجارتی مرکز بننا ضروری تھا چنانچہ زمانۂ قدیم سے اس کو تجارتی فروغ حاصل تھا لیکن تجارتی اشیاء میں اوس زمانہ میں صرف یہاں کے غلہ کی برآمد ہوتی تھی، جب رومی حکومت کو مصر سے غلہ پیدا ہوئی، اور مصر کی فتح کے بعد غلہ کا ایک دوسرا کھیت، رومیوں کے ہاتھ آگیا، تو صقلیہ کی غلہ کی تجارت بھی ماند پڑ گئی، اس لئے جب اسلامی عہد حکومت یہاں شروع ہوا، اوس وقت یہاں تمام کی تمام زمین پھیلی ہوئی تھی،

اسلامی عہد حکومت میں جب یہاں زراعت، صنعت اور حرفت کو غیر معمولی ترقی حاصل ہوئی تو قدرتی تقاضا تھا، کہ اس کو تجارتی فروغ حاصل ہوا اور مختلف ممالک سے اس کے تجارتی تعلقات قائم ہوئے چنانچہ مسلمانوں نے یہاں کی تجارت کے سرے سے زندہ کی، مورخ لیبان لکھتے ہیں،

[1] صقلیہ میں اسلام، تذکرہ سفرنامہ برنارڈ ص ۴۳،

Marfat.com

"تجارت جو عربوں سے پہلے کچھ نہ تھی، نہایت وسیع ہوگئی، اور اس کا ثبوت ہمیں ان مختلف گمرک کے قواعد سے ملتا ہے، جو ان کے وقت میں جاری تھے، جنکی ایک فہرست اوائل فتوحات نارمن کے فرمانوں میں موجود ہے، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت نارمنوں نے جزیرہ کو فتح کیا ہے، تو یہاں کی تجارت کس درجہ عروج پر تھی"[1]

تجارتی منڈیاں. تجارتی منڈیوں سے مراد لین دین کا بازار ہے، یہ دو قسموں کے ہیں ایک تو اندرون ملک کی تجارت کیلئے خوردہ فروشوں کی دوکانیں ہیں جنھیں عرف عام میں بازار کہا جاتا ہے، اور دوسری قسم وہ تجارتی گودیاں ہیں جنمیں اندرون ملک کا سامان درآمد جمع ہوکر بیرون ملک میں بھیجا جاتا ہے، اسی طرح بیرون ملک کا سامان برآمد ان گودیوں میں آکر جمع ہوتا ہے، اور یہاں سے ملک کے چپہ چپہ میں تقسیم ہوجاتا ہے، ان شہروں کو بھی جنمیں یہ گودیاں قائم ہوتی ہیں، عرف عام میں تجارتی منڈی کہا جاتا ہے،

بازار. صقلیہ کے اکثر شہروں میں کاروبار کا بازار گرم تھا، ادریسی نے مشکل سے کسی بڑے یا اوسط درجہ کے شہر متعلق مثلاً یہ نہ لکھا ہو، وبھا اسواق جامعۃ لاصناف الصنائع وضروب المتاجر والمبائع، اور یہاں ایسے بازار ہیں جنمیں صنعت وتجارت کی ہر قسم کی چیزیں موجود رہتی ہیں، وبھا الاسواق العامرۃ، یعنی یہاں معمور بازار ہیں، اسی طرح یہاں کے شہروں میں سراؤں کی جو کثرت تھی، اور ان میں تاجروں کے ٹھہرنے کا جو طریقہ تھا، اس سے یہاں کے بازاروں کی رونق کا اندازہ ہوتا ہے،

بازاروں کیلئے اہتمام کا اندازہ اس سے ہوتا ہے، کہ مثلاً پلرم میں ہر صنف کیلئے جدا جدا بازار تھے جنکے ایسا معلوم ہوتا ہے مکانات بنائے گئے تھے، ان کے اعداد وشمار بھی رہتے تھے، مثلاً ابن حوقل بسبیل تذکرہ لکھتا ہے کہ

"پلرم میں صرف قصابوں کی دوکانوں کی تعداد ۱۲۰ ہے"[2]

گودیاں درآمد برآمد کی بڑی گودیاں شمال مشرقی ساحل پر مسینا میں جنوب مشرق میں سرقوسہ میں اور [illegible] میں تھیں، اسطرح پلرم مینا، طرابنش لیاج قرمنی میلاص اور سکلہ وغیرہ کو کم وبیش بہت کچھ تجارتی اہمیت

---

[1] تمدن عرب ص ۴۴۳ [2] نزہۃ المشتاق ص ۲۰ تا ۲۱ وغیرہ ومسالک الابصار ابن حوقل ص ۵۵۔

Marfat.com

حاصل تھی چنانچہ ادریسی نے ان شہروں کی تجارتی منڈیوں کے فروغ کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے مثلاً مسینا کے متعلق لکھا ہے:

"یہاں تمام مسیحی ممالک روم سے آکر لنگر انداز ہوتی ہے، اور یہاں بڑے بڑے جہاز جمع ہوتے ہیں اور تمام بلاد روم و ممالک اسلام کے مسافر اور تجار یہاں آتے ہیں، اس کے بازار نہایت پر رونق ہیں، سامان تجارت عمدہ اور یہاں کے آنے والوں کی تعداد بکثرت ہے"[1]

زر، سکوں میں عام معیار سونا تھا جو خواہ بغداد کا مسکوک ہوتا، یا افریقیہ یا اندلس کا تاہم افریقیہ کا سکہ زیادہ رواں تھا کہ وہ مقامی حکومت کا سکہ تھا، افریقیہ کا سکہ دوسرے سکوں سے کسی قدر مختلف بھی تھا، مقدسی نے اقلیم مغرب کے بیان میں جس میں افریقیہ اور صقلیہ دونوں داخل ہیں، لکھا ہے کہ ساری اقلیم کا سکہ یکساں تھا، جو گویا پہلے دولت اغلبیہ میں جاری تھا اور پھر بنو فاطمہ کی حکومت کی توسیع کے بعد تو مغرب سے دمشق تک رائج ہو گیا تھا، وہ لکھتا ہے:-

"پوری اقلیم مغرب کے سکے جو دمشق تک چلتے ہیں، دینار ہیں، یہ مثقالی دینار سے ایک جو کے برابر وزن میں کم ہے، سکہ کی شکل گول ہے اور اس پر عبارت کندہ ہے، اسکی ریزگاریاں بھی ہیں، جو دینار کے چوتھائی آٹھویں حصہ اور سولہویں حصہ پر منقسم ہیں، یہ ریزگاریاں خرنوبہ کہلاتی ہیں، ان کا تبادلہ بعدد کے شمار سے ہوتا ہے، تبادلوں میں کمی بیشی نہیں کرتے"[2]

دولت کلبیہ نے اپنا سکہ بھی جاری کیا تھا جو غالباً افریقی دینار اور اوسکی ریزگاریوں کے مثل تھا، اس کے ایک سکہ رباعی کی تصویر جرجی زیدان نے الہلال میں شائع کی تھی، ان سکوں میں ایک طرف کلبیہ اور سنہ ہجری مسکوک تھا، اور دوسری طرف فرمان روا کا نام تھا۔

نارمنوں کے دور میں بھی یہ سکے چلتے تھے، کیونکہ آغاز عہد میں تجارت مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں تھی، ابن جبیر نے یہاں اقلیم مغرب کے دینار دولت کلبیہ کے سکہ رباعی اور دولت موحدیہ کے دینار خرنوبہ کو چلتے دیکھا تھا۔

---

[1] نزہۃ المشتاق ص ۲۶ و ۵ احسن التقاسیم، ص ۲۴۰۔

Marfat.com

کچھ دنوں کے بعد نارمنوں نے اپنا سکہ بھی اوسی قسم کا مسکوک کرایا، یہ وہ زمانہ تھا جب وہ اسلامی تمدن کو قبول کر رہے تھے، اسلئے نارمن حکومت کا پہلا سکہ جو مضروب ہوا، وہ بعینہٖ اسلامی سکہ کی نقل تھی، چنانچہ وہ نہ صرف عربی زبان الفاظ میں تھا بلکہ راجر اول نے جسے عیسائیوں نے محافظ مذہب عیسائیت کا خطاب دیا تھا، اس سکہ میں کلمۂ توحید کے ساتھ کلمۂ رسالت بھی مسکوک کرایا، سکہ کی ایک جانب اپنا نام مع عربی خطابات کے اور دوسری جانب کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَمُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، کندہ کرایا تھا اور اس کے نیچے سنہ ہجری اور پایۂ تخت کا نام بزرم مسکوک تھا،

راجر دوم نے سکہ سے اقرار نبوت محمدی کو مٹا دیا، لیکن کلمہ توحید اس عہد میں بھی برقرار رہا چنانچہ اسکے سکے کے تمام الفاظ حسب ذیل تھے،

المعتز باللہ الملک المعظم راجار الثانی،

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ

سنۃ فلاں ہجری

پھر پاپائے روم سے شاہ کا خطاب ملنے پر اس نے کلمہ توحید بھی مٹا دیا، اور پہلا سکہ لاطینی رسم خط میں جاری کیا، وہ یہ ہے :-

IC XC

NiKA

تاہم سنہ ہجری اس سکہ میں بھی قائم رہا،

ولیم اول نے پھر عربی القاب اور عربی رسم خط اختیار کیا، اوس کے سکہ پر ذیل کی عبارت تھی،

العادون باعز اللہ الملک المعظم

Marfat.com

یہ سب سکے اٹلی اور پلرمو کے عجائب خانوں میں ابھی تک محفوظ ہیں[1]

ناپ اور تول کا معیار قفیز اور رطل پر قائم تھا ایک قفیز ۲ من کا اور من ۶ مد کا ہوتا تھا مد عہد نبوی کا تھا، اور "مد نبوی" کہلاتا تھا ناپ میں قفیز، من اور مد بالعموم یہی تین پیمانے قائم تھے،

تول کا حساب رطل سے تھا، مشرقی و مغربی رطل میں کچھ فرق تھا بعض چیزوں کی تول ایک دوسرے رطل سے ہوتی تھی، جو مشہور رطل سے وزن میں کم تھا، ترلین کے پاؤنڈ شیشہ کے ہوتے تھے[2]

مختلف ممالک سے تجارتی تعلقات، اہلبی عہد حکومت میں مختلف ممالک سے تجارتی تعلقات قائم ہوئے، اٹلی کے مختلف مرکزی مقامات عموماً [illegible] تجارتی کوٹھیاں تعمیر ہوئیں علاوہ ازیں اٹلی کی مختلف حکومتوں سے تجارتی معاہدے کیے گئے جن کے رو سے صقلیہ کی تجارتی کوٹھیاں [illegible] ریاستوں میں اور عیسائی مملکتوں کی تجارتی کوٹھیاں صقلیہ میں قائم ہوئیں، موسیو سدیو ایک سلسلہ بیان میں لکھتے ہیں:-

"ان عربوں (اغالبہ) نے بحر روم کے کنارے جو اپنے سکون اور اقامت کے لیے بنائی تھیں وہ بہت اہمیت رکھتی تھیں، مقاصد حکمرانی و سیاست کے لحاظ سے بھی مفید تھیں اور ضرورت تجارتی کے لیے بھی بہت نافع تھیں کیونکہ ان کے قلعوں کے پاس تجارتی مکاتب ہوتے تھے، عرب اور یہودی ان سے فائدہ اٹھاتے تھے، اٹلی کے باشندوں نے عربوں سے کچھ شرطیں طے کر لی تھیں جن کے بموجب انھوں نے شہر پالرمو کے اندر ہر ایک جگہ اپنے استعمال کیلئے لے لی تھی"[3]

اسلئے مسلمانانِ صقلیہ کے تجارتی تعلقات سب سے پہلے یورپ کے ملکوں میں سے اولاً اٹلی سے قائم ہوئے

---

[1] مقالہ لی مورنس در یادگاری مضامین ج ۱ ص ۲۰۲، رحلۃ ابن جبیر [2] الحسن الوفا تسہیم مقدسی ص ۲۴۰؛

[3] تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۳۴۳،

Marfat.com

اور اسی راستہ سے وہ اندرون یورپ میں داخل ہوئے، چنانچہ اوریسی کے بیان میں اکثر جگہ نظر آتا ہے، کہ یہ مال قلوریہ وغیرہ بلاد النصاریٰ یعنی یہاں کا سامان قلوریہ اور دوسرے عیسائی ممالک کو بھیجا جاتا ہے۔ اسی طرح اگرچہ اندلس سے صقلیہ کے سیاسی تعلقات کسی حد تک کشیدہ رہے لیکن تجارتی تعلقات ہمیشہ قائم رہے تجارتی جہاز صقلیہ سے اندلس اور اندلس سے صقلیہ آتے، بلکہ خود فرمانروایان اندلس اندلسی تاجروں کے جہازوں کو صقلیہ بھیجتے، مسلمانان صقلیہ بھی اپنا مال اندلس پہنچاتے، شمالی افریقہ اور صقلیہ کے درمیان تجارت کی آمد و رفت تھی اور اسی سلسلہ سے [illegible] جو تھا اور مصر کے مقابلہ میں سفاقس وغیرہ سے بھی اس کے تجارتی تعلقات قائم تھے، بحیرہ روم کے دیگر جزائر مالٹا وغیرہ سے بھی تجارتی تعلقات تھے، بحر احمر کے مصر و شام سے بھی اس کے تجارتی تعلقات قائم تھے[۵۴]

اسلئے دراصل صقلیہ اس زمانہ میں مشرق و مغرب، یورپ اور افریقہ اور یورپ اور ایشیا کی تجارت کا مرکز تھا، ایک طرف مشرقی جہاز اوس کے ساحل پر آکر لنگر انداز ہوتے، تو دوسری طرف مغربی جہاز اسی ساحل سے ہمکنار ہوتے، اور اسی کے ذریعہ مشرق کا مال تجارت مغرب میں، اور مغرب کا مال مشرق میں پہنچتا تھا، اور صقلیہ کے ذریعہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان رابطۂ تجارت قائم رہتا تھا، اس کا سلسلہ نارمنوں کے عہد میں بھی قائم رہا، انکے عہد میں بھی تجارت بیشتر زیادہ تر مسلمان ہی کے جہاز جو مختلف ملکوں کو جہاز لیجاتے، ابن جبیر نے ایک بار دوران اطراف کے ساحل سے اندلس سبتہ اور اسکندریہ کیلئے تین جہاز ایک ساتھ کھلتے دیکھے، اور بیان کیا کہ سب جہازوں پر مسلمان تاجر اور حاجی سوار ہیں[۵۵]

مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:۔

صقلیہ کے قدرتی ذرائع اور اسکی جائے وقوع اور اس کے بحر شام کے مشرقی و مغربی مقام اتصال پر

---

[۵۴] نزہۃ المشتاق، [illegible] مسالک الابصار ابن فضل اللہ العمری وغیرہ، [illegible] معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۵۵، ۳۵۶، معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۵۵، ۳۵۶، صفت اسفاقس و بنسہ المشتاق فی اختلاف شہر، ۵۵ رحلہ ابن جبیر ص ۳۲۴۔

منڈی ہو جانے سے وہاں کے باشندے ایسے مالا مال ہوئے کہ اس کے مساوی رتبہ و صدود کا کوئی ملک کبھی ایسا دولتمند نہیں ہوا تھا، پرمو اور سیراکیوز کے بندرگاہوں پر جہازوں کا ہجوم ہمیشہ لگا رہتا تھا، مغلیہ کے تجارتی جہاز تمام یورپ کے بندرگاہوں پر نظر آتے ..... نہر سویز کو جس کو عمر نے کھدوا دیا تھا مجبور کر کے بحر احمر اور بحیرۂ ہند کے طوفان سے قابل رشک ہونے کے بجائے ممالک مشرقیہ میں پہنچ جاتے تھے[1]

برآمد، درآمد یہاں کی اشیائے برآمد میں جو چیزیں غیر ممالک کو بھیجی جاتی تھیں انمیں غلہ کی مختلف قسموں کے علاوہ خشک و تر میوے، مچھلیاں، شہد، مٹھائی، حلوا، لکڑی، لوہا، پتھر، مونگا، موتی، کندھک، نوسادر اور کپڑے وغیرہ ہیں، جو چیز جس شہر کے مضافات کی پیداوار ہوتی، وہیں کے بندرگاہ سے لادی جاتی تھی اور یہی سب کو نام بنام بتایا ہے، اور جو چیز جہاں جاتی، اوس کا بھی تذکرہ کیا ہے، مثلاً طبرمین سے مختلف قسم کے ملے لیاج سے مختلف قسم کی لکڑیاں قطانیہ، سکلہ قرمیس اور جرجنت سے خشک و تر میووں کی برآمد ہوتی تھی، اور انیس سے صرف شہر جرجنت ساحل سے دور واقع تھا اسلئے یہاں کی پیداوار کا بیشتر حصہ پڑا رہتا تھا، وہاں تمام بندرگاہ افریقیہ وغیرہ جاتی، اور ان کے ساحل سے جہاز کے جہاز لدکر روانہ ہوتے، اسی طرح خشک و تر میوے اور مچھلیاں افریقیہ اور یورپ کو، شہد اور سیسا کا لوہا، یورپ کو، اطرابنش کا موتی اور مونگا یورپ، افریقیہ، اسکندریہ اور اندلس جاتا، نوسادر کی مانگ اندلس اور مصر دونوں جگہ تھی، لیکن اسلامی حکومت کے آخر عہد میں مصر میں صقلی نوسادر کی ضرورت باقی نہیں رہی، کیونکہ اولا یہاں اس کا ذخیرہ ختم ہو گیا، علاوہ ازیں مصر میں بعض دوسری چیزوں سے اسکی ضرورت پوری ہونے لگی، چنانچہ مقدسی کے بیان کے مطابق ۳۷۶ھ کے قریب نوسادر کی درآمد کا سلسلہ تقریباً مسدود ہو گیا، اسی طرح یورپ میں صقلیہ کی بنی ہوئی مٹھائی یا حلوا سے اطرابنش کا موتی ست جاتی تھی، بیدصقلیہ کا بہترین خوبصورت بید ابھی غیر ممالک میں پسند کیا جاتا تھا، مقدسی نے

[1] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۲۹۵،

Marfat.com

مقلیہ سے بہرین اور نفیس کپڑے باہر بھیجے جاتے ہیں"۔

یہاں تک کہ دولت بکلیہ کے عہد میں صقلیہ کے اون مشہور کپڑے کی برآمد، جو دن میں کئی رنگ بدلتا تھا، حرف شاہانہ ذوق انفرادیت سے محض شان امتیاز کیلئے ممنوع قرار دے دی گئی تھی، مقدسی (۳۵۵ھ) لکھتا ہے:۔

"سلطان نے اس کپڑے کو دوسرے ملکوں کو لیجانے کی ممانعت کردی، اس لئے اب جو کچھ چوری چھپے چلا جاتا ہے وہی دوسرے ممالک میں پہنچتا تھا"۔

اسی طرح صقلیہ کا کتان جو نہایت اچھے قسم کا کپڑا تھا، اکثر ممالک میں بھیجا جاتا تھا[1]

مسعودی لکھتے ہیں:۔

"ان دونوں ممالک (اندلس و حکومت ہزنطی قسطنطنیہ وغیرہ) کی پیداوار اور مال تجارت صقلیہ کے تاجروں کے ہاتھ آتے آتے تھے، ان چیزوں کے مقابلہ میں یہ سوداگر یہاں سے روئی، ریشم، انگور، نارنگی، شکر، شراب، تیل، تانبا، [illegible] پارہ، کانی نمک، نشادر، توتیا، چوپایوں کی کھال، ایک قسم کی مچھلی جس سے ارغوانی رنگ نکالا جاتا تھا ان ممالک میں لیجاتے تھے"[2]

اشیائے درآمد میں ان ممالک کی مخصوص پیداوار اور مصنوعات تھیں جہاں سے مسلمان صقلیہ کے تجارتی تعلقات قائم تھے، ان کی تفصیل لاحاصل ہے، البتہ اس عہد کے چینی کے نادر برتنوں کا ذکر انفراداً کیا جاسکتا ہے، کیونکہ یہاں کے محققین آثار قدیمہ کو صقلیہ سے چینی کے چند نہایت خوبصورت برتن دستیاب ہوئے ہیں، جو پالرمو کے عجائب خانہ میں محفوظ ہیں، ان برتنوں سے اگرچہ موسیو لیبان کے بیان کے مطابق یہ خیال کیا جاسکتا تھا کہ یہاں بھی عربوں نے چینی کے برتنوں کے کارخانے بنائے تھے، مگر برتنوں کے جو نمونے پائے گئے ہیں، وہ زیادہ تر ایرانی وضع کے ہیں، اسلئے موسیو لیبان کے خیال کے مطابق ممکن ہے کہ یہ برتن تجارت

[1] نزہۃ المشتاق ذکر فتح شہر واحسن التقاسیم ص ۲۳۰، ۲۳۱ [2] اخبار الاندلس ج ۳ ص ۳۵۵۔

Marfat.com

کے ذریعہ سے یہاں آئے ہوں، اسلئے انھیں اشیائے درآمد میں شمار کرنا چاہیئے[1]

تقسیم دولت

ملک میں زراعت، صنعت، حرفت اور تجارت کے کاروبار سے آبادی کے مختلف طبقے، زمیندار، کسان، صناع، تاجر، مزدور پیدا ہوگئے تھے، پھر نظام حکومت کے لحاظ سے عمال و ملازمین حکومت، فوجی اور غلاموں کے طبقے تھے اور لڑائیوں کی شرکت کیلئے مجاہدین کی جماعت تھی اور اسی معیار اور شرق و مراتب کے لحاظ سے ان میں دولت کی تقسیم ہوتی تھی، اور اسی لحاظ سے آئین امیر و غریب کے طبقے قائم ہوگئے تھے

صرف دولت

جس ملک میں زراعت، صنعت، حرفت اور تجارت اس درجہ فروغ پر ہو، اور اخلاقی نظام حکومت قائم ہو، اس ملک کا معاشی معیار بہرحال بلند ہوگا، اور تقسیم دولت کے اصول سے غریب سے غریب طبقہ کو بھی اتنا مہیا ہو جائیگا، کہ فارغ البالی کی زندگی بسر ہو سکے،

پھر جس قوم میں دولت و ثروت کی بہتات ہوتی ہے، اس کا معیار زندگی بھی بلند ہو جاتا ہے، رہن سہن میں تکلفات و تعیشات راہ پاتے ہیں، مکانوں کی زیب و زینت، لباس و پوشاک کی آرائش، کھانے پینے کے تکلفات اور رہنے سہنے کے تعیشات پر زیادہ توجہ ہوتی ہے، اور طرز زندگی سے معاشی سلیقگی آجاتی ہے، اور فراغ بالی، حسن معاشرت، اور تہذیب کی تراش و خراش سے شکل و صورت میں، اور جسمانی حسن و جمال پیدا ہو جاتا ہے، اخلاقیہ کی نشوونما ہوتی ہے اور موسم سے بچاؤ کے لئے ظاہری شکل و صورت میں پہلے ہی متناسب الاعضا تھے، صفائیہ کے اسلامی تمدن کے تکلفات و تعیشات

[1] تمدن عرب ص ۴۷۷

وان ٹب اور نوک و پلک پیدا کرتے، ایک عرب جغرافیہ نویس صقلیہ کے حالات میں لکھتا ہے:-

"یہاں کے لوگ اپنے مکانوں کے درمیان سامان لباس اور دیگر حالات کے لحاظ سے صفائی و ستھرائی میں مشہور ہیں، اور لوگوں میں حسن صورت، معاشی اعتدال پسندی، سامان، مروت اور عمدہ معاشرت کے لحاظ سے ممتاز ہیں"

مسلمانانِ صقلیہ کی پرتکلف معاشرت کا اندازہ یہاں کے خوبصورت پرتکلف مکانوں سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ ان کا ذکر کسی دوسری جگہ آیا ہے، اہلِ صقلیہ ان مکانوں کو آراستہ پیراستہ رکھتے، مکانوں کے قطع دلآویز بناتے، ان کے سامنے کھلے ہوئے صحن ہوتے، جن میں خوشبودار پھولوں کے تختے لگے ہوتے، جابجا فوارے چھوٹتے ہوتے، جابجا روشیں قائم ہوتیں، چمن بندیوں سے الگ الگ کیاریاں بناتے، جنمیں نہایت سلیقہ سے پانی پہنچایا جاتا، چھوٹی چھوٹی نہریں عمارتوں کے اردگرد چکر کاٹتیں، صحن باغ کے علاوہ مکانوں کے اندر بھی باغین باغ ہوتے، اور مکان کے اندر جابجا گلدستے چنے جاتے، کمروں میں فرش و فروش کا اہتمام موقع اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے سامانِ آرائش سے کمرے سجے ہوتے،

صاحب کتاب ہیئۃ اشکال الارض نے باشندگان صقلیہ کی عمارتوں کے قیمتی سامانِ آرائش کا تذکرہ کرنے کے بعد ان کے عام طرز بود و ماند وضع و قطع اور لباس میں خوش پوشی اور کھانوں میں خوش مذاقی کو خصوصیت سے بیان کیا ہے، اسی طرح ابن جبیر نے صقلیہ کے آراستہ و پیراستہ مکانوں کے ذکر کے علاوہ مسلمانوں کے نفیس ملبوسات کو لباس فاخرہ سے موسوم کیا ہے، کہ یہاں کے امرا، زرق برق لباسوں میں نظر آتے، اسی طرح خدم و حشم اور چوبدار و دربان اور تمام دیگر مشرقی آداب و تہذیب کی جلوہ آرائیاں موجود تھیں، نارمنوں کے عہد میں بھی شہر کی معزز شہری آبادی میں مسلمانوں کا طرز معاشرت ہی قابلِ اتباع سمجھا جاتا ہے، مسٹر اسکاٹ

ملاحظہ کتاب ہیئۃ اشکال الارض و مقالہ ورہاق الطول، وصف دراماری ص ۱۲،

Marfat.com

یہاں کے تمدن کا اعلیٰ نمونہ خوبصورت الفاظ میں پیش کرنے کے بعد غرباء کے طبقہ کی معاشرت کو ان الفاظ میں مرتسم کرتے ہیں :-

"غرباء کے مکانات اچھی وسعت اور آرام کے ہوتے تھے اور وہ جیسے بھی ہوں بہرحال لندن اور پیرس کے ان تنگ کے غرباء کے مکانوں سے بدرجہا بہتر تھے"

پلرمو کے سوداگروں کے مکانات ہر طرح کے سامان سے آراستہ ہوتے تھے، وہاں کے باشندے پرانے سارسینیوں کے جانشین ہونے کی طرح تعیش و تنعم میں کم نہ تھے، اور نزاکت تہذیب مفعول خوبی اور تعیش میں تو غرب السکل تھے"

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

"سسلیا ان اقلیس، صقلیہ کا طرز معاشرت بھی زندہ دلی، شوخیوں اور عشرت کی ایک تصویر تھا، ان کی صحبتوں میں امتیاد مرد کا لطف دماغی و جسمانی حاصل ہوتا تھا، خشونت کا وہاں نام نہ ہوتا، نکات ملی کے ساتھ لطائف و ظرائف سے محفلیں گرم رہتیں"[1]

ابن جبیر نے صقلیہ کے باشندوں کے اخلاق، عادات و خصائل، طرز بود و ماند، اور طریقہ زندگی کی اعلیٰ تہذیب شائستگی کی تعریف کی ہے، ان کی عورتوں کی پاکیزگی، آزادی، رجحان، آزادی کا بھی دلچسپ پیرایہ بیان میں کیا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ صقلیہ کی اسلامی معاشرت پر یورپ کی طبیعت کا رنگ حاصل تھا، اور اس کا اثر یورپ کی عیسائی خواتین پر بھی پڑا،

صقلیہ کی خواتین محلوں کی چہار دیواری میں اسیر نہ تھیں، مغربی تہذیب کی طرح وہ بھی نقاب پوش باہر نکلتیں، اگرچہ حسن کی شعاعیں نقاب کی تہوں میں چھپ کر باہر آجاتیں، لیکن اس موقع پر اگر کسی کی پرمعنیت دزدیدہ نگاہ نظارۂ جمال کی جسارت کرتی تو رنگ برنگ کے نقابوں کی جھلملاہٹ نگاہوں کو خیرہ کر دیتی،

ابن جبیر کہتا ہے کہ صقلیہ کی عیسائی عورتوں نے بھی مسلم خواتین کی طرز زندگی اختیار کر لیا تھا، وہ بھی رنگ برنگ

[1] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۱۶۹ ؛ ج ۳ ص ۱۶

Marfat.com

کا نقاب ڈال کر زرق برق ریشمی و مطلا ملبوسات سے آراستہ ہو کر کلیساؤں میں داخل ہوتیں، چنانچہ ایک موقع پر اوس نے مسیحی عورتوں کی ایک ٹولی کو سر راہ گذرتے دیکھا، اور اس متحرک گلدستہ کی تصویر چند خطوط میں کھینچ کر اتار لی، اون مسیحی عورتوں کے لباس و سامان زیب و زینت سے مسلمان عورتوں کے پر تکلف طرز معاشرت کا اندازہ ہوگا :-

"اور اس شہر میں مسیحی عورتوں کی وضع بالکل مسلمان خواتین کی ایسی ہے یعنی وہ بھی نہایت شیریں زبان ہیں، چادر اوڑھے ہوئے اور نقاب ڈالے ہوئے رہتی ہیں، عید میلاد میں بڑی شان سے نکلتی ہیں، سنہرے حریر کے کپڑوں میں ملبوس، عمدہ نرم و نازک اور جواہر ٹکے ہوئے جوتے پہنے، چادروں میں سمٹی سمٹائی رہتی ہیں، جسم پر نہ تار چادریں اور چہروں پر رنگین نقاب، اور پیروں میں سنہرے موزے پہنے ہوئے ہوتی ہیں، غرض مسلمان عورتوں کی آرائش کے تمام سامانوں زیوروں سے آراستہ مہندی لگائے کپڑے عطر میں بسائے، اسی شان سے گرجے کی طرف ایک دن چلتی دکھائی دیں"[1]

بس یہی ہے عقلیہ کے عہد سلائی کی معاشی زندگی کا ایک آئینہ،

---

[1] رحلہ ابن جبیر، ص ۳۴۳

Marfat.com

علوم وفنون

صقلیہ کی قدیم علمی مرتبت

صقلیہ کے اسلامی تمدن میں اس کے علوم وآداب کا بیان سے پہلے ہم صقلیہ عہدِ قدیم سے علوم وآداب کا گہوارہ تھا، اس کے یونانی عہد میں بڑے بڑے فلاسفہ حکماء اور اہل ادب یہاں پیدا ہوئے، یوں تو ہمارے عرب مورخین سرزمین صقلیہ کو یونانی حکمت وفلسفہ کا اولین سرچشمہ بتاتے ہیں، ان کے بیان کے رو سے مشہور یونانی حکیم وشاعر امپیڈوکلس جسکو وہ بندقلس یا امبذقلس کہتے ہیں یہیں کا باشندہ تھا، اور وہ فیثاغورث کا استاذ تھا، فیثاغورس سے سقراط فیض یاب ہوا، پھر سقراط کی مسند درس سے افلاطون اٹھا، اور اوس نے اپنا جانشین ارسطو کو بنایا، اس لحاظ سے حکمت وفلسفہ کا پہلا پودہ سرزمین صقلیہ ہی میں نصب ہوا، چنانچہ قاضی صاعد اندلسی اور قفطی دونوں لکھتے ہیں:-

"یونانیون میں سب سے بلند مرتبہ پانچ فلاسفہ ہیں، زمانہ کے اعتبار سے اون میں کا پہلا فلسفی بندقلیس ہے"[1]

لیکن یورپین مورخین کے بیان سے اوسکی تصدیق ہوتی ہے، اگر بندقلیس یا امبذقلس نام سے امپیڈوکلس (EMPEDOCLES) ہی مراد ہے، تو وہ پانچویں صدی قبل مسیح میں گذرا ہے صقلیہ کے شہر اگراگاس کا باشندہ تھا، اور ممتاز فلسفی شاعر تھا، اسی طرح یہاں ممتاز فلاسفہ وشعراء پیدا ہوئے

[1] تاریخ الحکماء محمد بن علی الزوزنی در اماری ص ۱۲، ۶، ۵ طبقات الامم ص ۲۱ واخبار العلماء باخبار الحکماء قفطی ص ۱۲،

مثلاً یونان کا مشہور فلاسفر گرگیاس اسی صقلیہ کے شہر لیونتی کی خاک سے اٹھا، اور ایک عالم کو اپنے کے رموز سکھائے، اور خطابت و بلاغت کے جوہر دکھائے[1]، بالجملہ صقلیہ کی ذہنی ترقیوں کا ایک یہ بھی ثبوت ہے کہ جب افلاطون نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب جمہوریت مرتب کی، تو صقلیہ سے اوس کو دعوت دی کہ جمہوریت کے اصول یہاں آکر آزمائے، اور اپنی انہی اصولوں پر یہاں نظام حکومت قائم کیا جائے، پھر جس کے آخری دور میں ارشمیدس گذرا ہے،

ساتویں صدی قبل مسیح کے شعرائے صقلیہ کی نظموں کا تذکرہ یونانی تاریخوں میں آتا ہے، اور ان کا یہ وصف بیان کیا جاتا ہے، کہ انھوں نے قدیم یونانی طرز کا اتباع چھوڑ کر ایک نئی شاعری اختیار کی، اور اس میں کامیاب ہوئے، مورخین بتلاتے ہیں کہ شاعر اسٹی کورس (STESICHOURS) نے مختلف قدیم قصوں کو نظم کرکے ان کا ذخیرہ چھوڑا ہے،

اسی طرح جب چھٹی صدی قبل مسیح میں ایک آزاد حکومت کی بنا ہوئی، تو سائنس اور شاعری کی ترقی کا بھی ایک نیا دور شروع ہوا، پھر پانچویں صدی قبل مسیح میں صقلیہ کا باشندہ کورکس علم البیان کے پہلے استاذ کی حیثیت سے اسی صدی میں روشناس ہوا، اور اس کے شاگرد تیسیاس نے بھی فن خطابت میں کمال پیدا کیا،

صقلیہ کی قدیم علمی عظمت کے متعلق اڈولف ہولم کا بیان ہے کہ پانچویں صدی میں جب یونان کی نوآبادیاں فلسفہ سوفسطائی کو فلسفہ کا سرمایۂ کمال سمجھتی تھیں، سسلی والے اس سے کہیں پہلے فلسفہ سوفسطائی کے پہلوے دم سے واقف ہو گئے تھے، اور اسکو تخیل شاعرانہ کا لقب دیتے تھے، اور جب ایتھنز کے مشہور سوفسطائی [illegible] اپنے ایک جدید

---

[1] تاریخ یونان بجوری (ترجمہ اردو) ص ۵۰۳ و تاریخ یونان اوڈلف ہولم (ترجمہ اردو) حصہ دوم صفحہ ۳۰۰ تاریخ یونان بجوری (ترجمہ اردو) صفحہ ۵۰۳ [illegible] ۲۹ [illegible]

نظریہ لوگوں کے سامنے پیش کیا، تو ایتھنز کی متمدن حکومت کی زمین اس کیلئے تنگ ہوگئی، اور اسکو شہر بدر ہونا پڑا، لیکن صقلیہ کی سرزمین نے اس کا استقبال کیا، یہاں اوس نے اپنے نظریہ کی اشاعت کی، اور ۴۶۰ سال کی عمر میں ۴۷۰ ق م میں یہیں پیوند زمین ہوا، اسی طرح فارموس کے المیہ ڈرامہ نویس کو سب سے پہلے یہیں ۴۸۰ ق م میں عوام کے سامنے پیش کیا گیا، یہ ڈرامہ فضیاد نوشتگا فیوں سے لبریز تھے، اور یہ پہلے دونوں کے بعد سرقوسہ کے باشندے ہیرون نے اپنے ڈرامہ کی تالیف سے یونانی آداب کی بھی ایک نئی راہ پیدا کی[1]

صقلیہ کی علمی و ادبی ترقی کا یہ دور یونانی حکومت کے ساتھ ہی ختم ہوگیا، اس کے بعد جب تک اس صقلیہ کے حالات سے پتہ چلتا ہے، علمی و ادبی حیثیت سے اس کا کوئی نمایاں مقام نہیں ملتا، جمہوریت روما کا ایک صوبہ قرار پایا، پھر اس دور میں اسٹوفنس اور سیرنس کی نگاہوں سے دیکھے گئے، اور انہی دنوں فکائے یونان کا مشہور ستارہ دار شمیدس اقلیدس کا افق صقلیہ پر ظاہر ہوا، اور فن ہیئت و ریاضی میں ایک عالم کی رہنمائی کی، لیکن وہ اگرچہ صقلیہ کے شہر سرقوسہ کا باشندہ تھا، مگر علم ریاضی و فنون ہندسی کی تکمیل مصر کے اسکندریہ میں ایک رومی سپاہی کے ہاتھ سے ہوا، اور گو یہ شمیدس کے جنازہ کے ساتھ صقلیہ سے علم و ادب کا جنازہ بھی نکل گیا، کیونکہ پھر یہاں اور بیزنطی سلطنت کے دوروں میں کوئی علمی مربیت کا ثبوت نہ ملا، بلکہ اس صرف غلہ کا کلیت بنا رہا،

یہاں تک کہ کامل ایک ہزار برس کے بعد اسد بن فرات کی علمبرداری میں عربوں نے صقلیہ کو فتح کیا، اور عربوں کی چھ سو سالہ حکومت رہی ہے، کہ وہ جس ملک میں پہنچے، اپنے علوم و معارف کا گنجینہ اپنے ساتھ لیتے گئے

---

[1] تاریخ یونان اڈولف ہولم (ترجمہ اردو جلد ۲ ص ۳۷۰ تا ۳۷۵) [2] اخبار الحکماء ابن القفطی ص ۳۰ تاریخ الحکماء رفندلی ص ۱۱۲ و تاریخ یونان بیکری (ترجمہ اردو) اخبار الحکماء قفطی جلد ۲ ص ۳۰

اور اوسی وقت سے ملک کی سیاسی تاریخ کے ساتھ اوس کی علمی وادبی سرگذشت کا باب بھی قائم ہوگیا،

عربی علم وادب عربوں کے علم وادب کی تاریخ بھی ان کے دوسرے کارناموں کی طرح حیرت انگیز ہے، وہ اپنے عہد جاہلیت میں باوجودیکہ نیم متمدن اقوام میں شمار کئے جاتے تھے، مگر اُن کی آبادی کا بیشتر حصہ ان پڑھ تھا، بلند بلند طبقہ کے افراد میں صرف چند اشخاص ایسے نکلتے جو سریانی یا نبطی خط میں لکھنا جانتے تھے، انکے یہاں علم طب اور علم نجوم شخصی تجربوں اور چند سُنے سنائے قیاسوں کا مجموعہ تھا، انساب وتاریخ میں مہارت رکھتے تھے، مگر وہ سب سینوں میں محفوظ تھا، البتہ علم وادب میں شعر وشاعری کا ذوق یہاں کے بچہ بچہ میں موجود تھا اور سارے عرب میں فصاحت وبلاغت کا بیحد چرچا موجیں مار رہا تھا لیکن خواندہ بڑے سے بڑا جزیہ فہیدہ ہوا مگر وہ بھی نوک زبان ہونے کے بجائے نوک قلم کا شرمندۂ احسان کم ہوتا تھا.

[illegible] کی یہ ادبی رفتار یہی تھی کہ اسلام کا ظہور ہوا اور سارے عرب میں انقلاب کی ایک روح دوڑ گئی آنحضرت صلعم نبی امی تھے، مگر عالم کی تعلیم وتربیت کیلئے مبعوث ہوئے تھے، اب عربوں کی ساری توجہ اسلام کی الہامی کتاب قرآن مجید پر مرکوز ہوگئی، نزول قرآن کے ساتھ اسکی کتابت کی ضرورت پیش آئی، آنحضرت صلعم نے چند کاتبوں عبداللہ بن سعید بن عاصی وغیرہ کو مسلمانوں کو فن کتابت سکھانے کیلئے مقرر فرمایا، اس سے عربوں میں رفتہ رفتہ لکھنے کا رواج عام ہوا، پھر قرآن مجید کے معانی ومطالب کے غور وخوض سے علم قرآن کی بنیاد پیدا ہوئی، اور رفتہ رفتہ مختلف علوم قرآن کی تدوین ہوئی، اسی طرح آیات قرآنی کی تفسیر اور احکام اسلامی کی تشریح کیلئے آنحضرت صلعم کے اقوال وافعال کو رہنما بنانے کی ضرورت پیش آئی، تو احادیث کے جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا، اور روایت وسند کا سلسلہ شروع ہوا جس سے علم حدیث اور فن رجال منضبط ہوئے، پھر جب مختلف نئے مذہبی مسائل پیدا ہوئے اور اُن کی نئی شکلیں سامنے آئیں، تو کتاب وسنت پر قیاس کرکے مسائل مستنبط کرنے کی ضرورت پڑی، اس طرح علم

فقہ کے ابواب عبادات مدون ہوگئے، دوسری طرف عجمی مسلمانوں کیلئے قرآن وحدیث کا پڑھنا اور سمجھنا اسوقت تک سہل نہ تھا جب تک وہ عربی زبان سے واقف نہ ہوجاتے، اسلئے صرف ونحو اور علم لغت کی تدوین کی ضرورت ہوئی، نیز قرآن مجید کے معانی ولغت کی تعیین کیلئے لغت قریش کی چھان بین شروع ہوئی اور اس صحرانوردی میں جاہلیت کے بیشمار اشعار کا ذخیرہ فراہم ہوگیا، پھر اسی ضمن میں جاہلیت کے علوم ہیئت، نجوم، انساب خیل اور علم طب وغیرہ مدون کرلئے گئے،

پھر جیسے جیسے اسلامی سلطنت میں توسیع ہوئی، قوانین وضوابط کی تشکیل کی ضرورت پڑی، اور قرآن مجید واحادیث سے علم فقہ کے ابواب معاملات مدون ہوئے، اسی سلسلہ میں مفتوحہ ممالک کے نظم ونسق میں آنے کی مختلف نوعیتوں پر زور شمشیر، بطریق صلح ومعاہدہ وغیرہ معلوم کرنے کی ضرورت پڑی، اسکے لئے عہد نبوی کے غزوات اور عہد صدیقی وفاروقی کے فتوحات کے حالات جمع کئے گئے، اس سے فن مغازی وسیر کی سیرت کی تدوین ہوئی، اسی سے فن تاریخ کا دروازہ کھلا، پھر عہد اموی کے مستبد خلفاء وعمال کے خلاف آواز بلند کرنے کیلئے امت کے صلحا نے خلفائے راشدین وصحابہ کرام کے حالات بطور مواعظ پیش کئے، اس سے تاریخ اسلام کے قرن اول کے حالات فراہم ہوگئے،

اسی طرح جب اسلامی فتوحات کا دائرہ زیادہ وسیع ہوگیا، تو مسلمانوں کو مفتوحہ وغیر مفتوحہ ممالک کے علوم وآداب سے آگاہی ہوئی، اور انھیں عربی زبان میں منتقل کرنے کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ [illegible] دفتر کھل گیا، اور تھوڑی ہی مدت میں یونانی، سریانی اور ہندی علوم وفنون ہیئت [illegible] منطق وغیرہ کا بڑا ذخیرہ عربی زبان میں منتقل ہوگیا، ان ترجموں سے جب مسلمانوں میں فلسفیانہ [illegible] ہوئے، اور مختلف قوموں نے فلسفیانہ نظریوں پر دین اسلام کو جانچنا شروع کیا، تو مسلمانوں کو [illegible] کی ضرورت پڑی، پھر [illegible] فرقہ کے [illegible] منقابلہ کی نوبت آئی، تو علم مناظرہ کے اصول منضبط کئے گئے، جب یہ مناظرے فلسفیانہ وکلامی مسائل سے گذر کر فقہ کے مختلف مذاہب پر [illegible]

تو اصولِ حدیث و اصولِ فقہ کو تر کر کر پڑھا پھر دوسری طرف جب علم کلام و مناظرہ سے عقلی موشگافیوں کی نوبت آئی اور مسلمانوں کی تمدنی ترقیوں سے نئی ضرورتیں پیدا ہوئیں تو علوم عقلیہ پر عبور حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا، اس تقریب سے فلسفہ، حکمت، منطق، ریاضیات، طبعیات وغیرہ مسلمانوں کے مخصوص فنون بن گئے، جنھوں نے ان علوم کی بنیادوں پر اپنی نئی عمارتیں تعمیر کیں،

اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی علوم و آداب میں سے پہلے علوم اسلامیہ کی تدوین ہوئی پھر علوم عقلیہ پر توجہ کی گئی، علوم عقلیہ پر حقیقی توجہ تیسری صدی ہجری کے اختتام سے پہلے نہ ہو سکی، دوسری صدی کے خاتمہ تک مسلمانوں پر صرف علوم اسلامیہ رائج ہو سکے تھے اور علوم عقلیہ میں سے غیر زبانوں کی کتابوں کا ترجمہ کیا جا رہا تھا،

اسلئے صقلیہ [illegible] کے داخلہ کے وقت تک اسلامی علوم و آداب میں سے علوم قرآن، حدیث، فقہ، اصول فقہ، اصول حدیث، کلام، مناظرہ، مغازی، تاریخ، رجال، صرف، نحو، ادب، لغت، اور طب کی تدوین ہو چکی تھی، مسلمان انہی علوم کو لیکر یہاں پہنچے، اور انہی کی نشر و اشاعت کی، اور انہی کو فروغ حاصل ہوا، پھر کچھ دنوں کے بعد جب علوم عقلیہ کا عام رواج ہوا، تو مسلمانانِ صقلیہ نے بھی ان کی طرف توجہ کی، لیکن ابھی وہ محو نظارہ ہی تھے، کہ اسلامی سلطنت صقلیہ کی شمع حیات گل ہو گئی، [illegible] مسلمانانِ صقلیہ کے علوم و آداب میں انہی اول الذکر اسلامی علوم کو حقیقی عظمت [illegible] علوم عقلیہ کا صفحہ ہستی، سادہ نہیں، لیکن دراصل اس سرزمین کو اصل شرف علوم اسلامیہ کے [illegible] ائمہ فن محدثین، فقہاء، متکلمین، صوفیہ اور ارباب ادب [illegible] اسلامی سلطنت کے خاتمہ پر ہجرت کر گئے، لیکن بہتوں نے عہد اسلامی میں اور اسکے بعد نارمنوں کے دور میں اسی سرزمین کو اپنی آخری خوابگاہ بنایا،

[illegible] کی سیاسی تاریخ پر نظر ڈالیے، تو معلوم ہوگا کہ یہاں کی سیاسی فضا اوائل

Marfat.com

ہی سے نہایت مکدر اور پرہیجان رہی جسمیں علوم وآداب کی داغ بیل ڈالکر اوسکو نشو ونما دینا سوقت ناممکن ہوتا، اگر اتفاقاً آغاز ہی سے اس کے سامان مہیا نہ ہوگئے ہوتے،

قاضی اسد کا جذب وکشش،

۱- یہ عجیب اتفاق ہے کہ مسلمانوں کا سب سے پہلا قافلہ جو سکونت پذیر ہونے کے لئے یہاں آیا، وہ ایک ایسی شخصیت کی سالاری میں آیا، جو خود سرچشمۂ علوم ومعارف تھا، جب افریقیہ سے صقلیہ روانہ ہونے لگا، تو اسکی ذاتی کشش اور اسکے علمی رشتہ، مودت سے افریقیہ کے اکابر اہل علم اسکے ہمرکاب ہوگئے، صاحب ریاض النفوس کا بیان ہے:-

"ہمارے مشائخ کہتے ہیں کہ جب اسد فوج لیکر سوسہ روانہ ہوئے کہ صقلیہ کے جہاز پر سوار ہوں تو انکے ساتھ اہل علم کی ایک ممتاز جماعت روانہ ہوگئی،

یہاں تک کہ شیخ عبدالرحیم المستجاب (جن کے متعلق امام سحنون صاحب المدونۃ الکبری کی رائے ہے، کہ میں نے ابن قاسم، اشہب، ابن وہب، علی بن زیاد، ہلول بن راشد، اور ابن اشرس (جیسے اکابر علت) کو دیکھا، مگر عبدالرحیم کے مثل کسی کو نہ پایا،) وہ بھی اپنے گوشۂ عافیت سے نکل پڑے اور صقلیہ روانہ ہونے پر آمادہ ہوئے، مگر امام سحنون نے افریقیہ کے قیام کی ترجیح بعض ضرورتوں کو پیش کرکے ثابت کی اور ان کا یہ سفر ملتوی ہوگیا[1]،

اہل علم کا فوجی خدمات سے مستثنیٰ ہونا

۲- صقلیہ میں علمی ترقی کا دوسرا سبب یہاں کی اسلامی حکومت کا یہ حکم اہل علم کو فوجی خدمت سے مستثنیٰ کردینا ہے، ابن حوقل لکھتا ہے،

"دارالحکومت کے باشندوں میں اساتذہ کی تعداد زیادہ ہے چنانچہ صرف بلرم میں ۳۰۰ اساتذہ ہیں، میں نے اسکی وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا، کہ اساتذہ دشمن کے حملہ کے موقع پر جہاد میں شرکت کرنے پر مکلف نہیں[2]،

---

[1] ریاض النفوس درامارسی، ص ۱۰۵، [2] معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۰۶ لیکن جو اہل علم جہاد کی شرکت کرنا چاہتے تھے، کرتے تھے، بعض اہل علم کے سوانح میں نظر آیا، کہ وہ خدمت علم میں مصروف تھے، اور خدمت جہاد کا شرف بھی حاصل کرتے تھے، (دیباج المذہب ابن فرحون ص ۲۰۴) اسی طرح ۲۶۵ھ کے حوادث میں ابن اثیر نے علماء وصالحین کے جنگ میں شریک ہونیکی تصریح کی ہے، (ابن اثیر جلد ۶ ص ۲۹۰)

ارباب حکومت کا ارباب علم ہونا

۳- **تیسرا سبب** یہاں کے ارباب حکومت کا خود ارباب علم واصحاب ذوق ہونا تھا یہ لوگ صرف شعروشاعری ہی کو دلچسپی نہ رکھتے تھے جو بالعموم ارباب دولت کا تفریحی مشغلہ ہوتا ہے بلکہ بعض مختلف علوم حدیث وفقہ میں صاحب کمال گذرے ہیں، اور دولت فاطمیہ وکلبیہ کے دور میں تو عام امراء وعہدہ داران حکومت اہل علم وارباب حکومت میں تھے جن کا تذکرہ طبقات میں ارباب علم وادب کی حیثیت سے ملتا ہے، عبید اللہ بن محمد اغلبی ابوالعباس خلیل بن اسحاق، ثقۃ الدولہ تائید الدولہ تاج الدولہ مستخلص الدولہ قائد ابوالفتوح ابوالفضل احمد بن علی فہری صاحب الشرطہ امیر ابومحمد بن عمار بن منصور کلبی قائد ابومحمد حسن بن عمر بن منکود امیر ابومحمد جعفر بن طیب اکلبی امیر شیخ الدولہ عبدالرحمن اللولو ابوالقاسم عبداللہ بن سلیمان اکلبی، اور ابوالحسن علی بن ابی علم صاحب دیوان الصناعۃ وغیرہ ایسے ارباب علم وفضل ہیں جنہیں مختلف علوم حدیث، فقہ ادب وشعروشاعری میں امتیاز حاصل تھا، اور جن کا تذکرہ کتب طبقات میں ارباب علم کی حیثیت سے مورخین نے کیا ہے[1]

صقلیہ کی علمی ترقیوں میں ان ولاۃ امراء اور عہدہ داروں کا نمایاں حصہ رہا، خود صاحب کمال تھے، علماء وشعراء کے قدردان ہوتے، سرپرستی کرتے، اور دور دور کے ارباب کمال کھنچ کھنچ کر صقلیہ پہنچتے

جغرافی جائے وقوع

۴- **چوتھا سبب** اسکی جغرافی جائے وقوع ہے، اس زمانہ میں اندلس افریقیہ مصر وشام اسلامی علوم وآداب کے مرکز تھے، جو ارباب علم مصر وشام سے اندلس، یا اندلس سے مصر وشام جاتے وہ یہاں بھی ہو لیتے، چنانچہ ایسے اہل علم کے نام معلوم ہیں جنہوں نے یہاں اثنائے راہ میں مہینوں اور کبھی سالوں قیام کرکے جزیرہ کو اپنے علم وفضل سے خیر وبرکت کا سرچشمہ بنایا، (سعید بن فتحون قرطبی وغیرہ)

اہل علم کی کشش

۵- **پانچواں سبب** رفتہ رفتہ اس کا وقار علمی حاصل کر لینا ہے، لوگ یہاں کے اہل علم

[1] سد الحلۃ السیراء ابن الآبار دراماری ص ۲۲۰-۲۲۶، الاحسان المسیلہ وریادگاری جلد ۱ ص ۲۹۳، مسالک الابصار ابن فضل اللہ العمری دراماری ص ۱۵۲،

سے استفادہ کیلئے دور دور سے آتے، مثلاً ایک صقلی اہل علم طاہر بن محمد بن رقبانی کے حالات میں قفطی کا بیان ہے :-

"یہ صقلیہ کے باشندے تھے، اور یہیں اقامت گزیں تھے، ان کے عہد میں عربی علم و ادب کے فروغ و نظم میں اون سے بڑھ کر کوئی دوسرا عالم موجود نہ تھا، ہر مقام سے آکر اہل علم نے ان کی طرف رجوع کیا، اور اون کو بحر زخار پایا"[1]

اہل علم کی قدر افزائی

۶- **چھٹا سبب** یہ تھا کہ اگر افریقیہ میں کسی صاحب علم کی پذیرائی باقی نہ رہتی، یا پذیرائی کے مواقع جاتے رہتے، تو وہ صقلیہ کی علمی منزلت کے اثر سے یہاں کا رُخ کرتا، یا اندلس میں کسی صاحب علم کیلئے حالات ناسازگار ہو جاتے، تو وہ صقلیہ کی راہ لیتا، اور یہیں توطن اختیار کر لیتا، چنانچہ صقلیہ کے نوابادوں میں شیخ براذعی، سعید بن فتحون قرطبی اور ابن رشیق قیروانی وغیرہ جیسے ارباب علم نفضل ہیں،

عہد اسلامی میں صقلیہ کی علمی مرتبت

صقلیہ میں علمی ترقیوں کے یہی اسباب تھے، جن کے باعث صقلیہ نے اپنے دور میں ایک ممتاز علمی جگہ حاصل کی، اور عرب مورخین نے اسکی علمی منزلت کا اعتراف کیا، سمعانی متوفی ۵۶۲ھ کا بیان نسبت صقلی کی تشریح میں ہے،

"یہ نسبت جزیرہ صقلیہ کی طرف ہے، اور یہاں سے مسلمان اہل علم کی ایک کثیر جماعت نکلی جنمیں متقدمین بھی ہیں، اور متوسطین کے علماء بھی، اور یہ آجکل فرنگیوں کے قبضہ میں ہے"[2]

صاحب نخبۃ الدھر لکھتا ہے،-

"صقلیہ جب مسلمانوں کے قبضہ میں تھا، تو علمی ترقی، اور علماء ادباء اور فضلاء کی کثرت میں اندلس کے مانند تھا"[3]

---

[1] مختصر کتاب انباء الرواۃ علی انباء النحاۃ در اماری ص ۶۴۵ [2] کتاب الانساب سمعانی، ورق ۳۵۴، [3] نخبۃ الدہر و عجائب البر والبحر در اماری ص ۱۴۴،

Marfat.com

ابن فضل اللہ العمری لکھتا ہے :-

"صقلیہ نے جو خوشبو پھیلائی، اور جو ذہانت بخشی ہے، وہ اس کے فخر کیلئے کافی ہے، تاریخ وادب کی کتابوں میں اس کا بہترین حصہ محفوظ ہے، عہد اسلامی میں بیدار مغز بادشاہ اور بڑے بڑے ادبا موجود تھے جنہیں سے ایسا کوئی نہ تھا جس کے پاس سفر کرکے لوگ پہنچتے نہ ہوں، جاکر مدح نہ کرتے ہوں، اور صلہ نہ پاتے ہوں"[1]

صقلیہ میں تعلیم کا نظام یورپین مورخین تو پلرمو اور میسینا کی یونیورسٹیوں کا تذکرہ کرتے ہیں لیکن ہمیں ان مرعوب کن الفاظ کی ضرورت نہیں، یہ "اسلامی یونیورسٹیاں" صقلیہ کی مسجدوں ہی میں قائم تھیں، اسوقت تک درسگاہوں کے لئے جداگانہ عمارتوں کا دستور نہ تھا، اگر درسگاہ کے مقصد ہی سے عمارتیں بنائی جاتیں تو بھی وہ مسجد ہی کی شکل کی ہوتیں، اور پلرم کی کثرتِ مساجد کی ایک وجہ یہ بھی ہے، کہ یہ مسجدیں درسگاہ کیلئے بھی بنائی جاتی تھیں، ابن حوقل لکھتا ہے :-

"ان دس مسجدوں میں جن کا میں نے تذکرہ کیا ہے، ایک مسجد ابو محمد قنصی کی ہے جس میں وہ نماز پڑھتے ہیں، اور اس کے پہلو میں بیس قدم پر ایک دوسری مسجد ہے، جس کو انھوں نے اپنے لڑکے کی تعلیم گاہ کے طور پر تعمیر کرایا ہے"[2]

ان درسگاہوں میں تعلیم کا طریقہ وہی تھا، جو اس عہد میں تمام اسلامی ملکوں میں بطریق املا وسماع جاری تھا، لیکن ان درسگاہوں اور ان کے اساتذہ کا کیا نظام تھا، اس کا کوئی تصریحی تذکرہ نظر سے نہیں گذرا، قیاسات قائم کئے جاسکتے ہیں، تاہم اساتذہ و معلمین کے متعلق اتنا معلوم ہے، کہ ان میں فرق مراتب وامتیاز ان کے عہدوں کے لحاظ سے بھی قائم تھا، بعض اہل علم کے تذکرہ میں ملتا ہے، "من اھل صقلیہ مقیمین بھا واحد رؤساء المعلمین"[3] "یہ اہل صقلیہ میں تھے، وہیں قیام پذیر تھے، اور صدر اساتذہ

[1] مسالک الابصار فی ممالک الامصار، دراماری ص ۵۲؛ [2] معجم البلدان جلد ۵، ص ۳۷۵، [3] مختصر کتاب ابناء الرواۃ علی ابناء النحاۃ دراماری ص ۳۵۶،

Marfat.com

میں سے ایک تھے) کتابوں کے درس و تدریس کے اجازت نامے اور سندیں دوسرے اسلامی ملکوں کی طرح یہاں بھی رائج تھیں، جو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں، صباح جوہری کی سند ابن القطاع الصقلی متوفی ۵۱۵ھ کو صقلیہ میں اپنے استاذ ابوبکر محمد بن البر الصقلی سے ملی تھی، اس کے بعد وہ مصر پہنچا، اسوقت تک صباح کی سند میں مرمیت سے داخل نہیں ہوئی تھی، ابن القطاع نے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا، اور شائقین علم کا مرجع بن گیا۔[1]

صقلیہ میں مسلمانوں نے اپنے چند سو سالہ دور میں جن علوم و فنون کی خدمت کی، وہ قرآن و حدیث، فقہ، کلام، تصوف، تاریخ، ادب و نحو، شعر و شاعری، طب، فلسفہ، منطق، ریاضیات، ہندسہ، جغرافیہ اور طبعیات ہیں، ان کا الگ الگ مختصر سا گذشتہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے،

علوم اسلامیہ

(علوم قرآن، حدیث، فقہ، تصوف، کلام، و مناظرہ، تاریخ وغیرہ)

علوم قرآن

علوم قرآن میں تیسری سے پانچویں صدی ہجری تک، فن قرأت، تفسیر اور فن ناسخ و منسوخ اہم علوم تھے، درس و تدریس اور سلسلۂ روایت میں وہی اہتمام تھا، جو فن حدیث میں کیا جاتا تھا،[2] ان علوم کے ارباب کمال کو "مقری" کا لقب دیا جاتا تھا، مقری کے لئے دوسرے علوم دینیہ یعنی حدیث وغیرہ میں بھی دستگاہ رکھنا ضروری تھا[3]

صقلیہ کے اہل علم بھی اس نسبت سے مشہور ہوئے، یہ ارباب کمال صقلیہ کی مسجدوں میں سند

---

[1] معجم الادباء جلد ۵ ص ۱۰۰، [2] کتاب الناسخ والمنسوخ ابی جعفر النحاس۔ [3] کتاب الانساب سمعانی ورق ۵۴۰،

درس بچھائے تھے، کیونکہ علوم قرآن کا درس عموماً مسجدوں میں جاری تھا، ابن جبیر لکھتا ہے:-

"اور مسجدیں تو بہت ہیں، اور اکثر مسجدیں اساتذۂ قرآن کی خطبہ گاہ ہیں"[1]

یہاں قراءت سبع میں سے قرأت نافع کا رواج تھا، یہی قرأت تمام مغرب میں رائج تھی[2]

صقلیہ کے ماہرین قرآن جن میں سے بعض کی تالیفات بھی علوم قرأت وتفسیر میں ہیں، ۱۴ نام مل سکے ہیں، ان میں سے اکثر چوتھی اور پانچویں صدی ہجری کے تھے، اور ان کی تصنیفات میں سے بعض کتابیں اسلامی ملکوں میں اپنے فن کی اساس سمجھی گئی تھیں، وہ لوگ حسب ذیل ہیں:

محمد بن خراسان، ابو عبداللہ محمد بن خراسان الصقلی، مقری کے لقب سے سرفراز تھے، ان کے والد خراسان اغالبہ کے موالی میں تھے، محمد بن خراسان کی نشو ونما صقلیہ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم یہیں حاصل کی، پھر علوم کی تکمیل کیلئے مصر روانہ ہوئے، وہاں امام المقرئین ابو جعفر النحاس متوفی ۳۳۸ھ اور ابن مظفر بن احمد بن عنبل بن حمدان سے علوم قرآن وحدیث کی تحصیل کی، ابن مظفر بن احمد بن حمدان سے فن قرأت سیکھا، اور ابو جعفر نحاسؒ سے ان کی تصنیفات کتاب الناسخ والمنسوخ فی القرآن، اعراب القرآن، اور تفسیر قرآن پڑھیں، اور ان کتابوں کی سند واجازت لیکر صقلیہ واپس آئے، اور یہاں اپنے درس وتدریس سے لوگوں کو فیضیاب کرتے رہے، یہاں تک کہ ۷۰ سال کی عمر میں ۳۸۶ھ میں وفات پائی، یہیں مدفون ہوئے[3]

اسمٰعیل بن خلف صقلی، ابو طاہر اسمٰعیل بن خلف بن سعید بن عمران الصقلی کے متعلق ابن خلکان لکھتا ہے:-

کان اماماً فی علوم الآداب ومتقناً — علوم آداب کے امام اور فن قرأت میں

---

[1] رحلۃ ابن جبیر، ص ۳۳۲ [2] احسن التقاسیم مقدسی ص ۲۳۰، [3] ابن خلکان جلد ۱ ص ۵۰، کتاب المقفی مقریزی در اماری ص ۲۲۴، بغیۃ الوعاۃ سیوطی ص ۴۰

Marfat.com

بفن القرأت کامل الفن تھے،

علوم کی تحصیل کیلئے مصر گئے یہاں کے مشہور مفسر علی بن ابراہیم الحوفی سے تلمذ حاصل کیا صقلیہ میں درس وتدریس، اور تصنیف وتالیف کا مشغلہ تھا، کہ یہاں کی سیاسی ہنگامہ آرائیوں سے ہجرت پر مجبور ہوئے اندلس کے شہر سرقسطہ میں سکونت اختیار کی، پھر مصر گئے، اور یہیں یوم یکشنبہ یکم محرم الحرام ۵۵۵ھ کو وفات پائی، اسی لئے مورخین میں سے بعض انھیں صقلی بعض الصقلی الاندلسی، اور بعض الاندلسی السرقسطی لکھتے ہیں ابن بشکوال نے ان کے فضائل واوصاف گنائے ہیں،

تالیفات، علوم قرآن میں ان کی چند بلند پایہ کتابیں حسب ذیل ہیں،:-

کتاب العنوان فی القرأت، یہ سب سے زیادہ مشہور ومستند ہے، ابن خلکان کہتا ہے لوگ اس فن میں اس کتاب پر اعتماد ہے، یہ ایک مختصر رسالہ ہے، جو ایک ضخیم کتاب الاکتفا کی تلخیص ہے، اس کا ایک نسخہ ہندوستان میں بھی بانکی پور کے کتبخانہ میں "العیون فی القرات السبع" کے نام سے قلمی موجود ہے اور مصنف کے زمانہ سے قریب یعنی ۶۵۲ھ کا لکھا ہے، کتاب کے آخر میں مشہور حفاظ وقرا کی سندیں اور اجازتیں ثبت ہیں، یہ نسخہ اپنی مختلف حیثیات سے نادر الوجود ہے، برلن اور ایا صوفیہ میں بھی اسکے نسخے موجود ہیں،

آغاز کتاب:- قال الشیخ ابو طاهر اسمٰعیل بن خلف المقرئ النحوی رضی الله عنه

الحمد لله انشاءنا بقدرته وهدانا للاسلام وفطرته

اما بعد فانی ذاکر فی هذه الکتاب ان شاء الله ما اختلف فیه القراء السبعة المشهورون من ائمة الامصار الخ۔

اما بعد میں اس کتاب میں ان شاء اللہ تعالیٰ کا ذکر کرونگا جو مشہور ائمہ امصار قرا سبعہ کے درمیان ہے۔

Marfat.com

اجازت نامے :- بانکی پور کا یہ نسخہ مصر کے مشہور مقری شیخ عبد القوی بن عبد اللہ بن ابراہیم بن محمد انماطی متوفی ماہ شوال ۶۴۲ھ کا ہے جنھوں نے ۱۰ ربیع الآخر ۶۳۵ھ کو اس پر اپنا اجازت نامہ بنام شیخ شمس الدین ابو عمرو عثمان بن شیخ زکی الدین المعروف بابن القساب ثبت کیا ہے، اور بہ مختلف لوگوں کے اجازت نامے بھی اس پر بسلسلۂ سند درج ہیں جن کا تذکرہ فہرست کتب خانہ بانکی پور میں موجود ہے،

کتاب الاکتفاء فی القراءات، اسی کتاب کا خلاصہ جسے یوں کہئے کتاب العنوان کے نام سے کیا تھا، اس کا کوئی نسخہ ابھی تک دریافت نہیں ہوا، حاجی خلیفہ کی نظر سے گذرا تھا، اور یہ کتاب بھی انہی فقروں سے شروع ہوتی ہے جو کتاب العنوان میں درج ہیں،

کتاب اعراب القرآن، یہ علم اعراب القرآن میں ایک ضخیم کتاب ہے، اس فن کا تعلق اگرچہ نحو سے سمجھا جاتا ہے، لیکن قرآن ہی سے متعلق ہے، اسلئے علوم قرآن میں بھی شمار کیا جاتا ہے، یاقوت اور حاجی خلیفہ کے بیان کے مطابق اس کے ۱۹ اجزاء ہیں،

المختصر لکتاب الحجۃ فی القراءۃ لابی علی الفارسی ابو علی الفارسی کی ایک مشہور کتاب الحجۃ فن قرأت میں ہے، اس کا ایک نسخہ بانکی پور کے کتبخانہ میں پانچویں صدی کا لکھا موجود ہے، یہ رسالہ اس کتاب کی تلخیص و مختصر ہے،[1]

الذکی الماذنی، ابو عبد اللہ محمد بن ابی الفرج المازری المعروف بالذکی ۴۷۳ھ میں صقلیہ کے مردم خیز خطہ مازر میں پیدا ہوئے، علوم کی تحصیل صقلیہ کے علماء و شیوخ سے کی، پھر قیروان جاکر وہاں کے اساتذہ سے درس لیا، یہ نہایت ذکی اور فہیم تھے، اسی مناسبت سے ذکی ان کا لقب قرار پایا، قوت حافظہ

[1] ابن خلکان ج ۱ ص ۱۳۴ معجم الادباء یاقوت ج ۲ ص ۳۰۲، بغیۃ الوعاۃ سیوطی ص ۱۲۳ کشف الظنون ج ۱ ص ۱۲۲ و فہرست کتبخانہ بانکی پور ج ۱۰ ص ۸۱ تا ۸۳، مفتاح الکنوز الخفیہ ج ۱ ص ۱۳، ۱۷،

بھی غیر معمولی رکھتے تھے، چنانچہ بہت جلد ترقی کرکے مغرب کے ممتاز اساتذہ کی صف میں آگئے، قاضی عیاض ان کے متعلق فرماتے ہیں:۔

کان فقیہا حافظا مدرکا نبیلا فہما،	فقیہ، حافظ، شریعت، مجتہد، مذہبی امور میں دلیل
متقدما فی علم المذھب واللسان	علوم کے ماہر، اور علوم قرآن اور تمام علوم
ومتقنا لعلوم القرآن وسائر المعارف	سے واقف تھے،

علوم قرآن کی طرح علم فقہ و نحو کے بھی ماہر سمجھے جاتے تھے، اس کا تذکرہ آگے آئے گا، یہاں اگر صرف ایک کتاب کا استیعاب کا تذکرہ کرنا ہے، قاضی عیاض کے بقول علوم قرآن میں ایک ضخیم کتاب ہے، اور ابن ماجی نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ فن قرأت میں تھی،

عبدالرحمن بن محمد البشیری،	عبدالرحمن بن محمد بن عمر البشیری القصطلی شہر بشیر کے باشندے تھے، اسلامی کورت

کے زوال کے بعد بھی وہیں مقیم رہے، علوم قرآن میں دستگاہ رکھتے تھے، کاتب عبدالغنی نے انہیں "حامل القرآن" کا لقب دیا ہے،

ابن فحام القصطلی	عبدالرحمن بن عتیق بن خلف معروف بہ ابن فحام القصطلی [illegible] میں پیدا ہوئے

اور یہیں علوم کی تحصیل کی، ان کے اساتذہ کی فہرست میں ابن نفیس القصطلی عبدالباقی بن خاص الخاص القصطلی ابوالحسین الوارمی اور اخرص کے نام ہیں [illegible] میں مصر روانہ ہوئے، وہاں ابن القصطلی کے حلقہ درس میں بیٹھے، پھر دہیں سکونت اختیار کرلی، اور [illegible] میں وفات پائی، علیان بن عبدالعزیز انوری لکھتا ہے،:۔

"میں نے کسی کو فن قرأت کا ان سے زیادہ عالم و واقف کار نہیں دیکھا نہ مشرق میں اور نہ مغرب میں"

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:۔

ترتیب المدارک قاضی عیاض جلد ۴ ص [illegible]، معالم الایمان جلد [illegible] ص [illegible]، نفح الطیب جلد ۲ ص [illegible]، بغیۃ الملتمس ص [illegible]

عبدالرحمن بن ابی بکر عتیق بن خلف یعنی علامہ استاذ ابوالقاسم بن الغمام الصقلی رہے ہیں، جن پر اسکندریہ میں علوم قرآن کی صدر نشینی علوم و معرفت کے خاتمے ختم ہو گئی،[1]

اسی طرح حاجی خلیفہ نے بھی ان کو شیخ اسکندریہ کے لقب سے یاد کیا ہے، ۵۱۲ھ میں وفات پائی،

تالیفات | علوم قرآن میں ان کی چند کتابیں ہیں ایک التجرید لبغیۃ المرید فی القرأت السبع اور دوسری کتاب التجرید فی القرأت اور تیسری کتاب مفردات القرأن ہے، جو مفردات راغب اصفہانی کے طرز پر لکھی تھی، جسکو حاجی خلیفہ نے "مفردات یعقوب" کے ذیل میں نقل کیا ہے،[1]

حسان بن علی السرقوسی | ابو عمرو عثمان بن علی بن عمر سرقوسہ کے باشندے اور نسباً خزرجی انصاری تھے ابن قمام الصقلی، اور ابن بلیمہ وغیرہ سے قرآن کی تحصیل کی، اور اس میں امتیاز پیدا کیا پھر مصر گئے، اور وہاں کی مشہور مسجد جامع عمرو بن العاص میں ان کا ایک وسیع حلقۂ درس قائم ہو گیا، جہاں تلامذہ کی کثیر تعداد جمع رہتی تھی، مصر میں ارباب علم سے مذاکرہ جاری رہتا، اور ممتاز اہل علم سے استفادہ بھی کرتے رہتے، حافظ سلفی اُن کے ہمعصروں میں تھے، دونوں نے اپنی تصنیفات اور اُن کی سند و اجازت ایک دوسرے کو دی، اور دونوں میں علمی مذاکرہ جاری رہتا، یاقوت اور قفطی نے تذکرہ کیا ہے،

تلامذہ، | ابو عمرو عثمان صقلی کے تلامذہ کی ایک کثیر تعداد ہے، جنمیں سے ابو محمد بن بری النحوی اور ابوالبقی صالح بن حادی العذری الانکاطی وغیرہ ہیں،

تالیفات | مختلف علوم میں کتابیں لکھیں جنمیں بعض فن قرأت میں تھیں حافظ سلفی کا بیان ہے،

له تواليف في القرأت، علم قرأت میں ان کی تالیفات ہیں،

[1] مختصر کتاب انباہ الرواۃ قفطی و تکملہ ذہبی و سیر اعلام النبلاء ذہبی و معجم الادباء یاقوت و کشف الظنون جلد ۱ ص ۲۵۰ و ۲ ص ۱۹۴۰ و ۱۹۴۱ و ۱۹۴۲ و ۱۹۴۳

Marfat.com

لیکن افسوس ہے کہ ان میں سے کسی کتاب کا نام دستیاب نہیں ہوا، صرف علم مخارج میں ایک کتاب کتاب مخارج الحروف کا پتہ چلتا ہے، اور دوسری کتابیں دیگر فنون میں ہیں جنکا ذکر آئندہ آئیگا،

حجۃ الدین ابن ظفر الصقلی،

ابو عبداللہ محمد بن ابی محمد بن محمد بن ظفر الصقلی کو علوم قرآن وعلوم ادب میں امتیاز حاصل تھا، خصوصاً علوم قرآن کے تبحر نے انھیں "حجۃ الدین" کے لقب سے سرفراز کیا، لیکن ان کے علم وفضل کی شہرت کے باوجود ان کے نام ونسب، جائے پیدائش اور سنہ وفات کے بارے میں مورخین کے یہاں عجیب اختلافات ہیں،

جائے پیدائش سال وفات اور نام اور کنیت،

جائے پیدائش کے متعلق دو قسم کی روایتیں ہیں، ابن خلکان، یاقوت، مقریزی اور ابوالفدا نے ان کا مولد صقلیہ لکھا ہے، اور عماد الدین کاتب اصفہانی صاحب خریدۃ العصر اور تقی الدین محمد بن محمد بن احمد مکی صاحب العقد الثمین نے مکہ معظمہ کو مولد قرار دیا ہے،

جو مورخین صقلیہ کو مولد قرار دیتے ہیں، وہ نشو ونما کی جگہ مکہ معظمہ وبلاد مغرب بتاتے ہیں، اور جو مورخین مکہ معظمہ کو مولد کہتے ہیں، وہ صقلیہ وبلاد مغرب کو نشو ونما کی جگہ کہتے ہیں، اس مناسبت سے اول الذکر مورخین ابن خلکان وغیرہ صقلیہ کی طرف منسوب کرکے صقلی اور موخر الذکر مورخین عماد الدین وغیرہ مکہ معظمہ کی طرف منسوب کرکے مکی لکھتے ہیں، متاخرین میں علامہ سیوطی نے صقلی اور مکی دونوں کو یکجا لکھا ہے،

یہی اختلاف نام اور کنیت میں ہے، تقی الدین صاحب العقد الثمین ان کی کنیت ابو ہاشم بتاتے ہیں، اور دیگر مورخین ابو عبداللہ لکھتے ہیں،

یہی حال سال وفات میں ہے، بعض لوگ ۵۵۵ھ لکھتے ہیں، اور بعض ۵۶۵ھ اور بعض ۵۶۶ھ اور ۵۶۰ھ بتاتے ہیں،

سلہ معجم الادباء ج ۵ ص ۳۴۳، بغیۃ الوعاۃ ص ۳۲۲، مختصر انباہ الرواۃ قفطی ورقہ ۱۰۳ قفطی میں ان کا نام عثمان بن علی بن عمر کے بجائے عمر بن علی بن عمر ہے، لیکن یہ غالباً ابو عمرو ملی کی مسخ شدہ کتابت ہے، اور یاقوت نے عثمان السرقوسی الصقلی اور عثمان الخزرجی الصقلی دو جداگانہ شخص کے طور پر لکھا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں خود یاقوت کی عبارت سے انکی تصحیح ہوتی ہے مصری نے بھی تصحیح کردی ہے،

Marfat.com

حاجی خلیفہ صاحب کشف الظنون نے ان اختلافات سے گزرنے کا ایک دلچسپ طریقہ اختیار کیا یعنی اس نے مستقل دو جداگانہ شخصیتیں فرض کرلیں، اور ان کی بعض کتابیں محمد بن عبداللہ المعروف بابن ظفر کی متوفی ۵۶۵ھ کی طرف منسوب کیں، اور بعض کتابیں ابو عبداللہ محمد بن ابی محمد المعروف بہ حجۃ الدین الصقلی متوفی ۶۵۸ھ کے نام لکھیں، بہرحال مقریزی کی نظر ان اختلافات تک پہنچی اور اس نے اپنی کتاب العقود میں ان کا مکمل نام ونسبت لکھکر ان اختلافات کو دور کردیا ہے، وہ ان الفاظ میں ان کا ذکر کرتا ہے:-

محمد بن محمد بن محمد بن ظفر الصقلی بحجۃ الاسلام برہان الدین ابو ہاشم وابو عبداللہ بن ابی محمد الصقلی

مورخین نے ابن ظفر کو منتقل البلاد لکھا ہے، یہ جب تک سن شعور کو نہیں پہنچے، ان کے والدین قیام کی جگہ بدلتے رہے، پھر سن شعور کے بعد بھی کسی ایک مقام پر قیام کرنے کا موقع نہیں ملا، اگرچہ جہاں رہے وہاں مستقل قیام کی نیت سے رہے اس لیے عمومی طور پر ان کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے، کہ یہ اپنے نسب و خاندان اور جائے سکونت کے لحاظ سے مکی ہیں، چنانچہ جن مورخین نے ان کا مولد صقلیہ کو بتایا ہے، ان میں سے مقریزی نے صفدی نے خاندان کو مکی اور ابن خلکان اور یاقوت نے جائے نشو ونما کو مکہ معظمہ لکھا ہے، اسلیے یہ مکی ہیں، ان کے والد ۵۵۰ھ میں صقلیہ پہنچے، اور ابن ظفر وہیں پیدا ہوئے پھر انکے والدین کے مکہ معظمہ چلے جانے کے بعد ان کا زمانہ طفولیت وہاں بسر ہوا، جو قیاس سے صقلیہ کی دولت اسلامی کے زوال اور نارمنی فتنہ کا زمانہ قرار پاتا ہے، پھر جب سن شعور کو پہنچے، تو مصر کا رخ کیا، اور اسکندریہ میں ابوبکر طرطوشی سے علوم کی تحصیل کی اسکے بعد مصر چلے آئے، اور مصر میں مدت تک قیام پذیر رہے، جب مصر پر نارمنوں کا قبضہ ہوا، تو اس وقت یہ وہیں موجود تھے، لڑائیوں میں بھی شریک رہے، اسکے بعد یہاں سے اندلس پہنچے یہاں ابوالحجاج یوسف بن عزرج، ابو مروان باجی، ابو الولید دباغ اور ابن مسرہ کی صحبت میں رہے، اور یہاں کی کسی مسجد میں اپنی مسند درس بچھائی، فائدہ مستفید ہوتے رہے، اس کے بعد انھیں وطن مالوف یاد آیا، اور صقلیہ چلے آئے، اور یہاں ۶۵۸ھ تک موجود رہے، کیونکہ اسی سال انھوں نے اپنی ایک ادبی کتاب تالیف

Marfat.com

کرکے صقلیہ کے ایک عہدہ دار کے نام معنون کی اس کا تذکرہ اپنی جگہ آئے گا، اس کے بعد صقلیہ سے مصر روانہ ہوئے، مصر سے حلب پہنچے، اور وہاں مدرسہ ابن ابی عصرون میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا لیکن وہاں بعض واقعات ایسے پیش آگئے کہ شیعوں اور سنیوں میں فرقہ وارانہ لڑائی ہوئی، اس ہنگامہ میں ان کی کتابیں لوٹ لی گئیں، اس حادثہ کے بعد بغداد چلے گئے، پھر بغداد سے حماۃ پہنچے، اور یہاں پہنچکر فقہ شافعی کے درس میں مشغول ہوگئے، حماۃ ہی ان کا آخری مستقر بنتا ہے، گذر اوقات کیلئے تکلہ یہاں کی طرف سے وظیفہ مقرر ہوگیا لیکن اسکی مقدار بہت کم تھی، اسلئے نہایت عسرت و تنگدستی میں بسر ہوئی ابن خلکان نے تو ان کے فقر و فاقہ کا یہ دردناک واقعہ بیان کیا ہے، کہ وہ خود اپنی تنگدستی کی وجہ سے اپنی ایک لڑکی کو کسی غیر کفو میں بیاہ دینے پر مجبور ہوئے، جس نے اس غریب لڑکی کو کسی غیر مہذب جاہل کے فروخت کر ڈالا،

فقر و فاقہ کا یہی عالم ان کی زندگی کے آخری لمحے تک قائم رہا، یہاں تک کہ صحیح روایت کے موجب ۵۶۵ھ میں حماۃ میں وفات پائی[1] اور وہیں شہر سے باہر مدفون ہوئے، تقی الدین فاسی کہتا ہے کہ صلاح و تقوی علم و فن اور عبادت و ریاضت میں مشہور ہیں،

مذہب، فقہ شافعی کے درس دینے سے شبہہ ہوتا ہے، کہ ابن ظفر صقلی مذہباً شافعی تھے لیکن ایک حلبی مورخ نے اپنی تاریخ حلب میں انھیں مالکی علماء کے زمرے میں شمار کیا ہے، فاسی نے اپنی العقد الثمین میں دونوں روایتیں درج کی ہیں، اور آخر میں حلبی کی روایت درج کرکے لکھتا ہے،

"یہ قفطی کی روایت کے مخالف ہے، کہ وہ فقہ شافعی کا درس دیتے تھے، لیکن یہ کہ انھوں نے دونوں مذاہب جمع کرلئے ہوں، اور اس طرح یہ معارضہ دور ہوجائے"

لیکن کسی مذہب کی فقہ کے درس دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خود استاذ بھی اسی فقہ کا پیرو ہو،

[1] یہی سال وفات باتفاق ابن خلکان، مقریزی، سیوطی اور ابوالفدا نے بتایا ہے، ذہبی نے ۵۶۶ھ اور اصفہانی نے ۵۶۷ھ بتایا ہے،

Marfat.com

قرینہ غالب ہے کہ یہ مذہبا مالکی تھے کیونکہ عام اہل مغرب مالکی المذہب تھے،

ابن ظفر صقلی کو علمی دنیا میں دو حیثیتوں سے شہرت حاصل ہے، ایک علوم قرآن کے ماہر و مفسر کی حیثیت سے اور دوسرے عربی ادب کے ایک ممتاز ادیب کی حیثیت سے، علوم قرآن میں یہ اپنے ہمعصروں میں امام وقت تسلیم کئے گئے، عقیدتمند تلامذہ کا حلقہ انکے گرد ہمیشہ قائم رہتا، ان کے ہمعصر عماد الدین اصفہانی لکھتے ہیں:

"تفسیر و ادب میں اپنے وقت کے امام تھے، میں نے ان کو حماۃ میں دیکھا تھا، طلبہ کے قلوب انکے طلبگار و فریفتہ رہتے، اپنے ہمعصر علماء پر نمایاں سبقت لیگئے"

تالیفات، ابن ظفر الصقلی کی تالیفات کی ایک کثیر تعداد ہے، مقریزی نے ان کی تصنیفات کی ایک طویل فہرست نقل کی ہے، اس کے علاوہ خود مصنف نے اپنی ایک کتاب سلوان المطاع کے خاتمہ میں بطور ضمیمہ اپنی تمام تالیفات کا ایک خاص طرز میں تذکرہ کیا ہے، ان میں سے جو علوم قرآن میں ہیں وہ حسب ذیل ہیں،

۱- التفسیر الکبیر یاقوت اور سیوطی نے اس کا تذکرہ کیا ہے، یہ مدرسہ ابن ابی عصرون حلب کے زمانہ قیام میں تالیف ہوئی،

۲- کتاب ینبوع الحیاۃ فی تفسیر الذکر الحکیم، ابن خلکان یاقوت، مقریزی، اور سیوطی نے اس کا تذکرہ کیا ہے، کہ یہ ایک ضخیم تفسیر ہے، اور پھر خود مصنف نے اسکو اپنی شاہکار کا لقب دیا ہے، غالبًا وہ دوسرا نسخہ وہی مذکور بالا تفسیر کبیر ہے، اور اسکو بھی مصنف نے اسی نام سے موسوم کیا ہے، حاجی خلیفہ نے اسکو دو جلدوں میں بتایا ہے، کتبخانہ خدیویہ مصر میں اس کا ایک ناقص نسخہ تین جلدوں میں موجود ہے، فہرست کتبخانہ خدیویہ میں اس نسخہ کے حسب ذیل حالات ہیں،

"ینبوع الحیاۃ، تالیف علامہ ابو جعفر محمد بن عبد اللہ بن محمد بن ظفر المکی الصقلی النحوی اللغوی المالکی المتوفی سنہ ۵۶۵ھ بہ شہر حماۃ، اس کی تین جلدیں موجود ہیں یعنی:-

۱- دوسری جلد جو چھٹی ہوئی ہے، اور جس کا آغاز سورۂ مائدہ کے ربع اول کے درمیانی حصہ سے ہوتا ہے، اور آخر سورۂ ہود تک ہے، ۲۹۵ ورق ہیں،

۲- تیسری جلد اور یہ بھی چھٹی ہوئی ہے اس کا آغاز سورۂ یوسف کے ربع اول کے اثنا سے ہوتا ہے، اور آخر سورۂ مومنین تک ہے، اس جلد کی کتابت ۱۰ رمضان ۶۹۳ھ کو ختم ہوئی ہے اس کے اوراق ۲۱۲ ہیں،

۳- پانچویں جلد ہے جو اول سورۂ حم السجدہ سے آخر قرآن تک پر مشتمل ہے، کل ۲۱۶ ورق ہیں،

نسخہ کا خط معمولی ہے، اور نسخہ کا کاتب محمد بن ابی بکر بن محمد المعروف بابن الرقاق ہے[1]

ان کے علاوہ انکی کتابیں حسب ذیل ہیں،

۴- کتاب فوائد الوحی الموجز الی فرائد الوحی المعجز (۴) کتاب اسالیب الغائیہ فی احکام الآیۃ. (۵) کتاب الکسیر فی کیمیا التفسیر (۶) کتاب البرہانیہ فی شرح الاسماء الحسنیٰ کا تذکرہ مقریزی، یاقوت اور سیوطی وغیرہ نے کیا ہے، موضوع بحث کا اندازہ ان کے ناموں سے ہوتا ہے،

شرف الدین العتقلی، ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر عبدالرزاق شرف الدین العتقلی المقری ۶۹۲ھ میں پیدا ہوئے یہ نابینا تھے، غالباً فن قرأت میں مہارت حاصل کی، علوم قرآن کی تحصیل الکمال ابوالحسن علی بن شجاع العباسی الضریر اور المعین ابوالعباس احمد بن ابی الفضائل جعفر بن محمد بن عبدالحق المالکی سے معرض کی اور یہ دونوں اساتذہ مشہور عالم قرآن شیخ عبدالحق کے تلامذہ میں تھے،

شرف الدین العتقلی کا بیشتر زمانہ درس وتدریس میں بسر ہوا ہمیشہ قرآن کا درس دیتے رہے، نورالدین علی بن محمد بن مجاہد المعروف بالارابی ان کے تلامذہ میں تھے، تمام زندگی زہد وتقوی اور ایثار میں گذری، اپنی زاہدانہ خوش اوقاتی کے باعث مرجع خلائق تھے، لوگ طلب دعا کیلئے حاضر ہوتے رہتے،

---

[1] کتاب المقتفی مقریزی دراماری ص ۶۶۴، ۶۶۵، ابن خلکان جلد ۲ ص ۳۵۳، معجم الادبا یاقوت جلد ۱۸ ص ۱۰۳ فرید القصر اصفہانی دراماری ۶۰۵، بغیۃ الوعاۃ سیوطی ص ۵۹، ابوالفدا جلد ۳ ص ۴۹، العقد الثمین فی تواریخ البلد الامین کشف الظنون جلد ۲ ص ۱۶۱۱

Marfat.com

عمر کا آخر حصہ قاہرہ میں گذرا، اور یہیں وفات پائی،

حسن بن ابو عبداللہ الکلی، شیخ حسن بن ابو عبداللہ بن صدقۃ الصقلی صقلیہ کے شہر سکلہ کی طرف منسوب ہیں، علوم قرآن کی خدمت انجام دیتے تھے، اور مقری کے لقب سے معروف تھے،

وفات ماہ ربیع الاول ۶۶۹ھ (اکتوبر ۱۲۷۰ء) میں، ۷۰ سال کی عمر میں وفات پائی،[1]

چند دیگر مقرئین، اسی طرح متقدمین علمائے صقلیہ مین سے صقلیہ کے چند دیگر مقرئین ہیں جنمیں سے شیخ ابوبکر محمد بن عبداللہ المقری اللغوی النحوی صقلیہ کے دور اسلامی میں گذرے ہیں، اور یہیں وفات پائی، اونکے تلامذہ میں شیخ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبدالغنی المقری الواعظ الصقلی، اور شیخ ابوبکر عتیق بن عبداللہ بن رحمون النحولانی المقری الصقلی بھی اسی جزیرہ سے شرف انتساب رکھتے تھے،[2]

علم حدیث

صحابہ کرام صقلیہ میں صقلیہ کے چند ابتدائی حملوں میں بعض صحابہ کرام اور تابعین کے صقلیہ مین وارد ہونے کی روایتیں ملتی ہیں، بلکہ ابوعمالہ معافری سے ایک صحابی حضرت ابوالیقظان رضی اللہ عنہ کا ایک اثر بھی منقول ہے جو انھون نے صقلیہ میں بیان کیا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ابوالیقظان، حضرت عمار بن یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس کی کنیت تھی، یہ تیس تیس صحابہ کے بعد اسلام لائے ان کے ساتھ ان کے والد یاسر اور والدہ سمیہ نے بھی اسلام قبول فرمایا تھا، اول اسلام کے بعد مشرکین مکہ نے اذیتیں پہنچائیں، تو مدینہ منورہ کو ہجرت کی، یہاں حضرت حذیفہ بن الیمان کے دینی بھائی بنائے گئے، غزوات نبوی اور صدیقی وفاروقی عہد کی فتوحات میں شریک رہے، عثمانی عہد میں افریقیہ کی مہموں میں تشریف لائے، اور یہاں سے صقلیہ آنے کا بھی اتفاق ہوا،

ابوعبید بن یونس روایت کرتے ہیں، کہ

---

[1] النجوم الظاہرۃ ابی المحاسن یادگاری مضامین جلد ۲ صفحہ ۱۰۱، [2] خریدۃ القصر وجریدۃ العصر دراماری صفحہ ۹۰ ومختصر کتاب بناء الرواۃ دراماری صفحہ ۹۰

Marfat.com

ان اباغسالہ المعافری حدثہ انہ سمع ابا الیقظان صاحب رسول اللہ صلعم بصقلیۃ یقول البشروا فواللہ انتم اشد حبا لرسول اللہ ولم تدرہ من عامۃ من رآہ

ابوغسال معافری نے ان سے بیان کیا کہ انھوں نے ابوالیقظان صحابی رسول اللہ صلعم کو صقلیہ میں کہتے سنا، وہ فرماتے تھے کہ بشارت ہو تم لوگوں کو واللہ تم لوگوں کو رسول اللہ سے زیادہ محبت ہے باوجودیکہ تم لوگ ان کے دیکھنے والوں میں سے نہیں ہو

حضرت عمار بن یاسرؓ نے جنگ صفین میں شہادت پائی[1]

معاویہ بن خدیجؓ اسی طرح ایک دوسرے نوجوان صحابی حضرت معاویہؓ بن خدیج کندی کا نام صقلیہ کے حملوں میں آتا ہے، ان کی حدیثیں بھی مسانید میں مروی ہیں، امام احمد بن حنبل نے ان کا مسند بھی قائم کیا ہے[2]

[1] ریاض النفوس در اماری ص ۹۷، الکتاب الکنی والاسماء دولابی جلد ۱ ص ۲۲، اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۴۵، طبقات ابن سعد قسم اول جزء ۳ ص ۹۷، لیکن ابوسعید بن یونس نے ابوالیقظان کے حضرت عمارؓ کی کنیت ہونے سے اختلاف کیا ہے جیسا کہ ابن اثیر نے بھی کہا ہے

وذکروان ابا الیقظان ھذا ھو عمار بن یاسر وذالک عندی وھم

لوگ کہتے ہیں کہ یہ ابوالیقظان عمار بن یاسرؓ تھے مگر میرے نزدیک یہ وہم ہے،

لیکن ابن یونس کا یہ خیال ابن اثیر جزری اور دولابی وغیرہ کی روایتوں کے مخالف ہے، بلکہ کتاب الکنی دولابی میں وہی اثر بعض دوسری روایتوں سے مروی ہے جن میں صقلیہ کا ذکر نہیں آیا ہے (کتاب الکنی والاسماء دولابی جلد ۱ صفحہ ۲۲)

علاوہ ازیں ایک دوسری شہادت مسند احمد بن حنبل کی ہمیں ملی ہے، ایک مرتبہ حضرت عمار بن یاسرؓ نے قیس بن عبادہ سے ایک روایت بیان کی، اس میں انھیں ان سے کچھ پوچھنے کی ضرورت پڑی تو انھوں نے ان کو ابوالیقظان ہی کے نام سے مخاطب کیا، مسند عمار بن یاسرؓ میں ہے،

....عن قیس بن عبادہ قال قلت لعمار بن یاسر یا ابا الیقظان رأیت ھذا الامر.....فقال،

....قیس بن عبادہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے عمار بن یاسرؓ سے کہا کہ اے ابوالیقظان آپ نے اس معاملہ میں جو کچھ دیکھا کہ.....تو انھوں نے کہا،

(مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۲۶۲) [2] مسند احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۱۰۴، ۳۰۲)

Marfat.com

لیکن ان صحابہ کے ورود کا تذکرہ صقلیہ کے علم حدیث کے بیان میں محض تیمناً و تبرکاً ہی آسکتا ہے، تاہم ایسے بکثرت صحابہ کا تعلق جو ان حملوں میں صقلیہ تشریف لائے، اور مورخین نے ان کے نام ورود افریقہ کے ضمن میں قلمبند کیے ہیں، صقلیہ کے علم حدیث سے بالواسطہ یوں ہوتا ہے کہ افریقہ میں انہی کی شمع فیض سے علم حدیث کی روشنی پھیلی اور اس کی شعاعیں سرزمین صقلیہ تک پہنچیں،

چنانچہ دوسری صدی کے اواخر اور تیسری صدی کے اوائل تک افریقہ میں بکثرت محدثین پیدا ہو چکے تھے، اور ان میں سے کچھ لوگ قاضی اسد کی معیت میں صقلیہ آئے تھے، اور ان کا سلسلۂ روایت و سماع یہاں جاری ہوا،

احادیث کے مجموعے صقلیہ میں پھر جیسے جیسے احادیث کے مجموعے صحاح و سنن و مسانید منضبط ہوئے وہ پہلے افریقہ اور وہاں سے پھر صقلیہ آتے گئے،

موطا موطا امام مالک حدیث کا وہ سب سے پہلا مجموعہ ہے جو بظاہر افریقہ میں کتابی شکل میں داخل ہوا اور یہاں سے صقلیہ پہنچا، موطا کے سب سے بڑے قدرداں خود قاضی اسد بن فرات تھے، جنھوں نے امام مالک سے اس کا درس لیا تھا، چنانچہ صقلیہ کے اسلامی عہد کے آغاز سے یہاں اس کا درس مسلسل جاری رہا، اور بعض بزرگوں نے تو اپنی زندگی کا ایک حصہ اسی کی نذر کر دیا، شیخ ابو سعید لقمان بن یوسف غسانی تونسی متوفی ۳۱۸ھ خود فرماتے ہیں کہ انھوں نے کامل چودہ برس تک صقلیہ میں موطا کا درس دیا[1]

صحیحین صحیحین میں سے صحیح مسلم کے متعلق تو صقلیہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس کی سب سے پہلی شرح کتاب المعلم اسی صقلیہ کے ایک محدث امام مازری نے لکھی، جس کا تذکرہ آگے آتا ہے، اسی طرح صحیح بخاری کا ذکر بھی صقلیہ کے اہل علم کے حالات میں آتا ہے،

ترمذی ترمذی کو صقلیہ میں سب سے پہلی مرتبہ شیخ ابو حفص عمر بن حسن بن عبد اللہ بن ابی سعید ہوریتی اندلسی

[1] ریاض النفوس مازری ص ۹۲،

Marfat.com

نے روشناس کیا،

شیخ ابوحفص شنبیلیہ (اندلس) کے باشندے تھے ان کے جدّ اعلیٰ ابوسعید عبدالرحمٰن الداخل کے زمانہ میں اندلس آئے اور ایک مذہبی عہدے پر مامور ہوئے اس کے بعد یہ خاندان شنبیلیہ چلا آیا، شیخ ابوحفص اپنے زمانہ کے ذی اثر لوگوں میں تھے، شنبیلیہ کے حکمراں المعتمد سے ان کے تعلقات ناخوشگوار ہوگئے، تو یہ وہاں سے ہجرت کرکے مشرق روانہ ہوگئے، اسی سلسلہ میں صقلیہ بھی آئے ابن بشکوال کہتا ہے کہ ان کے سفر کی یہ خصوصیت تھی کہ جہاں گئے ترمذی کی روایت کرتے گئے، چنانچہ وہ لکھتا ہے،

وردی فی طریقۃ کتاب الترمذی عنہ اخذہ اھل المغرب[1]۔

انھوں نے اثنائے سفر میں ترمذی کی روایت کی اور اہل مغرب کو یہ کتاب انہی سے ملی،

ابوداؤد سنن ابی داؤد میں تواٹلی کے ایک محدث کی روایتیں بھی موجود ہیں، وہ ابوالعباس صقلی تھے متوفی ۲۵۳ھ ہیں،

طلب حدیث کے لیے سفر صقلیہ کے اہل علم کو علم حدیث سے جو تعلق تھا، اس کا اندازہ ان کے سفروں سے ہوتا ہے، وہ علم حدیث کی تحصیل کے لیے افریقہ، مصر، شام اور حجاز جاتے تھے، چنانچہ صقلیہ کے محدثین کے تذکروں اور حدیث کی فہرست میں ان ملکوں کے مشہور محدثین کے بہ کثرت اسماء موجود ہیں،

صقلیہ کے محدثین کو ان کے حالات خصوصاً شیوخ وتلامذہ کی تفصیل اور علم حدیث میں ان کی بعض تالیفات کی تصریح کے ساتھ ذیل کے بہ ترتیب تین دوروں میں پیش کیا جاتا ہے،

دورِ اوّل:۔ تیسری اور چوتھی صدی ہجری،

دورِ ثانی:۔ پانچویں صدی ہجری،

دورِ ثالث:۔ چھٹی اور ساتویں صدی ہجری،

[1] کتاب مسالک الابصار فی ممالک الامصار دراباری ص ۲۵۵،

Marfat.com

دورِ اوّل

(تیسری اور چوتھی صدی ہجری)

اس دور میں وہ محدثین ہیں جو صقلیہ کے حملوں میں اور پھر مفتوح ہونے کے بعد افریقہ سے یہاں تشریف لائے اور یہاں بود و باش اختیار کر لی اور پھر انہی کے فیضِ تربیت سے صقلیہ میں علم حدیث کا ذوق پیدا ہوا، اور بڑے بڑے محدثین پیدا ہوئے،

اگرچہ یہ امر باعثِ افسوس ہے کہ ان بزرگوں کے حالات میں جو کتابیں تھیں، وہ اس وقت ناپید ہیں، تاہم قاضی عیاض کی مدارک، ابن فرحون کی دیباج، ابن ناجی کی معالم، سمعانی کی انساب، ابو العرب کی طبقات، مقریزی کی کتاب المقفیٰ، ابن عساکر کی تاریخ کبیر، سیوطی کی بغیۃ الوعاۃ، خطیب کی تاریخ بغداد اور علامہ ذہبی کی بعض تصنیفات میں اون کے نام دستیاب ہوئے ہیں، وہ بہ ترتیب زمانہ حسب ذیل ہیں،

ابو العباس قلوری ابو العباس قلوری جنوبی اٹلی کے صوبہ قلوریہ (کلبریہ) کی طرف منسوب ہیں، باوجودیکہ قلوریہ میں مسلمانوں کو بہت کم حکمرانی کا موقع ملا، لیکن یہاں اچھی خاصی اسلامی آبادی تھی اور اس میں اسلامی علوم و فنون کا چرچا موجود تھا،

ابو العباس قلوری قدماء میں سے ہیں، اور اکابر محدثین میں شمار کیے جاتے ہیں، یہ زیادہ تر اپنی کنیت ہی سے مشہور ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کے نام و سلسلۂ نسب کے ناموں میں محدثین و ناقدین رجال کے مختلف بیانات ہیں، ان کا زیادہ مشہور نام محمد ہے، باپ کا عمرو اور دادا کا نام عباس ہے، لیکن بعض لوگوں نے ان کا نام احمد اور ان کے دادا کا نام عباس کے بجائے عبیدہ لکھا ہے، یہ تحصیل علم کے لیئے بصرہ آئے جو اس زمانہ میں محدثین کا گہوارہ سمجھا جاتا تھا، اور یہاں فن حدیث کے امام علی بن مدائنی کے جوار میں سکونت پذیر ہوئے اور تحصیل علم میں مصروف ہو گئے،

Marfat.com

ان کے شیوخِ حدیث میں یعقوب بن اسحاق خرمی، سعید بن عامر ضبعی، عثمان بن عمر بن فارس، علی ابن عثمان لاحقی اور قرہ بن حبیب غفنوی جیسے جلیل القدر محدثین ہیں جن میں بعض صقلیہ کے اہل علم بھی ہیں؛

اسی طرح تلامذہ کی فہرست میں بہت سے جلیل القدر محدثین کے اسماء بھی ہیں جن میں سب سے پہلا نام سنن ابی داؤد کے مولف امام ابوداؤد کا ہے، اسی طرح مشہور مفسر و مورخ محمد بن جریر طبری بھی ان کے تلامذہ میں ہیں، پھر اسی طرح ابوبکر بزار، ابوبکر بن محمد بن صدقہ، سعید بن عبداللہ مہرانی، محمد بن سلیمان باغندی، محمد بن عباس بن اخرم، ابوعروبہ اور ابن صاعد وغیرہ ممتاز محدثین و اکابر رجال ہیں؛

ان کی روایتیں کتب احادیث میں زیادہ تر ابوالعباس قلوری کے نام سے ہیں، سنن ابوداؤد کی روایتیں اسی کنیت کے ساتھ ہیں، اور بعض روایتوں میں محمد بن عمرو بن عباس ہے اور بعض تلامذہ نے احمد ابن عمر بن عبیدہ کے ساتھ اون سے روایتیں کی ہیں؛

ابن ابی عاصم کی روایت کے بموجب انھوں نے ۲۵۳ھ میں وفات پائی[1]

عبداللہ بن عمدون صقلی عبداللہ بن عمدون کلبی صقلی صقلیہ کے متقدم اہل علم میں ہیں، ان کے شیوخ میں امام سحنون وغیرہ ہیں، انہی سے حدیثیں روایت کی ہیں، مذہباً مالکی تھے، ۲۷۰ھ میں وفات پائی[2]

قاضی ابوعمرو میمون قاضی ابوعمرو میمون متوفی ۳۲۰ھ کا نام علم حدیث میں اس تقریب سے لائق ذکر ہے کہ متقدمین میں سے ابومصعب زہری اور امام سحنون کی روایتیں ان کے واسطے سے صقلیہ پہنچیں، ابوالعرب ان کے تلامذہ میں تھے، انھوں نے موطا امام مالک انہی سے پڑھی تھی[3]

ابن الفراد صقلی سعید بن یحییٰ المعروف بابن الفراد صقلی کا صقلیہ ہی میں مستقل قیام رہا، مذہباً مالکی تھے، ان کے شیوخِ حدیث میں مطرف، الیمنی اور ابن سحنون ہیں، صقلیہ میں وفات پائی[4]

---

[1] تہذیب التہذیب جلد ۱۲ ص ۱۴۶، ۱۴۷ [2] ترتیب المدارک دریادگاری جلد ۱ ص ۲۶۹ [3] کتاب البرقی، خبر من غیر ذہبی ودراماری ص ۶۳۰، طبقات ابی العرب دریادگاری جلد ۲ ص ۹۹ [4] ترتیب المدارک و تقریب المسالک لموفق الاسلام، مذہب مالک دریادگاری جلد ۱ ص ۳۶۹

قاسم سرقوسی قاسم سرقوسی صقلی متقدم محدثین میں ہیں، سرقوسہ کے باشندے تھے، ان کے تلامذہ میں ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد لواتی معروف بہ جرنی کا نام معلوم ہے[1]،

ابوعمران موسیٰ بن حسن صقلی ابوعمران موسیٰ بن حسن بن عبداللہ بن یزید صقلی صقلیہ میں مدتوں علم حدیث کی خدمت انجام دیتے رہے، پھر یہاں سے مصر چلے گئے اور وہاں بھی سلسلۂ روایت جاری کیا،

ابوسعید بن یونس نے اپنی تاریخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور اس سے سمعانی نے نقل کیا ہے[2]،

ابوالقاسم عتیق بن محمد صقلی ابوالقاسم عتیق بن محمد بن حاکم تمیمی صقلی صقلیہ کے مشہور صوفیہ میں ہیں، سمعانی نے ان کی روایتِ حدیث کا بھی تذکرہ کیا ہے[3]،

ابوالحفص صقلی شیخ ابوالحفص صقلی ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد لواتی، معروف بہ جرنی کے شیوخِ حدیث میں ہیں[4]،

ابوعمران موسیٰ بن حسن ابوعمران موسیٰ بن الحسن بن عبداللہ بن یزید معروف بہ صقلی تیسری صدی کے اواخر اور چوتھی صدی کے اوائل کے محدثین میں گذرے ہیں، ان کا خاندان مرو کا رہنے والا تھا، ان کے آباواجداد میں سے بعض افریقیہ آئے، پھر وہاں سے صقلیہ میں آکر قیام پذیر ہوئے،

ان کے شیوخِ حدیث میں معاویہ بن عطار صاحب سفیان ثوری، عبدالسلام بن مطر، ابونعیم فضل بن دکین، مطرف بن عبداللہ مدنی، علی بن عبدالحمید الغضائری، محمد بن عبداللہ خزاعی، ابوعمر حوضی، عمر بن مرزوق باہلی، ابراہیم بن حمزہ زبیری اور محمد بن جعفر درکانی ہیں،

تلامذہ میں محمد بن جعفر بن محمد فریابی، اسمٰعیل بن محمد صفار، محمد بن عمرو رزاز، حسن بن علی شیرزادی اور ابومیمون بن راشد دمشقی ہیں،

بغداد میں قیام تھا، اور یہیں وفات پائی، خطیب نے ایک حدیث ان سے ذیل کے اسناد کے

---

[1] ترتیب المدارک دریادگاری جلد ۱ ص ۳۸۰ [2] کتاب الانساب سمعانی ورق ۳۵۴ [3] ایضاً،
[4] ترتیب المدارک دریادگاری جلد ۱ ص ۳۸۰،

ساتھ بیان کی ہے،

اخبرنی ابوالصراحمد بن محمد بن احمد بن حسنون النرسی حدثنا ابوجعفر محمد بن عمرو بن البختری الرزاز املاء حدثنا موسیٰ من الحسن العقلی حدّثنا ابوعمر الحوضی حدثنا ھشام الدستوائی عن ابی الزبیر عن جابر ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ....."

ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد بکر صقلی

ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد بن بکر صقلی صقلیہ کے ممتاز علماء متقدمین میں شمار کیے جاتے ہیں، علم حدیث و فقہ کی تکمیل کی، اور پھر تصوف کی طرف مائل ہو گئے،

سفر و شیوخ حدیث

تحصیل علوم کے لیے صقلیہ سے قیروان پہنچے اور یہاں کے ممتاز محدثین سے حدیث حاصل کی، ان کے شیوخ قیروان میں ابوالحسن علی بن محمد بن مسرور دباغ، حبیب بن نصر حزری، ابن العرب محمد بن احمد ابن تمیم، زیاد بن یونس یحصبی، ابواسحاق بن ابراہیم بن احمد سبائی، سعید بن ملک بن عبادہ اور ابوبکر ابن سعدون صاحب ابی عمران وغیرہ کے نام آتے ہیں،

پھر قیروان سے مشرق روانہ ہوئے اور مصر پہنچے اور ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابراہیم ملجی، ابوالحسن علی بن احمد بن ذکریا ہاشمی، قاضی علی بن حسین بن فنداد اور ابوبکر بن عتیق بن موسیٰ بن ہارون تمیمی سے حدیثیں سنیں،

اوس کے بعد ۳۵۵ھ میں مکہ معظمہ پہنچے اور ابوبکر محمد بن حسین اخوی سے شرف تلمذ حاصل کیا، علم حدیث میں مرتبہ کمال رکھتے تھے، اور پھر تصوف میں بھی مقام خاص حاصل کیا اور ایک خلق ان کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئی،

وفات

صاحب معالم کو سال وفات دستیاب نہیں ہوا، وہ صرف اس قدر بتا سکا کہ ان کی وفات

لہ تاریخ خطیب بغدادی جلد ۱۳ ص ۴۰۶،

Marfat.com

شیخ ابو محمد بن ابی زید متوفی ۳۶۸ھ سے پہلے ہوئی[1]

ابوبکر بن عقال صقلی ابوبکر بن عقال صقلی کا نام ابن ذرحون نے شیخ ابوبکر محمد النعالی متوفی ۳۸۰ھ کے تلامذہ میں لیا ہے، نیز ان کے شیوخ حدیث میں شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن احمد بن عثمان دینوری (م ۳۹۲ھ) کو بتایا ہے[2]

محمد بن خراسان ابو عبداللہ محمد بن خراسان مقری متوفی ۳۸۶ھ سے فن حدیث کی روایتیں بھی صقلیہ میں پہنچیں، تحصیل علم کے لیے مصر گئے تھے، ان کے شیوخ حدیث میں قاضی ابوبکر محمد بن بدر، مروان بن عبدالملک ابن شاذان مکی اور احمد بن مروان مالکی ہیں، مصر سے صقلیہ آکر سلسلۂ روایت جاری کیا،

صقلیہ میں ان کے تلامذہ کی فہرست میں ابوالحسن غیلان بن تمیم فزاری، اور یوسف بن ابی حبیب بن محمد ہیں، آخر الذکر نے اپنی تالیف شرح الشہاب میں ان کی روایت سے حدیثیں نقل کی ہیں[3]

ابوعلی حسن بن علی صقلی ابوعلی حسن بن علی صقلی کے شیوخ حدیث میں ابوالقاسم عبدالرحمن بن اسحاق زجاجی اور حسن حصائری اور تلامذہ میں ابوبکر بن طیان ہیں[4]

وفات حج وزیارت کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے، اور وہیں حج سے مشرف ہونے کے بعد ۱۲ ذی الحجہ ۳۹۱ھ کو رحلت فرمائی،

عقیدت مندوں نے تجہیز وتکفین کے بعد میت کو کعبۃ اللہ کے گرد طواف کرایا، اور پھر اسی سرزمین اقدس کے سپرد کر دیے گئے،

---

[1] معالم الایمان فی معرفۃ اہل القیروان ج ۳ ص ۱۸۱، شیخ ابو محمد بن ابی زید کے سال وفات کے لئے دیکھو معالم ص ۱۴۷

[2] دیباج المذہب ص ۲۵۹، ۱۸۸ [3] کتاب المقفی مقریزی در اماری ص ۶۶۴، بغیۃ الوعاۃ ص ۴۰۸ کے اماری کے قلمی نسخہ بغیۃ الوعاۃ میں ابن "طیان" ہے۔

Marfat.com

وفات پر لوگون نے مرثیے لکھے چند شعر یہ ہیں،

آلَیتُ لَا اَبکی عَلٰی ذَاھِب لَا ثَنِّی فِی اِثرِہٖ الذَّاھِب

میں نے قسم کھائی ہے کسی مرنے والے پر نہ روؤں گا، کیونکہ میں بھی اوس کے بعد مرنیوالا ہوں

مَضَی الصِقلِیُّ اِلٰی رَبِّہٖ حُزنِیْ عَلَیہِ اَبدًا وَاجِبْ

صقلی اپنے خدا کے پاس چلا گیا، اوس کے جانے پر ہمارا غم کرنا ہمیشہ ضروری ہے

سَقیٰ بِلَادًا اَحَلَّھَا شَخصُہٗ مُنْعَنْجِرٌ شَوءبُوبِہٖ سَاکِبْ

جس ملک میں اوس کا جسم مقیم ہوا، اوس کو برسنے والا ابر سیراب کرے۔

ابو محمد بن صاحب الخمس الصقلی، ابو محمد صقلی المعروف بابن صاحب الخمس مختلف علوم میں دستگاہ رکھتے تھے، حدیثیں بھی ان سے مروی ہیں، ان کے تلامذہ میں ابو القاسم عبد الرحمن بن محمد معافری ہیں جو قاضی عیاض کے اساتذہ میں تھے، وہ اُن سے تحصیل حدیث کیلئے صقلیہ آئے اور ان سے اجازت حاصل کیں،

معافری اون کے علم و فضل کے بہت مداح تھے، ابو محمد بڑے خدا ترس بزرگ تھے، کبر سنی تک زندہ رہے[1]

ابو القاسم صقلی، ابو القاسم صقلی قیروان میں مقیم تھے، درس حدیث کا سلسلہ جاری تھا،

افریقہ کے مشہور فقہا ابو عبد اللہ محمد بن عباس الانصاری معروف بہ خواص متوفی تقریباً ۴۲۶ھ اور ابو اصبغ عیسیٰ بن موسیٰ معروف بابن الامام ان کے تلامذہ میں تھے[2]

ابو بکر صقلی، ابو بکر صقلی ابو القاسم صقلی کے ہمعصر علماء میں تھے، ابو عبد اللہ محمد بن عباس الانصاری معروف

---

[1] ابن عساکر جلد ۴ ص ۲۳۵، و بغیۃ الوعاۃ ص ۲۲۵، [2] ترتیب المدارک در یادگاری جلد ۱ ص ۶۰۴، ۶۰۳

Marfat.com

سواس نے ان سے بھی علم حدیث کی تحصیل کی[1]

ابوالقاسم عبدالرحمن بن محمد نوالی معروف بہ جزنی،	جزنی صقلیہ کے اگلے دور کے محدثین کی آخری صف میں ہیں۔

ان کے شیوخ حدیث میں ابن ابی الفرج مذحجی، قاسم سرقوسی اور ابوالحفص عقلی ہیں[2]

دورِ ثانی

(پانچویں صدی ہجری)

چوتھی صدی کے اواخر اور پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں صقلیہ میں اسلامی علوم وفنون ترقی کے عروج پر تھے، اسلئے اس عہد میں بھی بڑے بڑے باکمال علما پیدا ہوئے جنھوں نے یہیں کے اہل علم سے تمام وکمال تربیت پائی، اور ان میں سے اکثر یہیں قیام پذیر رہے، اس عہد کے محدثین میں سے تیرہ نام مل سکے ہیں، جو بہ ترتیب زمانہ حسب ذیل ہیں،

ابوبکر محمد بن علی تمیمی صقلی،	ابوبکر محمد بن علی بن حسن بن عبدالبر لغوی صقلیہ میں پیدا ہوئے، جدی ومادری نسب نامہ تمیم دقریش سے ملتا ہے،

صقلیہ میں نشو ونما پائی، سن وشعور کے بعد تحصیل علم کے لئے سفر کیا، اور علم حدیث ودیگر علوم میں فضل وکمال پیدا کیا،

شیوخ حدیث میں ابوذر عبد بن احمد ہروی، یوسف بن یعقوب بن خرزاز نجیرمی ابوسہل محمد بن علی ہروی لغوی، صالح بن رشد بن مصری اور ابوسعد احمد بن محمد مالینی وغیرہ ہیں، منذری اور ابن بشکوال نے ان کا تذکرہ کیا ہے،

---

[1] ترتیب المدارک وتقریب المسالک، قاضی عیاض، مطبوعہ بیروت، جلد ۱ ص ۲۰۳، [2] ایضاً ص ۲۰۳

Marfat.com

تحصیل علوم کے بعد صقلیہ واپس آئے، مشہور عالم و زہد و اتقا میں منفرد تھے، ابو محمد عبد المہیمن بن خلوف مسفلی سے حدیث میں حسن صقلی اور تلامذہ میں شیخ ابو محمد عبد القادر قرطبی ہیں، ۵۹۰ھ میں وفات پائی۔

ابو محمد عبد المہیمن بن خلوف مسفلی

ابو بکر عتیق بن علی مسطاری

شیخ ابو بکر علی بن داؤد معروف بہ مسطاری صقلیہ کے بڑے محدث تھے، علوم کی تحصیل صقلیہ میں کی، حج کیلئے حجاز گئے، وہاں مدتوں اقامت کی، پھر اسلامی ممالک کی سیاحت کیلئے نکل گئے، اور شام میں، خراسان اور فارس کی سیاحت کی، ان سفروں میں ہر مقام کے علماء و محدثین، و اہل طریقت سے ملے اور تصوف کے علوم و معارف کا ذخیرہ فراہم کرنیکے علاوہ علم حدیث کا بہت بڑا سرمایہ جمع کیا۔

تالیفات، واپسی کے بعد تصنیف و تالیف کا مشغلہ جاری کیا، اور مختلف علوم و فنون میں بیشمار کتابیں لکھیں جنمیں بعض حدیث و فقہ میں بھی تھیں، ابن الابار لکھتا ہے:

وفی الفقه والحدیث تالیف حسان	فقہ و حدیث میں عمدہ تالیفات یادگار
فی غایة الترتیب والبیان.	اپنی ترتیب و بیان میں غایت درجہ حسین

۲۲ ربیع الآخر ۶۲۴ھ کو وفات پائی۔[1]

---

[1] مختصر ابن الابار، الروضۃ، علی ابن الخباز، در المارس ص ۸۴، بغیۃ الوعاۃ ص ۵۷، [2] ترتیب المدارک در یادگاری جلد ۹، ۳، و ذیل الاتباع برحاشیہ دیباج ص ۱۸۴، [3] معجم البلدان جلد ۱ ص ۱۲۱، ۱۳۲

ابوالحسن علی بن مفرج صقلی، ابوالحسن علی بن مفرج بن عبدالرحمٰن صقلی صقلیہ سے حجاز آئے، اور مکہ معظمہ میں سکونت پذیر ہوئے، یہاں اون کے علم وفضل کی شہرت ہوئی اور یہاں کے عہدۂ قضا پر سرفراز کئے گئے نیز حرم میں سلسلۂ درس وتدریس بھی جاری کیا،

اُن کے شیوخ حدیث میں محمد بن ابی سعید اسفرائینی، اور حافظ ابوذر عبد بن احمد مالکی تھے، اور تلامذہ میں ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن عبدالوارث شیرازی، ابوالفتیان عمر بن عبدالکریم بن سعد دہستانی، اور ابوبکر محمد بن عبدالباقی انصاری وغیرہ ہیں،

سمعانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے، اور صرف ایک واسطہ سے اپنا شیخ شمار کیا ہے، اس نے اون کا سلسلۂ روایت اون کے موخرالذکر تلمیذ ابوبکر محمد بن عبدالباقی الانصاری کے بغداد میں حاصل کیا تھا،

انکی وفات ۴۳۰ھ کے بعد چند سال کے اندر ہوئی ہے[1]

قاضی ابوالحسن ابن الحصائری صقلی، قاضی ابوالحسن احمد بن عبدالرحمٰن المعروف بابن الحصائری صقلی صقلیہ کے کبار فقہا میں ہیں، علم حدیث میں بھی جامعیت حاصل کی،

اُن کے اساتذہ میں ابومحمد بن ابی زید، ابوالحسن بن بکرون، اور ابوعبداللہ محمد بن احمد بن یزید قرطبی وغیرہ جیسے محدثین وفقہا اصحاب فضل ہیں،

تحصیل علم وفضل کے بعد ان کا حلقۂ درس قائم ہوا، اور ایک کثیر خلقت اس سے بہرہ اندوز ہوئی، عتیق سمنطاری، ابوبکر بن یونس صقلی متوفی ۴۵۱ھ اور عتیق بن عبدالجبار ربعی کو ان سے سماع حاصل تھا[2]،

ابوبکر محمد بن سابق صقلی، ابوبکر بن محمد سابق صقلی صقلیہ سے دولتِ اسلامی کے زوال کے بعد مشرق روانہ ہوئے

---

[1] کتاب الانساب سمعانی ورق ۳۵۰، [2] ترتیب المدارک قاضی عیاض دیاد گاری جلد ۵ ص ۲۰۵ و ۲۰۶،

اور وہاں علوم کی تحصیل کی،

اون کے شیوخ حدیث میں ایک محدثہ کریمہ بنت احمد مروازی بھی ہیں، جن سے انھوں نے مکہ معظمہ میں حدیث کی تحصیل کی، پھر وہاں سے اندلس چلے آئے، اور اہل غرناطہ کو اپنی اون احادیث سے فیضیاب کیا جن کی تحصیل مشرق میں کی تھی، ابن بشکوال لکھتا ہے:-

روی عن کریمہ بنت احمد المروازی وغیرھا وقدم الاندلس واخذ عنہ اھل غرناطہ.	کریمہ بنت احمد مروازی وغیرہا سے روایت کی، اور اندلس آئے، اور اون سے اہل غرناطہ نے تحصیل کی،

ان کے تلامذہ میں ابوبکر بن عطیہ اور ابوالحسن علی بن احمد مقری وغیرہ ہیں، ابن بشکوال تک ان کی روایتیں انہی واسطوں سے پہنچیں،

علم کلام کی طرف طبیعت کا میلان زیادہ تھا،

ماہ ربیع الاول ۴۶۳ھ میں مصر میں وفات پائی،[1]

تالیفات علم حدیث میں ان کی ایک کتاب کا پتہ چلا ہے، وہ امام مالک کی موطا کی شرح المسالک ہے،

قاضی عیاض نے اپنی مدارک میں اس کا تذکرہ کیا ہے،[2]

ابن ظفر صقلی، ابن ظفر صقلی کا اگرچہ خاص پایہ علم تفسیر وادب میں ہے لیکن فن حدیث میں بھی ان کا نام شمار کے قابل ہے،

شیوخ حدیث کا نام معلوم نہیں، اگرچہ قفطی نے شیخ ابوعبداللہ حسین بن علی طبری کو ان کے شیوخ حدیث میں بتایا ہے لیکن ذہبی کی یہ تصحیح صحیح ہے، کہ ان دونوں میں سماع ممکن نہیں، کیونکہ حسین بن علی طبری کا سال وفات ۴۵۰ھ ہے، اور ابن ظفر کی ولادت کی صحیح تاریخ شعبان

[1] کتاب الصلۃ فی تاریخ ائمۃ الاندلس ورواتہا ص ۵۰۰، [2] ترتیب المدارک بمناقب سیدنا الامام مالک ص ۵۰،

سنہ ۴۱۰ھ ہے چنانچہ ذہبی لکھتا ہے:-

وابهم القطيفي رواية عن الحسين و لعل ذالك بالاجازة و اما بالسماع فلا يمكن لان الحسين المذكور مات سنة ۴۱۰

قطیفی نے حسین سے ان کی روایت بالاجازہ کے ساتھ نقل کی ہے، شاید یہ روایت بالاجازہ ہو، ورنہ سماع ممکن نہیں، کیونکہ حسین مذکور ۴۱۰ھ میں وفات پاچکے تھے۔

ابن نقر صقلی کے تلامذۂ حدیث میں ابوالمحاسن عمر بن علی قرشی کا نام آتا ہے، انھیں اون سے روایت وسماع حاصل تھا۔[1]

ابوحفص عمر بن خلف صقلی

عمر بن خلف بن مکی صقلی کو علم حدیث میں بھی دستگاہ حاصل تھی، سیوطی نے انھیں فیروزآبادی صاحب کتاب البلغہ فی تراجم ائمہ النحو واللغۃ کے حوالہ سے امام لغوی ومحدث وخطاب سے یاد کیا ہے۔

۴۱۰ھ میں جب اسلامی حکومت کے زوال کے وقت صقلیہ کے اہل علم نے وہاں سے ہجرت کی، تو انھی میں ابوحفص عمر بن خلف الصقلی نے بھی اپنے عزیز وطن کو چھوڑا، اور وہاں سے تیونس چلے گئے، یہاں حکومت افریقہ نے ان کے شایان شان ان کا احترام کیا، اور تیونس کی محکمہ قضا ان کے سپرد کردیا، اور یہیں انھوں نے مستقل بود و باش اختیار کرلی، اور تاحیات افریقہ میں دینی خدمات انجام دیتے رہے۔ عہدۂ قضا کے فرائض کے علاوہ شہر کی امامت بھی ان ہی کے سپرد تھی جمعہ میں نہایت بلیغ خطبے دیتے تھے۔[2]

ابوالفضل عباس بن عمر صقلی

ابوالفضل عباس بن عمر صقلی اندلس کے کسی صوبہ کے والی تھے، اور

[1] العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین، درامادی ص ۲۰۰، [2] بغیۃ الوعاۃ ص ۳۲۶ و مختصر ابناۃ الرواۃ درامادی ص ۲۴۳۔

Marfat.com

وہیں مستقل طور پر قیام پذیر تھے

فن حدیث کا بھی ذوق رکھتے تھے چنانچہ انھوں نے قاسم بن ثابت سرقسطی کی تصنیف غریب الحدیث کو ان کے لڑکے سے سند اروایت کیا ہے سلسلۂ سند یہ ہے:-

قاسم بن ثابت صاحب غریب الحدیث سے اون کے لڑکے ثابت نے، اور ثابت سے عباس ابن عمر الصقلی نے اور عباس بن عمر الصقلی نے اوسکو لفظاً لفظاً یونس بن عبداللہ بن مغیث المعروف بابن الصفار تک پہنچایا،

حمیدی نے اپنی کتاب جذوۃ المقتبس فی ذکر ولاۃ الاندلس فی اسمار رواۃ الحدیث (جسمیں اندلس کے اون راویوں کے حالات لکھے گئے ہیں جو کسی حدیث کے سلسلۂ روایت میں آتے ہیں) اسمیں اسکو اسی تقریب سے جگہ دی ہے،

ابوبکر محمد بن ابراہیم الصقلی

شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن موسیٰ تمیمی صقلی صوفی مشرب بزرگ تھے، امام العارفین حضرت شیخ جنید بغدادیؒ کی مجلس کے فیضیافتہ تھے، قیام عموماً مصر میں رہتا تھا، اور اسی لیے صقلی کے ساتھ مصری کہلاتے تھے،

انھوں نے علم حدیث کی تحصیل کیلئے عراق کا سفر کیا،

اون کے شیوخ حدیث میں عبداللہ بن محمد مبارکی، اور حفص بن عمر ہیں اور تلامذہ میں ابوالحسن علی بن خلف اور ابوالحسن محمد بن عبدالعزیز القنی وغیرہ ہیں اور ابوسعد ہاشمی ایک واسطہ سے ان سے روایت کرتے ہیں،

ابوبکر صقلی فرضی

ابوبکر صقلی فرضی شیوخ صقلیہ میں ہیں، ان کے اساتذہ حدیث میں قابسی کا نام معلوم ہے اور ان کے تلامذہ میں عبداللہ بن یونس متوفی ۴۵۱ھ اور سمنطاری ہیں،

---

۱ جذوۃ المقتبس فی ولاۃ الاندلس فی اسمار رواۃ الحدیث در دری صفحہ ۱۵۵ کتاب المتقفی قزوینی صفحہ ۳۵۳ سطر ۱۳ بذکر سمنطاری صفحہ ۳۵۴

Marfat.com

حسن بن عبد الباقی صقلی، حسن بن عبد الباقی صقلی کے شیوخِ حدیث میں عبد الکریم بن یحییٰ بن عثمان نحوی کا نام آتا ہے[1]

ابو عمرو عثمان بن علی سرقوسی، ابو عمرو عثمان بن علی بن سرقوسی مقری کے شیوخِ حدیث میں ابن برکات اور ابو صادق کے نام آتے ہیں[2]

دورِ ثالث

(چھٹی اور ساتویں صدی ہجری)

یہ وہ زمانہ ہے جب صقلیہ میں اسلامی حکومت کا دور ختم ہو چکا تھا، اور ارباب علم و فضل صقلیہ سے ہجرت کر کے دوسرے ملکوں میں جا بسے تھے اس دور کا آغاز امام مازری کے مبارک نام سے کیا جاتا ہے

امام مازری، ابو عبد اللہ محمد بن علی بن عمر تمیمی معروف بہ امام مازری شہر مازر میں پیدا ہوئے، اور یہیں ابتدائی تعلیم و تربیت پائی، پھر علوم کی تکمیل کے لئے مہدیہ گئے، اور یہاں کے اکابر ابو محمد بن عبد الحمید سوسی، اور لخمی وغیرہ سے علوم کی تحصیل کی، اور علم حدیث، رجال، فقہ اور کلام میں ایسا امتیاز پیدا کیا، کہ رفتہ رفتہ اقلیم مغرب میں اپنے وقت کے سب سے بڑے استاذ مانے گئے، ابن خلکان لکھتا ہے:-

"یہ اون اکابر میں ہیں، جن کی طرف حدیث کے حافظہ اور علم کلام میں ماہر ہونے کی وجہ سے انگلیاں اٹھائی جاتی ہیں..... وہ ارباب فضل میں تھے، مختلف علوم میں دستگاہ رکھتے تھے"

ابن فرحون کا بیان ہے،

"وہ باشندگان افریقیہ و ماورائے مغرب کے امام ہیں، امام موصوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب

---

[1] بغیۃ الوعاۃ در اماری ص ۶۰۶، بغیۃ الوعاۃ کے مطبوعہ نسخہ میں عبد الکریم کا ترجمہ موجود نہیں، ان کا تذکرہ اسی ترجمہ میں ہے۔ [2] بغیۃ الوعاۃ ص ۳۲۳،

Marfat.com

قرار پاگیا تھا، وہ بغیر اس لقب "امام مازری" کے پہچانے نہ جاتے تھے"

عفیف الدین یافعی یمنی انھیں ایک موقع پر اس خطاب سے یاد کرتا ہے،:-

"امام نیکے از علمائے اعلام فقیہ محدث اصولی، ادیب محمد بن علی تمیمی مازری"

تالیفات، امام مازری کی بہ کثرت بلند پایہ کتابیں مختلف علوم میں ہیں، ان میں سے علم حدیث میں انکی دو کتابیں ہیں، ایک مسلم کی شرح کتاب المعلم ہے، دوسری تعلیقات بر روایت جو زرقی ہے،

کتاب المعلم، کتاب المعلم بفوائد کتاب مسلم صحیح مسلم کی سب سے پہلی شرح ہے، امام مازری سے پہلے صحیح مسلم پر جتنی کتابیں لکھی گئی تھیں، وہ مسلم پر استدراک کی حیثیت رکھتی تھیں، یعنی لوگوں نے ان کتابوں میں ایسی حدیثیں جمع کی تھیں، جو اگرچہ امام مسلم کی اون شرطوں کے مطابق تھیں جو انھوں نے اپنی صحیح حدیثوں کے درج کرنے کیلئے قائم کی تھیں، مگر اسکے باوجود وہ حدیثیں صحیح مسلم میں موجود نہ تھیں، اس لئے ان کتابوں کے ذریعہ سے صحیح مسلم کی حدیثوں پر متن اور سندوں کے اعتبار سے اضافہ کیا گیا تھا

مازری سے پہلے کسی نے صحیح مسلم کی شرح پر قلم نہیں اٹھایا تھا، صحیح مسلم کی سب سے پہلی شرح یہی کتاب ہے اور اسی نقش اول پر بعد کے آنے والے محدثین نے اپنی شرحیں تیار کیں،

سبب تالیف، کتاب المعلم دراصل ان حواشی اور تعلیقات کا مجموعہ ہے، جو امام مازری نے اپنے شاگرد کو مسلم کے درس میں املا کرائے تھے، چنانچہ امام موصوف نے عبید اللہ بن عبد اللہ معافری سے انکی تالیف کا سبب خود بیان کیا ہے، معافری کہتے ہیں،

قد جری ذکر کتابہ المعلم بفوائد	(امام مازری سے) ان کی کتاب المعلم بفوائد
صحیح مسلم الی لعرا تصل تالیفہ	مسلم کا ذکر آیا (تو انھوں نے کہا کہ) میں نے انکی
وانما کان السبب فیہ انہ قری	تالیف کا قصد نہیں کیا تھا، اسکے تالیف پانے
علی کتاب مسلم فی شہر رمضان	کا سبب یہ ہوا کہ ماہ رمضان میں مجھ سے کتاب

Marfat.com

فتکلّمت علی نقت منه فلما فرغنا من القراءة عرض علی اصحاب ما املیته علیهم فنظرت فیه وهذبته قهلاً کان سبب جمعه[1]

مسلم پڑھی گئی، میں نے اس کی چند باریکیاں بیان کیں، جب ہم لوگ درس سے فارغ ہوئے تو تلامذہ نے اس مسودہ کو میرے سامنے رکھا جو میں نے ان کو املا کرایا تھا، چنانچہ میں نے اسی مسودہ پر نظر ثانی کی، اور اس کو ترتیب دے دیا، یہی اس کتاب کے مدون ہوجانے کا

کتاب المعلم کا ایک نسخہ

اب تک کتاب المعلم کے صرف ایک قلمی نسخہ کا پتہ چلا ہے، جو تاریخ کتابت کے لحاظ سے بہت قدیم ہے یعنی مصنف کی وفات کے صرف ۴۰ برس بعد ۵۵۲ھ کا لکھا ہوا ہے، یہ نسخہ مصر کے کتب خانہ خدیویہ میں محفوظ ہے، فہرست میں اس نسخہ کے حسب ذیل حالات ہیں:-

"(المعلم بفوائد مسلم) یہ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج کی صحیح کی شرح ہے، جو ابوعبداللہ محمد بن علی ابن عمر بن محمد التیمی مازری، مالکی، معروف بہ امام متوفی بہ مہدیہ بتاریخ ۱۸ ربیع الاول ۵۳۶ھ (۵۳۶ھ) کی تالیف ہے، انکی عمر ۸۱ سال کی تھی،

یہ نسخہ ایک جلد میں ہے، اس کے شروع کے چند ورق غائب ہیں، اس کا پہلا ورق کتاب الایمان سے چند ورق پہلے کا ہے، خط بہت قدیم ہے، کاتب کا نام علی بن احمد بن ہبۃ اللہ اور کتابت کے خاتمہ کی تاریخ یوم سہ شنبہ ۱۲ ربیع الآخر ۵۵۲ھ ہے،

اوراق کی تعداد ۴۴۶ ہے"[2]

المعلم کی شہرت،

جب المعلم مدون ہوکر شائع ہوئی، تو اہل علم نے اس کی قدر کی، قاضی عیاض صاحب الشفاء متوفی ۵۴۴ھ نے امام مازری سے اوس کی روایت بالاجازہ کی سند منگائی، اور

[1] کتاب التکملہ لکتاب الصلہ ابن آبار جلد ۱ ص ۵۳۰، [2] فہرست کتبخانہ خدیویہ جلد ۱ ص ۴۲۶، ۴۲۷،

Marfat.com

اوراس کوسامنے رکھکر مسلم اور معلم پراپنے حواشی بڑھائے جن کی حیثیت کتاب المعلم کے تکملہ کی تھی، چنانچہ انھوں نے اپنی تالیف کو اکمال المعلم بفوائد مسلم کے نام سے موسوم کیا، اسکے چند ٹکڑے کتبخانہ خدیویہ میں محفوظ ہیں (فہرست جلد ۱ ص ۲۷۱)

اس کے بعد ابوالفرج (یا ابوالروح) عیسیٰ بن مسعود زواوی متوفی ۶۷۰ھ نے مازری کی معلم، عیاض کی اکمال اور مسلم کی دو اور شرحوں کو سامنے رکھکر ایک بسیط شرح لکھی، اسکا نسخہ بھی کتبخانہ خدیویہ میں موجود ہے، (فہرست جلد ۱ ص ۲۷۰)

پھر دوسری طرف ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۷ھ نے قاضی عیاض کی اکمال پر اضافہ کیا، اور اس کو اکمال المعلم بفوائد مسلم سے موسوم کیا، اسمیں انھوں نے مازری، عیاض قرطبی اور نووی کی شرحوں کو جمع کیا اور اپنے استاذ ابن عرفہ کے املا کرائے ہوئے حواشی بڑھائے اس کا نسخہ بھی کتبخانہ خدیویہ میں محفوظ ہے، (فہرست جلد ۱ ص ۲۷۷)

اسی طرح ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن محمد بقوری متوفی ۷۰۱ھ نے بھی قاضی عیاض کی اکمال پر ایک شرح لکھی، اور اس کا نام اکمال الاکمال رکھا، (دیباج المذہب ابن فرحون ص ۳۲۲)

اس کے بعد ابوعبداللہ محمد بن محمد بن یوسف سنوسی متوفی ۸۹۵ھ نے اُبّی کی اکمال اکمال المعلم پر ایک نئی شرح لکھی، اور اس کو مکمل اکمال الاکمال سے موسوم کیا، گویا مکمل اکمال الاکمال، کتاب المعلم کا نقش چہارم ہے۔

ان مذکورۂ بالا شرحوں میں سے ابی کی اکمال اکمال المعلم اور سنوسی کی مکمل اکمال الاکمال عبدالحفیظ والی مغرب اقصیٰ کی علم دوستی سے پہلی دفعہ ۱۳۲۷ھ میں چھپی، یہ دونوں کتابیں ایک ساتھ

ملہ ابن خلکان جلد ۲ ص ۶۱۱ میں اس کا نام بھی اکمال المعلم درج ہے، اور تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد ۴ ص ۱۰۱ میں اسکو کتاب الاکمال فی شرح مسلم سے موسوم کیا ہے،

Marfat.com

اس ترتیب سے چھپی ہین، کہ پہلے مسلم کے مقدمہ کا حصہ جہان تک ہے، وہ ہر صفحہ کے اوپر کے حصہ میں، اور اس کے نیچے سنوسی کی شرح ہے، پھر کتاب الایمان سے مسلم کا متن حاشیہ پر اور ہر صفحہ کے اوپر کے حصہ میں ابی کی شرح اور نیچے کے حصہ میں سنوسی کی شرح درج ہے، پوری کتاب سات جلدوں میں ختم ہوئی ہے، اور ہر جلد ساڑھے تین سو چار سو صفحوں کی ہے،

المعلم کے چند اقتباسات | ڈاکٹر گرلینی نے ایک بسیط مضمون "مجموعۂ مضامین بیادگار رصد سالہ اماری" میں لکھا ہے، انھوں نے امام مازری کی المعلم اور قاضی عیاض کی اکمال کا بھی تذکرہ کیا ہے، انھوں نے کتبخانہ خدیویہ کے ان نسخوں کو بھی دیکھا ہے، اور ان کے اقتباسات نقل کئے ہیں، ہم ذیل میں کتاب المعلم کے چند اقتباسات نمونہ کے طور پر درج کرتے ہیں،

مسلم و صحیح مسلم امام مازری کی نگاہ میں، | امام مازری کتاب المعلم کے مقدمہ میں امام مسلم اور انکی صحیح مسلم کے متعلق حسب ذیل رائے ظاہر فرماتے ہیں،

قال الامام ابو عبد اللہ محمد	امام ابو عبد اللہ محمد بن علی بن ابراہیم المازری
بن علی بن ابراھیم المازری رحمہ اللہ:	رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کہ "کتاب مسلم کتب حدیث
کتاب مسلم من اصح کتب الحدیث	میں سب سے صحیح ترین کتاب ہے، اس کے مؤلف
قال مولفہ انتقیتہ من نحو	کا بیان ہے کہ میں نے اسکو تقریباً تین لاکھ
ثلاثمائۃ الف حدیث وقال	حدیثوں میں سے چنا ہے،" اور بعض لوگ کہتے
بعض الناس ماتحت ادیم السماء	ہیں کہ اس نیلگوں آسمان کے نیچے اس سے زیادہ
صح منہ یرید فی کتب الحدیث	کوئی صحیح نہیں، یعنی کتب حدیث میں اس سے
وکان مسلم من جملۃ اصحاب	زیادہ کوئی دوسری کتاب معتبر نہیں، اور مسلم
البخاری لما ورد البخاری نیسابور	بخاری کے ساتھیوں میں سے تھے، جب

Marfat.com

ولما امتحن فيها البخاري بالمسئلة المشهورة تفرعنه اصحابه الا مسلما فانه لزمه وتوفي الامام مسلم رحمه الله في العشر الآخر من رجب سنة مائتين واحدى وستين.

بخاری نیشاپور پہنچے، اور اس مشہور مسئلہ میں ان کا امتحان لیا گیا تو ان کے تمام ساتھی سوائے مسلم کے ان سے علیحدہ ہو گئے، مسلم برابر ان کے ساتھ رہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے ۲۶۱ھ کے رجب کے آخر عشرہ میں وفات پائی

حقیقت کذب و شرح حدیث من کذب علی متعمداً الی آخرہ

قال الامام الكذب عند الاشعريين الاخبار عن الامر على من ليس هو به هذا هو حد الكذب عندهم لا يشترطون في كونه كذباً العمد والقصد اليه خلافاً للمعتزلة في اشتراطهم ذالك ودليل هذا الخطاب يرد عليهم لانه يدل على ان من لم يتعمد يقع عليه اسم كذب واما قوله عليه السلام فليتبوا مقعده من النار فان الهروي قال في قوله تعالى والذين تبوؤا الدار والايمان اي اتخذوها منازل ومنه بيت

قول امام، اشاعرہ کے نزدیک کذب نام ہے، اس خبر کا دنیا جو واقعہ صحیح نہیں ہے، ان کے نزدیک کذب کی یہی تعریف ہے، وہ لوگ کذب کیلئے عمد یعنی جان بوجھ کر جھوٹ ہونے کی شرط نہیں لگاتے، اور یہ معتزلہ کے مسلک کے خلاف ہے، کیونکہ وہ عمد کی شرط لگاتے ہیں، اور معتزلہ کے خلاف حدیث مجتبیٰ ہے کیونکہ اس میں ایسا دلیل ہے کہ جو شخص عمد کا مرتکب نہیں ہوا اس پر بھی کذب کا اطلاق ہوتا ہے۔

السلام فليتبوا مقعده من النار، اور حدیث میں اپنا ٹھکانا دوزخ کر لیا ہے، اس کے متعلق ہروی کہتے ہیں کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والذین تبوؤا الدار والایمان یعنی انصار نے مہاجرین کے ورود سے پہلے ایمان کو اپنا ٹھکانا بنا لیا تھا۔

لہ جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ لگائے، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔

Marfat.com

فلیتبوا مقعدہ من النار ای لینزل منزلہ منہا.

اور یہی معنی اس حدیث میں ہیں، یعنی وہ اپنے آپ کو بمنزلہ دوزخی کے سمجھ لے،

معتزلہ کے نفی کی تشریح، قال الامام واما قولہ لا قدر فلا یقول بہ المعتزلۃ علی الاطلاق وانما یقولون الشر والمعاصی یکونان بغیر قدر اللہ عزوجل لکن من لم یتشرع من الفلاسفۃ ینفی القدر جملۃً.

قولِ امام، اور اس کا قول "لا قدر" تو معتزلہ قدر کا عمومی انکار نہیں کرتے، بلکہ وہ یہ کہتے ہیں، کہ برائی اور گناہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے بغیر سرزد ہوتے ہیں، لیکن جو فلاسفہ کسی شریعت کے پابند نہیں، وہ قدر کا کلیتہً انکار کرتے ہیں،

نقد رجال کا ایک نمونہ ابوزرعہ کی تحقیق، قال الامام خرجہ (الحدیث) مسلم عن زھیر بن حرب عن جریر عن عمارۃ عن ابی زرعۃ عن ابی ھریرۃ قال (الخ)..... اما قولہ ابو زرعۃ اسمہ عبید اللہ فقد قالہ ایضاً فی کتاب الطبقات قال وقال النجاری فی تاریخہ ومسلم فی کتاب الکنی ابو زرعۃ اسمہ ھرم وخالفھما یحیٰی بن معین فقال ابو زرعۃ ابن عمرو

قولِ امام، مسلم نے یہ حدیث زہیر سے لی جنھوں نے سلسلہ بسلسلہ حرب، جریر، عمارہ، ابی زرعہ، اور ابوہریرہ سے اوس کو سنا، (الخ).....

اور اوس میں انکا یہ کہنا کہ ابوزرعہ کا نام عبد اللہ ہے، اور یہی انھوں نے کتاب الطبقات میں بھی بیان کیا ہے، اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور امام مسلم نے اپنی کتاب الکنی میں ابوزرعہ کا نام ہرم لکھا ہے، لیکن یحییٰ بن معین کا بیان ان دونوں

Marfat.com

اسمه عمرو بن عمرو وكذا ذكره
النسائي في الاسماء والكنى من تاليفه
واما قوله ابو زرعة روى عنه الحسن
فقد قاله البخاري ايضا وقد خولفا
في ذلك فقيل الذي يروي عنه الحسن
رجل آخر يروي عن ثابت بن قيس
اسمه هرم قاله ابن المديني واليه
ذهب ابن الجارود في كتاب الكنى
قال ثم ذكر ابن الجارود ترجمة اخرى
فقال ابو زرعة بن عمرو بن جرير
عن ابي هريرة روى عنه عمارة
بن القعقاع والحرث العكلي وابو
حيان التيمي وكذلك ذكر النسائي
ترجمتين كما فعل ابن الجارود
سواء واما قوله في رواية ابن
ماهان ابو زرعة كوفي من اتبع
قال بعضهم لا اعلم ما يقول كيف
يكون من اتبع وابو زرعة الذي في
الاسناد هو ابن عمرو بن جرير

کے خلاف ہے، اون کے بیان کے مطابق
ابو زرعہ ابن عمرو ہے، اور ان کا اصل نام بھی
عمرو ہے، یعنی عمرو بن عمرو نسائی نے بھی
اپنی تالیف الاسماء والکنی میں یہی ذکر
کیا ہے،
اور ان کا یہ بیان کہ ابو زرعہ سے حسن
نے روایت کی، تو یہ بخاری نے بھی کہا ہے
لیکن ان دونوں کی اسکی بھی مخالفت کیگئی
ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جس شخص سے حسن روایت
کرتا ہے، وہ دوسرا ہے، جو ثابت بن قیس سے
روایت کرتا ہے اس کا نام ہرم ہے یہ بیان ابن المدینی
کا ہے، اور اسی مسلک پر ابن جارود بھی
اپنی کتاب الکنی میں گئے ہیں، اور پھر ابن جارود
نے ایک دوسری سند لکھی ہے، جس میں
ابو زرعہ بن عمرو بن جریر ابو ہریرہ سے روایت
کرتا ہے، اور ابو زرعہ سے عمارہ [illegible]
حرث عکلی، اور ابو حیان تیمی نے روایت کی ہے
اور نسائی نے بھی ابن جارود کی [illegible] دونوں سلسلہ
درج کئے ہیں، اور ابن ماہان کی روایت میں جو ابو زرعہ...

Marfat.com

بن عبد الله البجلي واين
تجمع اشجع وبجيله (بجلي) الا ان
يريد رجلا اخرا"

مومن فاسق کے دخول جنت کی تحقیق او

قوله من مات وهو يعلم ان لا
اله الا الله دخل الجنة قال الامام
اختلف الناس فيمن عصى الله
عز وجل من اهل الشهادتين
فقالت المرجئة لا تضره المعصية
مع الايمان وقالت الخوارج تضره
ويكفر بها وقالت المعتزلة يخلد
في النار اذا كانت معصية كبيرة
وكفر يوصف بانه مومن لا كافر
ولكن يوصف بانه فاسق وقالت
الاشعرية بل هو مومن وان
لم يغفر له وعذب فلا بد من
اخراجه من النار وادخاله الجنة

اشجع سے روایت لیتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ
نہیں معلوم اشجع سے روایت کیونکر لے سکتے ہیں، کیونکہ
اسناد میں جو ابوزرعہ ہیں، وہ ابن عمرو بن جریر
بن عبد اللہ البجلی ہیں، اور اشجع اور بجلی دونوں
باہم مجتمع نہیں ہو سکتے ہیں، اسلئے کوئی دوسرا
قولہ "جو شخص مرا اور وہ جانتا ہے، کہ سوائے
خدا کے کوئی دوسرا معبود نہیں، تو وہ جنت
میں داخل ہوا، **قول امام** کہ گو مسلمانوں
میں سے جو شخص گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اس
کے متعلق لوگوں میں اختلافات ہیں، چنانچہ
فرقہ مرجئہ کا خیال ہے" اوس کو معصیت کوئی
نقصان نہیں پہنچا سکتی، اگر اس کا ایمان
سلامت ہے" اور خوارج کہتے ہیں، معصیت
اس کو نقصان پہنچائے گی اور اپنے گناہوں
کی وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا، اور معتزلہ
کا خیال ہے کہ وہ گناہگار ہمیشہ دوزخ
میں رہے گا، اگر وہ بڑے گناہوں کا مرتکب
ہوا ہو اور نہ اسکو مومن سے موصوف کیا جائیگا
اور نہ اسکو کافر کہا جائے گا بلکہ وہ "فاسق"

Marfat.com

وهذا الحديث حجة على الخوارج والمعتزلة واما المرجئة فان احتجت بظاهره على صحة ماقالت به قلنا نحمله انه غفر له او اخرج من النار بالشفاعة ثم ادخل الجنة فيكون المعنى فى قوله دخل الجنة اى دخلها بعد مجازاته بالعذاب وهذا لابد من تاويله لما جاءت به ظواهر كثيرة من عذاب بعض العصاة فلابد من تاويل هذا الحديث على ماقلنا ولئلا تتناقض ظواهر الشريعة

کے نام سے موسوم ہوگا" اور اشاعرہ کا یہ مسلک ہے کہ نہیں بلکہ وہ مومن ہی رہیگا اگرچہ اوسکی مغفرت نہ کی گئی ہو اور اسکو عذاب دیا جائے، تو پھر ضروری ہے کہ وہ دوزخ سے نکال لیا جائے، اور پھر جنت میں داخل کر دیا جائے" اور یہ حدیث خوارج ومعتزلہ کے خلاف حجت بنا باقی رہے مرجئہ تو اگر اس حدیث کے ظاہر الفاظ سے وہ اپنے مسلک کی حمایت پر دلیل لائیں، تو ہم (اشاعرہ) کہیں گے کہ اس حدیث کا مطلب یوں ہوگا کہ یا تو اسکی مغفرت کیجائے گی، (اور سرے سے دوزخ ہی میں نہ بھیجا جائیگا) اور یا دوزخ سے بذریعہ شفاعت نکال لیا جائیگا، اور پھر جنت میں داخل کیا جائیگا، تو اس صورت میں اس حدیث کے جملہ "جنت میں داخل ہوا" کے معنی یہ ہوئے کہ وہ جنت میں اپنی جزا وسزا کے بعد بھیجا جائیگا، اور اس طرح اس حدیث کی تاویل ضروری ہے کیونکہ بعض [illegible] کے لئے عذاب کی روایتیں ثابت ہیں اسلئے

Marfat.com

تحقیق لفظ مسیح | وقوله فی عیسیٰ

علیه السّلام المسیح وکذلك

فی الدجال اللعین. قال الامام

قال عیسی بن دینار وغیره

سمی الدجال مسیحا لانه مسح

احدی عینیه والعین ممسوحة فعیل بمعنی

مفعول وسمی عیسی علیه السلام

مسیحا من اجل سیاحته فی الارض و

انه لیس لعین ابن وضع لیستقر فیه من الارض

قال الهروی قال ابن الاعرابی المسیح الصدیق

وبه سمی عیسی والمسیح الاعور

وبه سمی الدجال..... (و) من

قال فالدجال مسیح علی فعیل

بمعنی العصیر فلیس بشیء.

کسی شے کا تحریم وغیرہ کے بعد منسوخ ہونا | وقوله

ففرض علی فی کل یوم ولیلة

خمسین صلوٰة..... الخ قال الامام

هذا یستدل به علی منع نسخ

الشیء قبل فعله اذا لم یفعل

قولہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح

کہنا، اور اسی طرح دجال لعین کو بھی مسیح

کہنا، قولِ امام، عیسیٰ بن دینار وغیرہ

کہتے ہیں، کہ دجال کو مسیح اس لئے کہا گیا، کہ

وہ دونوں آنکھوں میں سے ایک آنکھ کا

ممسوح (یعنی کانا) ہے، اس لئے وزن

فعیل بمعنی مفعول ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اپنے روئے زمین کی سیاحت کی وجہ سے

مسیح سے موسوم ہیں، کیونکہ زمین میں اُن

کے رہنے کیلئے کوئی جگہ نہ تھی، (یعنی ان کا

کوئی گھر نہ تھا) ہروی کہتے ہیں، کہ ابن اعرابی

کا بیان ہے کہ مسیح کے معنی صدیق کے ہیں، اور

اسی سے عیسیٰ موسوم ہوئے، اور مسیح یعنی

کانا اور اسی سے دجال کا نام پڑا..... اور جو لوگ

وقولہ، اور مجھ پر پچاس نمازیں روزانہ

فرض کی گئیں..... اور (پھر

منسوخ ہوئیں،) قولِ امام اس سے

اس امر پر استدلال ہو سکتا ہے، کہ کوئی

حکم تعمیل سے پہلے منسوخ ہو جائے، کیونکہ

Marfat.com

من هذه الصلوات شئ بعد — نمازیں بعد میں نہیں پڑھی گئیں،

لفظ فرق (برتن) کی تحقیق، وقوله — وقولہ آپ غسل فرماتے تھے ایک برتن

"كان يغتسل من الاناء هو الفرق" — سے جو "فرق" تھا قولِ امام احمد بن یحیی

قال الامام قال احمد بن يحيى — کہتے ہیں کہ فرق ۱۲ مد کا ہوتا ہے، اور ابو ہاشم

الفرق اثنا عشر مدا قال ابو هشيم — کہتے ہیں کہ وہ برتن جس میں ۱۲ رطل سمائے،

هو اناء ياخذ ستة عشر رطلا — جس کا صاع ہوتا ہے، اور اسی قسم کی تفسیر

وذالك ثلثة اصع (اصوع) و — سفیان نے کتاب مسلم میں کی ہے، کہ

كذلك فسر لا سفيان في كتاب — وہ ۳ صاع کا ہوتا ہے، اور فسر قا

مسلم انه ثلثة اصع (اصوع) — کی راء کو زیر اور زبر دونوں طرح

ويروى باسكان الراء وفتحها — پر اسکن باجی کہتے ہیں کہ فتح زیادہ

قال الباجي فتح الراء الصواب — صحیح ہے،

تعلیقات بروایاتِ جوزقی، یہ علم حدیث میں ایک مختصر رسالہ ہے، اسمیں حافظ ابو بکر محمد بن عبد اللہ

جوزقی متوفی ۳۸۸ھ کی روایتوں پر حواشی لکھے ہیں، جوزقی نیشاپور کے بڑے محدثین میں تھے،

حاکم صاحبِ مستدرک وغیرہ ان کے تلامذہ میں تھے، انکی ایک کتاب الجمع والتفریق علی صحیح مسلم ہے،

عجب کیا کہ امام مازری نے اسی پر یہ حواشی لکھے ہوں،

مقری نے اپنی کتاب ازہار الریاض میں اس رسالہ کا تذکرہ کیا ہے، اور قاضی عیاض نے اپنے مضمون

میں اسکا حوالہ درج کیا ہے[1]،

شرح موطا امام مالک | یاقوت حموی نے اپنی معجم البلدان میں شہر مازر کے تذکرہ میں امام مازری کا ذکر کیا ہے،

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ صفحہ ۲۱۰، ازہار الریاض قلمی کتبخانہ پیرس نمبر ۲۱۰۲ برگ ۲۳۰ و بحوالہ یادگار حسن مضامین مقالہ نگاران

اور انھیں شارح موطا کا لقب دیا ہے، اگرچہ امام مازری کے علم حدیث کے ذوق اور مالکی مذہب کے اتباع کے لحاظ سے یہ کچھ بعید نہ تھا، مگر ہمیں اسکی تصدیق میں کوئی بنیادی روایت نہیں ملی، البتہ ابن رشیق قیروانی نے موطا کی شرح لکھی ہے، اس کو صقلیہ سے آخر عمر میں تعلق پیدا ہو گیا تھا، شاید یا قوت کو اسی سے التباس ہوا ہو،

تلامذہ اگر اس عہد کے افریقہ و اندلس کے علماء کے تراجم پر سرسری نظر ڈالی جائے، تو امام مازری کے تلامذہ کی طویل فہرست بن سکتی ہے، لیکن ذیل میں ان کے صرف چند مشہور تلامذہ کے نام درج ہیں،

محمد بن تومرت مہدی، افریقہ کے ذی علم لوگوں میں تھا، مہدیہ میں اس نے امام مازری سے شرف تلمذ حاصل کیا، اس سے واپس آکر مہدویت کا دعوی کیا، اور عظیم الشان سلطنت موحدیہ کی بنیاد ڈالی[1]

قاضی ابوالفضل عیاض، صاحب الشفاء کے امام مازری سے روایت بالاجازہ کی سند لینے کا تذکرہ اوپر گذر چکا[2]

ابن الفرس غرناطی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحیم انصاری متوفی ۶۹۹ھ حدیث کے حفاظ میں سے تھے یہ بھی امام مازری سے تلمذ رکھتے تھے[3]

قاضی ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن سعادہ متوفی ۶۵۸ھ صاحب الکتاب شجرۃ النور المترقیہ الی ذروۃ الفہم، حدیث، فقہ، کلام، اور تصوف میں درک رکھتے ہیں، انھوں نے امام مازری سے کتاب المعلم کا بڑا حصہ سبقاً سبقاً پڑھا، اور بقیہ حصہ کے پڑھنے پڑھانے کی سند لی، اندلس میں انکا وسیع حلقۂ درس قائم تھا[4]

---

[1] تاریخ اولیہ بعض الدولۃ الموحدیہ بذیل کتاب کتبی ورامازری ص ۵۰۰ [2] دیباج المذاہب ابن فرحون ص ۲۰۰ [3] ۲۰۶ [4] التکملہ ابن آبار ص ۲۲۶۔

ابو طاہر بن دمنہ بھی امام مازری کے مشہور تلامذہ میں ہیں، ان کا بھی وسیع حلقۂ درس تھا،
شیخ ابوبکر محمد بن محمد بن یوسف بن احمد بن جَہْور ازدی متوفی ۵۲۹ھ کو ان کے واسطے سے امام مازری
کے سلسلۂ روایت کی سند حاصل تھی[1]

اخلاق و عادات، امام مازری ایک طرف علمی تبحر میں یکتائے روزگار تھے، دوسری طرف بڑے زندہ
دل اور خوش مزاج اور خوش لباس تھے، تلامذہ و احباب سے حسن اخلاق سے پیش آتے، بڑی شیریں بیانی
سے گفتگو کرتے، اور حسب موقع برمحل اشعار پڑھتے،

وفات و مدفن، امام مازری کا قیام مہدیہ میں تھا، یہیں انھوں نے ۸۳ سال کی عمر میں دوشنبہ کے
دن ۸ ربیع الاول کو، اور دوسری روایت کے مطابق ۲ ربیع الاول کو ۵۳۶ھ میں وفات
پائی، اور ابن خلکان کے ایک نسخہ کے جس کا اقتباس امارری میں منقول ہے، اور محمد بن قاسم نویری
صاحب کتاب سمط اللآلی کی تصریح کے مطابق ایک قصبہ منستیر میں جو مہدیہ اور سوسہ کے درمیان
واقع ہے لب ساحل مدفون ہوئے،

قبر پر گنبد تعمیر کیا گیا تھا، جو اب تک اچھے حال میں موجود ہے، ٹیونس کے ایک صاحب علم شیخ حسن
حسنی عبدالوہاب نے اس مقبرہ کا نقشہ "مجموعہ مضامین بمناسبت صد سالہ امارری" میں شائع کرایا ہے[2]

---

[1] الکملہ ابن الابار ص ۳۳۰، [2] امام مازری کے ترجمہ کے لیے دیکھو دیباج المذہب فی معرفۃ اعیان المذہب ابن فرحون
صفحات ۶۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ابن خلکان جلد ۲ صفحات ۲۱۶، ۲۱۸، ۲۱۹، الکملہ ابن آبار ص ۳۳۰، کشف الظنون
جلد ۱ ص ۳۷۴، تذکرۃ الحفاظ جلد ۴ ص ۱۳۰، کتاب القفی مقریزی، نیز امارری ص ۲۶۵، طبقات الشافعیہ الکبری جلد ۴ ص ۱۰۱،
معجم البلدان یاقوت تذکرہ مازر، مراۃ الجنان یافعی جلد ۳ ص ۶۷، مقالہ شمالی افریقہ اور صقلیہ پر پندرہ کتابیں ایڈمنسٹ
فاگنان پروفیسر الجزائر در یادگاری مضامین جلد ۲ ص ۱۹۲ و یادگاری مضامین ص ۳۰۹، فہرست کتب خدیویہ ج ۱ صفحہ ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۴، ۲۷۶ و مقالہ گریفینی در یادگاری،

Marfat.com

محمد بن مسلم مازری ابو عبداللہ محمد بن مسلم بن محمد احول ۴۵۳ھ میں مازر میں پیدا ہوئے، اور مازری کہلائے، نسبا قرشی تھے، اور مذہب مالکی کے پیرو تھے،

یہ اپنے نام، کنیت اور وطن کے انتساب میں امام مازری کے شریک ہیں، اسلئے بعض مورخین کو ان دونوں کی شخصیت میں التباس ہوگیا، چنانچہ حافظ مقریزی صاحب کتاب المقفی جیسے محتاط اہل علم سے بھی لغزش ہوئی، اور ان کے ترجمہ میں امام مازری کے حالات درج کئے، اور ان کی تمام کتابیں ان کی طرف منسوب کردیں،

ابن فرحون نے اس التباس کو دور کردیا ہے، چنانچہ وہ امام مازری کے حالات میں لکھتا ہے،

ولیس ھذا الامام المذکور بشارح الارشاد المسمی بالمعاد اذ ذاک رجل آخر نزیل الاسکندریۃ یعرف ایضا بالمازری،

اور یہ امام وہ نہیں ہیں، جنہوں نے الارشاد کی شرح المعاد کے نام سے لکھی ہے، وہ دوسرے شخص ہیں، جو اسکندریہ میں بس گئے تھے، وہ بھی مازر کی نسبت سے مشہور ہیں،

صقلیہ میں مختلف علوم کی تحصیل یہاں کے علماء سے کی، پھر مصر گئے، اور وہاں کے اساتذہ سے پڑھا، علم نحو میں ان کے استاذ ان کے ہموطن ابن القطاع صقلی اور ابو حفص سوسی ہیں، اور ابو محمد حفص سے علم کلام اور اصول فقہ کی تعلیم پائی، ابو عبداللہ حدیث کی تحصیل کے لئے ابو بکر محمد بن ولید طرطوشی متوفی ۵۲۰ھ اور ابو العباس احمد بن ابراہیم رازی مالکی کی طرف رجوع کیا، اور ممتاز اہل علم میں شمار کئے گئے،

مستقل قیام اسکندریہ میں اختیار کیا، اور یہاں سلسلہ درس وارشاد جاری کیا، ان کے تلامذہ حدیث میں ابو عبداللہ محمد بن محمد بن حسین مالکی، ابو محمد عبدالکریم بن یحیی بن عثمان نحوی، اور ابو القاسم مخلوف بن علی بن عبدالرحمن تمیمی قرطبی معروف بابن جارہ ہیں، اور ابو محمد عبدالسلام بن عتیق بن محمد

Marfat.com

ان سے ایک واسطہ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں،

اگرچہ اسکندریہ کو انھوں نے وطن قرار دے لیا تھا، مگر مغرب سے ان کے تعلقات قائم رہے، چنانچہ کچھ دنوں عہدیہ میں بھی آکر مقیم رہے،

مختلف علوم میں ان کی تالیفات ہیں، جن کا تذکرہ آگے آئیگا،

۵۳۰ھ میں وفات پائی،[1]

ابو مسعود سلیمان صقلی، ابو مسعود سلیمان صقلی بن محمود بن ابی سمین بن محفوظ قرشی صقلی بغدادی [illegible] صقلی اسلئے الصقلی البغدادی کہلائے،

اون کے شیوخ حدیث میں عیسیٰ بن احمد دوشانی ہیں، حدیث کی روایتیں کم کرتے تھے،

۱۰ محرم ۶۲۳ھ کو وفات پائی،[2]

شرف الدین صقلی، ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر عبدالرزاق شرف الدین صقلی عمری (مولود ۶۲۱ھ) کا تذکرہ مفسرین کے ضمن میں گذر چکا ہے وہ علوم قرآن کے ماسوا علم حدیث میں بھی دستگاہ رکھتے تھے، اون کے شیوخ حدیث میں المعین احمد اور ابو اسحٰق ابراہیم بن عمر بن مفرج صقلی [illegible]

محمد بن مکی صقلی، محمد بن مکی اگرچہ ساتویں صدی میں جب سرزمین صقلیہ سے اسلام کا نام ونشان بھی مٹ چکا تھا، پیدا ہوئے، لیکن ان کا نام ہمارے لئے اس لئے لائق توجہ ہے کہ یہ معدودے چند صدی ہجری میں صقلیہ کی یا اپنے انتساب سے قائم کئے تھے، ان کا خاندان صقلیہ سے ہجرت کرکے دمشق میں سکونت پذیر ہوگیا تھا،

ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے، محمد بن مکی بن ابی بکر بن عبدالغنی بن یوسف بن ابی عبداللہ [illegible]

---

[1] دیباج المذہب فی اعیان علماء المذہب ابن فرحون ص۲۵۱ ذیل الابتہاج بتطریز الدیباج ص۲۵۱ کشف الظنون حاجی خلیفہ ۱۲ مقریزی دامادی ص۱۰۰

[2] بغیۃ الوعاۃ سیوطی دامادی ص۶۶۰ بغیہ کے پیرس کے قلمی نسخہ میں عبدالکریم بن ابی بکر بن [illegible] میں محمد بن مسلم مازری کا تذکرہ آیا ہے حواشی [illegible]

Marfat.com

شمس الدین ابی الحزم تقی الدین بن ابی بکر قرشی صقلی، اون کے بعض اجداد کا ذکر علوم قرآن میں آیا ہے،

یہ ۱۵ رجب ۶۱۲ھ کو دمشق میں پیدا ہوئے، سن شعور کو پہنچنے کے بعد تحصیل علوم میں مشغول ہوئے، کسب معاش کیلئے زردوزی اور نقاشی کا پیشہ سیکھا، سلسلۂ روزگار میں دمشق سے قاہرہ آئے، اور یہاں زردوزی کے ایک کارخانہ میں ملازم ہوگئے، آخر عمر تک یہیں رہے،

یہیں شب جمعہ ۲۱ ربیع الاول ۶۹۹ھ میں وفات پائی، اور قاہرہ کے باب النصر میں مدفون ہوئے،

علم حدیث کا ذوق رکھتے تھے، ان کے شیوخ حدیث میں ابوالمنجا بن اللیثی ابوعبداللہ بن زبیدی، ابوطاہر اسمٰعیل بن ظفر، مکرم بن ابی الصقر اور ابوالحسن بن مقیر ہیں،[1]

ابوبکر محمد بن محمد الصقلی

ابوبکر محمد بن محمد بن ابی الفضل، لیث بن عبدالرحمٰن بن مجاہد کا خاندان بھی صقلیہ سے ہجرت کرکے مصر چلا آیا تھا، اور یہ بھی صقلیہ سے باہر مصر میں ۱۶ ربیع الاول ۶۸۶ھ کو پیدا ہوئے اور اپنے قدیم وطن صقلیہ کی طرف منسوب ہوکر صقلی کہلائے، یہ ابوبکر بن ابی عبداللہ کے نام سے بھی روشناس ہیں،

فقہ شافعی کے پیرو تھے، مصر میں محکمۂ احتساب کے والی بنائے گئے، ۱۴ جمادی الاخری ۶۹۲ھ کو مصر میں وفات پائی،

علم حدیث میں مکرم بن ابی الصقر اور ابوبکر عبدالعزیز بن باقا ان کے شیوخ ہیں،[2]

(بقیہ حاشیہ ص ۲۳۷) منقول ہے، لیکن اوس کے مطبوعہ نسخہ میں یہ موجود نہیں ہے، [2] کتاب الوافی بالوفیات صفدی ورامار ص ۲۸۲، [3] کتاب المقفی مقریزی ورامار ص ۲۲۳، [4] ایضاً [5] ایضاً ص ۲۲۳،

Marfat.com

علمِ فقہ

فرق ومذاہب کے بیان میں گذر چکا ہے، کہ صقلیہ میں علمِ فقہ کی ابتدا صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے بانی قاضی اسد بن فرات سے ہوتی ہے، ان کے سوانح حیات میں آگے چل کر معلوم ہوگا کہ انھوں نے فقہ مالکی وحنفی دونوں سرچشموں سے فیض پایا، اور دونوں مذاہب کے امام بنے عبادات میں فقہ مالکی کا اتباع کرتے، اور معاملات میں عموماً حنفی فقہ کے مطابق فیصلہ فرماتے، اونکے حلقۂ درس میں بھی حنفی مالکی دونوں شریک ہوتے، لیکن ان میں غالب تعداد حنفی طلبہ کی تھی، قاضی اسد کیساتھ ان کے ارادتمندوں میں سے جو لوگ صقلیہ آئے، ان میں بیشتر تعداد حنفی المذہب فقہا کی تھی، انھیں کے اثر سے صقلیہ میں ابتداً فقہ حنفی کی تعلیم ودرس کا سلسلہ جاری ہوا، اور یہاں کے بہ کثرت لوگ اس مذہب کے پیرو ہوگئے، اور اسی بنا پر مقدسی کا بیان ہے کہ "اکثر اہلِ صقلیہ حنفی ہیں"

مگر چونکہ اس زمانہ میں افریقہ میں عمومی حیثیت سے مالکی مذہب کو فروغ حاصل تھا اسلئے[1]

---

[1] افریقہ میں مالکی مذہب کو مختلف وجوہ سے فروغ حاصل ہوا، جنکی تشریح ابن خلدون نے اپنے فلسفیانہ انداز میں کی ہے، وہ لکھتا ہے:-

"اور امام مالک کا مذہب تو وہ مغرب واندلس کیلئے خاص ہوگیا، اگرچہ وہ بعض دوسرے مقامات میں بھی پایا جاتا ہے، لیکن اہل مغرب نے ان کے علاوہ بہت کم کسی کی تقلید کی، اسکی وجہ یہ تھی، کہ ان لوگوں کے سفر زیادہ تر حجاز تک ہوتے تھے، وہ اس سے آگے نہیں جاتے تھے، اور مدینہ ان دنوں دار العلم سمجھا جاتا تھا، اور یہاں سے عراق کو علم پہنچتا تھا، لیکن عراق اہل مغرب کے راستہ میں نہیں پڑتا تھا، اسلئے مغربی علماء وشیوخ صرف مدینہ

Marfat.com

صقلیہ میں قاضی اسد کے بعد ان کے تلامذہ کے دور ہی میں یہاں افریقیہ کے بہ کثرت مالکی اہل علم کے آجانے اور خصوصًا یہاں کے عہدۂ قضا پر مالکی فقہاء کے مسلسل مامور ہونے کے باعث مذہب مالکی کو یہاں بھی تفوق حاصل ہو گیا، اور اوسکی وجہ سے مالکی فقہ کو یہاں ترقی حاصل ہوئی، چنانچہ قاضی صقلیہ ابن کحالہ متوفی ۲۸۹ھ کے حالات میں ہے:۔

"صقلیہ کے عہدۂ قضاء پر مامور تھے، یہاں علم کی بڑی اشاعت کی، اور انہی سے مذہب مالکی کو یہاں فروغ حاصل ہوا"

اسوقت تک صقلیہ کے فقہاء کے حالات میں جو کتابیں دستیاب ہوئی ہیں، وہ زیادہ تر

(بقیہ حاشیہ ص گذشتہ ۲۳۹) کے شیوخ سے تحصیل علم پر اکتفا کرتے تھے، اور اس زمانہ میں مدینہ میں امام مالک کی امامت قائم تھی، اور انکے تلامذہ و اصحاب مدینہ کے شیوخ کہلاتے تھے، اسلئے اہل مغرب و اندلس ان کی طرف رجوع کرتے اور اپنے راستہ سے الگ کسی دوسری طرف کا رُخ نہیں کرتے تھے،

علاوہ ازیں، بدویت، اہل مغرب و اندلس کا طبعی خاصہ تھا، اسلئے وہ اس مدنیت وحضارت کو جو اہل عراق میں رائج تھی طبعًا قبول نہ کرسکے اور طبعی طور پر اہل حجاز کی طرف مائل ہوئے، (ابن خلدون جلد ۱ ص ۲۰۵)

اگرچہ افریقیہ میں قاضی اسد بن فرات و ابو محمد عبداللہ بن فروخ فاسی وغیرہ چند اہل علم کے ذریعہ فقہ حنفی کی اشاعت بھی ہوئی، مگر اوسے غلبہ حاصل نہ ہو سکا، اور پھر آگے چل کر معز بن بادیس نے تو ۴۰۰ھ میں مذہب اسماعیلی شیعی کو منسوخ کرتے ہوئے، مذہب مالکی کو افریقیہ میں سرکاری مذہب قرار دیدیا تھا، اس عہد میں اگرچہ صقلیہ افریقیہ کے ماتحت نہ تھا، تاہم ان دونوں میں گہرے علمی تعلقات قائم تھے، اور اس اثر سے صقلیہ میں بھی مالکی مذہب اور مالکی فقہ کو تفوق حاصل ہو گیا تھا،

سلہ دیباج المذہب ص ۱۱۹،

Marfat.com

مالکی مصنفین کی ہین، اور طبقاتِ مالکیہ ہی میں ہیں، اسلئے صقلیہ کے حنفی فقہار کے نام بجز ایک دو کے معلوم نہ ہوسکے، اور بعض فقہار کے متعلق کہین حنفی المذہب ہونے کی تصریح ملی، تو ساتھ ہی طبقات مالکیہ میں مالکی المذہب فقیہ کی حیثیت سے بھی ان کا نام نظر آیا[1]،

اسلئے صقلیہ کے جتنے فقہار کے نام معلوم ہوسکے، وہ قریب قریب سب فقہ مالکی کو صقلیہ مین فروغ دینے والے ہیں، ان لوگوں نے اس مذہب پر مستند کتابیں لکھی ہیں، جن میں سے اکثر فقہ مالکی کی مشہور کتاب المدونۃ الکبریٰ کی شرح، استدراک اور نقد میں ہین،

ذیل میں صقلیہ کے فقہا، اور اون کی تالیفات بہ ترتیب طبقات پیش ہیں، یہ کتابیں فقہ کے مختلف شعبوں، فقہ، اصولِ فقہ، اور علم فرائض میں ہین،

دورِ اوّل

(تیسری چوتھی صدی ہجری)

اس دور مین سب سے پہلا نام قاضی اسدؒ بن فرات فاتحِ صقلیہ کا ہے،

قاضی اسد بن فرات | قاضی اسد کی کنیت ابو عبداللہ، باپ کا نام فرات اور دادا کا نام سنان تھا، وہ مزاحاً کہا کرتے تھے، میں اسد (شیر) ہون، جو وحشی جانورون میں سب سے بہتر ہے، میرے والد فرات ہیں، جو دریاؤن میں سب سے بہتر ہے، اور میرے دادا "سنان" (نیزے کی انی) تھے،

---

[1] مثلاً قاضی ابو عمرو محمد بن میمون کو ان کے شاگرد ابو العرب نے اپنی طبقات میں حنفی المذہب لکھا ہے، طبقات ابی العرب دریادگاری جلد ۲، ص ۹۹، دوسری طرف ابن فرحون نے بھی انکا تذکرہ مالکی المذہب ہونے کی حیثیت سے اپنی کتاب میں کیا ہے، (ص ۳۴۴) [2] قاضی اسد کا نام اس سے پہلے بار بار گذر چکا ہے مگر انکے سوانح حیات اس فصل کیلئے اٹھا رکھے گئے تھے، کہ ان کا اصل تعارف ایک فقیہ ہی کی حیثیت سے کرایا جاسکتا تھا

جو ہتھیاروں میں بہترین ہے،

ان کا خاندان بنو سلیم بن قیس کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا،

اسد کا آبائی وطن نیشاپور (خراسان) تھا، وہ ابھی ماں کے پیٹ ہی میں تھے، کہ ان کے والد ہجرت کرکے بمقام حران (دیار ابی بکر) آئے اور وہیں ۱۴۲ھ میں پیدا ہوئے آبائی پیشہ سپہ گری تھا، دو برس کے سن میں اپنے والد کے ساتھ ۱۴۴ھ میں محمد بن اشعث کی فوج کے ہمراہ افریقہ آئے، قیروان میں پانچ سال کی عمر تک رہے، پھر انکے والد نے تیونس میں قیام اختیار کیا، نو سال وہاں مقیم رہے،

۱۸ سال کی عمر میں تیونس کے ایک گاؤں میں قرآن مجید کی تعلیم ختم کی، ان دنوں ان کی والدہ نے ان کے متعلق خواب میں دیکھا، کہ ان کی پیٹھ پر گھاس اُگ آئی ہے، اور اُسے مویشی چر رہے ہیں، تعبیر دینے والوں نے بتایا کہ یہ لڑکا آگے چل کر علم و فضل کا مالک بنے گا، اور علم کے بھوکے اسکے خوانِ علم سے سیر ہوں گے،

تیونس میں تحصیل علم: اس کے بعد ان کے دینی علوم کی تکمیل کا وقت آیا، ان دنوں تیونس میں علی بن زیاد کی مسندِ درس بچھی ہوئی تھی، یہ بھی اسی کی طرف رجوع ہوئے، اور ان سے علم حدیث و فقہ کی تحصیل کی، موطا امام مالک پہلی مرتبہ ان سے پڑھی،

اسد امام مالک کے حلقۂ درس میں: پھر ۱۷۳ھ میں تکمیلِ علم کیلئے مشرق کی طرف روانہ ہوئے، اور مدینہ منورہ پہنچکر امام مالک کے حلقۂ درس میں شریک ہوگئے،

امام مالک کے درس کا طریقہ یہ تھا، کہ وہ موطا کے درس میں طلبہ کے سوالوں کے جوابات

سنہ سال ولادت ۱۴۴ھ اور ۱۴۵ھ بھی بیان کیا جاتا ہے، مگر متن کی روایت خود قاضی اسد کی زبان سے مروی ہے،

Marfat.com

دیتے، جنھیں تلامذہ لکھتے جاتے، عبداللہ بن وہب اور عبدالرحمٰن بن قاسم امام مالک کے ارشد تلامذہ میں تھے، اور ان کی حیثیت امام ابوحنیفہ کے اصحاب امام محمد وابو یوسف کی ایسی تھی، اور یہی دونوں ان کے جوابوں کو لکھتے تھے،

امام صاحب فطرۃً قیل وقال کو پسند نہیں کرتے تھے، اور سہل وسادہ طور پر محض روایات کی بنیاد پر جوابات دیتے تھے، اور اسکی وجہ سے تلامذہ اپنے طالبعلمانہ خدشات دلی کو پیش کرتے ہوئے جھجکتے تھے، جب اسد ان کی مجلس میں شریک ہوئے، تو ابن قاسم وغیرہ نے انکے ذریعہ سے اپنے خدشات مٹانے چاہے، انھیں سوال در سوال سکھاتے، اور اسد امام صاحب کے سامنے پیش کرتے، اور بالآخر امام صاحب نے انھیں بھی اس کی ممانعت کردی، پورا واقعہ اسد کی زبان سے یوں ادا ہوا ہے،:-

"مالکؒ کے اصحاب ابن قاسم وغیرہ مجھے سکھاتے، کہ فلاں مسئلہ کے متعلق ان سے دریافت کروں، چنانچہ جب ان سے سوال کرتا، تو وہ جواب دیدیتے، اسکے بعد میرے ساتھی مجھے پھر یوں سکھانے لگے، کہ اگر یہ ایسا ہے، تو یوں ایسا ہوگا، اور یہ یوں ہے، تو یہ یوں ہوگا اس پر میں اسی طریقہ سے سوالات کرنے لگا، ایک دن وہ مجھ سے تنگ آگئے، اور فرمانے لگے کہ سلسلہ پر سلسلہ چھیڑ رکھا ہے، اگر ایسا ہو تو یہ ایسا ہے، اور ایسا..... اگر تم یہ چاہتے ہو تو تمھارے لئے عراق کا راستہ ہے"

اس واقعہ کے بعد میں نے اپنے ساتھیوں سے کہدیا، کہ تم لوگ میرا سہارا پکڑتے ہو، آئندہ اس قسم کی حرکت نہ کرو، [1]

---

[1] اس واقعہ کو بعض دوسرے مورخین نے اس طرح نقل کیا ہے کہ اسد نے ایک دن امام مالک سے سوال کیا، انھوں نے جواب دیدیا، اسد نے دوبارہ پوچھا، امام صاحب نے دوبارہ جواب دیا، اور پھر سہ بارہ جواب بھی ملا، لیکن جب چوتھی مرتبہ

Marfat.com

موطا سبقاً سبقاً ان سے پڑھنے کے بعد انھوں نے کسی دوسری کتاب کے پڑھنے کا شوق ظاہر کیا، تو امام مالک نے فرمایا:۔

"وہی تمہارے لئے بھی کافی ہے، جو میں دوسروں کو دے رہا ہوں"

جب یہاں تعلیمی سلسلہ کی تکمیل ہوگئی، تو انھیں عراق جاکر فقہ حنفی کی تحصیل کا خیال پیدا ہوا، اور امام مالک سے رخصت ہونے کیلئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے خاص التفات سے انھیں رخصت فرمایا، اسد کا بیان ہے:

"میں اور حارث بن اسد قفصی اور غالب ابن نہدی امام مالک کی خدمت میں رخصت ہونے کیلئے حاضر ہوئے، میرے دونوں ساتھی مجھ سے پہلے باریاب ہوئے، اور امام مالک سے درخواست کی کہ ہمیں کچھ وصیت فرمائیے، انھوں نے ان دونوں کو وصیت کی، اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا کہ "میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے لئے تقوی، قرآن اور اس امت کی خیر خواہی کی وصیت کرتا ہوں"،

اس کے بعد جب ہم لوگ باہر نکلے، تو میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ "ای ابو عبداللہ! واللہ اونھوں نے تمھیں اپنی وصیت میں ہم لوگوں سے زیادہ عطا فرمایا"

راوی سلیمان کا بیان ہے، کہ امام مالک رخصت کرتے وقت اپنے تلامذہ کو صرف "تقوی اللہ" کی وصیت فرماتے تھے،

(بقیہ حاشیہ ص ۲۴۳) اس پر پھر کچھ پوچھا، تو امام مالک نے فرمایا کہ منذری! بس یہ تمہارے لیے کافی ہے، اگر تم (مزید) چاہتے ہو تو (مزید) پڑھا جاؤ، اس پر بعض مورخین نے لکھا ہے، کہ وہ اسی وجہ سے عراق چلے گئے، لیکن جیسا کہ اسد کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے، یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ جب یہاں درس کی تکمیل کرلی، تب عراق گئے، تاکہ فقہ حنفی کی تحصیل کریں،

Marfat.com

عراق میں تحصیل علم، اس کے بعد اسد مدینہ سے عراق روانہ ہوئے، یہاں امام اعظمؒ کے ارشد تلامذہ کی مسند درس بچھی ہوئی تھی، یہاں اگر امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن اور اسد بن عمرو[1] کے حلقوں میں شریک ہوئے، اور اون کے علاوہ چند دیگر ممتاز فقہا سے بھی فقہ کی تحصیل کی،

امام محمد کا التفات خاص امام محمد کی خدمت میں انھیں نمایاں اختصاص حاصل ہوا، ان کی اجازت سے ان کے عام درس میں شریک ہونے کے علاوہ شب کے وقت بھی اُن سے پڑھتے تھے، اور پھر ان کی غریب الوطنی معلوم ہوجانے پر مالی امداد بھی فرمائی، انھوں نے یہ واقعات خود سلیمان ابن سالم سے بیان کئے ہیں، فرماتے ہیں:-

"میں نے (امام) محمد بن حسن سے کہا کہ میں پردیسی ہوں، اور آپ سے فقہ وحدیث کا بہت کم سرمایہ جمع کرسکا ہوں، کیونکہ آپ کے تلامذہ کی تعداد زیادہ ہے، اسلئے میرے لئے کیا خاص عنایت ہوسکتی ہے،؟" اونھوں نے فرمایا عراقی طلبہ کیساتھ دن کے وقت درس میں شریک رہو، اور رات کا وقت صرف تمھارے لئے خاص کرتا ہوں، رات میرے ہی پاس گذارو، میں تمھیں حدیثیں سُنایا کرونگا"

چنانچہ میں شب کو امام محمد کے یہاں رہنے لگا، وہ خود کوٹھے پر رہتے تھے، اور میں نیچے کی منزل میں رہتا تھا، لیکن میری خاطر سے وہ نیچے ہی اُتر آتے، اور درس کیلئے اپنے سامنے

---

[1] ان شیوخ عراق میں صاحبین کے اسماء معلوم ومشہور ہیں، موخرالذکر اسد بن عمرو بھی امام اعظم کے ارشد تلامذہ میں تھے، ان کا امتیاز خاص یہ ہے، کہ انھی نے سب سے پہلے امام اعظمؒ کی کتابیں ان سے نقل کی ہیں، اون کے حالات الجواہر المضیہ جلد ۱ ص ۱۴۰، اور طبقات قطلوبغا ص ۲، ۱۲، ۵۰ میں ہیں،

Marfat.com

ایک پیالہ میں پانی رکھکر بیٹھ جاتے، جب پڑھتے پڑھتے رات زیادہ گذر جاتی، تو مجھے نیند آنے لگتی، وہ مجھے اونگھتے ہوئے دیکھکر ایک چلو پانی میرے منہ پر چھڑکتے، اور میں بیدار ہوجاتا، اون کا اور میرا یہی طریقہ بدستور جاری رہا، یہانتک کہ میں جسقدر ان سے پڑھنا چاہتا تھا، پڑھ لیا،

امام محمد کی شفقتون کے سلسلہ میں کہتے ہیں:۔

میں ایک دن محمد بن حسن کے حلقۂ درس میں بیٹھا تھا، ناگاہ سبیل لگانے والے کی آواز آئی، میں جلدی سے اٹھ کر گیا، اور پانی پی کر صفہ میں واپس چلا آیا، اس پر محمد نے مجھ سے پوچھا "مغربی" تم سبیل کا پانی پیتے ہو؟" میں نے عرض کیا "خدا آپ کو فلاح دے میں تو ابن سبیل ہون، درس ختم کرکے میں گھر چلا گیا، تو رات کے وقت کسی نے دروازہ پر آواز دی، دروازہ کھولا، تو معلوم ہوا، کہ امام محمد کا خادم ہے، اس نے مجھ سے کہا "آقا نے آپ کو سلام کہا ہے، اور آپ سے کہا ہے، کہ مجھے آج سے پہلے بالکل معلوم نہ تھا، کہ تم "ابن سبیل" ہو، اسلئے اس نفقہ کو لیلو اور اپنی ضرورتین پوری کرو"

اس کے بعد اوس نے ایک بھاری تھیلی، میری طرف بڑھائی، میں دل میں خوش ہوا، کہ اس میں دراہم کی کافی تعداد ہے، جب گھر میں آکر تھیلی کھولی تو دیکھتا ہون کہ اسمیں اسّی اشرفیان بھری ہوئی ہیں،"

امام مالک کی وفات، اور لوگوں کا اُن کے تلامذہ کی طرف مرجع

اسد عراق میں تحصیل علم میں مصروف تھے، کہ مدینہ سے امام مالک کی وفات کی خبر پہنچی، اور اسی وقت سے امام مالک کے تلامذہ لوگون کے مرجع بن گئے، جس میں اسد بھی تھے، خود اس واقعہ کو یون بیان کرتے ہیں:۔

Marfat.com

"ہملوگ ایک دن امام محمد کے حلقۂ درس میں بیٹھے تھے، کہ اچانک ایک شخص آیا، اور لوگوں کو پھاندتا ہوا امام محمد کے قریب پہنچا اور اُنسے کوئی خبر بیان کی، جس پر امام محمد بول اُٹھے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، ایک مصیبت ہے، کہ اس سے بڑھکر دوسری مصیبت نہیں، مالک بن انس کا انتقال ہوگیا، امیر المومنین فی الحدیث نے رفاقت پائی،

یہ خبر مسجد میں پھیلی پھر بجلی کی طرح سارے شہر میں دوڑ گئی، لوگ مالک بن انس کی وفات پر اظہارِ غم کے لئے جمع ہونے لگے، اور اس کے بعد یہ حال ہوگیا، کہ جب کوئی مالک بن انس کی حدیث روایت کرنے لگتا، تو ایک خلقت اسکے گرد امنڈ آتی اور بسکثرت جمع ہوجاتا کہ اسکے بند ہوجاتے

صاحبین کا اسد سے موطا کا درس لینا، اسی سلسلہ میں اسد سے بھی لوگوں نے امام مالک کی روایتیں لیں، اور پھر انھیں یہ قابلِ فخر اعزاز حاصل ہوا، کہ امام ابو یوسف نے اس تشنۂ علم کو سیراب کرنے کے بعد اس سے اس فیض کے حاصل کرنے کی خواہش کی، جو وہ مدینۃ العلم سے براہ راست حاصل کرلایا تھا، چنانچہ امام ابو یوسف نے اسد سے موطا امام مالک کا درس لیا،

پھر جب اسکی خبر امام محمد کو پہنچی تو فرمایا، ابو یوسف علم کی خوشبو سونگھ لیتے ہیں، اور اس کے بعد اسد سے موطا کے درس کی خود بھی خواہش کی، اور اس حیثیت سے اسد کی شخصیت اسلام کے دو اہم مذاہب کے اساطین اولین کے درمیان ایک سلسلۃ الذہب کی قرار پاتی ہے،

اسد نے مشرق میں فقہ مالکی و حنفی کی تکمیل کے علاوہ تعلیم حدیث پر بھی زور رکھی، امام محمد سے تحصیل حدیث کا ذکر اوپر گذرا، ان کے علاوہ شیوخ عراق میں سے یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ[1] کوفی، ابوبکر بن عیاش، ہشیم[2] بن بشیر، اور وکیع بن جراح وغیرہ سے تعلیم حدیث حاصل کیا، اور ان سے حدیثیں نقل کیں، ان میں سے صرف موخر الذکر ہشیم بن بشیر سے ۱۲ ہزار حدیثیں لکھیں،

[1] یہ حافظ حدیث تھے، زکریا بن زائدہ، ہاشم احول، اور داؤد بن ابی ہند وغیرہ سے روایتیں کی ہیں،

Marfat.com

وطن کی واپسی، اسد جب مشرق میں تحصیل علوم سے فارغ ہوئے، تو وطن کی واپسی کا خیال آیا، لیکن مصارفِ سفر کا کوئی سامان نہ تھا، اس لئے سخت پریشان تھے، آخر امام محمدؒ کے سامنے تذکرہ آیا، اونھوں نے فرمایا "تمھارا ذکر ولیعہد کے سامنے کرونگا، امید ہے، کہ تم بآسانی وطن پہنچ جاؤگے"

چنانچہ امام محمدؒ نے ولیعہد سے ان کا تذکرہ کیا، اور اس سے اسدؒ کے ملنے کی تاریخ مقرر ہوئی، جب اسد ولیعہد کے محل میں جانے لگے، تو امام محمدؒ نے اونھیں سمجھایا کہ تم ان لوگوں کے پاس جس رکھ رکھاؤ سے پیش آؤگے، ویسا ہی وہ بھی تم سے برتاؤ کرینگے، اگر تم اپنی خودداری قائم رکھکر ان سے ملوگے، تو وہ بھی تمھیں باعزت وخوددار سمجھیں گے"

اس کے بعد اسد ولی عہد[1] کے محل میں پہنچے، ایک خادم نے ان کا استقبال کیا، اور ایک جگہ بٹھا دیا، یہاں ان کے سامنے ڈھکا ہوا ایک خوان لایا گیا، اسد نے پوچھا "یہ جو کچھ لائے ہو تمھاری طرف سے ہے، یا تمھارے آقا کی جانب سے"؟ وہ بولا "آقا کے حکم سے لایا ہوں" اسد نے خوبصورتی سے جواب دیا،

تمھارا آقا کبھی اسے پسند نہیں کرسکتا، کہ اس کا مہمان اسکی شرکت کے بغیر کھانا کھائے صاحبزادے!

(بقیہ حاشیہ ص ۲۴۷) تلامذہ میں اسد کے علاوہ امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، ابن المدینی اور احمد بن منیع وغیرہ اکابر محدثین ہیں، عجلی، نسائی، ابن معین اور ابو حاتم وغیرہ نے توثیق کی ہے، ۱۸۳ھ میں وفات پائی، (خلاصہ تہذیب الکمال خزرجی، طبع مصر ۴۲۲) [2] ان کے شیوخ حدیث میں حصین بن عبد الرحمٰن، اور ابو حصین وغیرہ ہیں، اور تلامذہ میں ابن مبارک، ابن المدینی اور احمد وغیرہ اکابر محدثین نے توثیق کی ہے، سال ولادت ۱۰۳ھ و وفات ۱۸۳ھ ہے (خلاصہ تہذیب الکمال ص ۴۴۵) [1] یہ ہارون رشید کا زمانہ تھا، ولیعہد سے مراد غالباً شاہزادہ محمد (امین) ہے

یہ تمہارا ہی احسان ہے، مجھ پر بھی تمہاری مکافات واجب ہے، یہ کہکر جیب ٹٹولی، اس میں ان کا سارا سرمایہ صرف چالیس درہم تھا، اونھون نے اس کے صلہ میں بڑی فراخ حوصلگی سے چالیسو درہم اسکی طرف بڑھا دئے، اور خوان اٹھا لینے کا اشارہ کیا،

خادم اسد سے بے حد خوش ہوا، اور سارا واقعہ اپنے آقا سے جاکر کہہ سنایا، وہ سنکر محظوظ ہوا، اور اسد کو اندر طلب کیا، اسکے بعد اسد کہتے ہین،:-

"مین ولی عہد کی خدمت میں پہنچا، وہ ایک تخت پر جلوہ افروز تھا، اس کے سامنے ایک دوسرا تخت بچھا تھا، جس پر حاجب بیٹھا تھا، تیسرا تخت خالی تھا، اس پر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا، پھر مجھ سے مختلف گفتگو مین کرتا رہا، اور مین مناسب جوابات دیتا رہا، جب میری واپسی کا وقت آیا، تو ایک رقعہ لکھکر سربمہر لفافہ میں میرے حوالہ کیا، اور کہا کہ اسے صاحب دیوان کے یہان لیجاؤ، پھر مجھ سے دوبارہ ملنا، تمھیں انشاء اللہ یہان آنے سے مسرت ہوگی،"

اس لفافہ میں دس ہزار دئے جانے کی ہدایت تھی، جب یہ رقم وصول ہوگئی، تو اسد نے ولی عہد کے حکم کے مطابق اسکے یہان دوبارہ جانا چاہا، مگر امام محمد نے یہ کہکر منع فرمایا کہ "اگر اب ان لوگون کے پاس دوبارہ جاؤگے، تو وہ تمھیں اپنا ملازم تصور کرین گے،"

اسد نے دوبارہ ملنے کا خیال ترک کر دیا، اور رخت سفر باندھ لیا، اور اپنے شفیق استاد سے رخصت ہوکر مصر روانہ ہوگئے،

اسد نے امام محمد کے دل پر اپنی محنت، جفاکشی، اور تحصیل علم کے شوق کے گہرے نقوش چھوڑے تھے، وہ اون کے آنے کے بعد مجلسوں میں اون کی تعریف فرماتے تھے، صاحب معالم کہتا ہے،:-

Marfat.com

امام محمد مکہ معظمہ مین ان کی تعریف کرتے تھے، اور ان کے مناظرہ، طریق درس، اور علم حدیث کی توصیف وستایش فرماتے تھے"[1]

اسد مصر مین، مصر مین اسوقت عبداللہ بن وہب، اشہب، اور عبدالرحمن بن قاسم علم کے علمبردار تھے، اور یہ تینون امام مالک کے ایسے جلیل القدر تلامذہ تھے، جن کا احترام امام مالک کے تمام تلامذہ کرتے تھے، اسد باری باری ان کے حلقۂ درس مین شریک ہوئے، لیکن عبداللہ بن وہب اور اشہب سے بہت کم، اور جو خراللذکر سے تو ایسی سخت نوک جھونک ہوئی، کہ اگر عبداللہ بن عبدالحکیم وغیرہ بیچ بچاؤ نہ کرتے، تو بڑے نتائج پیدا ہوتے،

آخر مین عبدالرحمن بن قاسم کی طرف رجوع کیا، یہ اپنے علم وفضل، زہد وورع اور کبر سنی کی وجہ سے بڑے احترام کی نظر سے دیکھے جاتے، عبادت ریاضت کا یہ حال تھا، کہ دن رات مین تین قنطار پڑھتے، اور گھنٹون نماز پر کھڑے رہتے تھے،

فقہ مین روایۃ رائے اور قیاس سب پر یکسان نظر رکھتے تھے، اور انکی یہی جامعیت اسد کے لئے باعث کشش تھی، ایک دن انھون نے جوش عقیدت مین ان کے متعلق مسجد مین بآواز بلند کہا،

"حضرات: اگر مالک بن انس کا انتقال ہوچکا ہے، تو یہ دوسرا امام مالک ہمارے درمیان موجود ہے"

یہ کہتے ہوئے ابن قاسم کی طرف اشارہ کیا، اور پھر الزام سے روزانہ ان کی خدمت مین حاضر ہونے لگا،

---

[1] امام محمد اور اسد کے یہ واقعات مختلف روایات وبیانات سامنے رکھ کر اس مرتب صورت مین پیش کئے گئے ہین،

Marfat.com

اسدیہ کی تدوین، اس کے بعد اسد کا یہ دستور ہوگیا، کہ وہ ابن قاسم سے روزانہ فقہی مسائل پر سوالات کرتے، وہ جوابات دیتے، اسد سوال و جواب دونوں کو بہ ترتیب لکھتے جاتے، ابن قاسم اپنے جوابوں میں امام مالک کے فتاوی بیان کرتے، اور ان پر احادیث سے استدلال لاتے، اور قیاس و رائے سے ان جوابوں کی صحت کو ثبوت بہم پہنچاتے، یہانتک کہ انھوں نے اون جوابوں کے املا کرانے میں روزانہ کے تین ختموں کے معمول میں سے ایک ختم کو ترک کر دیا،

اس طرح یہ سوال و جواب ساٹھ جزوں میں مدون ہوگئے، اور یہی کتاب دنیا میں فقہ مالکی کی سب سے پہلی کتاب تھی، اسد نے اس مجموعہ کو اپنے نام پر "الاسدیہ" سے موسوم کیا،

اسدیہ پر پہلا حملہ اور اس کی پہلی نقل، الاسدیہ کی ترتیب کے بعد انھیں افریقہ کی واپسی کا خیال آیا، اس اثنار میں الاسدیہ کی شہرت پھیل چکی تھی، ابن معمر نے اسد سے اس کا ایک نسخہ حاصل کرنا چاہا، اسد نے اون کے دینے سے انکار کیا، اور یہ خبر قاضی تک پہنچی، اسد کا دعوی تھا، کہ اون کی نقل ان کے حوالہ سے نہ کی جائے، لیکن اہل مصر اس پر آمادہ نہ تھے، تھوڑے سے رد و کد کے بعد قاضی نے اسکی نقل اسد سے دلوادی،

اسدیہ کی دوسری نقل ابن قاسم کیلئے، جب اسد مصر سے روانہ ہونے لگے، تو ابن قاسم نے کچھ سامان ان کے حوالہ کیا، کہ اسے افریقہ میں فروخت کر کے اسکی قیمت سے کاغذ خریدا جائے، اور اسدیہ کی ایک نقل اون کے پاس بھیج دیجائے، چنانچہ افریقہ پہنچکر اونھوں نے اسکی ایک نقل بھیجدی،

اسد کا ورود افریقہ اور تلامذہ کی کثرت، اسد ۱۸۴ھ میں مصر سے قیروان واپس آئے، اور یہاں پہنچتے ہی مخلوق کا ہجوم ان کی طرف امنڈ آیا، اور انھوں نے مالک کی موطا، اور الاسدیہ کا درس جاری کر دیا، امام مالک سے بہ یک واسطہ احادیث لینے اور الاسدیہ کی روایت اور سماع کیلئے افریقہ و مغرب کے جلیل القدر علما رفتہ رفتہ اسد کے حلقہ درس میں شامل ہوگئے، اور چند ہی دنوں میں اکثی اسدیہ

Marfat.com

کی روایت جسے المدونہ بھی عرف عام میں کہنے لگے تھے، سارے افریقہ ومغرب میں پھیل گئی،

اسدیہ کی تیسری نقل موسومہ المدونۃ الکبری اور امام سحنون واسد میں علمی چشمک

جب الاسدیہ شہرۂ آفاق حیثیت حاصل کرکے خاص وعام میں مقبولیت کی نگاہ سے دیکھی گئی، تو اہل علم نے خصوصیت کیساتھ اس پر توجہ کی، اور اسکی نقل کا اہتمام کیا، اسد کے حلقۂ درس میں دو جلیل القدر علما سحنون اور محمد ابن رشید بھی شریک تھے، ان دونوں نے اسد کی لاعلمی میں اسکی نقل تیار کرنی شروع کی،

لیکن اس زمانہ میں اہل علم کے درمیان کتابوں کے نسخوں کو بڑی اہمیت حاصل تھی، تلامذہ کا فرض تھا، کہ استاد کی اجازت کے بغیر اسکی نقل نہ لیں، اور دراصل وہ نسخے جو استاد کی تصدیق کے بغیر ہوتے، معتبر بھی نہ سمجھے جاتے تھے، لیکن اسکے باوجود ان دونوں نے اسکی نقل حاصل کرنی شروع کی، اسلئے جب اسد کو اس کا حال معلوم ہوا، تو انھیں سخت ناگوار گذرا، اب وہ لوگوں کو نسخہ کی جزئی نقل دینے میں بھی احتیاط برتنے لگے، مگر اسوقت تک سحنون کا نسخہ قریب قریب مکمل ہوچکا تھا صرف ایک باب کتاب القسم کی نقل باقی رہ گئی تھی،

سحنون اس کی نقل حاصل کرنے کی کوششوں میں لگے رہے، چنانچہ ایک دن ایک شخص جزیرہ سے اسد کے پاس آیا، اور ان سے کتاب القسم کی نقل چاہی، انھیں شبہہ ہوا کہ کہیں یہ سحنون کا فرستادہ نہ ہو، اس لئے اوسے نقل دینے سے انکار کردیا، بالآخر اوس نے حلف اوٹھایا، کہ وہ اس کی نقل سحنون کو نہ دیگا، اوس پر اسد نے کتاب القسم اوس کے حوالہ کردی، اور اوس نے نقل حاصل کرلی،

وہ شخص واقعی سحنون کا فرستادہ تھا، اُن کی خدمت میں واپس جاکر کہا،

"ابوسعید! یہ لو، مگر یہ نقل مجھے بغیر حلف اوٹھائے نہ مل سکی، اب مجھے اپنی قسم کا کفارہ ادا کرنا ہے"

Marfat.com

اس طریقہ سے الاسدیہ کی نقل سحنون کے پاس مکمل تیار ہوگئی، مگر اسد کو اس کی خبر نہیں ہوئی

چند دنوں کے بعد سحنون نے مصر کا قصد کیا، روانگی کے وقت افریقہ کے اہل علم اون کی مشایعت کے لئے نکلے، ان میں اسد بھی موجود تھے، اسد نے در پردہ یہ دریافت کرنے کیلئے کہ الاسدیہ کی نقل مکمل ہوگئی، یا نہیں، اُن سے کہا:-

"اگر تمھارے پاس یہ مدونہ ہوتی، تو تم اُسے ابن قاسم سے سُن لیتے"؟

سحنون نے سنجیدگی سے جواب دیا:-

"وہ میرے سامان میں موجود ہے"

اسد یہ سن کر خاموش ہوگئے، اسکے بعد معلوم ہوا کہ سحنون کے مصر کے سفر کی اصل غرض ابن قاسم سے الاسدیہ کی روایت و سماع ہی ہے،

چنانچہ وہ مصر میں ابن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اونھوں نے سب سے پہلے اسد کی خیریت پوچھی، سحنون نے کہا "تمام ممالک میں ان کا علم پھیل گیا ہے" ابن قاسم یہ سُن کر بہت خوش ہوے،

اس کے بعد سحنون نے ابن قاسم سے الاسدیہ کی روایت اس طریقہ سے یعنی شروع کی کہ اسد کے مرتب کئے ہوئے سوالات سحنون پڑھتے، اور ابن قاسم نے جو جوابات اسدیہ میں لکھائے تھے، انھیں وہ پڑھتے اس طریقہ سے پوری اسدیہ تمام کی،

اس قرأت میں ابن قاسم نے اسدیہ کے جوابوں میں کہیں کہیں ترمیم بھی کر دی تھی، اور بعض فتووں سے رجوع کر لیا تھا، جب سحنون مصر سے رخصت ہونے لگے، تو ابن قاسم نے اسد کے نام ایک خط لکھا، کہ "تمھارے مدونہ کے جوابوں میں کہیں کہیں ترمیم ہوگئی ہے، اپنے نسخہ کو سحنون کے نسخہ سے ملا کر تصحیح کر لو"

Marfat.com

اگرچہ اس زمانہ میں بہ ظاہر یہ معمولی بات معلوم ہوتی ہے، کہ ایک نسخہ سے دوسرے نسخہ کی تصحیح کر لیجائے، مگر اُس زمانہ میں کتابوں کے نسخوں کے لئے جو اہتمام کیا جاتا تھا، اور راویوں کی مختلف حیثیات کے لحاظ سے ان میں جو فرق مراتب قائم ہوتا تھا، اس لحاظ سے اسد کیلئے یہ بڑی آزمائش کا وقت تھا، لیکن وہ بڑی فراخ دلی سے سحنون کے نسخہ سے مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گئے، مگر دوسری طرف اون کے تلامذہ کی جماعت تھی، اسد نے اُن سے بھی تذکرہ کیا، ان لوگوں نے اس میں اپنے استاذ کی توہین محسوس کی، کہ وہ امام مالک سے شرف تلمذ رکھنے کے باوجود سحنون کی شاگردی میں داخل ہوں، کیونکہ سحنون کے نسخہ سے مقابلہ کر لینے کے بعد اون زمانہ کے درس و تدریس کے قواعد کے مطابق اسد سحنون کی شاگردی میں داخل ہو جاتے،

چنانچہ ان لوگوں نے اسد کو آمادہ کر لیا، کہ وہ ابن قاسم کے پیام کو قبول کرنے سے انکار کر دیں اور اسد نے اس فیصلہ کا اعلان کر دیا،

لیکن افسوس ہے کہ اسد کا یہ فیصلہ اسدیہ کے حق میں اچھا نہیں ہوا، سحنون نے مصر سے واپس آکر بڑی شان و شوکت سے اپنی مسند درس بچھائی، سارے مغربہ میں ابن قاسم کے مکتوب کی شہرت ہو چکی تھی، لوگ جوق در جوق سحنون کے پاس آئے اور اون کی ترمیم شدہ اسدیہ کی روایت اون سے لی، جس سے اسد کا نسخہ روز بروز زوال پذیر ہوتا گیا، اور سحنون کی مدونہ کو اعتبار حاصل ہوتا گیا، یہاں تک کہ سحنون کی "مدونہ" کا لقب حاصل ہوا، اور ان کے نسخہ کی بدولت انکا نام اسد کے نام پر غالب آگیا،

اگرچہ موجودہ زمانہ میں سحنون کے نسخہ سے مقابلہ کرنے سے اسد کا گریز کرنا پسندیدہ نہ سمجھا جائے، مگر اُس زمانہ میں نسخوں کی برتری اور پختگی، اور روایتوں میں راویوں کے تفقہ و سماع کے جو اعتبارات قائم تھے، انھیں نظر رکھتے ہوئے، اسد کا طرز عمل شاید قابل الزام نہ سمجھا جائے، اور

Marfat.com

دراصل اوس میں صحیح رائے اوسی زمانہ کے اہل علم قائم کرسکتے تھے، چنانچہ شیخ ابو الفاضل ابو القاسم بن احمد برزلی رحمہ اللہ اسد کے اس طرز عمل کے متعلق یوں اظہار رائے فرماتے ہیں:-

"درست وہی ہے، جو اسد نے کیا، کیونکہ انھوں نے ابن قاسم سے اپنے سوالوں کے جواب بالمشافہ حاصل کئے تھے، خط کے ذریعہ سے سماع کی مقبولیت کا مسئلہ اہل علم کے درمیان مختلف فیہ ہے، اس لئے کسی ایسی چیز کو جو متفق علیہ ہو کسی ایسی چیز کی خاطر نہیں چھوڑ سکتے جو مختلف فیہ ہے"

یعنی ابن قاسم کے اس خط کی بنیاد پر جسے سحنون مصر سے لائے تھے، اسد کے اپنے نسخہ میں جو بالمشافہ سنا ہوا تھا، ترمیم واصلاح کرنے سے وہ متفق علیہ نسخہ مختلف فیہ بن جاتا،

اسد کے لئے اسوقت بہتر مشکل یہ تھی کہ وہ خود مصر کا سفر کرتے، اور ابن قاسم کے سامنے اپنے نسخہ کو دہرا لیتے، مگر ان کے مکتوب کے رد کر دینے کے بعد شاید استاذ و تلمیذ میں ایسی صفائی باقی نہ رہ گئی ہو کہ وہ مصر کا سفر کرتے، البتہ اس کا امکان اس کے رد کر دینے سے پہلے ہی تھا، تاہم ان تمام حالات کے باوجود اسد ساری عمر ابن قاسم کا نام عزت واحترام سے لیتے رہے، اگرچہ یہ روایت بھی مشہور ہو چکی تھی، کہ جب ابن قاسم کی اسد کے انکار کی خبر ملی، تو اونھوں نے اسد یہ کے غیر مقبول ہونے کی بد دعا کی، اور شہرت تھی کہ ان کی دعا باب اجابت تک پہنچی،

مگر اسد نے کبھی استاذ کے ادب واحترام میں کمی نہیں کی، اسی زمانہ میں جب یہ مسئلہ چھڑا ہوا تھا، فقیہ معمر اُن کی خدمت میں پہنچے، اور انھیں روتے ہوئے پایا، معمر نے وجہ پوچھی، تو انھوں نے کہا نہیں کوئی مصیبت نہیں لیکن میرے پاس ابن قاسم کا خط آیا ہے، وہ مجھے حکم دیتے ہیں کہ میں اپنی کتاب سحنون کی کتاب پر دُہرالوں، حالانکہ سحنون کی میں نے تربیت کی ہے"

اس پر معمر نے اسد سے ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے اون کی تعریف کی، اور ابن قاسم کے خط

Marfat.com

لکھنے پر نکتہ چینی شروع کی، تو اسد فوراً بولے، "ایسا نہ کرو، اگر تم ابن قاسم کو دیکھتے، تو تمہارے لئے یہ کہنا دشوار ہوتا"

اسی طرح اسد کے عہدۂ قضار کے زمانہ مین کسی فقیہ نے ابن قاسم کی تنقیص کی، اور اونکی روایت حدیث پر جرح کی جب اسد کو خبر ملی تو انھوں نے اسکی تفتیش کرکے اوس فقیہ کو سنگین سزا دی، اور انھیں بُری طرح پٹوایا،

الغرض اسدیہ کی تیسری نقل یہی "المدونۃ الکبریٰ" ہے، صرف ان دونوں میں چند مسائل کا فرق ہے، اور اوس وقت سے دور حاضر تک یہی کتاب فقہ مالکی کی سب سے بڑی اور مستند کتاب سمجھی جاتی ہے، اس لئے درحقیقت اسد کے ہاتھوں فقہ مالکی کی عظیم الشان خدمت انجام پائی،

المدونہ پہلی مرتبہ ۱۳۲۴ھ مین مطبع خیریہ مصر سے چار جلدوں میں شائع ہوئی، اگرچہ اس مطبوعہ نسخہ میں الاسدیہ کا کوئی ذکر نہیں ہے، کیونکہ سحنون کے مصر جانے کے بعد ضابطہ کے لحاظ سے اوس کی تملیک کا حق سحنون کو بھی حاصل ہو چکا تھا، لیکن اہل علم اس حقیقت سے آشنا ہین کہ یہ اصل کمائی اسد ہی کی ہے، اور امام سحنون نے بھی بخوبی اس کا اعتراف کیا ہے، چنانچہ ابن فرحون نے اپنی دیباج میں اسد کے ترجمہ میں امام سحنون کے وہ کلمات درج کئے ہین، جو انھون نے المدونہ کے متعلق ظاہر کئے تھے، اور اوس نے المدونہ کے تمام شروح وحواشی اور ملخصات وغیرہ کو اسد کے ترجمہ میں الاسدیہ ہی کی طرف منسوب کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:-

"سحنون کا قول ہے کہ تمھیں اس مدونہ کو اپنے لئے لازم کر لینا چاہیے، وہ ایک صالح شخص (ابن قاسم) کا کلام ہے، اور ایک صالح شخص (اسد) کی روایت ہے، اور سحنون کہا کرتے تھے، کہ "یہ مدونہ علم میں وہی درجہ رکھتی ہے، جو نماز میں ام القرآن کا ہے، نماز

Marfat.com

میں اس کے علاوہ دوسری صورتین پڑھنے کی اجازت ہے لیکن اسکے بغیر کوئی نماز جائز نہین ہوتی"، (اس لئے گویا علم کی تکمیل مدونہ کے بغیر ممکن نہیں، مدونہ کے ساتھ دوسری کتابیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں")

پھر ابن فرحون اسدیہ کے متعلق مزیدیون لکھتا ہے:-

"لوگون نے اس میں اپنی خوب طبع آزمائیان کی ہیں، شرحین لکھی ہیں، اور اوس کی توضیحیں کی ہیں، ایسا کوئی شخص نہیں ہے، جس نے اس مدونہ پر بھروسہ نہ کیا ہو، اور اس کا درس نہ لیا ہو، اور پھر وہ اسد کے زہد وتقوی کا قائل نہ ہوا ہو"

اسد کا مذہب فقہ میں، الاسدیہ سے متعلق اس واقعہ کے بعد اسد نے اپنے فتوون میں دوسری روش اختیار کی یعنی بعض مسائل خصوصًا معاملات مین وہ فقہ حنفی کے مطابق فتوی دینے لگے، پھر عہدۂ قضا پر مامور ہونے کے بعد تو تقریبًا تمام معاملات کے فیصلے فقہ حنفی کے روسے کرتے تھے کیونکہ ایک طرف اون کے نسخہ کے مسائل امام سحنون کے نسخہ سے مقابلہ نہ کرنے کے باعث کلیتہً مشتبہ ہوگئے تھے، اسکے علاوہ مسائل معاملات مین جسقدر جزئیات دولتِ عباسیہ کی سرپرستی کی وجہ سے فقہ حنفی مین منضبط ہوگئے تھے، وہ الاسدیہ مین موجود نہ تھے، چنانچہ ابوالقاسم زیادبن یونس سیوری کا بیان ہے:-

(اسد نے) ابن قاسم کے خط کو قبول نہین کیا، اور اپنی کتاب موسومہ الاسدیہ پر اعتماد کئے رہے پھر اہل عراق (احناف) کے مذہب کی اشاعت کرنے لگے" (معالم جلد۲ ص۱۰)

اس طریقہ سے اسد افریقہ میں فقہ حنفی کے سب سے بڑے علمبردار بن گئے، اور یہ قدرۃً مالکیون کو ناگوار گذرا، اور انکے خلاف مختلف افواہیں پھیلائین جنمیں ایک یہ بھی تھی، کہ انھیں امام مالک سے شرف تلمذ حاصل نہیں ہوا، اس کا اندازہ مقدسی (۳۷۵ھ) صاحب احسن التقاسیم کی ایک روایت سے ہوتا ہے

Marfat.com

جسے اوس نے کسی افریقی سے سنکر اپنی کتاب میں جگہ دی ہے، وہ لکھتا ہے،،۔

"میں نے (بعض اہلِ افریقہ سے) سوال کیا، کہ تمھارے یہان امام ابوحنیفہ کا مذہب کیونکر پہنچا، حالانکہ وہ تمھارے راستہ میں نہیں ہے، توانھون نے جواب دیا کہ

۱۔ ہمارے یہان سے وہب بن وہب مالک کے یہان سے فقہ و دیگر علوم مین ماہر ہوکر واپس آئے، تو اسد بن عبداللہ (؟) پر اون کی جلالت شان اور کبر نفس کی وجہ سے یہ شاق گذرا کہ وہ وہب کے سامنے درس کے لئے زانوے ادب تہ کریں، اسلئے اونھون نے براہ راست امام مالک کی طرف رُخ کیا، لیکن وہ اُس زمانہ میں بیمار تھے جب انھین وہان ٹھہرے ہوے کچھ زمانہ گذر گیا: اور امام مالک صاحب فراش رہے، تو اونھون نے اسد سے فرمایا کہ "تم وہب کے پاس چلے جاؤ، مین نے لوگون کو سفر کی تکلیفون سے بچانے کیلئے انھیں اپنا تمام علم ودیعت کردیا ہے"

امام مالک کا یہ ارشاد اسد پر اور زیادہ گران گذرا، وہ امام مالک سے مایوس ہوکر کسی ایسے شخص کی جستجو میں لگے، جو علمی وقار میں اون کے ہم پلہ ہو، لوگون نے امام محمد صاحبِ ابی حنیفہ کا نام بتایا،

۲۔ چنانچہ وہ امام محمد کی خدمت مین حاضر ہوئے، اونھوں نے اون کا خیر مقدم کیا، اور بڑی توجہ سے پیش آئے، اور اون کی ذہانت، ذکاوت اور تحصیل علم کے شوق سے متاثر ہوکر بڑی جانفشانی سے علم فقہ پڑھایا،

۳۔ جب اسد کی علمی استعداد قابلِ اطمینان ہوگئی، تو امام محمد نے انھیں حنفی مذہب کا علمبردار بناکر مغرب کی طرف بھیجا، جہان پہنچکر انھون نے درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا، اور مغرب میں فقہ حنفی کے لئے بہت عمدہ زمین تیار کردی، لوگ فروعات میں اون کی نکتہ رس نگاہ

دیکھکر حیرت کرتے، اور وہ ایسے دقیق مسائل بیان کرتے، جنھیں لوگون نے کبھی سُنا نہ تھا، تلامذہ کی بڑی جماعت حلقہ بگوش ہوگئی، اور انھی تلامذہ نے مغرب کے گوشہ گوشہ میں پہنچکر اس مذہب کی ایسی ترویج کی، کہ وہ مغرب کے تمام افق پر چھاگیا،"

یہ کسی مالکی افریقی کا بیان ہے، اس مین اسد کے مدینہ اور عراق کے سفر کے متعلق جو باتیں ہین، وہ قطعی بے اصل ہیں، اس کے صحیح حالات اس سے پہلے مستند روایتون سے گذر چکے ہیں، پھر وہب ابن وہب کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ امام مالک کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے، اور نہ وہب تو اسد کے مدینہ کے قیام کے زمانہ میں وہیں موجود تھے، اس روایت میں امام مالک سے موطا پڑھنے سے بھی انکار کیا گیا ہے، حالانکہ ان روایتون کے علاوہ جو اوپر گذریں، قاضی عیاض نے بھی اس فہرست مین اسد کا نام رکھا ہے، جنھون نے امام مالک سے موطا پڑھی تھی،

دوسرے پارہ (پیرے) میں راوی کا جو بیان درج ہے، اسمیں یہ واقعہ صحیح نہیں کہ امام محمدؒ نے انھیں مذہب حنفی کا علمبردار بنا کر افریقیہ بھیجا، اگر ایسا ہوتا تو وہ مصر میں ٹھہر کر عبدالرحمن بن قاسم سے الاسدیہ مرتب نہ کرتے،

اسی قسم کی روایتوں کی بنیاد پر یہ شہرت بھی دیگئی، کہ اسد نے اس واقعہ کے بعد مالکی مذہب ترک کرکے حنفی مذہب قبول کرلیا، لیکن جہان تک روایت و قیاسات سے دیکھا جا سکتا ہے، اس کی تائید نہیں ہوتی، اسد کے مذہب کے متعلق سب سے بہتر روایت جعفر القصری کی ہے، وہ لکھتا ہے:-

کان اسد امام العراقیین	اسد قیروان مین احناف کے امام تھے،
بالقیروان، کافة مشهورا	علم وفضل اور دینداری میں شہرت تامہ
بالفضل والدین ودینه و	رکھتے تھے، اور انھون کا دین ومذہب
مذهبه السنة	"سنت" تھا،

Marfat.com

اس بیان کا آخری فقرہ "دینہ ومذھبہ السنۃ" سے یہ اندازہ ہوتا ہے، کہ وہ اپنی وسعت نظر اور اجتہاد کیساتھ سنت پر عمل کرتے تھے، اور جہان تک افتاء کا تعلق تھا، وہ فقہ حنفی کے مطابق دیتے تھے، تاہم اہل علم نے انھین ہر دور مین مالکی مذہب کا پیرو سمجھا، چنانچہ مالکی مذہب کے فقہار کے حالات مین طبقات کی جو کتابین مختلف زبانون میں لکھی گئین، ان مین مالکی فقیہ کی حیثیت سے اسد کا نام موجود ہے، برخلاف اس کے فقہاے احناف کے طبقات کی کتابون الجواہر المضیہ وغیرہ مین اسد کا نام موجود نہیں، اوران کے درس مین مالکی مذہب کے طلبہ بھی بکثرت موجود رہتے تھے،

اسد قاضی القضاۃ کے عہدہ پر، جس زمانہ میں اسد افریقیہ واپس آئے، قیروان کے عہدۂ قضار پر جسے عہدۂ قاضی القضاۃ کہنا چاہیے عبد اللہ بن غانم فائز تھے، وہ اسد کے قدردان اور اون کے علم وفضل کے معترف تھے، جب تک زندہ رہے مسائل ومعاملات میں ان سے مشورہ لیتے رہے، (معالم جلد۲ ص۱۱)

ان کی وفات کے بعد ۱۹۱ھ میں ایک دوسرے اہل علم ابو محرز اس عہدہ پر سرفراز کئے گئے، پھر افریقیہ کے شیوخ وعلمار نے اسد کو اس ممتاز عہدہ پر سرفراز کرانا چاہا، چنانچہ علی بن حمید نے زیادۃ اللہ کے سامنے اسد کی علمی مرتبت فضل وکمال اور شہرت کا تذکرہ کرکے اس خواہش کا اظہار بھی کیا، لیکن ابو محرز کو دولت اغلبیہ کے بانی ابراہیم بن اغلب نے اس عہدہ پر مقرر کیا تھا اسلئے زیادۃ اللہ نے انھیں معزول کرنا مناسب نہ سمجھا، اوراو سکی یہ دوسری شکل اختیار کی، کہ اسد کو ۲۰۳ھ میں اس عہدہ میں مساوی حیثیت سے ابو محرز کا شریک بنا دیا،

یہ اسلامی حکومت میں پہلی مثال تھی کہ ایک ہی عہدہ پر ایک ہی حیثیت اور اختیار کیساتھ دو شخص مامور کئے جائین،

اسد کا یہ تقرر ابو محرز کو قدرۃً ناگوار گذرا، علاوہ ازین ان دونون میں کسی قدر علمی چشمک

موجود تھی، اب وہ معاصرانہ چشمک پہلے سے زیادہ تیز ہوگئی، اور باہمی مسابقت کے جذبات پیدا ہوگئے اور کبھی کبھی مناظرہ ومجادلہ تک نوبت پہنچ جاتی، ان دونوں کی چشمکوں کے ایک سے زیادہ واقعات صاحبِ معالم وغیرہ نے تفصیل سے لکھے ہیں، اور دونوں کے علم وفضل کا موازنہ کیا ہے، صاحبِ معالم کی رائے ہے،:-

"اسد، ابو محرز سے علم وفضل میں زیادہ تھے، اور انھیں فقہ پر بھی زیادہ عبور حاصل تھا، اور ابو محرز اگرچہ اسد سے علم وفقہ میں کم پایہ تھے، مگر بعض اوقات (مسائل کے جواب میں) حق انکے ساتھ رہتا تھا"

اس کے بعد ۲۰۹ھ میں منصور طنبدی نے زیادۃ اللہ کے خلاف خروج کیا، اور دار السلطنت قیروان پر قابض ہوگیا، منصور کے مستولی ہونے کے بعد قاضی ابو محرز اور قاضی اسد دونوں اس کے پاس پہنچے، اسکی مجلس میں سلطنت کے اعیان اور فوج کے ممتاز قائدین موجود تھے، منصور نے ان کے عہدۂ قضا کی مناسبت سے ان دونوں کے سامنے زیادۃ اللہ کے مظالم بیان کئے، اور دونوں کی رائے طلب کی، ابو محرز نے موقع ومحل سے خائف ہوکر اس کے بیان کی تائید کردی، لیکن قاضی اسد نے صاف گوئی سے کام لیا، اور نہ صرف یہ کہ منصور کے بیان کی تردید کی، بلکہ اُسے ظالم ٹھہرایا، یہ سنکر ایک فوجی افسر تلوار سونت کر اسد کے سر پر کھڑا ہوگیا، مگر معاملہ فوراً رفع دفع ہوگیا، اسکے بعد یہ دونوں لوٹ آئے، اور خائف رہے کہ پھر کوئی ناگوار صورت پیش نہ آجائے،

زیادۃ اللہ نے ۲۱۱ھ میں منصور پر غلبہ حاصل کرلیا، اور قیروان پر قابض ہوگیا، منصور کے روبرو ابو محرز اور قاضی اسد کی جو گفتگو ہوئی تھی، وہ امیر زیادۃ اللہ کے کانوں تک پہنچ چکی تھی، اسی بنا پر زیادۃ اللہ نے دوبارہ اقتدار حاصل کرنے کے بعد ابو محرز کو عہدۂ قضا سے معزول کردیا، اور قاضی اسد اپنے عہدہ پر فائز رہے، اب وہ افریقہ کے تنہا قاضی القضاۃ تھے،

Marfat.com

افریقہ کے اعیان و علماء قاضی اسد کے عہدۂ قضاء کا احترام اور لحاظ اوس کے شایانِ شان کرتے تھے، ایک مرتبہ قاضی اسد نے یہان کے چند معزز اہلِ علم سحنون بن سعید، عون بن یوسف اور ابن رشید کو اپنی مجلس میں طلب کیا، اور کسی مسئلہ مین اون کی راے دریافت کی، سحنون کے ساتھیون نے جواب دینے میں بہ عجلت پیشقدمی کی، لیکن سحنون خاموش رہے، باہر نکل کر انکے ساتھیون نے امام سحنون سے وجہ پوچھی، تو اونھون نے کہا:-

"مجھے خوف ہوا کہ ہم ان کی خدمت میں اس حال میں پہنچے تھے، کہ باہم دوست تھے، اور ان کے پاس سے نکلتے، تو ایک دوسرے کے دشمن ہوتے"

پھر جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے، ۲۱۲ھ مین قاضی اسد کی رائے کے مطابق صقلیہ کے دار الاسلام بنانے کا فیصلہ کیا گیا، اور وہی اس امرِ مہم کے سرانجام دینے کیلئے منتخب کیے گئے، اور جیسا کہ جلد اول میں بہ تفصیل گذر چکا ہے، کہ انھوں نے صقلیہ میں اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈال کر ۲۱۳ھ میں ایک معرکہ میں جامِ شہادت نوش کیا، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ابو یحییٰ احمد بن محمد بن قادم

ابو یحییٰ احمد بن محمد بن قادم قاضی اسد کے ہمراہ صقلیہ آئے تھے، انھون نے علوم کی تحصیل افریقہ کے مشہور فقہاء قاضی اسد بن فرات اور یحییٰ بن سلام سے کی تھی، خصوصاً اسد کے ارشد تلامذہ و اصحاب میں تھے۔

اسد کے مانند فقہ مالکی و حنفی دونوں پر عبور رکھتے تھے، صاحب معالم کا بیان ہے:-

---

سلہ قاضی اسد کے سوانح حیات کی تفصیل کیلئے دیکھو معالم الایمان جلد ۲ ص ۲ تا ۱۳ (ترجمہ اسد) و ص ۲۰ تا ۲۲، (ترجمہ ابو محرز) و دیباج المذہب ابن فرحون ص ۹۰، احسن التقاسیم مقدسی ص ۲۳۰، البیان المغرب (ترجمہ اردو) ۲۵، ریاض النفوس دراماری ص ۱۰۰، اسکملۃ السیرا دراماری ص ۲۳۰، مدارک قاضی عیاض دریادگاری جلد ۱ ص ۲۴۲ مختصر مدارک دریادگاری جلد ۱ ص ۲۴۵، والتعلیق المجد علی موطا محمد۔

Marfat.com

"مذہب اہل عراق (احناف) اور مذہب اہل مدینہ (مالکیہ) کے حافظ تھے"

صقلیہ میں قاضی اسد کیساتھ لڑائیون مین دوش بدوش شریک رہے لیکن لڑائیون کی سختیون سے گھبرا اوٹھے، اور عین ایسے موقع پر جب سرقوسہ میں سخت مقابلہ درپیش تھا، اور مسلمان محاصر ہونے کے باوجود مشکلات میں مبتلا ہوگئے تھے، وہ نے افریقیہ کی واپسی کا قصد کیا اور ایک جماعت کو اپنا ہمنوا بناکر قاضی اسد کے سامنے اسلامی لشکر کو صقلیہ سے واپس بیجانے کے لئے نامناسب اور درشت لب و لہجہ مین تحریک پیش کی، اور قریب تھا کہ سخت فتنہ اوٹھ کھڑا ہوتا، اس موقع پر قاضی اسد نے اپنے علمی رشتہ مودت و رابطہ اتحاد کے باوجود ان کے ساتھ ایک فوجی جنرل کی حیثیت سے برتاؤ کیا اور انھیں ان کے جرم کی پاداش میں کوڑے لگانے کا حکم دیدیا، اس کیساتھ انھون نے ان کے علمی وقار و مرتبت کا بھی لحاظ رکھا اور تصریح کردی کہ آہستہ آہستہ صرف تین چار تازیانے عبرت کے لئے لگا دئے جائیں قاضی اسد کی یہ سرزنش کام آئی، چنانچہ ابن قادم کی تحریک وہیں دب کر ختم ہوگئی،

مگر ابن قادم کی اس اتفاقی لغزش پر ان کے عام علمی و قابل منزلت کو قیاس نہ کرنا چاہیئے ابوالعرب نے اس اتفاقی حادثہ کو اجمالاً بیان کرکے بہ تصریح لکھا ہے:-

"اور مین ایسے کسی شخص کو نہیں جانتا جس نے انکی کوئی برائی بیان کی ہو"

اس کے بعد انھون نے نہایت جوش و خروش سے لڑائیون میں شرکت کی اور اچھے کارنامے انجام دئے، چنانچہ صاحب معالم لکھتا ہے:-

"اور وہان ان کے اچھے کارنامے انجام پائے"

صقلیہ کی فتح کے بعد وہان مقیم ہوگئے، اور علمی خدمات انجام دئے،

وفات ۲۲۶ھ میں طویل عمر پاکر صقلیہ مین وفات پائی[1]

[1] ریاض النفوس ورق ۱۰۵، طبقات ابی العرب در یادگاری جلد ۲ ص ۸۷، و ۱۳۰، و معالم الایمان

Marfat.com

لقمان بن یوسف غسانی، لقمان بن یوسف غسانی قیروان میں رہتے تھے، وہاں سے صقلیہ آئے، اور مدت تک قیام پذیر رہے، علم فقہ میں دستگاہ رہتے تھے، اور تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ بارہ علوم میں عالم و ماہر تھے،

وفات، یونس میں وفات پائی، سال وفات میں اختلاف ہے، قاضی عیاض نے ۳۱۹ھ لکھا ہے[1]

ابوالقاسم عبدالرحمن بن محمد بکری صقلی، شیخ ابوالقاسم عبدالرحمن بن محمد بن عبداللہ بکری صقلی (۳۸۶ھ) علم حدیث کے علاوہ علم فقہ واصول فقہ میں تبحر رکھتے تھے، صاحب معالم کا بیان ہے:-

"حدیث فقہ اور اصول فقہ کے جامع تھے"[2]

قاضی ابن الحصاری صقلی، قاضی ابن الحصاری صقلی جن کا تذکرہ محدثین کی جماعت میں کیا جا چکا ہے صقلیہ کے بڑے فقہاء میں سے تھے، انھیں فقہ خصوصاً علم فرائض میں ید طولی حاصل تھا،

صقلیہ میں انکی مسند درس قائم تھی، ابن یونس صقلی نے جنھیں فرائض میں امام کہا جاتا ہے فرائض کی تحصیل انہی سے کی تھی، قاضی عیاض فرماتے ہیں:-

"لوگوں نے ان سے علوم حاصل کئے، اور ان کی مسند درس سے فقیہ بنکر اٹھے"[3]

براذعی قیروانی، ابوالقاسم خلف بن ابی القاسم ازدی معروف بہ براذعی[4] صقلیہ میں سکونت اختیار کرنے والوں میں سے تھے،

براذعی افریقیہ کے جلیل القدر فقیہ اور صاحب علم تھے، شیخ ابو محمد بن ابی زید متوفی ۳۳۶ھ

(بقیہ حاشیہ ص ۲۶۳) جلد ۲ ص ۲۰۷، مسلم کا ایک نسخہ الجزائر کے کتب خانہ میں ہے، اس میں سال وفات ۳۴۲ھ مذکور ہے، [1] ترتیب المدارک، [2] ریاد گاری جلد ۱ ص ۳۷۰، [3] معالم الایمان جلد ۳ ص ۱۸۲ [4] ترتیب المدارک وریاد گاری جلد ۱ ص ۳۷۵ و ۳۸۲، [5] ابن براذعی بھی کہے جاتے ہیں:

Marfat.com

اور ابوالحسن قابسی وغیرہ کے تلامذہ میں تھے،

ہجرت افریقہ وسکونت صقلیہ | یہ دولتِ کلبیہ کے اوائل میں افریقہ سے ہجرت کرکے صقلیہ پہنچے، مورخین نے ان کے افریقہ ہجرت کرنے کے دو اسباب بیان کئے ہیں، بعض لوگون کا بیان ہے کہ انھون نے ایک کتاب مختصر المدونہ لکھی تھی، اسکی تالیف سے پہلے افریقہ میں ان کے استاذ ابو محمد بن ابی زید کی مرتب کی ہوئی مختصر المدونہ قبول تھی، مگر ان کی مختصر المدونہ کی اشاعت کے بعد اون کے استاذ کی مختصر کی جگہ حاصل کرلی، اوسکی وجہ سے ان دونون کے تعلقات خوشگوار نہین رہے، اور یہ افریقہ سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے،

دوسری طرف بعض دوسرے مورخین کا بیان ہے، کہ ان دنون افریقہ میں بنو عبید (فاطمیون) کے خلاف جذبات ابھرے ہوئے تھے، اور براذعی ان کے نسب کی صحت کے قائل تھے یہ علما، اور عوام کو ناگوار گذرا، اور اوسکی وجہ سے وہ افریقہ چھوڑنے پر مجبور ہوگئے، یہ روایت اسلئے قرین قیاس کہی جاسکتی ہے، کہ وہ افریقہ سے صقلیہ آئے جہان فاطمیین برسرحکومت تھے،

صقلیہ مین ان کے شایان شان ان کا خیر مقدم کیا گیا، اور فرمانروائے صقلیہ نے اون کی علمی منزلت کی قدردانی کی، اور وہ وسائل معاش سے بے فکر ہوکر علمی خدمت گذاری مین مصروف ہوگئے، انھون نے صقلیہ مین ذیل کی کتابین لکھین،

مطول التہذیب، مختصر التہذیب، افریقہ میں اونھون نے المدونہ کا جو اختصار کتاب التہذیب فی اختصار المدونہ کے نام سے کیا تھا، اسکی مقبولیت کے بعد اونھون نے اس پر مذکورہ بالا دونون کتابین لکھین، پہلی کتاب میں کتاب التہذیب کے مسائل ومباحث پر کچھ اضافہ کیا، اور دوسری مین کتاب التہذیب کا اختصار تیار کیا، ان دونون کتابون کے متعلق قاضی عیاض فرماتے ہین:-

"یہ اندلس اور مغرب کے طالب علمون مین مقبول عام ہین"

Marfat.com

معالم مین ہے،:-

"ہماری زمانہ میں یہ کتابیں تمام مشرق ومغرب میں مقبول ہین"

براذعی کا تیسرا رسالہ کتاب الشرح والتمامات، چوتھا کتاب اختصار الواضحہ، اور پانچوان تمہید مسائل المدونہ ہے، ان رسائل کا ذکر قاضی عیاض نے کیا ہے، خیال ہوتا ہے، کہ شاید تیسرا اور چوتھا رسالہ اول الذکر دونون رسالوں کے نام ہون،

صقلیہ میں ان کی کتابیں بہت مقبول ہوئین، صقلی اہلِ علم نے ان کی کتابوں پر کتابیں لکھین،

وفات براذعی نے صقلیہ مین مستقل سکونت اختیار کرلی تھی، اور قاضی عیاض کے بیان کے مطابق یہیں اونھون نے وفات پائی، مگر ابنِ ناجی نے قاضی عیاض کے اس بیان سے اختلاف کیا ہی اور لکھا ہے، کہ ایک مرتبہ وہ شیخ ابوالفضل برزلی کی معیت میں شیخ ابوالحسن قابسی کی قبرستان مین فاتحہ پڑھنے گئے، ایک مقام پر دو قبرین تھین شیخ ابوالفضل نے ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کرکے اسے براذعی کی قبر بتایا، اس پر ابنِ ناجی نے کہا کہ قاضی عیاض کے انداز بیان سے تو معلوم ہوتا ہے، کہ براذعی نے بہ گمان غالب صقلیہ میں وفات پائی، شیخ ابوالفضل نے فرمایا،

"یہ بہ تحقیق معلوم نہیں، شاید وہ قیروان لوٹ آئے ہون، اگرچہ کسی سیاحت ہی میں آئے ہون، اور یہان وفات پائی ہو، کیونکہ ہم سے سنتے آئے ہیں، کہ ان دونون قبرون میں سے ایک براذعی کی قبر ہے"

مورخین کو تاریخ وفات معلوم نہ ہوسکی،

ابن الحکار صقلی | شیخ ابوحفص عمر بن عبد النور المعروف بابن الحکار صقلی صقلیہ کے ممتاز اہلِ علم میں ہین، ابن فرحون اور قاضی عیاض نے ان کے علم وفضل، تحقیق، دقتِ نظر، طرز تحریر اور قوتِ تقریر

سلہ معالم الایمان جلد ۳ ص ۴۰ تا ۱۸۹،

Marfat.com

کی تعریف کی ہے، اور ابن قطان نے ایک قصیدہ ان کی مدح میں لکھا ہے۔

تالیفات، انشاء و ادب میں مہارت حاصل تھی، چند کتابیں فقہ میں یادگار ہیں:-

۱۔ شرح المدونہ، یہ المدونہ کی ایک ضخیم شرح ہے، جو تقریباً ۳۰۰ اجزاء پر مشتمل ہے،

۲۔ انتقاد علی التونسی فی الف مسئلۃ، اس میں شیخ ابراہیم بن حسن بن اسحاق التونسی کی شرح المدونہ پر ایک ہزار اعتراضات لکھے ہیں،

۳۔ مختصر کتاب التمامات شیخ براذعی کی کتاب التمامات کا اختصار کیا تھا،

زمانہ | یہ براذعی کے ہمعصر تھے[1]،

ابوالقاسم بن الحداد صقلی، | ابوالقاسم بن الحداد ابن الحکار صقلی کے ہمعصر تھے، قاضی عیاض نے انھیں صقلیہ کے حفاظ فقہاء میں شمار کیا ہے، ابن الحکار کا بڑا ادب کرتے تھے[2]،

دورِ ثالث

(پانچویں صدی ہجری)

اس دور میں ۱۶ فقہاء کے نام ملے، یہ لوگ صقلیہ میں پیدا ہوئے، یہیں نشو و نما پائی، اور یہیں علمی خدمات انجام دیئے، ان میں سے بعض اسلامی سلطنت کے زوال پر یہاں سے ہجرت کر گئے،

ابو محمد عبدالحق صقلی، | ابو محمد عبدالحق بن محمد بن ہارون سہمی قرشی صقلیہ کے باشندے تھے، علم فقہ کی تحصیل صقلیہ و قیروان کے فقہاء سے کی،

ان کے صقلی شیوخ میں ابوبکر بن ابی العباس، فقیہ ابوبکر بن عبدالرحمٰن ابو عمران فاسی عبداللہ ابن احمد انی متوفی ۳۸۳ھ اور ابو عبداللہ کی قرشی ہیں، اور شیوخ قیروان میں تونسی، سیوری، اور ابن بنت

[1] دیباج المذہب ص ۸۸ و ترتیب المدارک و یادگاری جلد ۱ ص ۳۰۳، [2] ترتیب المدارک و یادگاری جلد ۱ ص ۳۸۵

ابن خلدون وغیرہ کے نام آتے ہین.

علم و فضل، علم و فضل مین بڑا نام پیدا کیا. قاضی عیاض ان کی علمی فضیلت کے متعلق فرماتے ہیں:-

"فقیہ، صاحب فہم، صالح، دیندار اور پیشوا تھے، دور دور تک ان کی شہرت پھیلی، خیر و صلاح میں مشہور تھے، اور ان کی نہایت عمدہ تالیفات ہیں"

ابن عمار المتکلم کی رائے ہے:-

"ہر علم و فن کے مشہور امام ہیں، لوگون پر سبقت رکھتے تھے، اور اصول و فروع کے استاذ ہیں"

ابن سعدون کہتے ہین:-

"صلحا و متقین میں تھے. ان میں اہل علم کی متانت، سنجیدگی، حق کی پیروی، اور انصاف پسندی تھی"

صلاح و تقوی مین مشہور تھے.

سفر حج اور مشرق کے اہل علم سے صحبتین، شیخ ابو محمد عبد الحق دو مرتبہ حج و زیارت سے مشرف ہوئے. پہلا سفر حج عنفوان شباب میں کیا تھا، اوس وقت تک عالم اسلامی میں انھیں کوئی خاص علمی شہرت حاصل نہین ہوئی تھی، تاہم مکہ معظمہ میں ابو محمد بن عبد الوہاب بن نصر اور ابو ذر ہروی وغیرہ اہل علم سے علمی صحبتیں رہتی تھین.

دوسری مرتبہ کبر سنی میں ۴۸۵ھ میں حج کو تشریف لیگئے، اس زمانہ مین موصوف کے علمی و دینی خدمات کا چرچا دور دور پہنچ چکا تھا، اور مغرب و مشرق کے اہل علم کے درمیان انھیں علمی عزت و منزلت حاصل ہو چکی تھی، چنانچہ اسی سفر میں مکہ معظمہ میں مشرق کے آفتاب علم امام الحرمین ابو المعالی الجوینی استاذ امام غزالی سے ملاقات ہوئی، اور ان دونون نے ایک دوسرے کے شایان شان ایک دوسرے کا خیر مقدم کیا، اور دونون ایک دوسرے کے کافی ہم مذاق ثابت ہوئے اور علمی نکتہ

اور مشتبہ مسائل پر تبادلۂ خیالات کا سلسلہ جاری ہوگیا، اور پھر شیخ عبدالحق امام الحرمین کے بڑے مداحون میں ثابت ہوئے، چنانچہ وہ امام الحرمین کی علمی فضیلت کا اعتراف ان الفاظ مین فرماتے ہیں،

لولا کبر سنی ما فارقت عتبۃ منزلہ — اگر میں سن رسیدہ نہ ہوتا، تو میں اون کی ڈیوڑھی نہ چھوڑتا،

اسی طرح ابوالقاسم عبدالرحمن بن محمد جو قاضی عیاض کے اساتذہ میں ہین، کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حجاز میں مشرق ومغرب کے یہ دونون آفتاب ایک ہی برج میں جمع تھے، مغرب کی نماز کا وقت آیا تو شیخ عبدالحق نے امام الحرمین کی فضیلت کے اعتراف کیلئے انھیں شافعی المذہب ہونے کے باوجود امامت کے لئے آگے بڑھادیا، اور ان کے پیچھے نماز ادا کی،

امام الحرمین سے تحریری سوال وجواب، اسکے ساتھ علمی مسائل پر تحریری سوال وجواب کی شکل میں بھی مباحثہ رہے، اور وہ ایک رسالہ میں جمع کر دئے گئے، قاضی عیاض لکھتے ہیں،

"بعض مسئلوں میں اُن سے بحثیں کیں، اور بعض سوالات دریافت کئے، اور ابوالمعالی نے ان کے جوابات دئے، اور یہ سوال وجواب ایک رسالہ کی صورت میں مرتب ہیں، اور وہ مشہور ہے، اور اسوقت لوگوں کے ہاتھوں میں متداول ہے،

ورود مصر اور وفات، دوسرے حج کے بعد وطن آنا نصیب نہیں ہوا، کیونکہ اس زمانہ تک صقلیہ پر نارمنون کا استیلا ہوچکا تھا، اسلئے حجاز سے واپس آکر مصر میں ٹھہر گئے، اور اوس کے مختلف شہرون کی سیاحت کی، اور ۴۶۶ھ میں اسکندریہ میں وفات پائی،

تالیفات، فقہ مین اون کی چند کتابیں یادگار ہیں، ان کے طرز تحریر میں بڑی دلکشی تھی، اسلئے اونکی کتابیں بہت مقبول ہوئین، کتابیں حسب ذیل ہیں،...

النکت والفروق لمسائل المدونہ، یہ کتاب المدونہ پر پہلا استدراک ہے، اور اس

Marfat.com

ذیل میں مدونہ کے بعض مباحث کی تردید اور بعض کی ترجیح دکھائی تھی، یہ طلبہ میں بہت مقبول ہوئی، مگر یہ اوائل عمر کی تالیف تھی، آخر عمر میں بعض مسائل سے رجوع کرلیا تھا، اور اوس کے رد میں ایک رسالہ لکھا تھا، قاضی عیاض اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں:-

یہ اون کی ابتدائی تصانیف میں سے ہے، اور صاحب استعداد طالب علموں کے نزدیک اوس کی بڑی قدر ہے، اور کہا جاتا ہے، کہ وہ اپنی اس تالیف پر بعد میں نادم ہوئے، اور اپنے بہت سے اختیار کردہ مسائل اور ترجیحات سے رجوع کرلیا تھا، اور بہت کچھ اپنے کلام پر استدراک کیا تھا، اور کہا کرتے تھے، کہ اگر میں اس کتاب کے نسخوں کو جمع کرنے اور چھپا دینے پر قادر ہوتا تو کر گذرتا،

تہذیب المطالب اس کتاب میں کتاب النکت والفروق کے مسائل کی تصحیح کی گویا یہ مدونہ کی مستند شرح ہے، یہ فقہ مالکی میں بلند پایہ کتاب سمجھی جاتی ہے، حاجی خلیفہ نے بھی اسکا ذکر کیا ہے،

جزء فی بسط الفاظ المدونہ، اس میں المدونہ کے بعض الفاظ کی تشریح و توضیح کی گئی ہے،

استدراک علی مختصر البراذعی، براذعی کی کتاب التہذیب فی اختصار المدونہ پر استدراک ہے[1]

[1] ترتیب المدارک جلد ۴ ص ۳۷، و دیباج المذہب دریادگاری جلد ۲ ص ۹۶، ابن فرحون نے دیباج میں اون کے حالات لفظاً لفظاً، ارگ سے نقل کئے ہیں، لیکن دیباج کے مطبوعہ نسخہ میں یہ حالات ناقص ہیں فوگمان سے کتب خانہ پیرس کے ایک قلمی نسخہ سے عبارت نقل کی ہے ۱۲

ابن مفرج صقلی، ابوالحسن علی بن مفرج متوفی بعد ۴۷۰ھ کا تذکرہ محدثین کے زمرہ میں گذر چکا ہے، قاضی عیاض نے مدارک میں ابن مفرج الصقلی کے نام سے صقلیہ کے متقدمین فقہاء میں اون کا ذکر کیا ہے[1]،

تالیفات، پھر ان کی تالیفات کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"میں نے ان کی تعلیقات وتصنیفات کے بہت سے نام دیکھے ہیں"

تصنیفات کے نام معلوم نہ ہوسکے، لمحۃ البہجۃ العلمیہ میں براذعی کی ایک تصنیف کتاب الشرح والتمامات اون کی طرف منسوب ہوگئی ہے، قاضی عیاض نے بھی ان کے ترجمہ میں اس کتاب کا نام لیا ہے، مگر اس موقع پر نسخہ ناقص ہے، شاید انھوں نے اس پر کوئی استدراک یا اوس کی شرح لکھی ہو[2]،

ابن صاحب الخمس صقلی، ابومحمد صاحب خمس صقلی جن کا تذکرہ محدثین کی جماعت میں گذر چکا ہے اصول فقہ وفرائض میں ملکہ رکھتے، اوران فنون کے امام سمجھے جاتے تھے، لیکن فتوی دینے سے ہمیشہ پرہیز کرتے تھے یورقی لکھتا ہے:۔

"یہ متکلم اور علم اصول کے امام تھے، علم فرائض کے ماہر تھے، فتوی دینے سے پرہیز کرتے تھے"

قاضی عیاض کہتے ہیں:۔

"یہ فقیہ، متکلم، اصولی، فاضل اور اپنے وطن میں مشہور تھے"[3]

---

[1] مدارک کے دو نسخے ہیں ایک میں "ابن مفرج" ہے اور دوسرے میں "ابن فروج" اور دوسرا نسخہ جو اصل متن میں درج ہوا اس موقع پر صحیح نہیں معلوم ہوتا،

[2] ترتیب المدارک دریادگاری ج ۱ ص ۲۸۳ و مقابلہ بارد و قدس، قسطنطنیہ اور قاہرہ کے کتب خانے دریادگاری،

[3] ترتیب المدارک دریادگاری جلد ۱ ص ۳۰۹،

حرقی، حرقی کا ذکر محدثین میں گذر چکا ہے، علم حدیث کے علاوہ انہیں فقہ سے بھی مناسبت تھی، صقلیہ کے متقدمین فقہاء کی آخری صف میں شمار کئے جاتے تھے[۱]

ابن الکونی صقلی، ابوالحسن علی بن عبداللہ الجبار معروف بابن الکونی فقہائے صقلیہ میں ہیں، قاضی عیاض نے انکا تذکرہ کیا ہے[۲]

ابوالعباس احمد بن محمد بن کلاعی، ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد بن الکلاعی فقہائے صقلیہ میں ہیں، قاضی عیاض نے تذکرہ کیا ہے، اور محمد بن طیب قادری حسنی نے لمحۃ البہجۃ العلمیۃ فی بعض النبۃ الصقلیۃ میں بھی تفصیل سے ذکر آیا ہے،

قاضی عیاض لکھتے ہیں:

"یہ صقلیہ کے اسی طبقہ (متقدمین) کے فضلاء و نبلاء میں تھے، یہ ادیب شاعر اور بذلہ سنج تھے"[۳]

ابن القابلہ صقلی، ابن القابلہ صقلی بھی متقدمین فقہا میں تھے، قاضی عیاض نے اون کا تذکرہ کیا ہے[۴]

ابوعبداللہ بن البناء، شیخ ابوعبداللہ بن البناء رحمہ اللہ صقلیہ کے ایک عبادت گذار بزرگ تھے قاضی عیاض نے انھیں صقلیہ کے فقہاء روزہا میں شمار کیا ہے، مذہباً مالکی تھے[۵]

ابوبکر صقلی فرضی، ابوبکر صقلی فرضی کو علم فرائض میں ید طولیٰ حاصل تھا صقلیہ کے اہل علم اون سے بہ کثرت

---

[۱] ترتیب المدارک دریا دگاری جلد ۱ ص ۳۰۰، [۲] ایضاً ص ۳۰۲، ترتیب المدارک کے نسخہ میں یہ نام اسی طرح ہے لیکن اصفہانی کی خریدہ میں ایک نام "ابوالحسن بن عبدالجبار"، ابن الوردانی اور اون کے لڑکے ابوبکر محمد کیساتھ علی بن عبدالجبار الکمونی ہے، غالباً "کمونی" اور "کونی" کتابت کی غلطیاں ہیں، اور عبداللہ کا عبداللہ الجبار" اور "کمونی" کا کونی ہوجانا بھی مستبعد نہیں ہے۔ [۳] ص ۲۸۴، و مقالہ ہارون نقش قاہرہ ۱۹۰۰ء [۴] قسطنطنیہ کے کتبخانے، [۵] ص ۲۸۴ [۶] ص ۲۸۶،

فیضیاب ہوئے، اور دوسرے اسلامی ملکوں کے طلبہ ان سے درس لینے کے لئے آتے تھے، قاضی عیاض فرماتے ہیں، :۔

"فقیہ، فاضل اور قرآن و فرائض کے ماہر تھے، باشندگان صقلیہ اور دوسرے لوگوں نے ان سے فرائض کی تعلیم حاصل کی"

مذہباً مالکی تھے[1]

ابوحفص عمر بن سارو الواتی، شیخ ابوحفص عمر بن سارو الواتی، کے متعلق قاضی عیاض فرماتے ہیں،

"صقلیہ کے فقہاء اور یہاں کے مشاہیر میں ہیں"[2]

ابوبکر ابن العباس، ابوبکر ابن العباس کا متعلق شغل درس و تدریس تھا،

علوم کی تحصیل ابو محمد بن ابی زید سے کی تھی، اور ان کے تلامذہ میں ابوبکر بن یونس متوفی ۴۵۱ھ کا نام آتا ہے، قاضی عیاض فرماتے ہیں :۔

"صقلیہ کے فقیہ اور یہاں کے استاذ تھے"

مذہباً مالکی تھے[3]

ابوالعباس احمد بن محمد البزار صقلی، ابوالعباس احمد بن محمد البزار، شیخ عبدالحق کے ہمعصر تھے، اور انھیں فقہائے صقلیہ میں امتیاز حاصل تھا، قاضی عیاض فرماتے ہیں :۔

"یہ اپنے ملک میں مشہور اور پیشوا تھے، صقلیہ میں یہ افتاء کی سرداری اور خیر و صلاح اور صیانت و دیانت کی شہرت میں کیتا تھے، فقہ و اصول کے محققین میں تھے، اور علمی برتری میں عبدالحق کے ہمسر تھے"

تلامذہ صقلیہ کے متاخرین فقہاء شیخ ابوالقاسم عمر قوسی وغیرہ ان کے تلامذہ میں تھے، اور ان کے

[1] ترتیب المدارک و پیادگاری جلد ۱ ص ۳۷۵، [2] ، ص ۳۷۶ جلد ۱ ص ۳۷۵، جلد ۱ ص ۳۷۵،

Marfat.com

علاوہ اندلس کے ممتاز اہلِ علم ابوالولید الباجی، اور ابن عمار و دیگر فقہار بھی اون کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئے،[1]

سمنطاری | ابوبکر عتیق سمنطاری متوفی ۴۶۴ھ فقہ پر بھی عبور رکھتے تھے، اور فقہ میں انھوں نے کتابیں لکھی تھیں،[2]

ابو محمد بن محمد صقلی، | شیخ ابوبکر محمد بن محمد بن ابی الفضل مغیث بن عبد الرحمٰن بن مجاہد علم حدیث کے علاوہ فقہ میں بھی درک رکھتے تھے، بلکہ مقریزی نے ان کو فقہار ہی کی صف میں شمار کیا ہے، اور "برع فی الفقہ" کہکر توصیف کی ہے،[3]

ابن ظفر صقلی | ابن ظفر الصقلی متوفی ۵۶۵ھ کی بعض مصنفات علم فقہ میں ہیں، جنمیں سے بعض کا تذکرہ اون کی کتاب سلوان المطاع کے ضمیمہ میں آیا ہے، اور بعض کے نام مقریزی نے لکھے ہیں، یہ کتابیں فقہ مالکی میں ہیں، مثلاً

المسنی امی المسہل، اسکے متعلق وہ خود لکھتے ہیں، یہ امام مالک بن انس رحمہ اللہ کے مسلک پر میری فقہ ہے، اور اوس کے مسائل دلائل کیساتھ بیان کئے گئے ہیں،[4]

ابن یونس صقلی | ابوبکر و ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ابن یونس تیمی علم فرائض کے امام کہے جاتے ہیں،

اساتذہ، | علم فقہ میں قاضی ابوالحسن ابن الحصائری صقلی عتیق بن الفرضی اور ابن ابی العباس ان کے اساتذہ ہیں،

ابن یونس نہ صرف فقہائے صقلیہ میں بلکہ فقہائے مالکیہ میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں چنانچہ اکثر فقہی مباحث میں انکا نام آتا ہے،

---

[1] ترتیب المدارک و ریاد نگاری جلد ۱ ص ۳۰۰ [2] معجم البلدان جلد ۵ ص ۱۳۲، [3] کتاب المقفی مقریزی مدامی ص ۶۶۵، [4] انتخاب سلون المطاع و راماری ص ۶۸۹،

Marfat.com

علم وفضل، ابنِ فرحون ان کے علم وفضل کے متعلق کہتا ہے:۔

"فقیہ امام اور علم فرائض کے ماہر تھے"

قاضی عیاض کہتے ہیں:۔

"یہ فقہ اور فرائض کے عالم اور حساب دان تھے"

فوجی خدمت، علمی خدمات کے ساتھ فوجی خدمت بھی انجام دیتے، اور لڑائیوں میں شریک رہتے تھے،

تالیفات، علم فقہ میں اون کی دو کتابیں ہیں، ایک کتاب شرح المدونہ تھی، جس میں اونھوں نے مدونہ پر بہت کچھ مفید اضافے کئے ہیں، ابن فرحون اور قاضی عیاض دونوں نے اسکی تعریف کی ہے، ابن فرحون کہتا ہے:۔

"مذاکرہ میں اس پر طلبائے علم کا اعتماد ہے"

یہ کتاب صقلیہ سے مغرب پہنچی، شیخ ابو عبداللہ محمد بن خطاب اسکو سبتہ میں پہلی مرتبہ لائے، پھر اوس کا دوسرا نسخہ قاضی ابو عبداللہ محمد بن عیسیٰ تمیمی نے نقل کیا، اور پھر رفتہ رفتہ افریقہ کے عامۃ الناس میں پھیل گئی،

دوسری کتاب فرائض میں تھی،

وفات، تاریخ وفات میں اختلاف ہے، بعض لوگ ۲۰ ربیع الاول ۴۵۱ھ اور بعض ربیع الآخر ۴۵۱ھ کو بتاتے ہیں، ابنِ فرحون نے پہلے بیان کو مرجح کہا ہے[1]

ابو محمد عبدالجلیل بن خلوف مصقلی، شیخ عبدالجلیل بن مخلوف مصقلی متوفی ۴۵۵ھ، مالکی المذہب تھے، مصر میں مستقل طور پر قیام رکھتے تھے، اور یہاں کے بڑے فقہا میں گنے جاتے تھے، ابن میسر کا بیان ہے

[1] دیباج المذہب ص ۲۰۴ و ترتیب المدارک دریادگاری مضامین جلد ۱ ص ۳۰۲،

Marfat.com

"مصر میں چالیس برس تک فتوی دیتے رہے[1]"

ابو عبداللہ محمد بن ابی الفرج ذکی مازری، شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابی الفرج ذکی مازری نے فقہ کی تعلیم مازر کے شیوخ وفقہاء سے حاصل کی، پھر قیروان پہنچے، اور یہاں قلعہ بنی حماد میں سکونت پذیر ہوئے، اور یہاں کے مشہور فقہاء ابو القاسم سیوری اور خرقی وغیرہ سے علوم کی تحصیل کی، اور یہیں علمی زندگی اختیار کرلی،

تلامذہ، ان کے مغربی تلامذہ میں ابو الفضل ابن نحوی، اور قاضی ابو عبداللہ بن داؤد کو امتیاز حاصل ہے، جنھیں مغرب کے ممتاز علماء میں شمار کیا جاتا ہے،

اساتذہ وتلامذہ کا اعتراف ان کی غیر معمولی ذہانت اور قوت حافظہ کے متعلق اون کے استاد ابو القاسم سیوری کہنے لگے،

"میں نے ابن الفرج کو اون میں سب سے زیادہ حافظ پایا، جنھیں میں نے آج تک دیکھا ہے"

اس پر کسی نے کہا:- "آپ یہ فرماتے ہیں، حالانکہ آپ ابو بکر بن عبدالرحمن اور ابو عمران فاسی کو دیکھ چکے ہیں"؟

اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا "ہاں میں نے صحیح کہا وہ ان سب میں زیادہ حافظ ہیں، جنھیں میں نے ابتک دیکھا ہے،

اسی طرح اون کے شاگرد قاضی ابو عبداللہ بن داؤد کسی سلسلہ میں اون کے متعلق یوں اظہار خیال کرتے ہیں:-

"ہمارے استاذ ذکی، ابو عمران سے زیادہ فقیہ بلکہ ہر مالکی سے زیادہ فقہ کا علم رکھتے ہیں"

[1] نیل الابتہاج برحاشیہ دیباج ۱ ص ۱۹۴،

Marfat.com

استاذ سے مخالفت ان کی طبیعت کسی قدر اشتعال پذیر واقع ہوئی تھی، اور اس سلسلہ میں خود اپنے استاذ ابوالقاسم سیوری سے الجھ پڑے اور اپنی ذہانت و ذکاوت پر اعتماد کرکے سیوری کے فتووں پر قلم چلا دیا، اور ان کے مجموعہ فتاوی میں سے مختلف قسم کی تیس غلطیاں نکال کر رکھدیں،

سیوری نے اون کے جوابات دئے، اور اون کی بتائی ہوئی غلطیوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور پھر استاذ و شاگرد کے تعلقات کی ناخوشگواری یہاں تک پہنچی، کہ سیوری نے اپنے حلقۂ اثر میں اعلان کر دیا، کہ ابن ابی الفرج سے سماعت نہ کی جائے، وہ دروغگو ہے"

تذکرہ نگاروں کا بیان ہے، کہ سیوری کو کامیابی ہوئی، اور اوس سے ابن ابی الفرج کی شہرت کو صدمہ پہنچا،

مشرق کا سفر شاید یہی سبب ہوا کہ ان کی طبیعت دیار مغرب سے اُچٹ گئی، اور مشرق کا رُخ کیا، اور عراق میں داخل ہوئے،

لیکن یہاں ابن ابی الفرج کو علمی حلقہ کی فضا دوسری نظر آئی، وہ فقہ مالکی کے ماہر تھے، اور اوسکی یہاں مغرب جیسی قدردانی نہ تھی، یہاں اہل علم شعر و شاعری صنائع و بدائع علوم ادبیہ کی تحقیق و تدقیق اور علم کلام کی موشگافیوں میں مصروف تھے،

اسلئے انھیں مغرب میں جو سربلندی حاصل تھی، وہ مشرق میں حاصل نہ ہو سکی، اگرچہ سلفی کے بقول وہ مغرب سے نکلنے کے پہلے فقہ و نحو میں امام ہو چکے تھے، تاہم یہ مشرق کے اہل علم سے تعارف کیلئے کافی نہ تھا، اسلئے انھیں یہاں پھر علوم ادب و کلام وغیرہ پر کامل توجہ سے محنت کرنی پڑی، طبیعت میں جودت و ذکاوت موجود تھی، اس لئے یہاں بھی بہت جلد امتیاز حاصل کر لیا، اور اوسکے قیام مشرق کی ایک مستقل داستان تیار ہو گئی، لیکن اب انکی علمی ترقیوں کا تذکرہ جگہ در جگہ [illegible] جنکا تذکرہ حسب موقع آئندہ آئے گا.

لیکن یہاں یہ ذکر کر دینا ناگزیر ہے کہ وہ اپنے مشرق کے زمانۂ قیام میں فنون، ادب وغیرہ سے ایسے وابستہ ہوئے، کہ رفتہ رفتہ علوم دینیہ خصوصًا فقہ سے بیگانہ ہو گئے یہاں تک کہ تذکرہ نگاروں کو لکھنا پڑا کہ

"وہاں ان کا علم حدیث ضائع ہو گیا، نہیں اس کی روایت نہیں پہنچی، کہ کسی نے اون سے وہاں یہ علم حاصل کیا ہو"

خوش عقیدہ لوگوں نے اون کے علوم دینیہ کی مشق چھوٹ جانے کو ان کے اُستاذ ابوالقاسم سیوری کی بددعا کے اثر سے تعبیر کیا،

تالیفات، دیارِ مغرب کے علمی مشاغل کی یادگار ان کے دو رسالوں سے قائم رہی، ایک تو وہی رسالہ اعتراضات برفتاوی سیوری ہے، اور دوسری کتاب تعلیق بر فقہ مالکی ہے، اسکے متعلق قاضی عیاض اور ابن ناجی لکھتے ہیں،:-

فقہ کے مسائل پر ایک ضخیم عمدہ کتاب لکھی جو کہ ۱۲ سوالوں کے جوابات میں ہے[1]

دورِ ثالث

(چھٹی صدی ہجری)

فقہ کے تیسرے دور کا آغاز علم حدیث کی طرح امام مازری متوفی ۵۳۶ھ ہی سے کیا جا سکتا ہے،

امام مازری، امام مازری کے متعلق قابلِ ذکر امر یہ ہے کہ انھیں "امام" کا لقب انکے تبحر فقہ ہی کے باعث ملا تھا، ابن فرحون کہتا ہے:-

[1] معالم الایمان جلد۲ ص ۲۰۵، ترتیب المدارک قاضی عیاض طبع ۲۰۰ طبع فاس ص ۹۰

"جو شیوخ افریقہ فقہ کی تحقیق وتدقیق، رتبہ واجتہاد، دقت نظر اور اصول فقہ وعلوم دین کے درس میں مشہور تھے، ان کا انہی پر خاتمہ ہوا، اونھوں نے ان امور میں پیشوائی حاصل کی، اور اپنے تمام ہمعصروں پر سبقت لے گئے، ان کے زمانہ میں تمام روئے زمین پر مذہب مالکی میں ان سے زیادہ تفقہ رکھنے والا، اور اون سے زیادہ مذہب سے آشنا کوئی دوسرا موجود نہ تھا"

اُن کے لقب امام کے متعلق ان سے روایت ہے کہ

"ایک مرتبہ انھوں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، تو عرض کیا یا رسول اللہ کیا وہ لوگ اپنی رائے میں حق بجانب ہیں، جو مجھے امام کے لقب سے پکارتے ہیں" تو آپ نے فرمایا "اللہ نے تمہارے سینہ کو افتار کیلئے وسیع فرمایا ہے"

تالیفات، فقہ واصول فقہ میں ان کی ذیل کی کتابیں ہیں،

۱۔ شرح کتاب التلقین، یہ قاضی ابو محمد عبدالوہاب بن علی بغدادی مالکی متوفی ۴۲۲ھ کی کتاب التلقین کی شرح ہے، ابن فرحون کہتا ہے:-

"اس کتاب کے مثل مالکیوں کے پاس کوئی دوسری کتاب نہیں"

ابن فرحون کے بیان کے مطابق یہ کتاب پایہ تکمیل کو نہیں پہنچی،

۲۔ ایضاح المحصول من برہان الاصول، یہ امام الحرمین ابو المعالی جوینی متوفی ۴۷۸ھ کی مشہور کتاب البرہان فی اصول الفقہ کی مبسوط شرح ہے، اور بعض مسائل میں امام الحرمین کی نقد بر فقہ مالکی کا جواب نقد ہے،

امام الحرمین کی یہ کتاب اُس عہد کی اہم تالیفات میں سمجھی جاتی ہے، موصوف نے اُسے فقہی مذاہب کے جماعتی اختلافات سے بلند نظر رہ کر تالیف کیا تھا، چنانچہ اسی لئے اسمیں امام مالک اور

امام اشعری پر بعض جگہ نکتہ چینیاں کی ہیں، اور علامہ سبکی نے اس کتاب کو "مفتخرات شافعیہ" میں شمار کیا ہے، اسلئے قدرۃً دوسرے حلقوں میں یہ کتاب دوسری نظر سے دیکھی گئی، خصوصاً مالکیون نے اس پر توجہ مبذول کی،

چنانچہ اشعری ہونے کی حیثیت سے ابوالمظفر ابن سمعانی شافعی نے اس پر قلم اوٹھایا، اور کتاب القواطع میں اس کتاب کے بعض امور کی تنقید اور تردید کی، مالکیون کی ترجمانی ہمارے امام مازری نے فرمائی، اور اوس کی شرح لکھنے کیساتھ بعض مسائل میں امام الحرمین پر سخت نکتہ چینی فرمائی، اور ان کے اعتراضات رد کرکے مالکیون اور اشعریون کے مسلک کے اثبات کی کوشش کی، لیکن وہ اس کتاب کو مکمل نہ کرسکے تھے، ان کے بعد ابوالحسن انباری نے اس کا جواب لکھا، اور پھر ابویحییٰ مالکی مغربی نے مازری اور انباری دونون کی کتابیں جمع کرکے ایک مستقل تالیف تیار کی،

امام مازری کی یہ تالیف شوافع کے حلقہ میں پسندیدہ نگاہ سے نہیں دیکھی گئی، چنانچہ علامہ سبکی صاحب طبقات الشافعیہ نے ایضاح البرہان کو فرقہ وارانہ رنگ میں پیش کیا ہے، اور اس کے جواب میں صفحون کے صفحے رنگے ہیں، لیکن اون کا تعلق علم کلام کے مسائل سے ہے، اسلئے وہیں پر تذکرہ آئے گا،

ایضاح کا کوئی نسخہ ابھی تک دریافت نہیں ہوسکا ہے،

۳- مجموعہ فتاوی، مقری نے اپنی کتاب ازھار الریاض میں ان کے فتاوی کے ایک مجموعہ کا تذکرہ بھی کیا ہے، فاگنان نے اپنے مقالہ کے اقتباس نمبر۲ کی تعلیق میں اس کا ذکر کیا ہے،

۴- تعلیقات بر مدونہ، اس کا تذکرہ بھی ازھار الریاض میں آیا ہے، اور فاگنان

Marfat.com

نے حوالہ دیا ہے،[1]

ابوبکر محمد بن حسن ربعی، شیخ ابوبکر محمد بن حسن بن علی ربعی فقیہ جرجنت کے باشندے تھے، علم فقہ کی تحصیل صقلیہ میں کی، پھر تکمیل کے لئے افریقہ گئے، اور وہاں سے اسکندریہ پہنچے، اور وہیں مقیم ہوگئے، مالکی المذہب تھے،

مقریزی نے ان کے علم وفضل کی تعریف کی ہے،

وفات ۵۳۷ھ میں وفات پائی،[2]

ابوعمر عثمان بن حجاج شاقی، شیخ ابوعمر عثمان بن حجاج شاقی صقلیہ کے شہر شاقہ کی طرف انتساب رکھتے ہیں، اسکندریہ میں آکر مقیم ہوگئے تھے، سن رسیدہ ہونے کے بعد انھیں فقہ کی تحصیل کا شوق ہوا، اور اسمیں کمال پیدا کیا، اور اسکندریہ کے ذی علم لوگوں میں شمار کئے گئے،

تالیفات یاقوت کا بیان ہے کہ فقہ میں بہ کثرت کتابیں انکے قلم سے نکلیں، جب حافظ سلفی مصر آئے، تو انکی خدمت میں بھی حاضر ہوئے، اور ان سے انکی کتابیں نقل کیں،

وفات ماہ محرم ۵۴۴ھ میں وفات پائی،[3]

احمد بن قاسم بن زید شکلی، احمد بن قاسم بن زید شکلی صقلیہ کے شہر شکلہ کی طرف منسوب ہیں، صقلیہ سے مصر آئے، اور فضل وکمال اور دینداری میں شہرت حاصل کی، اور افضل بن امیر الجیوش کے عہد میں مصر کے قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز تھے، حکومت کے طرف سے عماد الاحکام کا خطاب عطا ہوا،

---

[1] دیباج المذہب ابن فرحون ص ۲۰۰، طبقات الشافعیہ جلد ۴ ص ۲۶۴ (ترجمہ امام الحرمین) مقالہ شتالی افریقہ اور صقلیہ پر چند کتابیں ایڈمنڈ فاگنان پروفیسر الجزائر دریادگاری جلد ۲ ص ۹۴، [2] کتاب المقفی مقریزی دارماری ص ۶۶۴، [3] معجم البلدان جلد ۵ ص ۲۱۶۵۔

Marfat.com

نعمہ بن بشیر کے زمانہ تک اس عہدہ پر مامور رہے[1]

ابو محمد بن صمنہ صقلی، ابو محمد بن صمنہ صقلی فقہ میں مہارت رکھتے تھے، اور فقیہ کہلاتے تھے، بہت خوش گفتار، حاضر جواب اور بذلہ سنج تھے، اور شعر وشاعری کا ذوق بھی اچھا تھا،

چند دیگر شاعر فقہا اسی طرح صقلیہ کے فقہاء کی ایک طویل فہرست ایسی بھی ہے، جن کے تذکرے ہم تک شعراء وادباء ونحاۃ کی حیثیت سے پہنچے ہیں، لیکن ان کے علم فقہ میں مہارت رکھنے کی وجہ سے فقیہ کا لقب ان کے نام کے ساتھ نظر آتا ہے، مثلاً فقیہ ابو موسیٰ عیسیٰ بن عبد المنعم صقلی امیر ابو محمد عمار بن منصور کتامی، فقیہ ابو القاسم عبد الرحمٰن بن ابی بکر سرقوسی فقیہ ابو حفص عمر بن فلفول فقیہ ابو بکر ابن ابی العباس صقلی، اور فقیہ حسن بن یحییٰ صقلی وغیرہ[2]

---

[1] رفع الاصر عن قضاۃ مصر ابن حجر عسقلانی، دریاد گاری جلد ۲ ص ۱۰۰، ابن حجر نے اس کے علاوہ محمد بن احمد بن قاسم الشکلی کا ترجمہ جداگانہ درج کیا ہے، لیکن فاگنان محمد کو احمد بن قاسم کا لڑکا تسلیم نہیں کرتا، وہ اماری کے بعض پیش کردہ حوالوں سے القاب وعہدہ کے اتحاد کی بنا پر محمد اور احمد دونوں کو ایک شخصیت قرار دیتا ہے،

لیکن مجھے اخبار مصر ابن میسر اور حسن المحاضرہ سیوطی میں محمد بن احمد بن قاسم کے بجائے محمد بن قاسم بن زید کا نام ملا ہے، اس طرح احمد ومحمد بھائی قرار پاتے ہیں، ابن میسر نے حسب ذیل تذکرہ کیا ہے،

"ابو عبد اللہ محمد بن قاسم بن زید صقلی، خلیفہ الآمر ابو علی المنصور بن المستعلی کے عہد (۵۲۴ھ) میں مصر کے عہدۂ قضاء پر مامور تھے، اور اپنی وفات تک یہ خدمت انجام دیتے رہے" اور سیوطی نے لکھا ہے کہ انہیں رشید نے ابو الفضل نعمہ بن بشیر تنوخی معزول پچیس کے عہدۂ قضاء سے مستعفی ہونے پر ۵۴۴ھ میں مامور کیا، اور ان کی وفات کے بعد جنہیں دوبارہ اس عہدہ پر مامور کیے گئے" (اخبار مصر ابن میسر جلد ۲ ص ۴۰، وحسن المحاضرہ جلد ۲ ص ۹۲)

[2] خریدۃ القصر وجریدۃ العصر، معالم الایمان جلد ۳ ص ۱۴۱، معجم البلدان ذکر مینا ودوجلود،

Marfat.com

دورِ رابع

(ساتوین آٹھوین صدی ہجری)

فقہائے صقلیہ کا ایک چوتھا دور بھی قائم کیا جاسکتا ہے: یہ وہ فقہا ہیں، جو ساتویں آٹھویں صدی ہجری مین صقلیہ کی طرف منسوب ہین،

ان مین سے اگرچہ بعضون نے تو شاید صقلیہ کی سرزمین پر کبھی قدم بھی نہ رکھا ہو، لیکن جب اونھون نے اپنے خاندان کے اجڑے وطن سے اپنا انتساب قائم رکھکر اس کی یاد تازہ رکھی، تو ان کے اس اجڑے وطن کی سرگذشت میں انھیں کیون نہ یاد کرلیا جائے، ذیل مین چند فقہا کے نام درج ہین،

فخرالدین محمد بن محمد صقلی، شیخ ابوعبداللہ فخرالدین محمد بن محمد صقلی شافعی المذہب تھے، علم فقہ کی تحصیل شیخ قطب الدین سنیاطی سے کی تھی، زہد و ورع اور صلاح و تقوی مین مشہور تھے، دمیاط (مصر) کے عہدۂ قضا پر مامور تھے، اور کچھ دنون مصر کے قائم مقام والی بھی رہے،

تالیف فقہ شافعی میں تاج الدین ابوالقاسم عبدالرحیم بن محمد المعروف بابن یونس موصلی متوفی ۶۵۱ھ کی ایک مشہور کتاب التنجیز فی مختصر الوجیز ہے، شیخ فخرالدین صقلی نے اس کی استدراک میں التنجیز فی تصحیح التعجیز لکھی جسمیں اس کے اختلافات کی تشریح اور بعض مسائل کی توضیح کی ہے،

وفات انھون نے ۱۵ اور بہ روایت ۱۷ ذی القعدہ ۶۲۷ھ کو مصر مین وفات پائی[1]،

ابن حجری صقلی، ابوزید عبدالرحمن بن علی بن محمد قرشی معروف بابن الحجری کا قیام بجایہ میں تھا،

[1] طبقات الشافعیہ سبکی، جلد ۵ ص ۳۱ و کتاب المقفی مقریزی دراماری ص ۶۶۵ و حسن المحاضرہ

Marfat.com

تعلیمی سلسلہ افریقیہ میں تمام کیا، ابو زید عبد الرحمٰن بن اسمٰعیل بن حداد تونسی ان کے اساتذہ میں ہیں، علم فقہ میں عبور حاصل کیا، اور نحو ولغت میں بھی استاذ مانے گئے،

بجایہ آپ کی مسند درس بچھی ہوئی تھی، لوگوں سے بہت کم ملتے جلتے، علمی خدمت میں مصروف رہتے تھے،

اُن کے تلامذہ میں ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم وغلیسی ہیں، جو اپنے وقت میں علم فقہ کے مرجع خلائق بنے،

سال وفات معلوم نہیں، زمانہ ساتویں صدی ہجری تھا،[1]

احمد بن عبد الرحمٰن بن صمادح فقیہ احمد بن عبد اللہ بن شعیب تمیمی صقلی متوفی ۶۶۴ھ اور فقیہ حسن بن ابو عبد اللہ بن صدقہ شکلی متوفی ۶۶۹ھ اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں،[2]

ابن جیون شکلی صقلی۔ | القاضی الخطیب ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد بن حسن بن جیون شکلی صقلی فقیہ مراکش کی مشیخت اسلام کے عہدہ پر فائز تھے،

ابن جیون شکلی وہ آخری فقیہ ہیں، جنھوں نے اپنے انتساب سے صقلیہ کے اسلامی علم و فن کی یاد تازہ رکھی، اور عجب کیا کہ انہی پر صقلیہ کے انتساب کا خاتمہ ہوا ہو، ۶۹۰ھ میں وفات پائی،[3]

علم کلام ومناظرہ

کلام وعقائد میں صقلیہ کے اہل علم اسلف صالحین کے متبع اور مسلکاً اشعری تھے، کیونکہ ایک

[1] عنوان الدرایہ فی من عرف من العلماء فی المائۃ السابعۃ ببجایہ ص ۱۳، ۱۹۹، [2] انجم الظاہرہ دیباچہ نگار ص

[3] نیل الابتہاج بتطریز الدیباج نیز دیباچہ نگار کی مقدمہ ص ۱۰۰،

Marfat.com

طرف مالکیون کے متعلق معلوم ہے، کہ ان کا اشعری ہونا ضروری ہے، پھر صقلیہ کے احناف بھی قاضی اسد کے فیض صحبت سے سلف صالحین کا اتباع کرتے تھے، چنانچہ صقلیہ کے جن اہل علم نے علم کلام میں کتابیں لکھیں، وہ سب اشعری مذہب ہی پر ہیں،

صقلیہ میں علم کلام کا آغاز بھی قاضی اسد بن فرات ہی سے ہوتا ہے،

قاضی اسد بن فرات، قاضی اسد کا زمانہ عقاید وایمانیات کے مباحث ومسائل کے لحاظ سے بہت پرآشوب تھا، اُسی زمانہ میں علم کلام کے بانی ابوالہذیل علاف (سنہ ۱۳۱ھ سے سنہ ۲۳۵ھ) نے اپنی ہنگامہ خیز تحریروں سے علماء ومحدثین کے طبقوں میں ہیجان برپا کیا، اور کلام وعقائد کے بعض اہم مسائل مثلاً خلق قرآن اور رویت باری، وغیرہ ایسے پیدا ہوئے، کہ اونکی وجہ سے اہل علم دو بڑے گروہوں میں تقسیم ہوگئے، ایک طرف فقہاء ومحدثین تھے، جو سلف صالحین کے متبع تھے، دوسری طرف متکلمین کی جماعت بن گئی، جو نئے خیالات کی حامل تھی، اور اکثر اوقات صاحب علم پر مستقل نگاہیں اٹھتی تھیں، کہ وہ کس جماعت سے تعلق رکھتا ہے،

قاضی اسد کے فقہی مسائل میں ایک حد تک مجتہدانہ مسلک رکھنے کی وجہ سے ان کے متعلق یہ افواہیں بھی پھیلیں کہ اونھوں نے عقائد وکلام میں بھی سلف صالحین کے مسلک سے تجاوز کیا، لیکن مستند مورخین اور اہل علم قاضی عیاض ابن فرحون، اور ابن ناجی وغیرہ سب انکی تردید کی اور ان بدعات سے انکا دامن پاک دکھایا ہے، قاضی عیاض لکھتے ہیں،

اسد ثقہ تھے، انکے عقائد مبتدعانہ نہ تھے،

مسئلہ خلق قرآن، قاضی اسد پر ایک الزام یہ تھا، کہ وہ محدثین کے مسلک کے خلاف قرآن کو مخلوق کہتے ہیں، لیکن اُسکی تردید میں امام سحنون سے ان کی دوستی سے صفائی ہوئی ہے، چنانچہ علماء سحنون سے پوچھا، کہ لوگ کہتے ہیں کہ اسد خلق قرآن کے قائل تھے، تو وہ اس کے جواب میں لکھتے ہیں

Marfat.com

کبھی نہیں کہا کہ اگر وہ کہتے بھی تو ہماوگ اسکے قائل نہ ہوتے"

اسی طرح جعفر النقصری کہتے ہیں کہ

"وہ قرآن کو خدا کا کلام کہتے تھے، مخلوق نہیں کہتے تھے، بلکہ وہ مخلوق کہنے والے کو مبتدع کہتے تھے"

پھر قاضی عیاض نے ابوسلیمان داؤد بن یحییٰ کی ایک روایت بیان کی ہے، کہ وہ اسد کے درس میں شریک تھے، اون کے سامنے کوئی تفسیر رکھی تھی، اثنائے درس میں انھون نے یہ آیت تلاوت کی،

فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَىٰ إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي (طٰہٰ۔ ع۔۱) — جو کچھ وحی کیجاتی ہے اسے غور سے سنو کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس

پھر کہا،:-

"ہلاکت ہو اہل بدعت کی، وہ کیا ہی ہلاک ہوئے، وہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے کلام کو پیدا کیا، اور وہ "کلام مخلوق" کہتا ہے، کہ "میں اللہ ہون میرے سوا کوئی معبود نہیں،!"

رویت باری | رویت باری کا مسئلہ بھی اس زمانہ کے اہم مسائل میں ہے، اس میں بھی وہ سلف صالحین کے ہم رنگ تھے، بلکہ اس سلسلہ میں ان کے درس میں ایک ناگوار واقعہ بھی پیش آگیا تھا،

یحییٰ بن محمد بن یحییٰ بن سلام کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اسد درس مین مصروف تھے، اثنائے درس میں رویت باری سے متعلق ایک حدیث آئی، تلامذہ کی صف مین سلیمان الفراء جس نے بعد مین "سلیمان المعتزلی" کے نام سے شہرت حاصل کی، مجلس کے اخیر مین بیٹھا تھا، وہ اس وقت تک جہمیہ کے عقائد سے کچھ متاثر ہو چکا تھا، اس نے اس حدیث پر کوئی اعتراض کیا، پھر عقیدہ رویت باری سے

مجلس میں علانیہ انکار کر بیٹھا، یہ سنکر قاضی اسد سخت برہم ہوئے اور غیظ و غضب میں اونھکر سلیمان کی داڑھی اور گردن پکڑ لی، اور بے تحاشا مارتے مارتے لہولہان کر دیا، اس کے بعد اپنے حلقۂ درس سے نکال دیا،

سلیمان الفرا، المعتزلی اسی بنا پر اسد کا مخالف تھا. اور اونھیں ناملائم کلمات سے یاد کیا کرتا تھا

صقلیہ کے اہل علم میں جو لوگ علم کلام میں تبحر رکھتے تھے، اور جن میں سے بعض کی اس فن میں کتابیں ہیں، وہ بہ ترتیب زمانہ حسب ذیل ہیں،

ابن الحکار صقلی ابن الحکار صقلی قوت تحقیق اور نقد و نظر میں ملکہ رکھتے تھے، علم کلام و فن مناظرہ پر کامل عبور تھا، ابن فرحون نے ستایش کی ہے،

ابو عبداللہ بن خطاب کہتے ہیں:-

"میں ایک مرتبہ ان کی مجلس میں شریک تھا، وہ براعی سے مناظرہ کر رہے تھے، اُس وقت جو تقریر کر رہے تھے، اس سے زیادہ ادق اور مشکل تقریر میں نے آج تک نہیں سُنی تھی"[1]

ابو محمد عبدالحق بن محمد سہمی ابو محمد عبدالحق بن محمد بن ہارون سہمی متوفی ۴۶۶ھ کو علم کلام میں بھی درک تھا، اسلامی عقائد کے بیان میں اونھوں نے ایک رسالہ لکھا ہے[2]

ابن ظفر صقلی ابن ظفر صقلی کی تصنیفات میں سے کتاب التبصیر (کتاب المقفی میں کتاب التبصیر کے نام سے ہے)، کتاب المعاوات[3]، کتاب الجنہ فی اعتقاد اہل السنہ اور کتاب سیاقۃ العبر علی معاقبۃ الامر فی اعتقاد ابی حنیفۃ و الاشعری، ہم رسالے علم کلام میں ہیں[4]

---

[1] دیباج المذہب ترتیب المدارک و یادگاری جلد ۱ ص ۲۲۵ [2] ترتیب المدارک و یادگار زمانی جلد ۱ ص ۲۲۵ اس نام کا ایک مختصر اور ایک مطول دو کتابیں لکھیں [3] اقتباس سعادت مذاع و دیباج ص ۲۰۸ [4] کتاب الحنفی در امارہ ۶۶۶ھ

محمد بن سابق عقلی ابو بکر محمد بن سابق عقلی متوفی ۴۳۳ھ کو ابن بشکوال نے اہل کلام میں شمار کیا ہے[1]

ابن صاحب الخمس ابن صاحب الخمس بھی علم اصول و کلام میں امام سمجھے جاتے تھے[1]

ابن ابی الفرج الذکی عقلی ابو عبد اللہ محمد بن ابی الفرج بن فرج بن ابی القاسم مالکی کنانی عقلی معروف بالذکی کا تذکرہ علم فقہ میں گذر چکا ہے، وہ جب مشرق پہنچے، تو علوم لسانیہ میں تبحر حاصل کرنے کے علاوہ علم کلام و مناظرہ میں بھی نمایاں مشق بہم پہنچائی

اسوقت بغداد میں ملک شاہ (سال جلوس ۴۶۵ھ وفات ۴۸۵ھ) موجود تھا، اس کو علم دوستی شہرت دوام رکھتی ہے، ابن ابی الفرج اس دربار سے وابستہ ہوگئے، اور وہ بغداد سے اپنی واپسی کے موقع پر انھیں اپنے ساتھ اصفہان لیتا گیا

امام غزالی سے مناظرہ ابن ابی الفرج کی طبیعت کسی قدر تیز اور مناظرہ پسند تھی، ملک شاہ کے دربار میں امام غزالی سے علم کلام کا جو مشہور مناظرہ ہوا تھا، اس میں معترضین کی صف میں یہ بھی تھے، قاضی خبیص کہتے ہیں

"یہاں امام غزالی سے مناظرت ہوئے، اور یہ یہاں پر ان کے معترضین میں سے ایک تھے لیکن امام غزالی محفوظ رہے"

سیاحت دورود ہند غیر مشرق کی سیاحت کے لئے نکلے خراسان و غزنی پہنچے، اور اس کے بعد اسی عقلی اہل علم کے متعلق یہ تعیین مسلوم ہے کہ اس نے سرزمین ہند کو بھی اپنے ورود سے مشرف کیا،

مناظرے [illegible] وہاں گئے، علماء سے مناظرے کرتے رہے، ان مناظروں میں بھی کبھی حدود سے تجاوز کر جاتے، سیوطی لکھتا ہے

"اور ائمہ کی جماعت سے مناظرے ہوئے، اور ان پر طعن و طنز کیے، اور ان کی شان میں ان کے مرتبہ سے

[1] کتاب الصلہ لابن بشکوال، ذکری ص ۱۰۸ [2] تحقیق ماللہند البیرونی ج ۱ ص ۷۹

Marfat.com

سے فرد تر کلمات استعمال کئے"۔

اسی سلسلہ میں سیبو طی نے ایک دلچسپ واقعہ بھی لکھا ہے، یہ ایک مرتبہ محمد بن منصور سمعانی کے درس میں شریک ہوئے، وہ اپنے تلامذہ کو املا کرا رہے تھے، کسی بات پر ابن ابی الفرج نے اعتراض کیا، سمعانی نے تلامذہ سے کہا:۔

"جو کچھ آپ فرماتے ہیں اسے لکھ لو، آپ اس سے زیادہ واقف ہیں"

تلامذہ نے تصحیح کر لی تو تھوڑی دیر بعد انھوں نے پھر کہا:۔

"سیدی! مجھ سے غلطی ہوئی، صحیح وہی ہے جو آپ نے املا کرایا تھا"

سمعانی نے دوبارہ تصحیح کرا دی، اس کے بعد جب ابن ابی الفرج مجلس سے رخصت ہوئے تو سمعانی نے کہا:۔

"یہ حضرت مغربی سمجھتے تھے، کہ میں بھی ان سے دوسروں کی طرح ڈرتا ہوں گا، اور میرے ساتھ بھی یہی تیز زبانی سے پیش آئیں گے، جیسے دوسروں کے ساتھ کرتے ہیں، اسی خام خیالی میں مبتلا ہو گیا"

بالآخر وہ خود رجوع کرنے پر مجبور ہوئے"

وفات | ۵۱۲ھ میں اصفہان میں وفات پائی[1]

محمد بن مسلم مازری | محمد بن مسلم مازری متوفی ۵۱۲ھ کو سلفی نے قدمائے مکتبین میں شمار کیا ہے اگرچہ ان کا خاص فن علم حدیث تھا، مگر پھر مسلم کلام کی طرف مائل ہو گئے تھے، اور اس میں متعدد بلند پایہ کتابیں لکھی تھیں، قاضی عیاض ان کے ہمعصر تھے، اور ان سے ان کی کتابوں کی اجازت لی تھی، وہ کتاب الغنیہ میں انکے متعلق لکھتے ہیں:۔

"ان پر علم کلام و تحقیق کا غلبہ ہو گیا تھا، اور اس میں اسقدر مہارت حاصل کی تھی کہ اپنے

[1] بغیۃ الوعاۃ ص ۵۰، بغیہ کے پیش نگار نے ۵۱۳ھ میں سال وفات لکھا ہے۔

Marfat.com

معاصرین پر تفوق لے گئے تھے۔ اور اس پر بڑی بڑی کتابیں تصنیف کی تھیں..... لوگ دور دور سے ان سے علم کلام کے استفادہ کے لئے آتے تھے..... مصر میں اپنی تصنیفات کی سند و اجازت مجھے بھیجی تھی"

مذہباً اشعری تھے، ساری عمر اس مذہب کی حمایت میں گذاری، اور مختلف فرقوں سے مناظرے کرتے رہے،

ان کی تصنیفات میں سے کتاب البیان لشرح البرہان (انھوں نے بھی امام الحرمین کی البرہان کی شرح لکھی تھی) کتاب تائید التمہید و تقیید التجرید اور کتاب المہاد فی شرح الارشاد، کتاب الارشاد فی الکلام بھی امام الحرمین کی تصنیف ہے۔) کے نام معلوم ہیں، قاضی عیاض وغیرہ نے تذکرہ کیا ہے،[1]

امام مازری امام مازری متوفی ۵۳۶ھ بھی مذہباً اشعری تھے، اور اس سے سرمو تجاوز کرنا پسند نہ کرتے تھے،

امام مازری اور امام الحرمین یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنی تصنیف ایضاح البرہان فی اصول الفقہ میں امام الحرمین پر ایسے موقعوں پر شدید نکتہ چینی کی ہے، جہاں شاعرہ کے عمومی مسلک سے انحراف نظر آیا ہے، ان دونوں کے اختلافی مسائل میں سے مسئلہ استرسال کی شہرت اہل علم میں زیادہ ہے،

اس مسئلہ کی حقیقت یہ ہے، کہ امام مازری نے کتاب البرہان کی کسی عبارت سے یہ اخذ کیا کہ امام الحرمین ذات باری تعالیٰ کے علم کے احاطہ میں صرف کلیات کو داخل سمجھتے ہیں، اور اس سے باری تعالیٰ کے عالم بالجزئیات ہونیکی نفی لازم آتی ہے،

حقیقت یہ ہے کہ باری تعالیٰ کے احاطۂ علم کے بارے میں فلاسفہ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں ملیک جماعت باری تعالیٰ کے احاطۂ علم کے اشیاء و معلومات کا انکار کرتے کرتے، اس حد تک جا پہنچی کہ نعوذ باللہ

[1] نیل الابتہاج بتطریز الدیباج ص ۲۲۰، (بر حاشیہ دیباج)، و کتاب المقفی مقریزی در اماری ص ۶۶۸،

Marfat.com

باری تعالیٰ خود اپنے وجود کا علم رکھنے سے قاصر ہو جاتا ہے، لیکن دوسری طرف فلاسفہ کا ایک بڑا گروہ باری تعالیٰ کے احاطۂ علم میں سے صرف اشیاء غیر متناہی کو خارج تصور کرتا ہے، فلاسفہ کا یہی مسلک متکلمین اسلام کے زیر بحث آیا اور علم کلام میں اسے خاص اہمیت حاصل ہو گئی، چنانچہ جب امام الحرمین نے بھی اس مسلک پر کتاب البرہان میں بحث کی ہے اور وہ عقل و نقل کی میزان سامنے رکھ کر تولتے رہے ہیں، اس کا حاصل کلام یہ ہے،

وبالجملة علم الله تعالى اذا تعلق	حاصل کلام خداوند تعالیٰ کا علم جب غیر متناہی
بجواهر لا نهاية لها فمعنى تعلقه	حقائق کے ساتھ متعلق ہوتا ہے، تو اس کے
بها استرا لد عليها من غير	متعلق ہونے کے معنی یہ ہوتے ہیں، کہ وہ کلیۃً
تعرض تفصيل الآحاد مع نفي	اور ان کے ساتھ متعلق ہوتا ہے، افراد
النهاية فان ما يحيل دخوله	کی تفصیل کے ساتھ اور اس لئے کوئی تعرض
ما لا يتناهى في الوجود يحيل	نہیں ہوتی، البتہ وہ افراد کی نفی کرتا ہے
وقوع تقريرات غير متناهية	کیونکہ جس امر میں غیر متناہی خبر کا عالم
في العلم[1]	وجود میں آنا محال ہے، وہ بھی محیط ہے[2]

علامہ سبکی کے بیان کے مطابق البرہان کی اسی عبارت پر امام مازری نے اعتراض کیا ہے اور سخت گرفت کی ہے، لیکن علامہ سبکی نے امام مازری کی نکتہ چینی کے حدود، اسباب، اور دلائل کے قائم کرنے دلائل پیش نہیں کئے، جن سے ان کے دلائل و افکار کا صحیح اندازہ ہوتا، بلکہ انھوں نے اعتراض سے محض چند ایسے اقتباسات درج کئے ہیں جنمیں نہایت تیز لب و لہجہ میں امام الحرمین پر تنقید کی گئی ہے، اور اس کے بعد امام الحرمین کی مختلف کتابوں سے ایسے اقتباسات پیش کئے ہیں جن سے باری تعالیٰ کے علم قدیم [illegible]

[1] شرح مواقف جلد ۸ ص ۱۰۰ [2] طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۲۲۲

Marfat.com

کے متعلق امام الحرمین کے عقیدہ کا ثبوت ملتا ہے، اور پھر البرہان کی مذکورہ بالا عبارت کی تشریح کرکے دکھایا ہے، کہ امام مازری، امام الحرمین کی عبارت کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکتے، ورنہ ان کی عام کتابون مین علم باری کے متعلق جو خیالات ہیں، وہ خود اوسکی تردید کرتے ہین چنانچہ اسی سلسلہ مین کتاب الشامل سے جو اقتباسات پیش کئے ہیں، ان کا لب لباب یہ ہے،

... علم واحد قدیم یتعلق بجمیع	... یعنی واحد قدیم کا علم تمام معلومات سے
المعلومات ..... فی الاستحالة	متعلق ہو ..... اور یہ سبب دلائل اللہ
القاطعة علی وجوب کون اللہ	تعالیٰ کے تمام علوم کے حاصل ہونے پر پوری
سبحانہ عالما بکل المعلوم	طرح دلالت کرتے ہین،

پھر امام الحرمین کی ایک دوسری کتاب ارشاد اور پھر اسی البرہان سے چند اقتباسات درج کئے ہین جنکا خلاصہ علامہ سبکی کے الفاظ مین یہ نکلتا ہے کہ

صرح بان اللہ یعلم علی سبیل التفصیل	یہ تصریح کی ہے کہ اللہ بسبیل تفصیل تمام
کل شی،	چیزون کو جانتا ہے،

اسکے بعد علامہ سبکی انہی اقتباسات سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں،،

اذا عرفت ذالک فامّا علی قطع بانہ	(وجہ) معلوم ہوگیا، تو یہ قطعی ہے، کہ
معترف باحاطة العلم بالجزئیات	وہ احاطہ علم بالجزئیات کے معترف ہین

لیکن اگر دقت نظر سے دیکھا جائے، تو امام الحرمین کی کتابون کے یہ اقتباسات امام مازری کے اعتراض سے تعرض نہیں کرتے کیونکہ امام الحرمین کی ان عبارتون سے یہ مستفاد ہوتا ہے، کہ علم باری ہر معلوم پر حاوی ہے، اور پھر وہ تمام چیزین بسبیل تفصیل کلیہ وجزئیہ اسکے احاطہ علم مین ہین، لیکن یہان سوال علوم معلومات اور علم عمومی کا نہین، بلکہ اسکے احاطہ علم مین غیر متناہی امور کا

Marfat.com

جزئیۃ آتا ہے، جس میں غیر متناہی امور کے جزئیات کی تفصیل بھی شامل ہو، اور امام الحرمین نے البرہان میں من غیر تعرض لتفصیل الآحاد مع نفی الانتہاء کہکر اسی سے انکار کیا ہے، اور امام مازری نے اسی بنا پر "علم باری بالجزئیات" کے عقیدہ سے انکار کرنے کا الزام لگایا ہے، ورنہ علم کلی کا اقرار تو البرہان کی خود اسی عبارت میں موجود ہے،

علاوہ ازیں اس موقع پر یہ نکتہ بھی قابل لحاظ ہے، کہ امام الحرمین ان تمام عبارتوں میں علم باری کو شئی "معلوم" سے وابستہ فرماتے ہیں، اور علامہ سبکی اسی شئی "معلوم" میں غیر متناہی حقائق کو داخل کرکے علم بالجزئیات ثابت کرنا چاہتے ہیں، لیکن اسکی کیا تاویل ہوگی، کہ امام الحرمین البرہان کی، اوس عبارت میں "غیر متناہی حقائق" کو نفس احاطہ علم سے صریحاً خارج فرما چکے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:-

فان ما یحیل دخول کلا یتناھی — کیونکہ جس امور سے غیر متناہی خبر کا عالم

فی الوجود ویحیل وقوع تقدیرات — وجود میں آنا محال ہے، اوسی حیثیت سے

غیر متناھیۃ فی المعلوم — علم میں بھی غیر متناہی کا داخل ہونا محال ہے،

اسلئے درحقیقت امام الحرمین کے اس ارشاد کے مطابق غیر متناہی حقائق شئی معلوم میں داخل ہی نہیں ہیں، پھر باری تعالیٰ کے علم بالمعلومات سے اوسکے غیر متناہی حقائق کا جزئیۃً علم کیونکر ثابت کیا جا سکتا ہے،

اس کے بعد علامہ سبکی نے امام الحرمین کی اس عبارت کی عمومی حیثیت سے جو کچھ تاویل کی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام الحرمین غیر متناہی حقائق کے جزئیات کے علم سے انکار نہیں فرماتے بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ جو اشیاء جس طرح سے اپنی ماہیت رکھتی ہیں، باری تعالیٰ ان کو اسی ماہیت کیساتھ علم رکھتا ہے، جو چیزیں اپنی جگہ منفصل ہیں، اسکو ان کا علم تفصیلی ہے، جو چیزیں مجمل ہیں، ان کا علم اجمالی ہے، جو امور کلی ہیں، ان کا علم کلی ہے، اور جو امور جزئی ہیں، ان کا علم جزئی ہے، اور چونکہ غیر متناہی

Marfat.com

حقائق غیر تفصیلی وجود رکھتے ہیں، اس لئے باری تعالیٰ کو بھی ان کے متعلق غیر تفصیلی علم حاصل ہے۔[1]

امام مازری اور امام غزالی، کلام میں امام مازری کی چند مستقل کتابیں بھی ہیں، ان میں سے ایک کتاب الکشف والابناء عن المترجم بالاحیاء ہے، یہ رسالہ امام الحرمین کے شاگرد امام غزالی کے رد میں لکھا گیا ہے، علامہ سبکی نے امام غزالی کے سوانح میں اس رسالہ کے بھی کچھ اقتباسات درج کئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے امام غزالی اور ان کی تالیف پر تبصرہ کرتے ہوئے، موحدین فلاسفہ متصوفہ اور اصحاب اشارات کے مذاہب پر بحث کی ہے، کیونکہ امام مازری کے الفاظ ہیں امام غزالی کی تصنیفات اہل مسائل پر مشتمل ہیں، نیز انھوں نے ان میں مختلف مذاہب کے باہمی اختلاف کا تذکرہ کرکے امام غزالی کے بعض مسلک کی تردید کی ہے،

علامہ سبکی نے امام مازری کے اعتراضات اور امام غزالی کے متعلق ان کے خیالات کا خلاصہ نقل کیا ہے، جسکی تلخیص مولانا شبلی مرحوم نے الغزالی میں درج کی ہے، مناسب ہے کہ اس کا خلاصہ مولانا مرحوم ہی کے الفاظ میں پیش کردیا جائے، امام مازری امام غزالی کے متعلق فرماتے ہیں،:-

غزالی کو فقہ میں اصول فقہ کی بہ نسبت زیادہ کمال ہے، علم کلام میں بھی ان کی تصنیفیں ہیں،

لیکن اس فن میں ان کو کمال حاصل نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے قبل اس کے کہ علم کلام میں مہارت حاصل ہو، فلسفہ کی کتابیں دیکھیں، اس کا اثر یہ ہوا کہ فلسفہ کے خیالات ان پر اثر کر گئے، مجھکو یہ بھی اطلاع ملی ہے، کہ وہ اخوان الصفا کے رسائل کو اکثر مطالعہ میں رکھتے تھے،

ان رسالوں کا مصنف ایک فلسفی ہے، جس نے فلسفہ کو مذہب میں ملانا چاہا، اور اس پردے میں فلسفہ کی حمایت کی، اسی زمانہ میں بوعلی سینا پیدا ہوا، جو فلسفہ کا امام تھا، اس نے چاہا کہ عقائد

---

[1] طبقات الشافعیہ جلد ۲ ص ۲۶۴، لیکن ظاہر ہے کہ اس تاویل سے یہاں اس شبہہ کا ازالہ نہیں ہوتا، کہ اشیاء کا مفصل و بمفصل اور حقائق کا متناہی و غیر متناہی ہونا عقل انسانی کے حدود کے لحاظ سے ہے نہ کہ احاطہ علم باری تعالیٰ کیلئے،

Marfat.com

اسلام کو بالکل فلسفہ کے قالب میں ڈھال دے، چنانچہ اپنے زور قابلیت سے اس ارادے میں بہت کچھ کامیاب ہوا"

پھر کہتے ہیں :-

۱- غزالی کے بہت سے مسائل بوعلی سینا ہی کے خیالات پر مبنی ہین،

۲- تصوّف کے مسائل جو غزالی نے لکھے ہین، مجھکو معلوم ہیں کہ اس فن میں انکا ماخذ کیا ہے، قیاس غالب ہے کہ ابوحیان التوحیدی کی کتاب ہوگی،

۳- غزالی نے احیاء العلوم میں نہایت ضعیف اور موضوع حدیثیں نقل کی ہیں،

۴- غزالی جابجا تصریح کرتے ہیں، کہ بہت سے مسائل ایسے ہیں، جنکو کتاب میں درج نہیں کرنا چاہیے" لیکن اس کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی، وہ مسائل اگر غلط ہیں، تو ضرور اس قابل ہیں لیکن اگر صحیح ہیں جیسا کہ غزالی کا خیال ہے تو کیوں نہ ظاہر کئے جائین"

علامہ سبکی نے ان اعتراضات کے جوابات دینا چاہے ہیں، لیکن بقول مولانائے مرحوم یہ توجیہ القول بمالا یرضیٰ بہ قائلہ ہے،

علاوہ ازین امام مازری نے امام غزالی پر صرف رائے زنی نہیں کی ہے، جیسا کہ طبقات الشافعیہ سے مترشح ہوتا ہے، کہ اوسکی وجہ سے یہ سمجھا جاسکے، کہ امام مازری کو علوم عقلیہ سے مناسبت نہ تھی، اسلئے محض محدثانہ نقطۂ نظر سے ان پر جرح کردی، بلکہ انھیں علم کلام پر کامل عبور تھا، اور اس فن میں اون کی دو مستقل کتابین ہیں، جو امام غزالی کے رد میں لکھی گئی ہیں، چنانچہ مقری صاحب نفح الطیب نے ان کی دو اور کتابون کشف القناع عن لمس الخطاء اور النکتہ القطعیہ فی الرد علی الخاشویہ کے نام لکھے ہیں، جو امام غزالی کے رد میں ہین[1]

[1] از ہار الریاض فی اخبار عیاض نسخہ قلمی کتبخانہ پیرس دریادگاری جلد ۲ ص ۴۹،

Marfat.com

قصہ یہ ہے کہ امام غزالی وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے فلسفہ کے خلاف علم اٹھایا، اور تردید کرنی چاہی، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ یہ پہلا اقدام تھا، توازن میں بیباکی نہ آسکی، علامہ ابن تیمیہ نے اسی شکستہ اقدام پر بیباکی اور بے مرعوبی سے عمارت کھڑی کی، اور کامیاب ہوئے، لیکن اس بحث کا یہ موقع نہیں، یہاں صرف یہ دکھانا ہے، کہ امام مازری ہی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے امام غزالی کی غلطیاں محسوس کیں، اور پھر قاضی عیاض مصنف الشفا، محدث ابن صلاح اور ابن رشد وغیرہ نے انھی کے نقش قدم کی پیروی کی،

امام مازری کی علم کلام میں ایک اور تصنیف نظم الفرائد فی علم العقائد بھی ہے، ابن فرحون نے اس کا ذکر کیا ہے[1]

علم تصوف

صقلیہ کے مختصر اسلامی دور میں بعض باکمال صوفیہ بھی اسکی خاک سے اُٹھے، اور اپنی تعلیمات واسوۂ عمل سے مسلمانانِ صقلیہ کی روحانی تسکین کا ذریعہ بنے اور مسلمانوں اور اسلامی حکومت نے بھی ان بزرگوں کے مقاصد کی تکمیل میں سہولتیں بہم پہنچائیں، اور رباط تعمیر کرا کر قیمتی جاگیریں وقف کیں، لیکن بدقسمتی سے یہ خانقاہیں اور جاگیروں کے اوقاف مفاسد کا ذریعہ بن گئے، اور ان پر نااہلوں اور خود غرضوں کا تسلط ہوگیا، ابن حوقل نے ان خانقاہوں کے راز دروں کا پردہ چاک کیا ہے، اور ان پر سخت حملے کئے ہیں، چنانچہ لکھتا ہے،

"یہاں دریا کے کنارے بہت سی خانقاہیں ہیں، جو شہدوں، بدکاروں، اور بدمعاشوں سے جنھیں بوڑھے جوان سبھی شامل ہیں، بھری ہوئی ہیں، اونھوں نے صدقہ لینے اور پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے کیلئے اپنے بھرے پرے کے نشانات بنائے ہیں،

[1] دیباج المذہب ص ۲۰۰۔

افعالِ شنیعہ کے مرتکب ہوتے ہیں، چونکہ وہ لوگ سخت اپاہج اور ذلیل ہیں، اور ان کے رہنے کا کوئی ٹھکانا نہیں، اسلیے یہاں قیام کر لیا ہے۔"[1]

مگر صقلیہ کا سنجیدہ خیال طبقہ ان تخریب کے ان مظاہر سے متاثر نہ تھا، وہ تصوف کی حقیقی منزلت سے آگاہ تھا، اسی دور کے ایک معزز عہدہ دار ابو عبداللہ محمد بن حسن بن طرزی صاحب دیوان الرسائل والانشاء نے اپنے ایک قطعہ میں اس قسم کے متصوفین پر نکتہ چینی کر کے تصوف کی حقیقت بیان کی ہے، وہ کہتا ہے:-

"تصوف پشمینہ پوشی کا نام نہیں، اور نہ شور و شغب، رقص و طرب اور کھلم کھلا ایسی برائی کرنے کا نام ہے، کہ گویا تم مجنون ہو گئے ہو، بلکہ تصوف نام ہے، اخلاص و تصفیۂ قلب کا، اور علم حق، قرآن اور دین کے اتباع کا، اور خدا سے ترسان رہنے، اور گناہوں پر نادم اور ہمیشہ غمگین رہنے کا نام ہے۔"[2]

نیز اس عہد میں صقلیہ تصوف کے حقیقی عاملین سے بھی خالی نہ تھا، جنھیں عہد سلف میں "الزاہد و المتعبد" کے لقب سے یاد کیا گیا ہے، اور وہ لوگ اپنے زہد و ورع، تقدس اور اخلاص و احسان سے مقبول انام تھے، اور اس عہد کے مشہور برگزیدہ صوفیہ شیخ ابو الحسن [illegible] شیخ الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی، اور شیخ ابو ہارون اندلسی رحمہم اللہ کے [illegible] ہوئے تھے، پھر صقلیہ کے تعلیمیافتہ مسلمانوں میں تصوف [illegible] مقبول تھیں، اور بار بار پڑھی جاتی تھیں، مثلاً شیخ [illegible] بن عمر مری کی [illegible] و شرائع الاسلام، جسے شیخ ابو جعفر احمد بن [illegible] عبد المعطی [illegible]

بقیہ: [illegible]

[1] کتاب [illegible]

تھی، ابوجعفر بن لطیف کا بیان ہے، کہ اونھون نے یہ کتاب متعدد مرتبہ صقلیہ اور افریقیہ میں پڑھی

صقلیہ کے مشہور صوفیۂ کرام حسب ذیل ہیں،:-

شیخ ابوالقاسم بکری صقلی، شیخ ابوالقاسم بکری صقلیہ کے مشہور صوفیہ مین تھے، صاحبِ معالم نے انھیں "شیخ عارف محقق امامِ حقیقت و شیخ اہلِ طریقت" کے خطاب سے یاد کیا ہے، اور پھر لکھا ہے،

"علمِ حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، تصوف، صلاح وتقوی وزہد وورع کے جامع تھے"

شریعت و طریقت کی اس جامعیت کا یہ اثر تھا، کہ تصوف میں ان کا مسلک ہندوستان کے سرچشمۂ معارف حضرت مجدد الف ثانی سے مشابہ تھا، چنانچہ صاحبِ معالم کا بیان ہے،

"انھون نے تصوف کی بنیاد کتاب وسنت اور سلف اول کے مسلک پر قائم کی، اور آثار واستحسان کو ترک کیا"

تصنیفات علمِ تصوف میں انکی چند کتابیں ہین، ایک کتاب جواہر الالفاظ وظہور الانوار المعروف **انوار صقلی** ہے، اس کا ایک نسخہ کتبخانہ لیڈن مین موجود ہے،

اس مین متبعینِ اسلام کے اوصاف بتا کر "عرفانِ حق" "معرفتِ دین" "معرفت دشمنانِ دین" "معرفت دنیا واہلِ زبانہ" کو اصل تصوف قرار دیا ہے،

دوسری کتاب صفۃ الاولیاء ومراتب احوال الاصفیاء ہے، اور تیسری کتاب کرامۃ اولیاء المتبعین من الصحابۃ والتابعین ومن تبعھم باحسن ہے، ان میں سے اول الذکر مین اولیاء وصوفیہ کے حالات وتراجم ہین، اور دوسری میں فقہاء کی جماعت کو خطاب کرکے کرامۃ اولیاء کے ممکن الوقوع ہونے کے دلائل سمجھائے ہین[1]،

شیخ ابوبکر محمد بن احمد المعلم صقلی، شیخ ابوبکر محمد بن احمد بن ابراہیم المعلم معروف بہ صقلی صوفی شیخ ابوبکر

[1] معالم الایمان جلد۲ ص ۱۸۱ تا ۱۸۲ واقتباس کتاب جواہر الالفاظ وظہور الانوار درامادی ص ۱۹۰ تا ۱۹۱

Marfat.com

نصیر المتعبد (۳۰۴ھ) کے حلقہ بگوشون میں تھے، جنکا قیام قصر الطوب میں تھا، شبانہ روز انہی کی خدمت میں حاضر رہکر خدمت گذاری کرتے، اور عبادت وریاضت میں مشغول رہتے تھے[1]

ابو عبد السلام مفرج، شیخ ابو عبد السلام مفرج شیخ ابو الحسن الصقلی کی خدمت میں حاضر رہتے تھے، انکے شیخ نے انکے متعلق فرمایا،

"وہ ایک عبادت گذار فاضل شخص ہے، جو ریاضت واذکار میں مصروف رہتا ہے"

ان میں صحیح للّٰہیت تھی، سارا وقت عبادت وریاضت مین گذارتے، مگر جب جہاد کا موقع آتا، تو خانقاہ کے حجرے سے باہر نکل آتے، اور جوش وخروش سے لڑائیون میں شریک ہوتے، ایک مرتبہ صقلیہ کی کسی جنگ میں شرکت کی، اسمیں مسلمانون کو ہزیمت ہوئی، بہت سے مسلمان شہید ہوگئے، اور مفرج بھی سخت زخمی ہوکر بیہوش ہوگئے، بیہوشی کے عالم میں اون کے تصور نے ایک عجیب نظارہ کیا، وہ دیکھتے ہین، کہ زمین سے آسمان تک کی ساری فضا نور سے معمور اور سبزہ سے سرسبز ہے، خوبصورت حورین پرے کے پرے جمائے آسمان سے اُتر رہی ہین، ان کے ہاتھون میں ایک ایک سبز رومال ہے، ان میں سے ایک ایک بڑے اشتیاق سے ایک ایک شہید کی لاش پر آئی، اور بڑی محبت سے اس کا خون آلود سر گود میں اٹھالیا، پھر اپنے آسمانی رومال سے خون صاف کیا، اور اس کے بعد اس رومال کو لیکر آسمان کی طرف اڑ کر چلی گئی، اس سلسلہ میں خلد بریں کی ایک دوشیزہ کا قرعۂ فال مفرج کے نام بھی نکلا تھا، وہ بھی بڑے اشتیاق سے ان کے پاس آئی، مگر ان کا تارِ دم نہ ٹوٹا تھا، یہ دیکھکر وہ اپنی قسمت کی محرومی پر غمگین ہوئی، اور شرم سے سہیلیون میں شرم سے گردن جھکالی،

مفرج کا یہ خواب ہو یا عالمِ بیہوشی کے ذہنی تاثرات، لیکن یہی نظارہ ان کی زندگی

[1] ریاض النفوس ورایا مری، ص ۱۹۱،

Marfat.com

پر ایسا اثر انداز ہوا کہ اس کے بعد وہ تمام دنیاوی علائق سے کنارہ کش ہو کر عزلت گزین ہو گئے اور عبادت وریاضت میں مشغول ہو کر موت کا بیچینی سے انتظار کرنے لگے، آخر اس واقعہ کے چھ سال کے بعد واصل بحق ہوئے[1]

ابوالحسن علی صقلی حریری شیخ ابوالحسن علی صقلی حریری بڑے بزرگ دیدار سیدہ بزرگ تھے، سارا وقت ورد واذکار میں گذارتے۔ شیخ ابوالحسن سری سقطی متوفی ۲۵۳ھ کی صحبت کے تربیت یافتہ تھے ابوسلیمان ربیع القطان کا بیان ہے کہ

"یہ بہترین لوگوں میں سے تھے واللہ ذکر الٰہی کے کوئی بات زبان سے نہ نکالتے"

ذوق نماز یہ نماز میں بڑے ذوق وکیف سے پڑھتے تھے جب اقامت کی تکبیر سنتے تو عالم وجد طاری ہو جاتا، اور لبیک کہتے ہوئے دوڑتے،

وفات شیخ ابوالحسن حریری نے طویل عمر پاکر ۳۱۹ھ میں وفات پائی[2]

ابوعلی طنجی شیخ ابوعلی طنجی بھی نامور بزرگ تھے ابوسلیمان ربیع القطان نے ان کے احوال بیان کئے ہیں[3]

ابوالقاسم عتیق بن محمد بن حکم شیخ ابوالقاسم عتیق بن محمد حاکم تیمی صقلی خیر وصلاح زہد وتقوی اور تقدس وورع میں عام شہرت رکھتے ہیں، سحنونی لکھتا ہے

"یہ شیخ صالح وزاہد نیک سیرت وگردان اور آخرت کی طرف بڑھنے والے تھے اللہ کے صالح بندوں میں تھے، میں نے لوگوں کی زبانیں ان کی تعریف وتوصیف میں، اور انہیں خیر وصلاح سے متصف کرنے میں متفق پائیں"

صقلیہ سے ہجرت کرکے بغداد میں سکونت پذیر ہو گئے تھے، واقدی کے ملنے والوں میں

[1] ریاض النفوس ورق ۱۰۶ [2] ایضاً ورق ۱۰۶ [3] ایضاً ورق ۱۰۴

Marfat.com

تھے۔اوس نے اپنی فتوح الشام میں ایک سلسلہ میں ان کا نام لیا ہے،اور ان کو زاہد کے لقب سے یاد کیا ہے،

وفات | ۶۲۱ھ میں وفات پائی،اور وہیں مدفون ہوئے[1]

شیخ ابوالحسن علی بن صقلی | شیخ ابوالحسن علی بن حمزہ صقلی شیخ ابوطاہر محمد بن علی بن محمد بن محمد بن القاسم شافعی بغدادی کے تلامذہ میں تھے،تصوف کا خاص ذوق تھا،۶۰۰ھ سے پہلے اندلس گئے،اور شاید وہیں بود وباش اختیار کرلی[2]

شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم صقلی | شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن موسیٰ تمیمی صقلی ان فضلائے صقلیہ میں تھے،جو صقلیہ سے باہر نکلے،ایک طرف محدثین سے علم حدیث کی روایتیں لیں،اور دوسری طرف مشائخ وصوفیۂ کرام سے علم تصوف کے فیوض وبرکات جمع کئے،حضرت شیخ الطائفہ نجم الدین کبریٰ اور شیخ ابوالحسن نوری جیسے مشائخ کی صحبت میں رہے،اور فیوض وبرکات سے مالا مال ہوئے،ان مشائخ کی میت میں مجلس سماع میں بھی شرکت کی تھی[3]

شیخ ابوبکر عتیق بن علی سمنطاری | شیخ ابوبکر عتیق بن علی بن داؤد سمنطاری متوفی ۶۴۷ھ[4] جامع شریعت وحقیقت تھے،ان کا تذکرہ ابن الخطاع نے کیا ہے،وہ کہتا ہے،

"یہ جنیرہ کے اولیاء خاشع عابدوں اور اہل علم زاہدوں میں تھے،جنھوں نے طلب آخرت کیلئے دنیا کو چھوڑا،اور اسکی طلب میں عافیت پائی"

تصنیفات | انھوں نے مشرق ومغرب کے طویل سفر کئے،مختلف ممالک کے صوفیہ وصلحا وعلما سے صقلیہ واپس آکر تصنیف وتالیف کا مشغلہ جاری کیا،مختلف فنون کے ماسوا ایک کتاب میں حروف تہجی کی ترتیب پر اپنے حالات سفر جمع کئے،جس میں مختلف ممالک کے چشمدید اور بزرگون

[1] کتاب الانساب سمعانی ص ۲۵۴ وفتوح الشام واقدی وریاض النفوس ص ۱۹۰ ج ۲ وجزوۃ المقتبس فی ذکر ولاۃ الاندلس فی اسماء رواۃ الحدیث وریاض النفوس ص ۲۱۵

[2] کتاب التقفی اور ریاض النفوس ص ۲۱۵

سے سُنے ہوئے حالات جمع کئے، اور پھر خصوصیت سے صوفیہ وصلحاء کے احوال لکھے،

اس کے علاوہ تصوف میں ان کی ایک دوسری کتاب کا پتہ چلتا ہے، جو دس جلدوں سے زیادہ میں تھی، ابن القطاع نے اوس کی توصیف کی ہے، کہ اس سے پہلے اس قسم کی بہتر کتاب نہیں لکھی گئی،[1]

شیخ ابو محمد عبداللہ بن مبارک صقلی،

شیخ ابو محمد عبداللہ بن مبارک صقلی کو صقلیہ کے متقدمین صوفیہ و زہاد میں شمار کیا گیا ہے،[2]

شیخ ابو بکر احمد بن محمد بن ابی یحییٰ صقلی،

شیخ ابو بکر احمد بن محمد بن ابی یحییٰ قرشی صقلی بھی المتعبد کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے، شیخ ابو ہارون الاندلسی رح کی صحبت کے تربیت یافتہ تھے، ان کے والد کو شیخ ابو ہارون الاندلسی رح سے خاص عقیدت تھی، وہ ان کی خدمت میں حاضر رہتے، اور اسی تقریب سے یہ بھی اون کے حلقہ میں داخل ہوئے، انکے مختلف واقعات و ملفوظات بالواسطہ و بلاواسطہ ان سے منقول ہیں،[3]

---

[1] معجم البلدان جلد ۵ ص ۱۳۱، ۱۳۲، (ذکر سمنطار) [2] کتاب الاحسان المسیلہ در یادگاری مضامین جلد ۱ ص ۲۹،

[3] ریاض النفوس در اماری ص ۱۰۰ اماری نے مشہور مغربی صوفی شیخ ابو عثمان سعید بن سلام معروف بہ مغربی متوفی ۳۷۳ھ بہ نیشاپور کو بھی صقلیہ کے صوفیہ میں شمار کیا ہے، کیونکہ ان کا مولد مقام "کرکنت" ہے اماری نے انھیں اسی مناسبت سے صقلی خیال کیا، کیونکہ مختلف عرب جغرافیہ نویس ادریسی اور یاقوت وغیرہ صقلیہ کے شہر جرجنت کو کرکنت بھی لکھتے ہیں،

لیکن ابو عثمان مغربی کے غیر صقلی ہونے پر سب سے پہلے سی بولڈ کو اشتباہ ہوا کیونکہ ابن خمیس کی کتاب مناقب الاسرار فی محاسن الاخیارین ابو عثمان المغربی کے ترجمہ میں "من القیروان من قریۃ یقال لہا کرکنت" (یعنی یہ قیروان کے ایک گاؤں کرکنت کے رہنے والے ہیں) مذکور ہے، پھر سی بولڈ کو اس کی تائید میں لب اللباب کی روایت ملی جسمیں کرکنت کو قیروان کا ایک گاؤں بتایا گیا ہے، لیکن اس کے باوجود سی بولڈ ابو عثمان مغربی کے

علمِ تاریخ

علمِ تاریخ میں صقلی اہل علم کی صرف چند کتابیں معلوم ہیں،

تاریخ ممالک، تاریخِ ممالک میں اولاً ابن القطاع صقلی متوفی ۵۱۵ھ اور ابو علی حسن بن یحییٰ کی دو کتابیں ہیں، اور دونوں صقلیہ کی تاریخ پر ہیں، اور **تاریخ صقلیہ** کے نام سے موسوم ہیں،

تاریخ صقلیہ ابو علی حسن بن یحییٰ الفقیہ کا تذکرہ قزوینی (۶۸۲ھ) اور یاقوت (۶۲۶ھ) نے کیا ہے، قزوینی نے اپنی کتابوں آثار البلاد واخبار العباد اور عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات میں، اور یاقوت نے اپنی معجم البلدان میں اسکے حوالہ سے صقلیہ کے حالات درج کئے ہیں،

ابن القطاع صقلی کی تاریخ صقلیہ کا ذکر اولاً معجم الادباء وغیرہ میں ابن القطاع کے حالاتِ زندگی میں آیا ہے، علاوہ ازیں یاقوت نے اس کتاب سے بھی بعض مقامات پر معلومات اخذ کئے ہیں، اسکے ایک نسخہ کا پتہ حسن حسنی عبد الوہاب (جامع ٹیونس) کے پاس چلا ہے،[1]

(بقیہ حاشیہ ص ۳۰۲) قیروانی یا صقلی ہونے پر کوئی قطعی رائے قائم نہ کر سکا،

مجھے بھی پہلے سی بولڈ کی تحقیق پر اطمینان نہیں ہوا، اور اسے ان مصنفین کی لغزش سمجھا جنھوں نے کرکنت کو قیروان کا قریہ بتایا ہے، اسی بنا پر ابو عثمان مغربی کے حالات کی مزید جستجو کی، اور متعدد ایسے ماخذ ہے، جو اماری وغیرہ کی نظر سے نہیں گذرے تھے، چنانچہ تذکرۃ الاولیاء شیخ فرید الدین عطار، تذکرۃ الشعراء دولت شاہ اور سفینۃ الاولیاء دارا شکوہ میں مغربی کے حالات موجود ہیں لیکن ان میں سے کسی سے اُن کے صقلی یا قیروانی ہونے کی تعیین نہ ہو سکی، بالآخر کتاب الانساب سمعانی پر نظر پڑی اور اسی قدیم ماخذ سے انکے قیروانی ہونے کا فیصلہ ہوا کیونکہ اس نے بھی کنتی میں قری القیروان کے ذیل میں ان کے حالات شرح وبسط سے لکھے ہیں، سمعانی کی اس شہادت کے بعد اماری کی نکتہ فہمی تسلیم کر لینی پڑی، ۱۵ روم سے، کتب خانہ میں قسمی

Marfat.com

تاریخ ممالک میں تیسری کتاب ابن حمدیس صقلی متوفی ۵۲۷ھ کی تاریخ جزیرۃ الخضراء ہے، جو اندلس کے کسی عہد کی تاریخ ہے، حاجی خلیفہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے،

اسی طرح ابن رشیق قیروانی کی تاریخ القیروان بھی لائق ذکر ہے، کہ وہ سسلی ہی میں تالیف پائی، جیسا کہ معارف کے ایک مقالہ میں بہ تفصیل دکھایا جا چکا ہے،

سیرت وطبقات، سیرۃ وطبقات میں ابن ظفر صقلی کی چند کتابیں ہیں جنمیں ایک کتاب خیر البشر بخیر البشر ہے، (حاجی خلیفہ نے خبر البشر لکھا ہے،) اسمیں آنحضرت صلعم کے متعلق صحف سماوی کی پیشینگوئیاں درج ہیں، اس کا تذکرہ ابن ظفر نے اپنے ضمیمہ سلوان المطاع اور حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں کیا ہے اسکے چند نسخے ہیں، ایک کتبخانہ پیرس میں ہے جس سے امادی نے اپنی بلوتھیکا میں اس کا دیباچہ نقل کیا ہے، دوسرا مدینہ منورہ کے کتب خانہ عارف حکمت بک میں دستیاب ہوا جس کا تذکرہ مولینا سید سلیمان ندوی نے اپنے مقالہ حجاز کے کتب خانہ میں فرمایا ہے[1] اور ایک اور نسخہ کتبخانہ خدیویہ مصر میں ہے، اور پھر ۱۳۱۲ھ میں مصر سے شائع بھی ہو چکی ہے،

مصنف نے یہ کتاب اپنے ایک ہمعصر صاحب علم رئیس ابو الرضی احمد بن ھبۃ اللہ کے نام سے

(بقیہ حاشیہ ص ۳۰۳) غیر معلوم الاسم مصنف کی ایک کتاب تاریخ جزیرۃ صقلیۃ من مین وظلما المسلمون واخبار ما جری فیہا من الحروب وتبدیل الامراء وغیر ذالک کے چند اوراق محفوظ ہیں، اور وہ ۱۶۶۳ء میں ایک لاطینی زبان کی کتاب کے ضمیمہ کے طور پر شائع بھی ہو چکے ہیں، اور امادی نے اپنی تعریف میں ص ۱۶۵ سے ۱۷۶ تک میں نقل کیا ہے، لیکن ان اوراق کو تاریخ کہنے کے بجائے سنہ وار مختصر تعلیقات کہہ سکتے ہیں، اور جہاں تک بظاہر سمجھا جا سکتا ہے ابو علی حسن بن یحییٰ یا ابن القطاع کی تالیف نہیں ہے، اس میں جس سنہ کے اخبار ہیں سے حوادث جمع کئے گئے ہیں، وہ مسلمانوں میں رائج نہ تھا،

[1] معارف جلد ۲ ۳۰۴ نمبر ۴،

Marfat.com

معنون کی ہے، کتاب چار ابواب میں تقسیم ہے، پہلے باب میں صحف آسمانی کی بشارتیں درج کی ہیں، دوسرے میں وہ بشارتیں ہیں، جو احبار سے منقول ہیں، تیسرے میں کہان اور چوتھے میں جنون کی بشارتیں درج کی گئی ہیں،

ابن ظفر کی دوسری کتاب اعلام النبوۃ ہے، یہ بھی سیرت میں ہے، اور حاجی خلیفہ نے تذکرہ کیا ہے،

تیسری کتاب ابناء جنباء کا بنا ہے جو طبقات میں ہے، اوس کے بھی دو نسخے پیرس اور کتبخانہ عارف حکمت بمکہ مدینہ منورہ میں موجود ہیں، یہ بڑی اور گوٹھا میں اسکا ایک مختصر ہے، پھر مصر میں چھپ بھی چکی ہے،

کتاب آنحضرت صلعم کی سیرۃ مبارکہ سے شروع ہوتی ہے، پھر بہ ترتیب صحابۂ کرام، ائمہ صحابہ، مشاہیر رجال عرب جاہلیت اور شاہان تبابعہ کے تراجم و تواریخ حیات درج کئے ہیں،

طبقات میں ابوبکر عتیق کی دو کتابوں اخبار العلماء اور اخبار الصالحین کا تذکرہ تصوف کے بیان میں اوپر گذر چکا ہے، لو خر الذکر کو یاقوت نے دو جلدوں سے زیادہ میں بتایا ہے،

تذکرۂ شعراء تذکرۂ شعراء میں ابن القطاع صقلی متوفی ۵۱۵ھ کی دو کتابیں ہیں، جن میں ایک الذخیرۃ الخطیرۃ فی المختار من شعراء الجزیرۃ ہے، جو جزیرۂ صقلیہ کے شعراء کے ذکر میں ہے، اسمیں ۱۷۰ شعرائے صقلیہ کے حالات اور تقریباً ان کے ۲۰ ہزار اشعار تھے، یاقوت ابن خلکان اصفہانی، اور حاجی خلیفہ وغیرہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے، کسی کتبخانہ میں اس کا کوئی نسخہ موجود نہیں، اصفہانی نے اپنی خریدۃ القصر و جریدۃ العصر میں اور ابن سعید نے کتاب المغرب کے ایک ٹکڑے الالحان السلیۃ فی حلی جزیرۃ صقلیۃ میں اقتباسات درج کئے ہیں، جو برش میوزیم اور پیرس[1]

[1] معجم البلدان ذکر سمنطار،

کے کتب خانون میں ہیں، اور امارمی کے مجموعہ اور اوس کے مجموعہ بیادگار صد سالہ میں اس کے اقتباسات شائع ہوئے ہین، لیکن ابن سعید نے نقل میں احتیاط نہیں کی ہے فولر نے غلطیان دکھائی ہین، خریدۃ القصر کے حصے مصر سے شائع ہو رہے ہیں، اور اب الدرۃ الخطیرہ کے ایک "مختصر" کا پتہ اختصار المنتحل من الدرۃ الخطیرہ لاسحاق بن اغلب کے نام سے کتب خانہ تیموریہ مصر میں چلا ہے، حاجی خلیفہ وغیرہ نے اس اختصار المنتحل کا تذکرہ نہیں کیا ہے،

دوسری کتاب لمح الملح ہے، یہ الدرۃ الخطیرہ کے طرز پر شعراے اندلس کے حالات میں ہے، افسوس کہ اس کا نہ کہیں سراغ ملا، اور نہ کسی کتاب میں اس کا کوئی اقتباس نظر سے گذرا صرف ابن القطاع کے سوانح حیات اور کشف الظنون میں اسکا تذکرہ آیا ہے[1]،

تذکرۂ شعراء وادبا میں ایک اور کتاب ابن بسترون صقلی کی المختار فی النظم والنثر لافاضل اھل العصر ہے، جس میں اوس نے اپنے ہمعصر شعراء وادبا، کے حالات ونمونۂ کلام درج کئے ہین، حاجی خلیفہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے، اور ابن خلکان اور عماد الدین کے ماخذ میں ہے،

علم ادب

(صرف، نحو، لغت، انشاء، عروض، اور شاعری)

صقلیہ کی علمی ترقیون مین علم ادب کو نمایان جگہ حاصل ہے، تمام اصناف ادب، شعر وشاعری، انشاء پردازی، اور ان کے متعلقہ علوم عروض وقوافی اور نحو ولغت مین سینکڑون باکمال شعراء انشاء پرداز، اور فن لغت ونحو ودیگر علوم کے ماہرین پیدا ہوئے،

[1] الدرۃ الخطیرہ کا نام ابن خلکان، یاقوت، اصفہانی، ابن سعید اور حاجی خلیفہ وغیرہ نے مختلف الفاظ کی ترکیبون کے ساتھ درج کیا ہے لیکن ضبط الفاظ میں کتاب کے مذکورہ بالا الفاظ سب میں مشترک ہیں، یہ نام اصفہانی کی ماخوذ ہے

Marfat.com

شاہی خانوادوں کا ذوقِ ادب، اس علمی ترقی کا سب سے بڑا سبب وہی یہاں کے حکمران طبقہ کا ذوقِ ادب تھا، فرمانروایانِ صقلیہ، عہدہ دارانِ حکومت اور امراء ورؤسا خود علم ادب پر عبور رکھتے اور اربابِ ادب کی قدردانی کرتے تھے، اور اس سے ملک میں ادب کے مذاق کو ترقی ہوتی، دوسرے ممالک کے شعراء حکمران طبقہ کی داد ودہش کے افسانے سن کر صقلیہ آتے، اور یہاں کی بزم علمی کی رونق بڑھاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ صقلیہ کے علوم دینیہ کے حاملین سے اربابِ ادب کی تعداد کہیں زیادہ ہے،

یہ صرف اسلامی دور پر موقوف نہیں، نارمن عہدِ حکومت میں بھی راجر اوّل کے تعصب آمیز زمانہ کو خارج کرکے نارمن فرمانروایان صقلیہ اسلامی تہذیب وتمدن سے اسقدر مانوس ہوگئے کہ ان کے دربار مشرقی سلاطین کے دربارون کے مثل بن گئے، اور یہی صورتِ حال جرمن عہد میں بھی قائم رہی، اونھون نے مسلمان سلاطین کی طرح خود بھی اسمیں کمال پیدا کیا، ادبا وشعراء کی قدر کی، قصائد پر ہمت افزائی کی، اسلئے ان دورون میں بھی بڑے بڑے باکمال مسلمان شعراء وادباء پیدا ہوئے، اور ان کے اثر سے ہر پڑھے لکھے نے شعر گوئی شروع کردی، اور شعراء صقلیہ کی ایک کثیر تعداد ہوگئی،

خانوادۂ اغالبہ کی شاعری، چنانچہ اغلبی عہد کے فرمانروائون میں عبداللہ بن محمد، ابوالاغلب، اور اغلبی شاہزادہ مجبر بن ابراہیم بن سفیان، صقلیہ کے ممتاز شعراء میں ہیں،

مجبر بن ابراہیم اغلبی، مجبر بن ابراہیم، خفاجہ والی صقلیہ کا حقیقی بھتیجا تھا، وہ پہلے اریس کا والی پھر سینا وجنوبی اٹلی کی فوج کا افسرِ اعلیٰ تھا، وہ اتفاقاً جنوبی اٹلی کے ایک بحری سفر میں رومیون کے ہاتھون گرفتار ہوکر قسطنطنیہ بھیج دیا گیا، اور وہیں قید خانہ میں ڈالدیا گیا،

ان دنون قسطنطنیہ اور افریقہ کے تعلقات ایسے خوشگوار نہ تھے، کہ اس کی رہائی کی

کوئی صورت نکلتی، بذاتِ خود دامِ اسیری سے چھوٹنے کی بہتیری کوششیں کین، مگر ناکام رہا، اور بالآخر قفس سے طائرِ روح پرواز کرگیا،

وطن کی یاد مین اوسکی ایک پر درد اور الم انگیز نظم قید خانہ کی سلاخون سے نکل کر باہر پھیلی اور نقل ہوتی ہوئی افریقہ و صقلیہ تک پہنچی، اصفہانی نے یہ نظم نقل کی ہے، اسکے چند شعر یہ ہین،

الا لیت شعری بالذی فعل الدھر　　باخواننا یا قیروان ویا قصر

اے قیروان اور اے قصر کاش میں جانتا کہ زمانے نے ہمارے بھائیونکے ساتھ کیا کیا،

ونحن بمثنا طیحتنا رحی النوی　　باعین خطب فی ملاحظھا شزر

اور ہمکو جدائی کی چکی نے ایسی مصیبتوں کی آنکھوں کے بیچ ڈالا جو تیکھی چتونوں سے دیکھ رہی تھیں

آخر میں کہتا ہے،

ومن الذی نجا من الجب یوسفا　　وفرج عن ایوب اذ مسہ الضر

جس نے کنوئیں سے یوسف کو نکالا اور ایوب جب بیمار ہوئے تو انکی مصیبت کو دور کیا

وخلص ابراھیم من نار قومہ　　واعلا عصی موسی فذل لہ السحر

اور ابراہیم کو انکی قوم کی آگ سے بچایا اور موسیٰ کے عصا کو بلند کیا اور جادو انکے سامنے جھک گیا،

یصبر اھل الاسر فی طول امرہ　　علی معضلات الامر لا سلم الاسر[1]

شاید وہ قیدیوں کو زمانۂ قید تک قید کی مصیبتوں پر صبر عطا فرمائے اور قید باقی نہ رہے،

خانوادۂ کلبیہ میں شاعری، اسی طرح خانوادۂ کلبیہ میں ایسے کم فرمانروا گذرے ہیں، جو خود شاعر نہ ہون، اور بعضے کلبی شاہزادے بھی ممتاز شعرا میں تھے، اصفہانی وغیرہ نے انکی شاعری کی ستایش کی ہے اور نمونہ کلام درج کیا ہے، اور انکے شعر و شاعری کی زانی کو سراہا ہے،

[1] خریدۃ القصر اصفہانی در اماری ص ۹۲ د

امیر ابو الحسین احمد، امیر ابوالحسن احمد بن حسین کلبی والی صقلیہ (۳۴۳ھ - ۳۵۸ھ) شاعری کا اچھا مذاق رکھتا تھا، ابن فضل اللہ دمشقی نے نمونۂ کلام درج کیا ہے :-

امیر ثقۃ الدولہ، امیر ثقۃ الدولہ والی صقلیہ (۳۶۹ھ - ۳۸۸ھ) خود شاعری کرتا، اور شعرا کا بیحد قدردان تھا، ان کے قصائد پر اپنی داد و دہش سے انکی حوصلہ افزائی کرتا، اصفہانی نے ابن القطاع کے حوالہ سے اس کا نمونۂ کلام درج کیا ہے،

امیر تاج الدولہ، اسی طرح امیر تاج الدولہ (۳۸۸ھ - ۴۱۱ھ) کو اصفہانی نے اس کے عہد کے شعرا میں نمایاں جگہ دی ہے، ابن خلکان نے بھی اس کا ایک قطعہ نقل کیا ہے، جسمیں دو خوبصورت غلاموں کے سُرخ وسیاہ لباس کی تعریف کیگئی ہے، کہتا ہے :-

ارى بدرين قد طلعا على غصنين فى نسق ،

میں دو بدر کو دیکھتا ہوں، جو دو شاخوں پر ایک خاص ترتیب سے طلوع ہوتے ہیں

وفى ثوبين قد صبغا صباغ الخد والحدق ،

وہ دو لباسوں میں ملبوس ہیں جو گال اور پتلی کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں ،

فهذا الشمس فى شفق ، وهذا البدر فى غسق ،

پس ایک شفق میں سورج ہے، اور ایک تاریکی میں چاند ،

امیر ابو محمد عمار بن منصور کلبی، امیر ابو محمد عمار کلبی مختلف علوم میں دستگاہ رکھتے تھے علما و شعرا کا مذاق بھی رکھتا تھا، ابن القطاع نے نمونۂ کلام درج کیا ہے، کہتا ہے

تقول لقد رأيت رجال نجد وما ابصرت مثلك من رجال

وہ کہتی ہے کہ میں نے نجد کے آدمی دیکھے ہیں لیکن ان کے لوگوں میں تیرا مثل نہیں دیکھا ،

الفت وتابع الغمرات حتى كما تلك من رجالها بالرجال

سنہ وفات سنہ ۵۶۶ھ ابن خلکان جلد ۲ ص ۱۰۵ ترجمہ یحییٰ بن التمیم

تو لڑائی کا خوگر ہے، گویا تو لڑائی کی ہلاکت سے محفوظ ہے،

ابوالقاسم عبداللہ بن سلیمان کلبی،

ابوالقاسم عبداللہ بن سلیمان کلبی جو ممتاز امرائے کلبیین میں تھا، کہتا ہے:-

تحنوا علی المکرمات نوازعا فکانّی للمکرمات حمیم

مفاخر میری طرف محبت آمیز اشتیاق ظاہر کرتے ہیں، گویا میں بزرگیوں کا قرابتدار ہوں،

وَاصلتھن کانّھن حبائب وحمیتھن کانّھن حریم[1]

مین نے ان کو ملایا گویا وہ میرے دوست تھیں میں نے انکی حفاظت کی گویا وہ پردہ نشین عورتیں تھیں،

ان کے علاوہ خانوادۂ کلبیہ کے اور بہت سے ایسے معززین ہیں جنھیں شعر وشاعری کا مذاق تھا، اور اپنے ذوق سے یہ لوگ علم ادب کے ترقی دینے میں معاون بنے، ابن القطاع نے اپنی الدرۃ الخطیرہ مین انھیں نام بنام گنایا ہے، اور نمونہ کلام درج کیا ہے، اوران میں سے امیر مستخلص الدولہ عبدالرحمٰن بن حسن کلبی، امیر ابو محمد قاسم بن نزار کلبی اور امیر ابو محمد جعفر بن الطیب کلبی، اور ابوالقاسم عبداللہ بن سلیمان کلبی وغیرہ کا تذکرہ اصفہانی نے اپنی خریدۃ القصر میں کیا ہے،[2]

عہدہ داران حکومت میں ذوق ادب اور عہدہ دار شعراء

اسی طرح ذیل کے اکابر عہدہ دار اسلامی اور نارمن دوروں میں یہان کے ممتاز شعراء میں تھے، اور ارباب ادب وشعر کے قدردان تھے، ابن القطاع اور اصفہانی نے توصیف کے ساتھ نمونہ کلام درج کیا ہے، ان میں القائد سند الدولہ [illegible] بن قائد بدیر المکلاتی، حاجب سلطان، ابو نفضل احمد بن علی الفہری صاحب الشرطہ، القائد ابو محمد حسن بن عمر بن منکود اور امیر تج الدولہ عبدالرحمٰن اللولو، ابو عبداللہ حسن

[1] مسالک الابصار ابن فضل اللہ در اماری ص ۱۵۴ ج۲ [2] نقصر در اماری ص ۵۹۴، ۵۹۰، ۵۹۵ وغیرہ،

Marfat.com

ابن القائد، ابو عبد الحسن علی بن المعلم صاحبِ دیوان الصناعۃ اور ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن الطرق صاحبِ دیوان الانشاء والرسائل ہیں، ان کے نمونہ کلام میں کسی کے اشعار نیوفر کی تعریف میں ہیں اور کسی نے گھوڑے کی تعریف کی ہے، اور اسی طرح کسی نے بے تکلفی سے صنعت طباق برتی ہے[1]

کتاب وزراء

اسی طرح عقلبہ کے کتاب وزرا میں سے ایسے بیس[2] وزراء وکتاب کے نام ملے ہیں، جو بلند پایہ انشاء پرداز تھے، اور شاعری میں کمال رکھتے تھے، نیز کوئی نہ کوئی ان کی امتیازی خصوصیت تھی، مثلاً کوئی فن نحو کا امام تھا، کسی کو لغت پر عبور تھا، کوئی فن انشاء کے کمال کے ساتھ معمہ سازی وچیستان نویسی میں مشہور تھا، کوئی مختلف قسم کی صنعتوں کے استعمال پر قادر تھا، اور انہی میں بعض صاحبِ تصانیف ومقالات بھی تھے، جن کو مورخین نے بیان کیا ہے، انکے اسماء حسب ذیل ہیں:-

عبد الرحمن بن ابو العباس الکاتب اللاطرانشی ابو علی احمد بن محمد بن القائد الکاتب[3]، ابو علی بن حسین بن خالد الکاتب، ابو بکر[4] محمد بن سہل الکاتب المعروف بالرزیق، عبد الجبار بن عبد الرحمن[5] ابن سرمین الکاتب، ابو الفتح[6] محمد بن حسین بن القرقوبی الکاتب، ابو القاسم ہاشم بن یونس الکاتب، ابو حفص[7] عمر بن حسن بن قونی الکاتب، ابو حفص[8] عمر بن عبد اللہ الکاتب، قاضی[9] ابو عبد اللہ محمد بن قاسم بن زیتھی[10] الکاتب، ابو عبد اللہ[11] محمد بن عطار الکاتب، ابو عبد اللہ[12] محمد بن علی بن صباغ الکاتب، ابو سلیمان[13] ہبۃ اللہ الکاتب، ابو عبد اللہ[14] محمد بن سدس الکاتب النحوی، ابو علی[15] حسن بن محمد الکاتب، ابو اسحاق[16] ابراہیم محمد بن ضیف الکاتب، الوزیر ابو الفضل[17] بن احمد بن دانق الکاتب، ابو القاسم عبد الرحمن بن حسن الکاتب، ابو محمد[18] عبد العزیز بن عبد الرحمن الانصاری الکاتب، ابو الحسن[19] علی

[1] خریدۃ القصر دراماری ص ۵۹۹، ۵۹۵، ۵۹۶، ۶۰۴ ومختصر ابناہ الرواۃ. دراماری

ابن عبدالرحمٰن الکاتب۔

نمونہ کلام۔ ابن القطاع، ابن رشید عماد الدین الکاتب، اور ابن فضل اللہ قرشقی وغیرہ نے ان کتاب کے ادب میں کمال رکھنے کو سراہا ہے، اور اون کے کلام کے نمونے درج کئے ہین، لیکن افسوس ہے کہ یہان طوالت کی وجہ سے درج نہیں کیا جا سکتا، صرف بطور مثال نمائندہ شعراء کے چند شعر بغیر انتخاب ذیل میں پیش ہین،

ابوالقاسم ہاشم بن یاسین الکاتب:۔

رب لیل سواد، کسواد الذوائب
بہت سی راتیں جو بالون کی طرح سیاہ تھیں

سرت فیہ کانی، بعض زہر الکواکب،
میں اون میں چلا گویا کہ ستارہ ہون،

ابن الصباغ الکاتب:۔

قومی الذین اذا السنابک انشأت، دون السحاب سحابیا من عثیر
میری قوم وہ ہے کہ جب گھوڑون کی ٹاپین گرد وغبار کا بادل اوٹھاتی ہیں،

برقت صوارمہم وامطرت بطلی، علقا کثیر ثار الحیا المتفجر
تو اون کی تلوارین چمکتی ہیں، اور گردنین خون کا مینہ برسانے لگتی ہین،

الواترین ولا یقادو یترہم، والفاتکین بحمیر وبقیصر
وہ انتقام لینے والے ہیں، اور اُن سے انتقام نہیں لیا جاتا اور حمیر اور قیصر پر حملہ کرنے والے ہین،

والمانعین حماھم ان ترتعی، والحامیین لکل داء یعتری
اپنی چراگاہون کو چرنے سے محفوظ رکھتے ہین، اور ہر مرض کا انسداد کرتے ہین،

Marfat.com

عبدالرحمن بن ابی العباس کاتب اطرابنشی نے صقلیہ کی ایک نرسنگ کا دمعنزیہ پر ایک نظم لکھی تھی، یہ پورا قطعہ اصفہانی نے نقل کیا ہے،

ابن دابق الوزیر نرگس کے متعلق کہتا ہے،

کف من الفضۃ مبسوطۃ فی وسطھا نثرۃ من العسجد

چاندی کی ایک ہتھیلی پھیلی ہوئی ہے، جس کے بیچ میں سونے کے ذرے ہیں،

ابوالقاسم عبدالرحمن بن حسن کاتب،،

اغری جفونی بالسھاد القلق لمعان ھذا البارق المتألق

اس چمکدار بجلی کی چمک نے میری آنکھوں کو بیدار کر دیا،

باتت لوامعہ تسل صوارما بالغرب ثم یشیمھا بالمشرق

اسکی چمک رات بھر تلواریں کھینچتی رہی، جو مغرب میں کھینچی جاتی تھیں اور مشرق میں میان میں ڈالی جاتی تھیں

فکانھن سیوف نار حرقت شوب الدجا بصوارم الحرب

گویا وہ آتش تیر تھیں جو اپنی جلانے والی تیزی سے تاریکی کا پردہ چاک کر دیتی تھیں،

شعرائے دربار سلامی فرمانروایان صقلیہ کے ذوق ادب اور اہل علم و شعرا کی قدردانی کے باعث صقلیہ و بیرون صقلیہ کے بڑے بڑے باکمال شعراء دربار صقلیہ سے وابستہ تھے جہاں وہ منہ مانگی مراد پاتے، اکثر مورخین نے اسکا تذکرہ کیا ہے، مثلاً تاج الدولہ کے متعلق ہے،،

"یہ سخی اور مہربان فرمانروا تھا، علما، و شعرا ہر جگہ سے اسکے پاس آتے، اسکی فیاضی و منزلت کرتا، اور بخششوں سے مالا مال کرتا"[1]

[1] کتاب الایمان المسلیہ دیاربکریہ جلد ۱ ص ۲۵۵، ۲۹۶، عمدۃ القصر والمعاصر ص ۵۸۹، ۵۹۰، ۶۱۰ وغیرہ

[2] ابن الاثیر ذکر اخبار الفرنج کتاب مذکور، روضۃ المناظر ورق ۲۳۰ کتاب الایمان المسلیہ دیاربکریہ جلد ۱ ص ۲۹۰

تقریباً اسی قسم کی تصریحیں ثقۃ الدولہ وغیرہ کے متعلق بھی کی گئی ہیں لیکن کون کون شعراء ان کے دربار سے وابستہ تھے، اس تصریح کے ساتھ صرف چند ہی نام مل سکے ہیں، جو حسب ذیل ہیں:-

ابو محمد عبداللہ بن محمد تنوخی

ابو محمد عبداللہ بن محمد تنوخی معروف بابن قاضی مبلہ چوتھی صدی کے باکمال شعراے مغرب میں تھا، یہ ثقۃ الدولہ یوسف کے دربار سے وابستہ تھا، ابن خلکان نے اس کا ایک قصیدہ جو ثقۃ الدولہ کی شان میں ہے، ذیل کے توصیفی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے،

"یہ ایک نایاب قصیدہ ہے، جو تمام وکمال لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں ہے، میں نے اتفاقاً ایک کتاب کی پشت پر لکھا ہوا اُسے پالیا، میرے پاس اس کے صرف یہی چند شعر ہیں اور دوسروں سے بھی میں نے اسی قدر سُنا، اس لئے اس کے حُسن وخوبی اور ندرت کے باعث اسے ذیل میں پورا نقل کرتا ہوں"

یہ قصیدہ عید کی مبارکباد میں پیش کیا گیا تھا، کل ۵۹ اشعار ہیں، اون میں کے دو شعر یہ ہیں،:-

فیا ثقۃ الملک الذی الملک سھمہ یراش لاکباد الاعادی ویصنع

اے ملک کے قابلِ اعتماد وجود جس کے تیر کو ملک دشمنوں کیلئے تراشتا ہے،

ھنیأ لک العید الذی منک حسنہ یروق ومن اوصافہ الغر یوصف[1]

تجھکو عید مبارک ہو وہ عید جس کا حسن تیری وجہ سے خوشنما ہوجاتا ہے اور تیری عزت کے اوصاف سے اوس کو متصف کیا جاتا ہے،

[1] ابن خلکان جلد۳ ص۲۰۱ تا ۲۰۵ ترجمہ یحییٰ بن اکثم،

محمد بن عبدون سوسی

محمد بن عبدون سوسی جو مغرب کے باکمال شعراء میں تھا، ثقۃ الدولہ کے عہد میں صقلیہ آیا، اور ایک مدحیہ قصیدہ اسکی شان میں پیش کیا، اوس نے اس کی پوری قدر کی، اور صقلیہ میں اوس کے مستقل قیام کا سامان کرکے اپنے لڑکے تاج الدولہ کے مصاحبین خاص میں داخل کردیا،

تاج الدولہ بھی اپنے باپ کی طرح جوہر شناس تھا، اوس نے اوسکی قدر ومنزلت کی، اور ہر موقع پر حوصلہ افزائی کرتا، اور اوس کے ایک ایک شعر پر زر وجواہر نثار کرتا،

ابن عبدون کچھ دنوں کے قیام کے بعد وطن جانے کا خواستگار ہوا، اور ایک قصیدہ میں وطن کی پرشوق یاد کا تذکرہ کرکے تاج الدولہ سے رخصت کا طلبگار ہوا، لیکن وہ اوسے اپنی رفاقت سے جدا کرنے پر آمادہ نہیں ہوا، اس کے بعد اوس نے ثقۃ الدولہ کی خدمت میں قصیدہ لکھکر درخواست پیش کی، مگر اوس نے بھی اوس کے جواب میں دنیار کی تھیلی بھیج دی، اوس کے بعد وہ بار بار نئے نئے مضامین کے ساتھ اسی موضوع پر قصائد لکھتا، اور تاج الدولہ اوس کا نذرانہ اٹھاتا، تھیلیوں پہ تھیلیاں اوس کے سپرد کرتا،

تاج الدولہ جعفر کی شان میں اسکے ایک قصیدہ کے چند شعر یہ ہیں:-

ولما رایت البدر حث مسلما ... علیہ واظہرت الخضوع الیہ

جب میں نے چاند کو دیکھا، تو کھڑے ہوکر اسکو سلام کیا، اور اوس کے سامنے جھک گیا،

فقلت لہ ان الامیر ابن یوسف ... شبیہک قد عز الوصول الیہ

پھر میں نے اوس سے کہا کہ امیر ابن یوسف تیری ہی جیسا ہے اسلئے اس تک رسائی دشوار ہے،

فکن فی شفیقا ان لک موضعا ... اذا جئتہ بتقی السلام الیہ[1]

---

[1] روضۃ القرطاس ۱۲ ابن ابی زرع ص ۳۶۹

توجب تو اوس کے پاس سلام کے لئے حاضر ہو، تو اوس کو مجھے بلا دے

ابن المؤدب قیروانی | عبداللہ بن ابراہیم بن متنی طوسی قیروانی معروف بابن المؤدب قیروان کا ایک مشہور شاعر تھا، اور سیر و سیاحت کا دلدادہ تھا، اس کے ساتھ اوسکے کیمیا بنانے کا بھی خبط تھا، اور اپنے اس شوق کے پیچھے ہمیشہ تہی دست و پریشان حال رہتا، اور جو کچھ ہاتھ آتا فوراً اوڑا دیتا،

ثقۃ الدولہ کے عہد میں یہ ایک مرتبہ صقلیہ کے ارادے سے روانہ ہوا لیکن ان دنوں رومیون اور حکومت صقلیہ مین جنگ تھی، اتفاق سے یہ سمندر میں رومیون کے ہاتھون گرفتار ہوگیا، اور ایک طویل زمانہ اسیری میں گذر گیا، یہانتک کہ ثقۃ الدولہ اور رومیون سے صلح ہوئی، اور صلحنامہ کے رو سے قیدیون سے تبادلہ ہوا، اسی سلسلہ مین ابن المؤدب بھی رہا ہو کر صقلیہ پہنچا، اور یہان آتے ہی ثقۃ الدولہ کے سامنے اس احسان کے شکریہ مین ایک قصیدہ پیش کیا،

ابن المؤدب ثقۃ الدولہ کی داد و دہش کے افسانے سن چکا تھا، اسلئے وہ اپنے اس قصیدہ پر بڑی امیدین لگائے بیٹھا تھا، لیکن ثقۃ الدولہ سے اوسکو جو کچھ ملا وہ اوسکی توقع کے مطابق نہ تھا، اسلئے دوبارہ زیادہ اصرار سے دست طلب دراز کیا، اور ناکام ہونے پر ایک سخت ہجو لکھ ڈالی، اور پھر اسکے خوف سے اپنے ہمیشہ کیلئے سازون کے یہان روپوش ہوگیا،

اس کے بعد وہ ایک دن شراب کے نشہ میں بدمست بازار مین گزک خریدنے کے لئے سر راہ نکل آیا، پولیس اوسکی تلاش میں تھی، اسے دیکھتے ہی گرفتار کر لیا، اور کشان کشان ثقۃ الدولہ کے حضور میں پیش کیا،

ثقۃ الدولہ اس سے سخت برہم تھا، اسکے سامنے جاتے ہی اس سے باز پرس کی اس نے جرم سے انکار کیا، اس پر ثقۃ الدولہ نے ہجو کا یہ مصرع پڑھا،

Marfat.com

ع فالحر ممتحن باولاد الزنا

شریف آدمی حرامیوں کی آزمائش میں پڑجاتا ہے،

ابن المؤدب بھی نشہ میں بدمست تھا، شوخی سے فوراً جواب دیا، کہ یہ بھی تو اوسی کا مصرع ہے،:- ع

وعداوۃ الشعراء منبوذ المقتنی شاعروں کی عداوت مول لینا بُرا ہے،

تاج الدولہ یہ گستاخانہ جواب سُن کر کچھ دیر کبیدہ خاطر ہوا، پھر اس کے حرکات سے درگذر کرنے کا فیصلہ کیا، اور سو دینار رخصتانہ مرحمت فرما کر صقلیہ سے نکل جانے کا حکم دیا[1]

ابوالحسن ابن الخیاط

ابوالحسن علی بن محمد بن علی معروف بابن الخیاط البنی صقلیہ کے ممتاز شعراء کی صف اوّل میں تھا، ابن القطاع اور ابن سعید نے اس کے شعر و ادب کی تعریف کرتے ہوئے "احد اعلام الشعراء" کے الفاظ سے یاد کیا ہے،

یہ بھی فرمانروایان دولت کلبیہ کا درباری شاعر تھا، اور اکثر فرمان رواؤں کی شان میں قصیدے لکھے، خصوصاً تاج الدولہ کے دربار میں نمایاں رسوخ پیدا کیا، اسکی شان میں اسکے متعدد مدحیہ قصائد ہیں،

بلکہ اسے اپنے عہد کا "شاعر صقلیہ" کہا جاسکتا ہے، تاج الدولہ کے علاوہ مختلف امرائے کلبیین امیر مخلص الدولہ، انتصار الدولہ، ثمامۃ الدولہ اور صمصام الدولہ کی شان میں بکثرت قصائد لکھے، ابوالحسن اسمٰعیل بن احمد تجیبی برقی صاحب شرح المختار من شعر بشار، ابن خیاط کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس کی کتاب میں بشار کے اشعار کی شرح میں جابجا اس کے اشعار سے استشہاد و استمثال کے طور پر ملتے ہیں،

ہیں، اور اسے مشہور شعراء عرب نابغہ، متنبی، اور ابن معتز وغیرہ کے ہمپلہ میں جگہ دی ہے،

---

[1] ابن خلکان جلد ۲ ترجمہ یحییٰ بن اکثم [2] الاحاطۃ المسہبۃ در بازگاری جلد ۱ ص ۲۹۰،

Marfat.com

تائید الدولہ کی شان میں اسکے جو قصائد تھے، ان میں کے چند شعر یہ ہیں جنمیں اوس نے اسکے پر آشوب دور حکومت پر اُسے تسلی وتشفی دی ہے،

لا تفرحنّ ولا تحزن لنائبة علیك بالخیر او بالشر لم یدم

کسی پیش آنے والی بات پر نہ خوش ہو نہ رنجیدہ کیونکہ بھلائی یا برائی ہمیشہ باقی نہ رہے گی

فی کل امر وان طالت نجاحته حکم التعاقب فی الانوار والظلم

ہر چیز گو وہ مدت تک قائم رہے۔ روشنی اور تاریکی کی طرح آنے جانے والی ہے

ارى کُلّ شئ له دولة لحکم التعاقب فیها عمل

میرے خیال میں ہر چیز انقلاب پذیر ہے، اور انقلاب کا عمل اوس پر جاری ہے،

ولا تفرحنّ ولا تحزنّ بشئ اذا ما تناهى انتقل[1]

کسی چیز پر نہ خوش ہو، نہ رنجیدہ جب اوس کا وقت ختم ہو جائے گا تو وہ چلی جائیگی

ابن خیاط نے عقلیہ کے آخری کلبی تاجدار صمصام الدولہ حسین اور اوس کے بھائی مؤید (تائید الدولہ) کی شان میں بھی ان کی شاہزادگی کے زمانہ میں قصائد کہے تھے ایک قصیدہ میں ان دونوں کا اجمالی ذکر کس خوبی سے کرتا ہے،

کلاهما زین اُخرة به کما یزین الفرقدُ الفرقدُ

دونوں بھائی ایک دوسرے کی زینت ہیں جس طرح ستارہ فرقد، فرقد کو زینت دیتا ہے

من تره منفرداً منهما فی مجلس قُلتَ هُو السیدُ[2]

ان دونوں میں سے جس کو کسی مجلس میں تنہا پاؤگے کہو گے کہ یہی سردار ہے،

امیر مختفص اللہ کلبی کی شان میں اس کے کئی قصیدے ہیں ایک قصیدہ میں اسنے اوس کے

لڑکے امتصام الدولہ دونوں کو مخاطب کیا ہے:-

[1] شرح الخاری ج ۱ ص ۳۶، ۳۷، ص ۱۳۳

[2]

وکانّما الحدثان خلف زُجاجۃ تَرَیانہ خلل الغیوب شفیفا

گویا حوادث زمانہ ایک شیشے کی آڑ میں ہیں جنکو تم دونون غیب کے پردے سے صاف دیکھتے ہو

وکأنّ اسرار الوجوہ تصوّرت لکُما باسرار القلوب حروفا

گویا چہروں کی علامتیں حروف کی صورت میں دلکے بھیدونکو تمھارے سامنے نمایاں کردیتی ہین

فاذا انطوی یوما بنفسٍ نیّۃ نُشِرَت فاصبح سترھا مکشوفا[1]

اگر نیت میں کوئی کھوٹ ہوگا، تو وہ کھل جائے گا ۔ ؎

خَفّض علیک مساءۃ ومسرّۃ تلقاھما فلعل شرّ آخر[2]

رنج ومصیبت جو تمکو پہونچین ان کے معاملے کو آسان سمجھو کیونکہ ہر چیز کی انتہا ہے،

پھر اوس کی وفات پر اوس کا مرثیہ بھی لکھا، جس مین بنو حسین کو اوس نے مخاطب کیا ہے:-

لیُسلِکُمُ أن الجزیرۃ بعدکم کما قیل فی الامثال لحم علی وضم

تمکو تسلی ہو کہ جزیرہ تمھارے بعد جیسا کہ امثال میں کہا گیا ہے (قصائی کے) تختہ کا گوشت ہے،

ترکتکم بقایا حسنکم فی خرابھا کما ذبل النوّار فی خلل الحمم

تم نے اپنے حُسن کی یادگار اوسکے کھنڈر میں چھوڑ دی ہے جسطرح کالی ٹکھڑیون میں مرجھا جاتی ہے،

وجوہ کأنّ اللہ قال لماءھا ترفّق حیاءً وامزج الحسن بالکرم

ایسے چہرے ہیں جن کی آبرو سے خدا نے کہا کہ حیا سے چمک جا، اور کرم سے مل جا،

کانھم فوق الاسرّۃ انجُمٌ سعود وفی الھیجا ضراغمۃ لھم[3]

گویا وہ لوگ تخت پر سوار ستارے ہیں، اور لڑائی میں شیر ہ ،

---

[1] نہج المختار من شعر بشار ص ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲ و ص ۲۶۸، ۵۳ و ص ۲۸۶،

امیر انتصار الدولہ بن امیر مستخلص الدولہ کی شان میں اوس کے متعدد قصائد کے اشعار
برقی نے شرح المختار میں درج کئے ہیں، چنانچہ اوس کے ایک قصیدہ میں جنگ اور لشکر کے مناظر
بیان کرتے ہوئے تلوار کی تعریف میں کہتا ہے :-

ومُهنّدات کالعقائق ماؤها متر قرق ولهیبها متأجّج

اور ہندی تلواریں جن کا پانی عقیق کی طرح چمک رہا تھا، اور اسکا شعلہ بھڑک رہا تھا،

لا تستقر العین فوق متونها فکانّما هی زئبق متدحرج[1]

آنکھیں اوس کے اوپر نہیں ٹھہرتی تھیں، گویا وہ سیال پارہ تھیں،

ایک دوسرے قصیدہ میں حسن طلب ملاحظہ ہو،

الله الطف صنعًا حین یسّر لی من لطف صنعك تیسیرًا الماعسرا

خدا بڑا مہربان ہے کہ اُس نے تیری مہربانی سے میری مشکل کو آسان کر دیا،

وقائل قال البشر بمنجحة ان الامیر کریم قال فانتصرا

اور ایک کہنے والے نے مجھ سے کہا کہ تجھکو حاجت براری کی بشارت ہو کیونکہ امیر فیاض ہے جب کہیگا

ما حاجة هی اولی ان تفوز بها من حاجة قد رمتها عینه نظرا

جس ضرورت پر اوس نے نگاہ ڈال لی اس سے بڑھکر کوئی ضرورت پوری ہونیوالی نہیں،

إذا ابن مستخلص الاسلام قام بها فاقعد فانك قد لیّتها الظفرا[2]

جب مستخلص الاسلام کا لڑکا اوس کے پورا کرنے کے لئے تیار ہو گیا، تو تو بیٹھ جا کہ تو پہنچ

ایک دوسرے قصیدے کے دو شعر یہ ہیں :-

ولو استطعت علی النجوم نظمتها عقدًا علیك فحل الیها معرج

[1] شرح المختار من شعر بشار ص ۶ ج ۲ ۔ [2] ایضًا ص ۱۰ ج ۲ ۔

اگر مجھ کو ستارون پر قدرت ہوتی، تو میں تیرے لئے اوس کا ہار گوندھ لیتا،
کیا ستارون تک چڑھا جا سکتا ہے،

وإذا منحتُك من ثنائيَ نيتجةً فعَنِ المنائحِ من نوالك تُنتَجُ

اگر میں نے تیری مدح کی ہے، تو یہ تیری فیاضیوں کا نتیجہ ہے،

لك عندي صنيعةٌ قلدتني نِعمةً عقوقُها يُفضحُ جُهدي

تیرا مجھ پر ایک احسان ہے، جس کے شکریہ کی مجھ میں طاقت نہیں،

فإذا ما اضاء حولك نورٌ من ثنائي فأنت قادحُ زندي

تو جب تیرے گرد میری مدح کا نور چمکے، تو تو ہی میرے چقماق کا روشن کرنیوالا ہے

وإنَّ أولى نباتٍ أن تُثمِّرَهُ صنيعةٌ أنت مولاها ومولِيها

بہترین زراعت جسکو تو ثمردار بنائے، احسان ہے جسکا تو مالک ہے اور جسکو تو کرنیوالا ہے

فربِّها إنها سبعٌ سنابلُها، في حبّة بارك الرحمٰنُ لي فيها

اسکی پرورش کر کہ ایک دانے میں اسکی سات بالیاں ہونگی خدا تجھکو اسمیں برکت دے

أودعتها في ثرى جعدٍ فأنبتها مُستأرضاً أرضها خضراً أعاليها

تو نے اسکو زرخیز زمین میں بویا، اور زمین نے جسکے اوپر کا حصہ سرسبز ہے، اسکو اگایا،

فابعثْ وليّاً إلى وسميّ مدرارٍ إن الكتائب منصورٌ تواليها[1]

پے درپے اوس کو بڑھاتا رہا، کہ جو فوج پے درپے آتی ہے وہ ظفریاب ہوتی ہے

ابن خیاط نے اپنے بعض قصائد میں صقلیہ کے پر آشوب سیاسی حالات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے ،،۔

[1] شرح المختار من شعر البشار ص ۱۱۶،

Marfat.com

حَسبِيَ مما فاتنی کلّه بَقِيّةٌ من أمَلٍ فی یدی

سب کچھ کھونے کے بعد اُمید کا جو حصہ میرے ہاتھ میں رہ گیا ہے، وہ کافی ہے

فکم کثیر بلغ المُنتَهَى کان قلیلاً فی ید المبتدی

بہت سی چیزیں جو کثرت میں انتہا درجے کو پہنچ گئی ابتدا کرنیوالے ہاتھ میں تھوڑی تھیں

ورُبّما استُدرِکَ فوتُ الغنی وأُسعِفَ الطالبَ بالمُنشِدِ[1]

دولت کے گم ہوجانیکا اکثر تدارک کرلیا گیا ہے، اور تلاش کرنے والے کو گم شدہ چیز ملگئی ہے،

کلبین کے زوال کے بعد اُس نے ابن تمنہ کی شان میں بھی قصائد لکھے[2]

ارباب علم وادب وشعر، صقلیہ کے اربابِ علم ادب وشعر کے تین دور سہولت کے لئے قائم کئے جاسکتے ہیں، یعنی دورِ اوّل عہد اسلامی، دورِ ثانی عہد نارمنی اور دورِ ثالث عہد متاخرین اور پھر ہر دور میں دو قسم کے اربابِ ادب لائے جاسکتے ہیں، یعنی وہ ادبا، جو اصنافِ ادب و متعلقات مثلاً انشا، نحو، لغت اور عروض وغیرہ میں صاحبِ کمال ہیں، علاوہ ازیں کہ وہ شاعری بھی کرتے ہوں اور دوسرے وہ اربابِ ذوق ہیں جنھیں مورخین نے صرف شاعری کی حیثیت سے پیش کیا ہے، اسی تقسیم کے رو سے ذیل میں انکے حالات پیش ہیں،

دورِ اوّل

(عہد اسلامی کے ادبا)

پہلے دور کے ادبا کی تعداد مذکورۂ بالا اربابِ علم کو چھوڑ کر، ۲ ہوتی ہے، جنھیں مورخین نے علم ادب کے ماہرین کی حیثیت سے جگہ دی ہے، کسی کو ماہرِ لغت کسی کو امام علم ادب کسی کو علم نحو میں یکتائے زمانہ اور کسی کو ماہرِ فنِ عروض کا خطاب دیا ہے، اور اربابِ ادب میں

[1] شرح المختار من شعر بشار ص ۲، ۱، [2] الاحاطہ المسیلہ دریا وگاری جلد ۱ ص ۲۹۸،

Marfat.com

چند صاحب تالیفات بھی تھے، یہ ادبا، بہ ترتیب زمانہ حسب ذیل ہیں، :-

ابو علی حسن بن صقلی، شیخ ابو علی حسن بن علی صقلی محدث متوفی ۲۹۱ھ کو علم نحو میں بھی دستگاہ حاصل تھی، شاعری بھی فرماتے تھے، ابن عساکر نے انکے اشعار نقل کئے ہیں، اشعار میں زہد و ورع کی تلقین کی گئی ہے[1]،

ابو العلاء صاعد بن حسن بغدادی، ابو العلاء صاعد بن حسن بن عبد اللہ ربعی لغوی اصل میں موصل کا باشندہ تھا، بغداد میں تعلیم و تربیت پائی، ابو علی فارسی، ابو سعید سیرافی اور ابو سلیمان خطابی جیسے ماہرین فنون اس کے اساتذہ میں ہیں، علوم لغت و ادب میں کمال پیدا کیا، اور معاصرین میں تفوق حاصل کیا،

۳۸۰ھ میں مشرق سے اندلس پہنچا، اور منصور عامری کے دامن سے وابستہ ہو گیا اور اس کی خدمت میں اپنی مشہور کتاب الفصوص پیش کی، جو علی القاری کی امالی کے طرز پر ہے، صلہ میں ۵ ہزار دینار پائے،

کچھ دنوں کے بعد جب اندلس میں فتنہ و فساد نے سر اٹھایا، اور علمی مجلس درہم برہم ہوتی نظر آئی، تو صاعد نے رخت سفر باندھا، اور اندلس سے صقلیہ آیا، اور یہیں وطن بنا لیا، صقلیہ کی آب و ہوا سازگار نکلی، یہیں اپنے علمی مشاغل جاری کر دیئے، اور آخر عمر تک یہیں قیام پذیر رہا،

وفات بالآخر یہیں بہ روایت صحیح ۴۱۷ھ میں وفات پائی،[2]

دمعہ صقلی، ابو محمد صقلی معروف بہ دمعہ علماء سے نحو میں ممتاز درجہ رکھتا تھا، صقلیہ کے کسی

[1] تاریخ ابن عساکر ج ۴ ص ۲۵۳ سے مفصل حالات ابن خلکان مختصر اخبار الرواۃ، جیش الوفاۃ ص ۲۰۰ اور الوافی بالوفیات وغیرہ میں ہیں،

مدرسہ میں "صدر اساتذہ" کے عہدہ پر مامور تھا،[1]

شہاب الدین عبد الحق عقلی، شہاب الدین عبد الحق علم نحو میں شہرت رکھتا تھا، ابن ابی اصیبعہ صاحب کتاب عیون الانباء نے ایک سلسلہ میں اسکا تذکرہ کیا ہے،[2]

ابو حفص عمر بن حسن صقلی ابو حفص عمر بن حسن نحوی صقلی نحو ولغت میں درک رکھتا تھا، اصفہانی اور قفطی نے پرشوکت الفاظ میں اس کے علوم کی مہارت کا تذکرہ کیا ہے اور خود شاعری بھی کرتا تھا، قفطی نے نمونہ کلام درج کیا ہے،

یہ ہمیشہ صقلیہ میں قیام پذیر رہا، لیکن دولت اسلامی کے زوال کے بعد جب نارمنوں نے صقلیہ پر قبضہ کیا، تو وہ راجر اول کی متعصبانہ حکمت عملی کا شکار ہوگیا، اور کسی سلسلہ میں قید خانہ میں ڈالدیا گیا، پھر اسی تقریب سے راجر کا قصیدہ خواں بن گیا، اور قید سے رہائی کی کوششوں میں اس کی شان میں ایک طول طویل قصیدہ لکھا، مگر شاید رہائی نصیب نہیں ہوئی، اصفہانی نے اس قصیدہ کے جستہ جستہ اشعار نقل کئے ہیں،[3]

ابو یعقوب یوسف بن دباغ، ابو یعقوب یوسف بن احمد دباغ صقلی کا خاص فن علم نحو تھا، اور اس فن میں اپنے ہمعصروں پر سبقت رکھتا تھا، اسے متقدمین کی کتابیں ازبر یاد تھیں، اور نحو کے اکثر مسائل نظم کئے تھے،[4]

طاہر بن محمد بن رقبانی، طاہر بن محمد بن رقبانی عہد اسلامی کے ممتاز ترین ادبا میں تھا، اس نے تمام عمر صقلیہ ہی میں بسر کی، علم لغت پر عبور کامل تھا، قفطی کہتا ہے،:-

اس کے زمانہ میں اہل عرب اور عربی کلام نظم ونثر کا واقف کار اس سے زیادہ کوئی

---

[1] بغیۃ الوعاۃ ص ... تحفۃ انباہ الرواۃ در اماری ص ۶۴۸، [2] عیون الانبا فی طبقات الاطبا، جلد ۱ ص ۱۵۹
[3] خریدۃ القصر ... ۵۸۰ وتحفۃ کتاب انبا، الرواۃ ذہبی در اماری ص ۶۲ [4] بغیۃ الوعاۃ ص ۴۲

دوسرا نہ تھا"

علمی مرتبت کی شہرت ہر طرف پھیل گئی تھی، اطراف عالم کے طلبہ اہل علم درس واستفادہ کیلئے سفر کرکے یہاں پہنچتے، اور اسکی مسند درس سے فیضیاب ہوتے،

شاعری بھی کرتا تھا قفطی نے چند شعر بطور نمونہ درج کئے ہین[1]

ابوالفضل علی بن طاہر بن رقبانی

ابوالفضل علی بن طاہر بن رقبانی، لغوی صقلی، لغت اور شعر جاہلی کا بہت بڑا حافظ تھا، دیگر اصناف ادب پر بھی عبور رکھتا تھا، شاعری بھی کرتا تھا قفطی نے نمونہ کلام درج کیا ہے[2]

ابوطاہر اسمٰعیل بن خلف

ابوطاہر اسمٰعیل بن خلف مقری صقلی متوفی ۴۵۵ھ علوم قرآن کے علاوہ علم ادب کے بھی امام سمجھے جاتے تھے، ابن خلکان نے "کان اماما فی علوم الادب" (علوم آداب میں امام تھے،) کے الفاظ سے توصیف کی ہے، اور تذکرہ نگار مقری کیساتھ نحوی کا لقب بھی دیتے ہین[3]

عثمان بن علی سرقوسی،

ابوعمرو عثمان بن علی بن عمر سرقوسی علوم قرآن کے علاوہ علم نحو وادب میں درک رکھتے تھے سلفی نے عالم نحو ولغت لکھا ہے، اور سیوطی نے علم نحو وعروض میں اون کی تالیفات کا تذکرہ کیا ہے، عبداللہ بن بری بن عبدالجبار بن بری مکی نحوی (مولود ۴۹۹ھ) نے جو علم لغت وادب مین خاص پایا رکھتا تھا، علم ادب کی تحصیل انہی سے کی تھی[4]

عمر بن خلف،

ابوحفص عمر بن خلف بن مکی صقلی کے حالات فقہائے صقلیہ کے ضمن میں گذر چکے ہیں، انھیں فن انشاء وخطابت میں ملکہ حاصل تھا، ٹیونس کے عہدۂ قضاء کے فرائض کے ساتھ

---

[1] کتاب انباء الرواۃ علی انباء النحاۃ درامار ی ص ۶۴۵، [2] مختصر انباء الرواۃ درامار ی ص ۶۴۴، [3] ابن خلکان جلد ۱ ص ۳۴۴، [4] بغیۃ الوعاۃ ص ۳۲۳ وکتاب المقتفیٰ مقریزی درامار ی ص ۶۶۳،

Marfat.com

ہر جمعہ کو خطبہ بھی دیتے تھے، ان کے خطبات مدون ہوئے تھے، قفطی نے ابن نباتہ متوفی ۳۵۵ھ جیسے بلند پایہ ادیب وخطیب پر انھیں ترجیح دی ہے، چنانچہ لکھتا ہے،

"[illegible] ابن نباتہ پر تفوق رکھتے ہیں"

عماد الدین کاتب اصفہانی لکھتا ہے:-

"ان کا فضل وکمال تمام مقامات پر زبان زد خاص وعام ہے اور ان کے خطبات ابن نباتہ کے خطبات سے کم نہیں ہیں"

شاعر بھی کامل ذوق تھا، عماد الدین کاتب نے ان کے ذوق شعری کی تعریف کی ہے، سیوطی نے بھی بغیۃ الوعاۃ میں دو شعر نقل کئے ہیں:

تصنیفات۔ ان کے مجموعہ خطبات کے علاوہ فن لغت میں انکی ایک کتاب **تثقیف اللسان** ہے، فیروزآبادی صاحب قاموس متوفی ۸۱۷ھ نے اس سے استشہاد کیا ہے، اور اس کی توصیف کی ہے، اسی طرح امام نووی کی کتاب تہذیب الاسماء کے باندوں میں ہے کشف الظنون میں اسکا نام **تثقیف اللسان** چھپ گیا ہے۔[1]

محمد بن علی۔ ابوبکر محمد بن علی بن حسن بن عبد البر صقلی محدث علم نحو ولغت میں بلند پایہ رکھتے تھے، منذری نے ان کا تذکرہ کیا ہے، ابن القطاع صقلی ان کے تلامذہ میں تھا، ابن دحیہ نے اپنی کتاب المطرب میں ان کے اقوال سے استناد کیا ہے۔[2]

ابو موسیٰ عیسیٰ بن عبد المنعم صقلی۔ ابو موسیٰ عیسیٰ بن عبد المنعم صقلی کے شاعرانہ کمالات کا اعتراف

---

[1] نقط ابناء الرواۃ قفطی ص ۳۰۴، خریدۃ القصر اصفہانی ایضاً ص ۵۹، تہذیب الاسماء نووی ج ۱ ق ۱ ص ۹۰ بغیۃ الوعاۃ سیوطی ص ۳۱۱، کشف الظنون جلد ۲ ص ۱۰۴۸۔ [2] مختصر کتاب انباء الرواۃ علی انباء النحاۃ قفطی ص ۳۰۴، بغیۃ الوعاۃ ص ۵۰۔

Marfat.com

عماد الدین اصفہانی نے پرزور ستایشی الفاظ میں کیا ہے، اور کلام کا نمونہ درج کیا ہے،

تالیفات، اسے انشاء پردازی کا خاص ذوق تھا، اس نے ایک رسالہ اس صنعت کے ساتھ لکھا تھا، کہ پورے رسالہ میں حروف الف ولام ایک جگہ بھی نہیں آئے، حالانکہ عربی زبان میں بغیر الف ولام کے چند سطروں کا لکھنا دشوار ہے، اوس نے ایک دوسرا رسالہ محاسن خط کی تشریح میں لکھا تھا[1]،

سعید بن فتحون بن مکرم، سعید بن فتحون بن مکرم قرطبی اندلس میں مقیم تھا، کہ منصور عامری کے عتاب میں آگیا، اور قید خانہ میں ڈالدیا گیا جب رہائی حاصل ہوئی، تو صقلیہ پہنچا، اور یہیں توطن اختیار کرلیا، علوم لسانیہ میں ماہر تھا، اور نظم عروض میں مختصر و مطول دو کتابیں تالیف کیں،

وفات آخر عمر تک صقلیہ میں قیام پذیر رہا، اور یہیں وفات پائی،

ابوالحسن ابن البشار الصقلی، ابوالحسن علی بن عبدالرحمن بن ابی البشار صقلی کا شمار صقلیہ کے ایک مقام بلنونہ کا باشندہ تھا، اسکندریہ میں بود و باش اختیار کرلی تھی، اور وہاں امام نحو سمجھا جاتا تھا، مختلف اصناف ادب نحو، عروض، اور شعر و شاعری میں کمال حاصل تھا، قفطی کہتا ہے،،—

"علم نحو و عروض کا عالم و ماہر تھا، اور تمام انواع ادبیہ میں مناسبت رکھتا تھا، اور ان علوم کے افادہ کا سرچشمہ تھا"

تلامذہ کی صف میں عمر بن لبیتس جیسے اکابر تھے،

شاعری، شاعری میں نمایاں شہرت حاصل کی، ابوالعلاء متوفی ۴۲۵ھ اور منصور والی حماۃ صاحب اخبار الملوک و نزہۃ الممالک والملوک سے اوس کی شاعری اور بلاغت کلام

[1] خریدۃ القصر۔ اخبار صقلیہ ص ۳۰۰ و ما بعد نفح الطیب ج ۲ ص ۵۰۰

کی توصیف کی ہے،

اسکی چند نظمیں اہلِ علم کے درمیان شہرت رکھتی ہین، چنانچہ اوس کے ہمعصر ابوالصلت نے اوس کی ایک نظم کو خصوصیت سے سراہا ہے، جو یہودیون کے ایک تہوار فرجان میں دریائے نیل کی تعریف میں کہی تھی،

مجموعہ کلام، اوس کے کلام کا ایک مختصر مجموعہ خزیمی نے ۵۱۲ھ میں اوس سے حاصل کرکے مرتب کیا تھا، جسے کسی نے ایک مجلد میں مختلف شعرا کے مجموعہ ہاے کلام کیساتھ اُسے بھی نقل کیا تھا، وہ مجموعہ اسکوریال کے کتب خانہ میں محفوظ ہی[1]

ابن کلاعی، ابوالعباس احمد بن محمد بن کلاعی صقلی فقیہ علم ادب اور شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے قاضی عیاض فرماتے ہیں،[2]

"یہ ادیب، شاعر، اور ظریف تھے"

ابن فحام صقلی، ابن فحام صقلی مقری کو علمِ نحو میں بھی دستگاہ حاصل تھی، علمِ نحو کی تکمیل صقلیہ ہی مین ابن ناصاد سے کی تھی، نحو میں انکی تالیفات بھی تھین،[3]

ابوعمران موسیٰ بن اصبغ قرطبی، ابوعمران موسیٰ بن اصبغ مرادی قرطبی اندلس سے مشرق آیا، اور پھر صقلیہ میں وطن اختیار کرلیا،

یہ علوم ادب کا ماہر تھا خصوصاً لغت و اعراب میں دستگاہ حاصل تھی، آٹھ ہزار اشعار کے مجموعہ میں نحو کے مسائل مبتدیون کے لئے منضبط کئے تھے،[4]

ابن رشیق قیروانی، ابوعلی حسن بن رشیق قیروانی صاحبِ کتاب العمدہ نے آخر عمر میں صقلیہ

---

[1] خریدۃ القصر دراماری ص ۵۶۹، ۵۸۰، مختصر کتاب ابناء الرواۃ علی ابناء النحاۃ ۶۴۶ اخبار الملوک وزہۃ المالک دراماری ص ۲۱۶ معجم البلدان ذکر بلنوہ [2] ترتیب المدارک دریادگاری جلد ۴ ص ۳۳ مختصر کتاب ابناء الرواۃ [3] بغیۃ الوعاۃ ص ۴۰۰

صقلیہ میں توطن اختیار کرلیا تھا،

وہ افریقہ کے علم دوست فرمانروا معز بن بادیس کے دامن سے وابستہ تھا، ۴۲۳ھ میں قیروان پر عربوں کے مشہور حملہ میں المعز کی بزم علمی بھی درہم برہم ہوگئی، اور افریقہ کے مختلف اہل علم وشعراء نے مختلف ملکوں کی راہ لی، اسی سلسلہ میں مختلف اہل علم صقلیہ بھی پہنچے، جن میں ابن رشیق قیروانی بھی تھا،

ابن رشیق کے ورود صقلیہ کا صحیح زمانہ متعین کرنا دشوار ہے، بہرحال مختلف روایتوں کی بنیاد پر وہ ۴۲۳ھ سے ۴۴۹ھ تک کسی درمیانی سال میں صقلیہ پہنچا، اگرچہ یہی وہ زمانہ ہے جب صقلیہ میں بھی نارمنوں کے حملے جاری تھے، اور وہ مختلف شہروں پر قابض ہوچکے تھے لیکن جیسا کہ اسلامی حکومت کے زوال کے بیان میں معلوم ہوچکا ہے، کہ صقلیہ میں نارمنوں کے حملہ سے کوئی ایسا عام انتشار پیدا نہیں ہوا تھا کہ اس کے اثرات بیک وقت سارے جزیرے پر پڑتے، اسلئے صقلیہ کے وہ تمام مقامات جو ابھی تک نارمنوں کے زیر اثر نہیں آئے تھے، اپنے اپنے خود مختار فرمانرواؤں کے ماتحت امن وامان سے تھے،

چنانچہ وہ صقلیہ کے ساحلی شہر مازر میں قیام پذیر ہوگیا، یہاں سے اُسے اندلس جانے پر آمادہ کیا گیا، مگر وہ راضی نہیں ہوا اسکے ورود صقلیہ کا خاص سبب یہاں کے اہل علم سے اس کے دیرینہ مراسم تھے، چنانچہ صقلیہ کے اہل علم میں سے ابوعبداللہ محمد بن علی بن دباغ کی کتب سے اس کی مراسلت قائم تھی، اور ورود صقلیہ کے بعد اس نے سب سے پہلے اسی کو ایک نظم میں صقلیہ میں اپنے آنیکی اطلاع دی،

اسکے بعد اُس نے یہیں مستقل توطن اختیار کرلیا، اور اسوقت سے وفات تک تقریباً ۱۵، ۱۶ برس اپنے علمی خدمات میں مصروف رہا، اور مختلف کتابیں اور بلند پایہ نظمیں لکھیں جنھیں اسکے قیام صقلیہ کی یادگار کہا جاسکتا ہے،

تالیفات بزمانۂ قیام صقلیہ

یوں تو کسی مصنف کی تالیفات کے مقام تالیف کو خود مصنف کی تعیین کے بغیر متعین کرنا دشوار ہے، لیکن اتفاق سے ابن رشیق پر ایک طویل بحث و تمحیص کے سلسلہ میں یہ امر کسی قدر صاف ہو گیا ہے، اور اس سے کسی حد تک اسکی تالیفات کے مقام تالیف کی تصریح ہو گئی ہے،

چنانچہ اس کی تالیفات میں سے اوس کی شاہکار کتاب العمدہ کے متعلق یہ تصریح معلوم ہے، کہ وہ صقلیہ آنے سے پہلے ۴۲۰ھ سے بھی قبل تالیف ہو چکی تھی،

کتاب العمدہ کے علاوہ اس کی جو تالیفات ہیں ان میں سے صرف ایک کتاب قراضۃ الذہب کے متعلق ضمنی قیاسات سے پتہ چلتا ہے، کہ اس کی تالیف کی ابتدا قیروان میں ہوئی، اور ممکن ہے کہ اس کی تکمیل صقلیہ میں آکر ہوئی ہو،

اس کے علاوہ باقی حسب ذیل کتابیں وہ ہیں، جن کے متعلق غالب گمان ہے کہ انکا مقام تالیف صقلیہ ہے،

۱- کتاب الشذور فی اللغۃ

۲- میزان العمل،

۳- الروضۃ الموشیہ،

۴- کتاب المساوی،

۵- مختصر الوطار،

۶- انموزج اللغۃ،

۷- تاریخ قیروان،

۸- دیوان ابن رشیق،

نظم و قصائد، اگرچہ کسی شاعر کے کلام کے متعلق بھی بغیر کسی تصریح کے یہ بتانا دشوار ہے، کہ وہ

Marfat.com

کہان نظم کیا گیا لیکن اوسکی چند نظموں اور قصیدوں کے متعلق تاریخی شہادتوں کی بنیاد پر جو اس نظموں کے سرنامہ کے طور پر مکتوب ہیں، یہ پتہ چلتا ہے، کہ صقلیہ میں لکھی گئی ہیں، اس سلسلہ میں اوسکی پہلی نظم وہ پیش کی جاسکتی ہے جسکو اُس نے صقلیہ آتے ہوئے جہاز ہی پر لکھا تھا،

اس کے بعد اوس نے صقلیہ پہنچ کر مازر سے اپنے قدیم صقلی دوست ابوعبداللہ محمد بن علی بن صباغ کاتب کو اپنے ورود صقلیہ کی منظوم اطلاع بھیجی، یہ نظم عماد الدین نے اپنی خریدہ میں نقل کی ہے،

اس نے صقلیہ کی مدح میں بھی ایک نظم لکھی تھی، جسکے دو شعر ابن قلاقس نے بھی، اور جنھیں نفح الطیب کی تشریح میں کتاب کے شروع میں درج کیا جاچکا ہے،

اسی طرح جب صقلیہ میں آئے ۵۵۳ھ میں معز بن بادیس کی وفات کی خبر ملی تو ایک مرثیہ لکھا جسے ابن اثیر نے نقل کیا ہے،

اسی طرح اس کی ایک نظم ہے جس میں عہد پیری پر ماکم معاصی کی یاد اور قیامت میں ان کی پرسش کا خوف وغیرہ کے خیالات ادا کئے گئے ہیں، اور صاحب بساط کی تصریح کے مطابق انکا مقام نظم صقلیہ ہے، اسکے دو شعر یہ ہیں،

ولم اعد فی کتابی غیر سیئۃ تسوئنی وعسی الاسلاد یسلم لی

یعنی میں اپنے نامۂ اعمال میں بجز برائیوں کے اور کچھ نہیں پاتا جو میرے لئے نقصان دہ ہے

این اشہد اسلام نجھے اپنی پناہ میں لیلے،

رجوت رحمۃ ربی وہی واسعۃ ورحمۃ اللہ اوجی من العمل

میں اپنے پروردگار کی رحمت کا خواستگار ہوں، جو سب کے لئے وسیع ہے، اور اللہ کی رحمت تو اعمال سے زیادہ وسیع ہے،

Marfat.com

اسی طرح اسکی مختلف نظمیں مرثیہ قیروان، نونیہ، ہجو المعز، اور اندلس نہ جانے پر اظہار معذرت کے قطعہ کے متعلق بہ تعیین معلوم ہے، کہ وہ صقلیہ میں لکھی گئیں،

وفات ابن رشیق نے ۶۳ سال قیام کے بعد اس پر تاتار حملہ سے پہلے ۴۶۳ھ میں وفات پائی، اور وہیں دفن ہوا[1]

ابو طاہر اسمٰعیل بن احمد مرثی، ابو طاہر اسمٰعیل بن احمد بن زیادۃ اللہ تمیمی مرثی قیروان کے مشہور علماے ادب میں سے تھا، ابن آبار نے اس کا تذکرہ کیا ہے، اور اس کے ذوق ادب و شعر کی تعریف کی ہے، مہدیہ میں قیام پذیر تھا، وہاں سے ۴۸۰ھ کے بعد اندلس گیا، پھر اندلس سے مصر پہنچا، اور اسکندریہ میں مقیم ہوا، اور پھر وہاں سے صقلیہ چلا آیا، جہاں ۵۰۳ھ کے بعد تک مقیم رہا، یہ زمانہ دولت کلبیہ کے زوال کا تھا، ابن خیاط ربعی سے جوان دنوں شاعر صقلیہ تھا، اس کے علمی و ادبی تعلقات قائم تھے،

ابن آبار نے اسے صاحب تالیف لکھا ہے، اور اسکی کتابوں کی تحسین کی ہے، اسکی ایک کتاب شرح المختار من شعر بشار اختیار الخالدین، مولوی بدر الدین علوی لکچرر علم یونیورسٹی کی تصحیح و تحشیہ کی ساعی سے ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی ہے، بشار کے دیوان کا انتخاب ابو بکر محمد و ابو عثمان سعید ابنا الولید نے المختار من شعر بشار کے نام سے کیا تھا، مرثی نے اسی انتخاب کی شرح

[1] ابن رشیق کے قیام صقلیہ اور یہاں اس کے علمی خدمات انجام دینے پر مولف اوراق ہذا اور مولف حیات ابن رشیق والتنف من شعراب رشیق (مولانا تمیم عبد العزیز انجکولی) پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڈھ) سے ایک ایک طویل بحث و تجسس ہوئی ہے جو معارف جلد ۳۴ نمبر ۱ و جلد ۳۴ نمبر ۱ و ۲ میں شائع ہوئی ہے، یہ اوراق انہی مباحث سے ماخوذ ہیں، اس لئے ان کے ماخذ کے لئے معارف کے انہی نمبروں کی طرف رجوع کیا جائے جہاں تفصیل سے تمام حوالے درج ہیں،

لکھی ہے، اس میں اس نے بشار کے اشعار کی توضیح و تمثیل میں صقلی شاعر ابن خیاط ربعی کا بہ کثرت کلام بھی پیش کیا ہے، پروفیسر یمین عبدالعزیز کی تحقیق کے مطابق یہ کتاب ۴۲۱ھ کے بعد لکھی گئی اور یہی زمانہ اس کے قیام صقلیہ کا ہے، اس لئے اس کتاب کی تالیف کا مقام صقلیہ قرار پاتا ہے،

وفات، برقی نے آخر عمر میں صقلیہ میں توطن اختیار کیا تھا، اور پانچویں صدی میں اس نے وفات پائی، سال و مقام وفات معلوم نہیں عجب کیا کہ اپنے اسی آخری موطن میں سپرد خاک کیا گیا ہو[1]

علی بن عبدالرحمن صقلی، علی بن عبدالرحمن صقلی کو علم نحو و عروض میں شہرت حاصل تھی، و دیگر اصناف ادب و شعر و شاعری سے بھی مناسبت رکھتا تھا، صقلیہ سے اسکندریہ آیا، اور وہیں قیام پذیر رہا[2]

عمر بن علی بن عمر سرقوسی، عمر بن علی بن عمر سرقوسی صقلی مقری کو علم نحو و لغت اور عروض میں دستگاہ حاصل تھی، قفطی نے ان فنون میں ان کی چند تالیفات کا تذکرہ کیا ہے،

ابو بکر محمد بن عبداللہ صقلی، ابو بکر محمد بن عبداللہ مقری صقلی علم لغت میں شہرت رکھتے تھے،

ابو حفص عمر بن سارہ لواتی، ابو حفص عمر بن سارہ لواتی فقیہ کو علم ادب اور شاعری کا بھی ذوق تھا، قاضی عیاض نے نمونہ کلام درج کیا ہے،

ابو المصیب عبداللہ بن ابو مالک قیسی، ابو المصیب عبداللہ بن ابی مالک قیسی علم لغت کے ساتھ علم عروض و قوافی میں بھی شہرت رکھتا تھا، صفدی نے اسکے اس امتیاز کا تذکرہ کیا ہے، اور خود شاعری بھی کرتا تھا، سیوطی نے نمونہ کلام درج کیا ہے،

---

[1] معالم الایمان ابن شنبار ۲ صفحہ ۲۰۰ مختصر بغیۃ الوعاۃ در ماری ص ۲۴۶، ۵۲۰ ص ۱۳۶ صفحہ ۲۰۰

[2] ترجمہ اندلس گنتھو پالنسیا کی جلد اص ۲۰۰ صفحہ بغیۃ الوعاۃ ص ۲۲۵

Marfat.com

ابوالحسن علی بن حسن بن حبیب لغوی، ابوالحسن وابوالفضل علی بن حسن بن حبیب لغوی صقلی علمائے لغت وادب میں ممتاز درجہ رکھتا تھا، صاحب معجم الادباء ابن القطاع کے حوالہ سے لکھتا ہے،:-

"معدودے چند علمائے لغت میں سے ایک ہے، اور وہ اہل (صقلیہ) کے ممتاز و ماہرین علماء میں ہے، جو اپنے ذہن رسا سے دور دور کی چیزیں حاصل کرتا ہے، اور اپنے علم کی روشنی سے مبہمات کا پردہ چاک کرتا ہے، اور شعر و معانی کی تنقید میں ماہر اور دقیق لغت اور اصول لغت کا حامل تھا"

یاقوت نے نمونہ کلام بھی درج کیا ہے[1]

عمر بن صقلی عمر بن صقلی قیروان میں مقیم تھا، علم ادب کا مذاق رکھتا تھا، ابوالفضل یوسف معروف بابن نحوی کا ہمعصر تھا[2]

ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ، ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ بن عبدالمنعم مہندس کو شعر و شاعری اور اشعار پر دازی کا بھی مذاق تھا، عماد الدین نے اسکی توصیف کی ہے[3]

ابن القطاع صقلی، ادبائے متقدمین کا خاتمہ ابن القطاع صقلی لغوی ادیب پر ہوتا ہے، جس نے اپنی تالیف سے جزیرہ کے بہ کثرت شعراء کو زندہ جاوید بنا دیا،

نام ونسب خاندان ابوالقاسم محمد بن ؓ معروف بابن القطاع صقلی، صقلیہ کے ماہرین علم نحو ولغت کا امام کہا جاسکتا ہے جس نے اپنی علمی خدمات سے عربی علم ادب میں نمایاں جگہ حاصل کی، اس کا شجرۂ نسب یہ ہے، محمد بن علی بن جعفر بن علی بن محمد بن عبداللہ بن حسین بن احمد بن محمد بن

---

[1] معجم الادباء جلد ۵ ص ۱۱۵، بغیۃ الوعاۃ ص ۳۳۲، مختصر کتاب انباہ الرواۃ وبر امادی کر ۳۴۴، انباہ الرواۃ میں علی بن حسن بن حبیب کے بجائے مرتضیٰ علی بن حبیب لکھا ہے [2] خریدۃ القصر وجریدۃ العصر ص ۱۳۰ [3] ایضاً

Marfat.com

زیادۃ اللہ بن محمد الاغلب السعدی بن ابراہیم بن الاغلب ابن سالم تمیمی،

ابن القطاع کا یہ نسب نامہ ابن خلکان کو اُس کے مسودات میں ملا، مگر پھر وہ یہ یاد نہ رکھسکا کہ اُس نے اسکو کہان سے نقل کیا تھا، اور اسلئے اسکی نگاہ میں یہ مشکوک ہوگیا لیکن پھر اسکو خود ابن القطاع کے ہاتھ کی ایک تحریر ملی جسمیں "حسین" تک مسلسل نام موجود تھے، اور اسکے بعد اجمالاً بیان کیا گیا تھا کہ "یہ سلسلہ سعد بن زید مناۃ بن تمیم تک پہنچتا ہے"[1]،

یہ افریقیہ کے مشہور فاتح و فرمانروا خانوادۂ اغالبہ کا چشم و چراغ تھا، جو نہ صرف صقلیہ کا فاتح خاندان تھا، بلکہ اُس کے ارکان امارت، ولایت و دیگر حیثیات سے صقلیہ سے ہمیشہ وابستہ رہے، اور اس خاندان کو صقلیہ سے ایسا گہرا تعلق رہا، کہ اسکی ایک بڑی جماعت افریقیہ سے صقلیہ میں آکر سکونت پذیر ہوگئی، مگر یہ عجیب اتفاق ہے، کہ ابن القطاع کے آباء و اجداد میں سے جو لوگ صقلیہ میں سکونت پذیر ہوئے، وہ افریقیہ کے بجائے اندلس سے آئے تھے، کیونکہ ابن القطاع کے قلم سے جو نسب نامہ منقول ہے، اُس میں حُسین کو "شنتری" لکھا گیا ہے، یہ نسبت اندلس کے ایک قریہ شنتریہ کی طرف ہے،

خانوادۂ اغالبہ کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے، کہ ۲۰۲ھ میں جب خلیفہ معتضد باللہ نے ابراہیم والی افریقیہ کے بجائے محمد بن زیادۃ اللہ کے نام فرمان تقرر بھیجا، تو ابراہیم نے محمد بن زیادۃ اللہ کو قتل کرادیا، اور اسی دار و گیر میں غالباً احمد بن محمد افریقیہ سے اندلس چلا آیا، اور حسین اسی احمد کا لڑکا تھا اور پھر یہ خاندان اندلس سے منتقل ہو کر صقلیہ پہنچا، تاریخ صقلیہ میں اس خاندان کے جس رکن کا ذکر سب سے پہلے ملتا ہے، وہ ابن القطاع کا جد، علی بن محمد ہے، جو حسین بن احمد شنتری کا پوتا تھا،

خانوادۂ اغالبہ اپنی حکمرانی و فرمانروائی کے ساتھ اس عہد میں اپنے علم و فضل میں بھی ممتاز

[1] ابن خلکان جلد۲ ص ۲۰،

Marfat.com

سمجھا جاتا تھا چنانچہ ابن القطاع کے خاندان میں بھی پشتہا پشت سے علم وفضل خصوصاً علم ادب اور شعر و شاعری کا چرچا موجود تھا،

ابن القطاع کے جد امجد ابوالحسن علی بن محمد بن القطاع صقلیہ کے متقدمین علماء میں تھے اور شعر و شاعری کا نہایت عمدہ مذاق رکھتے تھے، وہ حاکم بامر اللہ (اسمہ) کے دربار میں بارسوخ تھے، اور اسکی شان میں ایک قصیدہ بھی لکھا ہے،

اسی طرح اوس کے باپ ابو محمد جعفر بن علی بن محمد بن القطاع پانچویں صدی کے علمائے صقلیہ میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے، قفطی نے ان کے علم وفضل کی تعریف کی ہے، اور ابن القطاع نے بھی ان کے علم ادب میں دستگاہ رکھنے اور شعر و شاعری کا ذوق رکھنے کا تذکرہ کیا ہے،

ابن الابار کا بیان ہے کہ یہ پانچویں صدی کے وسط تک صقلیہ میں موجود تھے، اور یہیں مقیم رہے اور یہیں وفات پائی[1]

ولادت ابن القطاع ۱۰ صفر ۴۳۳ھ کو سرزمین صقلیہ میں پیدا ہوا، اور اسی علمی گہوارہ میں ابتدائی تعلیم وتربیت حاصل کی،

اساتذہ سن شعور کے بعد علوم عالیہ کی طرف متوجہ ہوا، اس وقت صقلیہ میں علم ادب کا اچھا خاصہ چرچا تھا، ادب کی تحصیل صقلیہ کے مشہور ادیب ابوبکر محمد بن علی بن حسن بن عبدالبر لغوی و دیگر فضلائے صقلیہ سے کی، اور تمام اصناف ادب خصوصاً علم لغت ونحو میں کمال پیدا کیا،

کتاب الصحاح کی روایت ابن القطاع نے اپنے استاذ ابوبکر محمد بن علی لغوی سے لغت

[1] کتاب الوفیات لابن حلیہ زیادگار رقم جلد ۱ ص ۵۷ و حاشیہ پر دفیہ ہرک ہارڈ مورخہ ابن القطاع دروڈ گاری

میں جوہری کی مشہور کتاب صحاح پڑھی، کتاب الصحاح اس کے استاذ کے پاس اسکی عام اشاعت سے پہلے پہنچ گئی تھی، اور ابن القطاع کے لئے یہ باعث فخر سمجھا جاتا ہے، کہ کتاب الصحاح کی عام اشاعت بعد میں اسی کے تلامذہ کے ذریعہ ہوئی[1]

علم وفضل، ابن خلکان اسکی فضیلت علمی کا ان الفاظ میں اعتراف کرتا ہے،:-

"یہ ائمۂ ادب خصوصاً اہل لغت میں سے ایک تھا، اور علم نحو میں غایت درجہ بلند رتبہ رکھتا تھا"

یاقوت لکھتا ہے:-

"یہ اپنے وطن اور مصر میں علم عربی وفنون ادب کا اپنے وقت میں امام تھا"

اسی طرح قفطی و دیگر ناقدین فن نے اس کے علم وفضل کا اعتراف کیا ہے،

شعروشاعری، وہ شعروشاعری کا بھی ذوق رکھتا تھا، بچپن ہی سے شعر گوئی شروع کردی تھی، جس کا تذکرہ اس کی کتاب الدرۃ الخطیرہ میں کسی موقع پر آیا ہے، چنانچہ اصفہانی اس کے حوالہ سے لکھتا ہے، کہ اوس نے ۴۶۶ھ سے جب اس کی عمر صرف ۱۲ برس کی تھی، شعر کہنا شروع کیا، لیکن وہ علم ادب میں جس بلند مرتبہ پر پہنچا اسکے لحاظ سے شعر گوئی میں وہ مرتبہ کمال حاصل نہ کرسکا، اسلئے یاقوت کو کہنا پڑا کہ،

"اور ابن القطاع کے اشعار بھی ہیں، لیکن وہ اس کے مرتبہ سے فروتر ہیں"

اس کے بعد یاقوت نے اسکے چند شعر منتخب کرکے نقل کئے ہیں،

بہرحال ابن القطاع کی شاعری اگر صقلیہ کے اکابر شعرا، ابن خیاط، مصعب، ابن حمدیس وغیرہ کے مرتبہ پر نہیں تو کم از کم اس عہد کے دوسرے ممتاز شعرا سے فروتر بھی نہیں ہے، البتہ یہ

[1] معجم الادبا جلد ۵ ص ۱۰۷

Marfat.com

تعجب انگیز ضرور ہے، کہ یہ عرب شاعر جس کو عجمی تمدن سے اختلاط کا کم اتفاق ہوا، ایک ایازؔ صفت نوخیز حمزہ نامی غلام کے زلف گرہ گیر کا گرفتار ہو گیا، اور اسکو فی طب کرکے قطعہ لکھا، اس کے کلام کے اور بھی نمونے موجود ہین، ابن خلکان نے کسی الشغ کے متعلق اس کے دو شعر نقل کئے ہین، پھر کسی قصیدہ کے بھی چند اشعار ہیں، جو شاید وزیر مصر افضل بن امیر الجیوش کی شان میں ہو جسکا تذکرہ اصفہانی نے اسکی کتاب الدرۃ الخطیرہ کے حوالہ سے کیا ہے، سیوطی کو بھی اسکے دس گیارہ شعر کہیں سے ملگئے ہیں[1]،

صقلیہ سے ہجرت اور ورود مصر، ابن القطاع اپنے وطن میں علمی و ادبی خدمات میں مصروف تھا کہ دفعتہً نارمنی گھٹا اٹھی، اور یہ اُسی طوفان میں اپنے عزیز وطن کو خیرباد کہنے پر مجبور ہوا، صقلیہ سے غالبًا افریقیہ پہنچا، اور پھر پانچوین صدی کے اواخر میں مصر میں داخل ہوا، اس کی علمی و ادبی شہرت صقلیہ سے نکلنے کے پہلے ہی عربی دنیا میں پھیل چکی تھی، اس لئے اہل مصر نے اپنے اس معزز مہمان کا پرتپاک خیر مقدم کیا،

وزیر مصر کے یہان ملازمت، اسوقت مصر کے عہدۂ وزارت پر الآمر باحکام اللہ (۱۱۰۱ء-۱۱۳۰ء-۴۹۵ھ-۵۲۴ھ) کے دور مین افضل بن امیر الجیوش بدر الجمالی سرفراز تھا، اُس نے اسکی آمد مصر کو مغتنم سمجھا، اور اپنے لڑکے کی تعلیم و تربیت کی خدمت اسکے سپرد کردی[2]،

تلامذہ اس کے تلامذہ کی ایک کثیر تعداد ہے جن مین سے کچھ لوگ صقلیہ کے ہیں، اور کچھ لوگون نے مصر مین شرف تلمذ حاصل کیا، مصری تلامذہ میں سے ابو البرکات اسعد بن علی بن معمر جوانی عبید نحوی[3] اور اسمٰعیل بن علی بن ابی العشر نحوی زیادہ شہرت رکھتے ہین، موخر الذکر جامع عتیق میں مسند درس پر متمکن تھے،

[1] ابن خلکان جلد ۲ ص ۲۰، معجم الادبا جلد ۵ ص ۱۰۷، خریدۃ القصر دراماری ص ۵۰۹، بغیۃ الوعاۃ ص ۳۳۲، [2] بغیۃ الوعاۃ ص ۳۳۲ تکملہ ص ۱۹۲

Marfat.com

لیکن ابن القطاع کے ورودِ مصر پر اس کے حلقۂ درس میں آکر شریک ہوئے، اور پھر اسی کی طرف منسوب ہو کر شہرت حاصل کی،[1] ابوالحسن علی بن عبدالجبار بن سلامہ بن عبدون ہذلی لغوی (مولود ۴۲۳ھ متوفی ۵۱۹ھ) بھی اس کے ارشد تلامذہ میں تھے، اور بقول حافظ سلفی اپنے وقت میں لغت کے حافظ و امام تھے۔[2]

صحاح جوہری کی روایت کا شاخسانہ

جب ابن القطاع ابتداءً مصر پہنچا، تو لوگوں نے اسکی اس خصوصیت کے باعث بھی اس کی طرف رجوع کیا، کہ یہ علم لغت کی مشہور کتاب الصحاح کا سند یافتہ راوی تھا، اسی کے ساتھ وہ اپنی اسی خصوصیت کے باعث مصری نحویوں اور لغویوں کا محمود بنا، اور اس کی سند اجازت و روایت پر چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں، جن کی جانب ابن خلکان نے اشارہ کیا ہے، اسی بنیاد پر مشہور مؤرخ صلاح الدین صفدی متوفی ۷۶۴ھ نے ایک بڑی عمارت کھڑی کر لی، چنانچہ سیوطی اسکے حوالہ سے لکھتا ہے:-

"مصری نقاد اس کو تساہل روایت سے منسوب کرتے ہیں، کہ جب یہ مصر میں وارد ہوا، اور لوگوں نے پہلے اس سے صحاح کی بابت دریافت کیا، تو اوس نے کہا، کہ یہ کتاب اس تک نہیں پہنچی، مگر جب بعد میں اس کو معلوم ہوا کہ اہلِ مصر کو اس کتاب سے خاص شغف ہے، تو جھوٹی جھوٹی روایتیں گڑھ کر سند تیار کر لی، اور صحاح کو پڑھنے پڑھانے لگا"

گویا صفدی کے نزدیک ابوبکر محمد بن البر سے کتاب صحاح کا درس اور اسکی روایت سب بے اصل باتیں ہیں، مگر صفدی سے ایک صدی سے بھی زیادہ پیشتر یاقوت متوفی ۶۲۶ھ کا یہ تصریح بیان موجود

---

[1] بغیۃ الوعاۃ ص ۳۷۴، بغیۃ الوعاۃ کا مطبوعہ نسخہ اس کے برعکس ہے، قلمی نسخہ منقولہ دراماری میں "صحب ابن القطاع وانتسب الیہ واشتہر بہ" کے الفاظ ہیں، اور مطبوعہ نسخہ میں "صحب ابن القطاع" ہے، لیکن خود مطبوعہ نسخہ کی مابعد عبارت سے اسکی تصحیح ہو جاتی ہے، دیکھو ص ۱۹۶، ج ۵ ص ۲۲، ۲۳ ایضاً ص ۱۳۴،

ہے، جو اس سے پہلے گذر چکا ہے، وہ لکھتا ہے،:-

"ابو بکر محمد بن ابرصقلی لغوی سے تعلیم حاصل کی، اور اسی سے کتاب الصحاح اسمٰعیل بن حماد جوہری کو روایت کیا، اور اسی کے ذریعہ سے اس کتاب کی روایت تمام آفاق میں مشہور ہوئی،"

یاقوت کوئی غیر محتاط اہل قلم نہیں، ابن خلکان کے متعلق کہا جاتا ہے، کہ وہ کسی شخص کو اُس کے حقیقی مرتبہ سے زیادہ کسی لقب سے ملقب نہیں کرتا، اور یہ اوس کے حزم واحتیاط وصحت روایت کی مشہور خصوصیت ہے، اس کے بعد یاقوت کے حزم واحتیاط کا یون اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ اسی ابن القطاع کو ابن خلکان "کان احد ائمۃ الادب" (ائمہ ادب میں سے ایک ہے،) لکھتا ہے، یاقوت بھی اس کو "امام" کا لقب دیتا ہے، مگر اس اضافہ کے ساتھ "ببلدہ ومصرہ" (اپنے وطن اور مصر میں)

اسلئے اس موقع پر ابن القطاع کے سلسلہ میں یاقوت کی روایت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، خصوصاً اسلئے کہ ابن القطاع سے یاقوت کا زمانہ صفدی کی بہ نسبت زیادہ قریب ہے،

تصنیفات، اس کی تصنیفات تمام تر علم ادب ہی کے مختلف اصناف میں ہین، صرف جزیرہ صقلیہ سے شرف انتساب رکھنے کے باعث اس کے قلم سے اس کی یاد میں بھی چند اوراق نکل گئے ہیں، ورنہ تمام کتابین یا تو علم لغت ونحو میں ہیں، یا شعر وشاعری میں، اوس کی تصنیفات کی فہرست حسب ذیل ہے،

۱- حواشی صحاح جوہری، صحاح جوہری پر یون تو سب سے پہلے ابو القاسم فضل بن محمد نحوی متوفی ۴۴۴ھ نے قلم اٹھایا[1] مگر ابن القطاع کے حواشی کی یہ خصوصیت ہے، کہ اسی کے حواشی وتعلیقات

[1] معجم الادبا، جلد ۶ ص ۱۴۳

Marfat.com

صحاح کے مشہور محشی ابن بری کے حواشی کا مبنیٰ واساس ہین، یاقوت لکھتا ہی:-

"کتاب صحاح پر اس کے نفیس حواشی ہین، ابو محمد بن بری نحوی مصری نے صحاح پر جو کچھ لکھا ہی اسمیں اوس نے اسی کے حواشی پر بھروسہ کرکے لکھا ہی"[1]

ابن بری متوفی ۵۸۲ھ اپنے حواشی صرف "دب ش" تک لکھ سکا تھا، اسکی تکمیل شیخ عبداللہ ابن محمد بسطی نے کی،[2]

۲- کتاب الافعال علم لغت مین اسکی یہ معرکۃ الآرا مشہور تصنیف ہی: جو تین جلدون مین ختم ہوئی ہی، اسکو اس نے ابن القوطیہ متوفی ۳۷۷ھ اور ابن طریف کی کتاب الافعال مین اصلاح و تہذیب کے بعد مرتب کیا تھا، ابن خلکان اسکے متعلق لکھتا ہی:-

"اسکی مفید تصانیف مین، جن مین سے ایک کتاب الافعال ہے، جس کو اس نے بہتر سے بہتر طریقہ سے تالیف کیا ہے، اور یہ ابن القوطیہ کی کتاب الافعال سے زیادہ اچھی ہی اگرچہ وہ اس کا پیشرو ہے"[3]

ابن القوطیہ کی کتاب الافعال ۱۸۹۴ء مین لیڈن سے شائع ہوچکی ہے، اہل ادب اس کی قدر و منزلت سے آگاہ ہین، اسلئے ابن خلکان کے مذکورۂ بالا تبصرہ کے بعد ابن القطاع کی کتاب الافعال کے متعلق بھی رائے قائم کیجا سکتی ہی،

خوش قسمتی سے اس کے متعدد قلمی نسخے بھی جا بجا پائے جاتے ہیں، جن مین سے ایک ہندمین رام پور کے کتب خانہ مین ابنیۃ الافعال والاسماء والمصادر کے نام سے موجود ہے، یہ ۸۵۱ھ کا مکتوب ہے، کاتب کا نام احمد بن عبداللطیف الشرجی اور اوراق کی تعداد ۳۰۸ ہے، دوسرا نسخہ اسکوریال میں، اور تیسرا میلان (اٹلی) کے کتب خانہ

[1] معجم الادباء جلد ۵ ص ۱۰۰ [2] کشف الظنون جلد ۲ ص ۵، [3] ابن خلکان جلد ۲ ص ۵۔

Marfat.com

میں پایا جاتا ہے،[1]

موخر الذکر نسخہ گریفینی کی نظر سے گذرا ہے، اس نسخہ کی ترتیب جعفر بن عبد الرحمٰن بن عمرو سلمی کی طرف منسوب ہے، کاتب نسخہ کا نام احمد بن ابراہیم بن محمد بن ادریس بن بابجوک ہے، تاریخ کتابت یوم سہ شنبہ ۲۰ ذی القعدہ ۶۱۷ھ ہے، گریفینی نے اس نسخہ کے چند اقتباسات مجموعہ مقالات بیادگار صد سالہ اماری میں نقل کئے ہیں، جن سے ابن القوطیہ کی کتاب میں اصلاح وتہذیب کے بعد کتاب کی ترتیب وتدوین کے حالات، اور اسی سلسلہ میں سبب تالیف اور کتاب کے اہم خصوصیات کا اظہار ہوتا ہے،

لیکن میلان کا نسخہ جو جعفر بن عبد الرحمٰن سلمی کا مرتبہ ہے، ابن القطاع کے اصل نسخہ سے کسی قدر مختلف ہو گیا ہے، مثلاً ابن القطاع نے ابن القوطیہ کی کتاب الافعال سے جو افعال نقل کئے تھے، انھیں اپنے جمع کردہ افعال سے "ق یعنی ابن قوطیہ" اور "ع یعنی ابن قطاع" کی علامتوں سے ممتاز کر دیا تھا، لیکن سلمی نے جس نسخہ سے نقل کیا تھا، اس میں یہ علامتیں کم موجود تھیں، علاوہ ازیں ابن القطاع نے افعال کی ترتیب صرف فاء کلمہ یعنی لفظ کے صرف پہلے حرف پر رکھی تھی، سلمی نے بہ ترتیب حروف تہجی الفاظ کے تمام حروف پر نگاہ ڈالی، اور سب کو حروف تہجی کے اعتبار سے نقل کیا، نیز ابن القطاع کے اصل نسخہ میں بعض الفاظ مکرر لکھ لئے گئے تھے، سلمی نے انھیں حذف کر دیا ہے،

آغاز کتاب ان الفاظ سے ہے، بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ وحدہٗ وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وآلہ وسلم، الحمد للہ ذی العزۃ والسلطان والقدرۃ والبرھان، الخ

[1] فہرست کتبخانہ رامپور ص ۵، ۱۰، و مقالہ گریفینی در یادگاری مضامین جلد ۱ ص ۴۳۲، رامپور کے نسخہ کی نقل بہ معیہ ملیہ کے کتبخانہ میں بھی آئی ہے،

Marfat.com

ذیل میں کتاب کا ایک نمونہ درج کیا جاتا ہے، جس سے ابن القطاع کے اسلوب بیان، طریق تحقیق وتفحص اور اسکی اور ابن القوطیہ کی تالیف کا فرق واضح ہوگا،

الهمزة من الثلاثی، علی فَعَل وأَفْعَل مع الباء، أَبَّ أَبّاً وأَبَاباً وإِبَابَةً تهیأ للذهاب وللشئ مثله والی سیفه رَدَّ یده لیاخذه والشئ أَبابةً تهیّأ وایضاً نزع الی وطنه ق وابت الیوم ابّا اشتدّ غمّه ع وأَبِتَ أَبَتاً کذا الله وایضاً أَبِرَ والرجل من شراب انتفخ الخ

۲۔ کتاب الاسماء، لغۃ میں یہ دوسری کتاب ہے، جس کا تذکرہ یاقوت اور ابن خلکان وغیرہ نے کیا ہے، یاقوت کہتا ہے "اسمیں اسماء کے اوزان اور ابنیہ جمع کئے ہیں"، ابن خلکان کہتا ہے، "اس میں اسماء جمع کئے ہیں، اور ان کا حق ادا کیا ہے، اور اس سے اس کی کثرت معلومات کا ثبوت ملتا ہے"[۱]

۳۔ کتاب الابنیۃ، حاجی خلیفہ نے اس نام سے اس کی ایک تالیف کا ذکر کیا ہے، جس میں افعال واسماء دونوں کے اوزان مشترک طور پر درج کئے گئے ہیں[۲] عجب کیا ہے کہ مذکورۂ بالا دونوں کتابوں کا یہ مجموعہ ہو، اور رام پور کے کتب خانہ میں یہی مجموعہ موجود ہو، نام سے اشتباہ ہوتا ہے،

۵۔ کتاب السیف، اسمیں تلوار کے اسماء وصفات بیان کئے گئے ہیں[۳]

۶۔ کتاب القصار واسمائھم وصفاتھم، بہ ترتیب حروف اس میں دھوبیوں کے اسماء وصفات درج ہیں[۴]

---

[۱] معجم الادبا، جلد ۵ ص ۱۰۷، ابن خلکان جلد ۲ ص ۲۰ [۲] کشف الظنون جلد ۲ ص ۲۰۳، [۳] ، ص ۲۹۵،
[۴] معجم الادبا، جلد ۵ ص ۱۰۸،

Marfat.com

۷۔ کتاب العروض والقوافی، یہ علم عروض میں ایک مفید کتاب ہے،

۸۔ کتاب فوائد الشذور وقلائد النحور، یہ شعروشاعری میں ہے،

تاریخ میں اس کی دو کتابیں ہیں، اور دونوں تذکرۂ شعرا ہیں، ان میں سے ایک صقلیہ کے شعرا کے حالات میں ہے، اور دوسری شعرائے اندلس کے حالات میں جن کا تذکرہ اوپر گذر چکا ہے،

وفات، ابن القطاع نے ماہ صفر ۵۱۵ھ میں بمقام قاہرہ وفات پائی،[1] اور امام شافعی کے پہلو میں سپرد خاک ہوا،[2] ضریح شافعی کے پاس اوس کا مقبرہ بھی آج تک معلوم و مشہور ہے،[3]

عہد اسلامی کے شعرا

عہد اسلامی کے شعرا کے ۳۴ نام ایسے معلوم ہو سکے ہیں، جن کے شعروشاعری کی ارباب تذکرہ نے مدح سرائی کی ہے، اور کلام کا نمونہ درج کیا ہے، اور جو شعرا اصنافِ شاعری میں سے کسی خاص صنف میں شہرت رکھتے تھے، یا اونھیں کوئی خاص کمال حاصل تھا، اس کا بھی تذکرہ کیا ہے،

چند شعرائے متقدمین اس دور کے شعرا میں سے ذیل کے چند شعرا کا تذکرہ ابن القطاع کی الدرۃ الخطیرہ اور ایک مہدوی صاحبِ علم کی تصنیف کے حوالہ سے عماد الدین نے خردۃ القصر میں اور ابن سعید نے الایحان المسلیہ میں اور قاضی عیاض نے ترتیب المدارک میں کیا ہے، اور انکی شاعری کی توصیف تقریباً ایک ہی قسم کے الفاظ میں کی ہے، اور اکثر شعرا کے کلام کے نمونے درج کئے ہیں،

---

[1] ابن خلکان جلد ۲ ص ۲۰۵، [2] بغیۃ الوعاۃ ص ۳۲۴ [3] رسالہ الزاہر، مصر،

ابوعلی حسن بن داد معروف بہ غادن صقلی، ابومحمد عبدالعزیز بن عالم عمر بن عبدالعزیز معافری، ابوعلی حسن بن عبداللہ اطرابنشی، ابومحمد قاسم بن عبداللہ تمیمی صقلی، ابومحمد عبدالمعطی سرقوسی، ابومحمد عبدالحق صقلی، انھوں نے اپنے لڑکے عمران کا ایک پر درد مرثیہ لکھا تھا، ابوسلیمان ہبۃ اللہ صقلی اسکی ابن ابی البشار صقلی سے منظوم مراسلت ہوئی تھی، ابوالقاسم احمد بن ابراہیم ودانی صقلی، ابوالحسن علی بن اسحاق ابراہیم بن ودانی صقلی، اسکی ابن رشیق سے منظوم مراسلت جاری تھی، ابوالقاسم بن طلحہ صقلی، ابو عبداللہ بن حسن بن طوبی صقلی، اس نے منصور بن عبدالمومن کی خدمت میں قصیدہ پیش کیا تھا، عبدالحلیم بن عبدالواحد صقلی، ابوحفص عمر بن رشیق صقلی، ابوالحسن علی بن عبدالجبار صقلی ودانی، موخر الذکر تین شعرار نارمنون کے حملۂ صقلیہ کے زمانہ میں تھے، اور صقلیہ کا پر درد مرثیہ لکھا ہے، ابوالفضل مشرف ابن راشد نے صنعتِ طباق کیساتھ ایک طویل نظم لکھی تھی، ابوالعباس ابن محمد بن قاف، قاضی ابوالفضل حسن بن ابراہیم شالی کنانی، ابوالحسن علی بن عبداللہ بن شالی، ابوبکر محمد بن علی بن عبدالجبار کمونی، ابومحمد عبداللہ بن مخلوف فافا، ابوحفص عمر بن حسن بن سطرق، یہ عابد وزاہد تھے، اور اسی مذاق کی شاعری کرتے تھے، ابوسعید عثمان بن عتیق، اس کا ایک قصیدہ امیر معتصم یحیٰی بن محمد بن معن بن صمادح کی شان میں ہے، ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبدالغنی، مقری واعظ، فقیہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن ابوبکر سرقوسی، عبدالوہاب بن عبداللہ بن مبارک، ابوالفتح احمد بن علی شالی،[1]

ان کے علاوہ اس دور کے حسب ذیل شعرار ہیں،

ابوالحسن علی بن حسن بن طوبی،	ابوالحسن علی بن حسن بن طوبی صقلی، صقلیہ سے مشرق کی طرف چلا آیا، معز بن بادیس کے زمانہ میں اس کا عنفوان شباب تھا، اس کی شان میں ایک قصیدہ لکھا ہے، اور

[1] خریدۃ القصر دراماری از ص ۵۰۱ تا ۶۱۰، ترتیب المدارک دریادگاری جلد ا ص ۳۷۹، ۳۸۲، وفیات الاعیان السلیہ دریادگاری جلد ا ص ۲۹ تا ۳۰۳،

Marfat.com

دیگر سلاطین کی خدمت میں بھی باریاب رہا، ابن القطاع نے اس کو "امام بلغاء ونمام شعراء" کا لقب دیا ہے، اور نمونہ کلام درج کیا ہے،

دیوان صاحب دیوان شاعر تھا، اور اپنا دیوان خود مرتب کیا تھا، جو مختلف اصناف شاعری پر مشتمل تھا[1]

ابن السوسی عثمان بن عبدالرحمن معروف بہ ابن السوسی مالٹا میں پیدا ہوا، اور وہیں تعلیم وتربیت پائی، علم ادب کی تحصیل اپنے والد عبدالرحمن سوسی کی پھر بلرم چلا آیا اور یہیں سکونت پذیر رہا ستر سال کی عمر میں وفات پائی شعر وشاعری کا اچھا مذاق تھا، عماد الدین نے اسکی ستایش کی ہے، اپنی وفات سے کچھ دنوں پیشتر کسی مسلمان رئیس صقلیہ کا مرثیہ لکھا تھا، جو بہت مقبول ہوا[2]

سلیمان بن محمد طرابنشی سلیمان بن محمد طرابنشی فضلائے صقلیہ میں شمار کیا گیا ہے، ابن القطاع اور شہاب الدین عمری نے بلند پایہ الفاظ میں توصیف کی ہے، یہ صقلیہ سے افریقیہ پہونچا، سوسہ میں کسی حریف کرو گیر کا شکار ہوا، اور ۴۸۴ھ کے بعد وہاں سے اندلس چلا گیا، جہاں صاحب ثروت طبقہ نے اسکی قدر ومنزلت کی اور وہیں سکونت پذیر ہو گیا، ابن القطاع نے کلام کا نمونہ درج کیا ہے، یاقوت نے بھی معجم البلدان میں طرابنشی کے ذکر میں اس کا تذکرہ کرکے نمونہ کلام دیا ہے[3]

محمد بن ابی بکر صقلی محمد بن ابوبکر صقلی کا تذکرہ کسی دوسری جگہ عزت واحترام سے گذرا ہے، لیکن ابن القطاع نے ان کی زندگی کا ایک دوسرا رخ بھی پیش کیا ہے، کہ وہ کسی نوخیز امرد کی محبت میں گرفتار ہو گئے تھے، لیکن کبھی کوئی حرف مدعا زبان پر نہیں لائے، حالانکہ آتش شوق سے بیقرار رہتے تھے، صرف کبھی کبھی زبان شاعری میں کچھ کہہ جاتے، اور وہی ان کے جذبات کی غمازی کر جاتے تھے،

---

[1] کتاب الاکمال المسلیۃ دریا دمحاری ج ۱ ص ۳۹۹ و ۳۰۳، [2] خریدۃ القصر ص ۵۰۹، [3] الاکمال المسلیۃ دریا دگاری ج ۱ ص ۳۹۹ وحاشیہ نمبر ۱۴، ص ۳۰۴، ۱ اصفہانی کی خریدہ میں طرابنشی کے بجائے طرابلسی چھپ گیا ہے، معجم البلدان جلد ۶ ص ۳۲۔

ان کا کلام درد واثر میں ڈوبا ہوتا تھا۔[1]

ابو محمد ابن صمنہ ۳۱

ابو محمد بن صمنہ صقلی کے کلام میں شوخی وظرافت کی چاشنی ہوتی تھی، وہ خود فقیہ تھے، اور اپنے ہمعصر شعراء سے ان کی چشمک رہتی تھی، فقیہ عیسیٰ بن عبد المنعم صقلی سے نوک جھونک رہتی تھی، اور دونوں نظم میں ایک دوسرے کی چٹکیاں لیتے تھے۔[2]

ابو الفضل جعفر بن برون صقلی ۳۲

ابو الفضل جعفر بن برون صقلی کی شاعری زیادہ تر تخمریات میں ہے، عماد الدین کاتب کے کسی ہمعصر نے قلمدیہ کے اہل علم کے تذکرہ میں کوئی کتاب لکھی تھی، جس میں صقلیہ کے اہل علم وشعراء کو بھی جگہ دی تھی، عماد الدین کا بیان ہے، کہ جعفر بن برون کے کلام کا وہ انتخاب کیا گیا تھا، وہ زیادہ تر تخمریات پر مشتمل تھا۔[3]

ابو العرب مصعب قرشی صقلی ۳۳

ابو العرب مصعب بن محمد بن ابو الفرات قرشی صقلیہ کا مشہور صاحب دیوان شاعر ہے، ۴۲۳ھ میں بلرم میں پیدا ہوا، یہیں تعلیم وتربیت پائی، صقلیہ میں اس کے دم سے شعر وشاعری کا بازار گرم تھا، اور اس نے یہاں کے نوجوان شعراء میں ادب وشعر کا مذاق پیدا کیا، اسکی شاعری کی شہرت دور دور پھیلی، المعتمد فرمانروائے اشبیلیہ (اندلس) اسکے قدر دانوں میں تھا، اس نے اسے پانسو بھیج کر اشبیلیہ بلایا، مگر یہ وطن چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوا، معذرت میں ایک قطعہ لکھ بھیجا، جسکے دو شعر یہ ہیں:۔

لا تعجبن لرأسی کیف شاب اسی ... واعجب لاسود عینی کیف لم یشب

اس پر تعجب نہ کرو، کہ غم سے میرے بال کیوں سفید ہوگئے، اس پر تعجب کرو کہ میری سیاہ آنکھیں کیوں نہیں سفید ہوگئیں،

البحر للروم لا یجری السفن به ... الا علی عز والبر للعرب

[1] خریدۃ القصر دراماری ص ۲۰۳ ج ۲ ۔ ص ۱۸۱ ج ۳ ایضاً

Marfat.com

سمندر رومیوں کا ہے، اس میں کشتیاں بلاخوف وخطر نہیں چل سکتیں، اور خشکی عربوں کی ہے"

لیکن جب خود اوس کا وطن "رومیون" کے خوف وخطر میں گھر گیا، تو بالآخر ۴۶۵ھ مین نارمنی فتنہ سے گھبراکر وطن کو خیرباد کہنے پر مجبور ہوا، اور اشبیلیہ پہنچکر المعتمد کے دربار سے وابستہ ہوگیا، المعتمد کی خدمت مین جو پہلا قصیدہ پیش کیا، اسکے چند اشعار یہ ہین،

الا مامّتباعی للامانی الکواذب وھٰذا طریق المجد بادی المذاھب

مین جھوٹی خواہشون کے پیچھے کیون پڑون، حالانکہ بزرگی کا راستہ کھلا ہوا ہے،

پھر اُسی قصیدہ میں اپنے اجڑے وطن صقلیہ کو یاد کرکے آنسو بہاتا ہے اور مصائب سے بلکان نہ ہونے کا عزم اس جوانمانہ انداز سے کرتا ہے،

ویاوطنی ان بت عنّی فانّنی سا وطن اکوار العقاق النجائب

اے میرے وطن اگر تو میرے موافق نہیں ہے، تو میں عمدہ اونٹنیوں کے کجاوے کو اپنا وطن بنالون گا،

إذا کان اصلی بن تراب فکلّھا بلادی وکل العالمین اقاربی

جب کہ میری اصل خاک ہے، تو پوری زمین میرا ملک ہے اور تمام دنیا میری اقربا ہے،

وماضاق عنّی فی البسیطة جانب وان جلّ الا اعتقبت منه بجانب

"دنیا کا کوئی گوشہ گو وہ کتنا ہی بڑا ہو، جب میرے لئے تنگ ہوگا، تو میں اس کے عوض دوسرا گوشہ اختیار کرلون گا"

المعتمد اپنی شاہانہ داد و دہش سے ہمیشہ اسکی ہمت افزائی کرتا رہا، اور اس کے وجود سے دربار مین شاعرانہ لطائف وظرائف پیش آتے، مثلاً ایک مرتبہ اسکے دربار میں دینار کی بہت سی تھیلیاں آئین، اتفاق سے وہیں پر عنبر کی نو موئی چند طلا کار مورتیان بھی رکھی تھیں، جن مین

Marfat.com

ایک اونٹ کی خوبصورت مورتی بھی تھی، المعتمد نے ابوالعرب سے دینار کی دو تھیلیاں اٹھا لینے کا اشارہ کیا، اس نے برجستہ کہا، ان دیناروں کو اونٹ کے سوا کون اٹھا سکتا ہے، المعتمد نے مسکرا کر اونٹ کی مورتی بھی اٹھا لینے کو کہا، ابوالعرب نے شکریہ میں فی البدیہہ دو شعر نذر کئے،

ابوالعرب المعتمد کی حکومت کے زوال اور اس کے اشبیلیہ سے جلاوطن ہونے کے بعد بھی اشبیلیہ ہی میں قیام پذیر رہا،

وفات، سالِ وفات معلوم نہیں، البتہ عماد الدین نے ابوالقاسم علی بن منجب اور ابن خلکان نے ابن الصیرفی کے حوالہ سے نقل کیا ہے، کہ وہ ۵۰۷ھ تک اندلس میں موجود تھا،

دیوان، اس کے کلام کا مجموعہ جمع ہو چکا تھا، حاجی خلیفہ نے "دیوان مصعب" کے نام سے اس کا تذکرہ کیا ہے[1]

ابن حمدیس سرقوسی، صقلیہ کے اسلامی دور کے شعراء کا خاتمہ یہاں کے مشہور شاعر ابن حمدیس سرقوسی، ابو محمد عبدالجبار بن ابوبکر بن محمد بن حمدیس ازدی پر کیا جا سکتا ہے، وہ عربی علم ادب و شعر میں پانچویں صدی کے ممتاز و باکمال اساتذہ میں گذرا ہے، جس کی شاعری کا غلغلہ مغرب سے مشرق تک بلند ہوا اور اس کے ہمعصر ناقدین فن نے فن شعر میں اس کی فضیلت و برتری کا اعتراف کیا،

ولادت وتعلیم وتربیت، ابن حمدیس تخمیناً ۴۴۷ھ میں سرقوسہ میں پیدا ہوا، ابتدائی تعلیم وتربیت

---

[1] کتاب مسالک الابصار فی ممالک الامصار شہاب الدین العمری در اماری ص ۶۵۵، ۶۵۶، ابن خلکان جلد۲ ص ۲۰۷، ترجمہ ابی الحسن الحصری، خریدۃ القصر در اماری ص ۶۰۸، کتاب الاعیان المسلیہ در یادگار ناصری جلد۱ ص ۲۹۹، نفح الطیب وکشف الظنون جلد۱ ص ۵۲۳، کشف الظنون میں اس کا سال وفات ۴۰۲ھ ہے، جو صحیح نہیں ہے،

Marfat.com

صقلیہ مین حاصل کی۔ اور بچپن ہی سے شعر کہنے لگا، رفتہ رفتہ اوس کی شاعری کا چرچا صقلیہ سے نکلکر دوسرے مقامات تک پہنچا، اور افریقہ، اندلس اور مصر کے علمی و ادبی حلقون مین وہ روشناس ہوگیا،

صقلیہ سے روانگی، اور ورود افریقہ،

لیکن جب ابن حمدیس کا آفتاب کمال طلوع ہوا، تو اسلامی صقلیہ اُبھر چکا تھا، اسلئے اپنے بوڑھے باپ کو صقلیہ مین چھوڑ کر وہان سے تقریبًا ۲۴، ۲۵ سال کی عمر مین سنہ ۴۶۱ھ افریقہ پہنچا، خوش قسمتی سے یہان اسے اپنے عربی علم ادب کو ترقی دینے کے بعض بہتر مواقع ہاتھ آگئے،

چنانچہ یہان بعض ایسے عرب خانوادون سے اس کا میل جول ہوا جن کے فیض صحبت سے اس نے عربی زبان پر قدرت حاصل کی، اس کا تذکرہ اس نے اپنے ایک قصیدہ مین کیا ہے[۵۲]

ورود اندلس،

اس کے بعد وہ اسی سال سنہ ۴۶۱ھ مین اندلس چلا گیا، پہلے یہان کے مختلف حکمران رواؤن کے دربار مین گیا، پھر المعتمد تک رسائی حاصل ہوئی، اور اوسی کے دامن سے وابستہ ہوگیا[۵۳]

المعتمد محمد بن عباد شاہ اشبیلیہ (سنہ ۴۶۲ھ - سنہ ۴۸۴ھ) خود ایک بلند پایہ شاعر تھا، اور اسلئے باکمال شعراء کا دل سے قدردان تھا،

اس کے دربار مین ابن زیدون، ابن وہبون، ابن عمار، اور ابن ہانی جیسے اس عہد کے شعراء اور ابوبکر بن عطار یابسی، ابوالحسن نکفوف حصری، ابو محمد مصری، ابن شرف قیروانی، ابوبکر بن حسن مرادی، اور ابن المقابلہ بستی وغیرہ جیسے صاحب علم و فضل جمع تھے، اسی طرح صقلیہ کے اہل علم مین سے ابو عبداللہ بن صباغ صقلی، سلیمان بن محمد صقلی، اور

---

[۵۱] کتاب الاسحان المسلیہ در یادگاری جلد ۱ ص ۲۹۹، [۵۲] انتخاب دیوان ابن حمدیس در اماری ص ۵۶۱

[۵۳] نفح الطیب ابن آباد ص ۱۶۳۷

Marfat.com

ابوالعرب صقلی وغیرہ بھی صقلیہ کی اسلامی حکومت کے خاتمہ کے بعد یہیں پہنچ گئے تھے[1]

اسلئے ابن حمدیس کے لئے اس نئے مقام میں کوئی اجنبیت باقی نہیں تھی، بلکہ یہاں کی فضا اسکے لئے ایسی سازگار ثابت ہوئی، کہ چند ہی دنوں میں اُس نے المعتمد کے دربار میں رسوخ حاصل کرلیا، اور جبتک المعتمد کے بخت نے یاوری کی، وہ اس کے دامن عاطفت سے وابستہ رہا، اور اسقدر رسوخ حاصل کرلیا، کہ اسکی خلوت وجلوت کے محرمان راز میں داخل ہوگیا، یہانتک کہ کتاب وشعراء کے سامنے المعتمد کا جو قلمدان وزارت رکھا جاتا تھا، وہ شاید اسکے سامنے بھی پیش کیا گیا،

چنانچہ المنصور والی حماۃ نے اوسے ذوالوزارتین کے خطاب سے یاد کیا ہے[2]

اشبیلیہ کے زمانہ قیام کے قصائد وقطعات

ابن حمدیس کی شاعری کا زمانہ شباب اشبیلیہ ہی میں گذرا، وہ کبھی المعتمد کی شان میں مدحیہ قصائد سناتا، کبھی تبریک وتہنیت کے موقعوں پر مبارکباد پیش کرتا، کبھی دشمنوں سے لڑنے کا سماں کھینچتا، اور قصیدہ میں جنگ کا پورا واقعہ قلمبند کرتا، کبھی کسی نئے محل کی تعریف میں قطعہ لکھتا، کبھی المعتمد کے لڑکوں کی شان میں قصائد پڑھتا، کبھی کسی دریا کے کنارے بے تکلف عصر شعراء کے ساتھ سیر کے لئے نکل جاتا، اور شاعرانہ مجلسوں میں شریک رہتا، چنانچہ اس کے عہد کا سارا کلام اسی قسم کے موضوعوں پر ہے،

المعتمد کی شان میں قصائد،

المعتمد کی شان میں اس کے چند مدحیہ قصائد دالیہ، رائیہ، اور لامیہ ہیں، ان کے علاوہ جو قصائد تبریک وتہنیت کے موقعوں پر پیش کئے، ان میں زیادہ تر عیسائی، فرمانروا قشتالہ سے لڑائیوں میں اسکی فتحمندی کے موقعوں پر کہے تھے، چنانچہ ۴۷۹ھ کی ایک معرکۃ الآرا قصیدہ

---

[1] المعجب مراکشی ص ۱۷۴، کتاب الذخیرہ ابن بسام در مجموعہ تاریخ بنی عباد جلد ۲ ص ۵۳، ۵۴، ایضاً ص ۴۰، واخبار الملوک وتزہۃ الممالک الملوک در اماری ص ۲۰۶، ۵۳ انتخاب دیوان ابن حمدیس در اماری ص ۵۵۴، ۵۶۹،

Marfat.com

جنگ میں ظفر یاب ہونے پر اوس نے ایک میمیہ قصیدہ پیش کیا جس میں اسلامی لشکر کے پر شجاعت کارنامون اور دشمنوں کی بزدلی اور مغلوبی کا نقشہ کھینچا ہے، پھر زنی لڑائیون میں ایک قلعہ لبیط کی مشہور جنگ پر ایک رائیہ قصیدہ پڑھا،

المعتمد ان قصائد سے بہت خوش ہوتا، مگر جب لڑائیون میں کوئی اہم واقعہ پیش آتا تو وہ اسکی پوری روداد قلمبند کراکر ابن حمدیس کے پاس بھیج دیتا، اور وہ اس پر اپنا قصیدہ مرتب کرتا، چنانچہ اس قسم کے موقع پر اس نے ایک دالیہ قصیدہ لکھا، کہ[1]

اسی طرح ایک مرتبہ المعتمد ایک لڑائی میں عملاً میدان جنگ میں اترا، اور دست بدست لڑائی کی نوبت آگئی، جسمیں اگرچہ نتیجہ کے اعتبار سے المعتمد کو کامیابی ہوئی لیکن وہ خود بری طرح زخمی ہوا، کئی گھوڑے اسکی ران کے نیچے کام آئے، اور بڑی مشکل سے اسکی جان بچی، اس جنگ کی فتحمندی پر ابن حمدیس نے جو قصیدہ لکھا، اس میں یہ نازک مرحلہ پیش آیا، کہ اگر جنگ کی تفصیلات بیان کرتا ہے، تو اسکے ممدوح کی کسرشان کا احتمال ہے، اور اگر اس واقعہ کو نظر انداز کر دیتا ہے تو سلسلہ جنگ کی ایک اہم کڑی چھوٹ جاتی ہے، آخر اوس نے یہ مرحلہ بڑی خوبصورتی سے طے کیا، یعنی المعتمد کے زخمی ہونے کا واقعہ خود اسی کی زبان سے اسکے ایک لاڈلے بیٹے ابو ہاشم کو مخاطب کرکے سنایا، چنانچہ کہتا ہے:-

اراد الشر هشمنی الشفار	فللّٰہ صبری لذاک الاوار

"اے ابو ہاشم مجھ کو تلواروں کی دھاروں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، میں اس شعلہ باری پر خدا کے لئے صبر کرتا ہوں،

تذکرت مختصات تحت العجاج	فاحرمنی ذکرہ للفرار

[1] دیوان ابن حمدیس ص ۵۰۷۔

Marfat.com

میں نے تیری ذات کو غبار کے نیچے یاد کیا۔ اور اس یاد نے مجھ کو فرار پر مائل نہیں کیا،

اس طریقۂ ادا سے ابن حمدیس کا یہ قصیدہ بہت مقبول ہوا، یہاں تک کہ لوگوں نے ان دونوں شعروں کو المعتمد ہی کی طرف منسوب کر دیا، چنانچہ ابن بسام نے کتاب الذخیرہ میں لکھا کہ المعتمد نے اشبیلیہ واپس آکر ابو ہاشم کو وہ شعر سنائے اور پھر مقری نے یہاں تک لکھ دیا کہ یہ اشعار عین حالتِ جنگ میں اس کی زبان سے نکل گئے۔[1]

اسی طرح ایک مرتبہ المعتمد کا لشکر مغیرہ کی سرکردگی میں عیسوی سرحد غیر کر کے عیسوی حدود حکومت میں حملہ آور ہوا، روانگی کے وقت آسمان پر گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں، اور زمین کا سبزہ برف سے ڈھکا ہوا تھا، ابن حمدیس نے اس فوج کی کامیاب واپسی پر قطعہ لکھا، جس میں ان مناظر کا نقشہ کھینچا ہے۔[2]

ابن حمدیس کے ایک قصیدہ سے ایک باغی گورنر کی جان بخشی

ایک مرتبہ المعتمد اشبیلیہ سے قرطبہ آیا، ابن حمدیس بھی اس کے ہمرکاب تھا، اتفاق سے اسی وقت اندلس کا مشہور شاعر ابو بکر بن عمار[3] بجولان دار میں لایا گیا، ابن حمدیس اپنے ہمعصر کی یہ مصیبت دیکھ کر متاثر ہوا، اس کی رہائی کی تدبیر سوچی، لیکن اس کا جرم اسقدر سنگین تھا کہ ابن حمدیس المعتمد کے سامنے اسکے متعلق لب کشائی کی جرأت نہ کر سکا، اس نے المعتمد سے اجازت چاہ کر قرطبہ سے اشبیلیہ چلا آیا، اور یہاں سے پرزور قطعہ لکھکر اس کی خدمت میں روانہ کیا، جس میں اسے آزاد کر دینے یا کم سے کم موت کی سزا نہ دینے کی سفارش کی، اس قطعہ کے آخری شعر میں قرآن مجید کی آیت فامسکوھن او سرحوھن بمعروف، کی طرف اشارہ کیا تھا، المعتمد نے

---

[1] انتخاب دیوان ابن حمدیس در اماری ص ۵۲۹، کتاب الذخیرہ ابن بسام و نفح الطیب ج ۲ ص ۵۳۰، مذکورہ بالا تینوں ماخذوں میں ان دونوں شعروں کے بعض الفاظ میں اختلاف ہے۔

[2] انتخاب دیوان ابن حمدیس در اماری ص ۵۲۹، [3] ابن عمار اندلس کا بلند پایہ شاعر تھا، المعتمد کی شاہزادگی

کو پڑھکر محظوظ ہوا، اور اسی پر بل تمسک بمعرف (بلکہ انکو احسان کیساتھ رزق لو) کے الفاظ مین اس کے عفو کا فرمان لکھدیا، اور ابن حمدیس کے شریفانہ جذبہ کی قدر کرکے سو دینار اس کے پاس بھجوادیے،[1]

چند دیگر قصائد وقطعات اسی طرح ابن حمدیس نے المعتمد کے لڑکون کی شان مین قصائد لکھے، اور کسی موقع پر اسکا مرثیہ کہا، اور بعض محلون کی تعمیر پر طویل قطعے لکھے تھے بعض قطعے مقری نے بھی نفح الطیب مین نقل کیے ہین،[2]

اس کی ایک نظم کے چند شعر جو اشبیلیہ کے زمانہ قیام مین کہی گئی تھی، حسب ذیل ہین،-

قضت فی البصا النفس اوطارها وابلغها الشیب انذارها

نفس نے بچپن مین اپنی مرادین پوری کرلین، اور بڑھاپے نے اپنی دھمکی اس تک پہنچادی،

وما غرس الدهر فی تربة غراسا ولم یجن استمارها،

زمانے نے کسی زمین مین ایسا درخت نہین لگایا، جس کا پھل اوس نے نہین توڑا،

نعم واجیلت قداح الهوی علیها فقسمن اعشارها

بے شبہہ خواہش نفسانی کے تیرون نے اسکے گرد گردش کی، اور اپنے حصے تقسیم کرلئے

فاقنیت فی الحرب آلاتها، واعددت للسلم اوزارها

مین نے جنگ مین جنگ کے آلات ختم کردئے، اور صلح کے لئے صلح کے ہتھیار تیار کئے،

وساقیة نزدت کفها علی عنق الظبی ازرارها

اور ایک ساقیہ جس کی ہتھیلی نے، ہرن کی گردن مین بٹن لگائے،

تدیر بیاقوتة دُرّة، فتغمس فی مائها نارها،

---

[1] انتخاب دیوان ابن حمدیس درالمارمی ص ۵۷۲، [2] انتخاب دیوان ابن حمدیس ص ۵۶۰، ۵۷۰ ونفح الطیب جلد ۱ ص ۲۲۹،

وہ یاقوت سے موتی کو گردش دیتی ہے، تو اسکی آب میں اوسکی آگ ڈوب جاتی ہے،

دفتان صدق کزھر النجو، ہ کرام النجار احرارھا

بہت سے مخلص دوست جو ستاروں کی طرح روشن ہیں، اور شریف ہین،

یدیرون راحا یفیض الکؤس علی ظلم اللیل انوارھا،

جو شراب کا دور چلاتے ہیں، اور پیالے رات کی تاریکی میں اسکی روشنی پھیلاتے ہین،

احباب کی بے تکلف مجلسین ابن حمدیس ان درباری مشاغل کے علاوہ شعر وشاعری کی بزمون مین شریک رہتا تھا، المعتمد کے دربار مین جو شعراء جمع تھے، ان مین آپس مین خوشگوار تعلقات قائم تھے، اور باہمی لطف ومسرت کی زندگی گذارتے تھے، ایک مرتبہ یہ لوگ اپنے بے تکلف احباب کے ساتھ کسی نزہتگاہ مین سیر کیلئے گئے، بارہ گھنٹے تک یہ صحبت قائم رہی، کسی وقت باکمال مغنیون کی موسیقی سے محفل گرم رہی، کبھی شعر وشاعری کا چرچا چھڑا اور شاعرانہ لطائف وظرائف مین وقت گذرا، اس وقت ہوا کے تیز جھونکے چل رہے تھے، نشستگاہ کے سامنے نہر روان تھی، ہوا کے جھوکون سے پانی میں لہریں اٹھتیں، اور موجون سے پانی میں شکن پڑجاتی، ابن حمدیس نے یہ منظر دیکھ کر ایک برجستہ مصرع پڑھا، اور بزم کے شرکار کو طبع آزمائی کا موقع دیا، ابن حمدیس کا مصرع یہ تھا، ع -

(بقیہ حاشیہ ص ۳۵۴) کے زمانہ سے معزز درباریون مین شمار کیا جاتا تھا، اس کے باپ المعتضد نے اسے طلیطلہ کا والی بنایا تھا پھر اُسنے اسے اشبیلیہ بلا کر قلمدان وزارت اس کے سپرد کیا، پھر مرسیہ کا والی بنایا، یہان کچھ دنون کے بعد اس نے غداری کرکے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا، لیکن ایک دوسرے نامی قائد ابن رشیق نے اس پر حملہ کرکے اسے شکست دی اور اسے شہر بدر ہونا پڑا، در بدر مارے پھرنے کے بعد ابن مبارک کے قلعہ شقورہ میں آیا، یہان اعزاز کے ساتھ اس کی خاطر مدارات کی گئی، لیکن المعتمد کو یہان اسکے موجود ہونے کی خبر لگ گئی، اور اوسے گرفتار کرا لیا، (المعجب مراکشی ص ۵۰۸۹)

Marfat.com

مبالک الربیع من اعوج فی ناجرہ ہوا نے موجوں سے پانی پر زرہ کی کڑیاں بنادی،

اس پر مختلف شعراء نے طبع آزمائی کی، آخر میں ابو تمام نے یہ مصرع لگایا،

ای درع لقتال لو صمدت اگر وہ جم جاتے تو لڑائی کیلئے بہترین زرہ ہو جاتے

یہ مصرع لوگوں کو اس قدر پسند آیا کہ بقول ابن حمدیس اسوقت ہر شخص اپنا اپنا مصرع فراموش کر گیا، چنانچہ اوس نے اسی سلسلے میں لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے اس مصرع کو المعتمد کی طرف منسوب کیا ہے لیکن میں نے اسے ہی اسکو نہیں سنا ہے،

ابن حمدیس ابو تمام کے مصرعہ کو بڑھانا چاہتا ہے، لیکن اس کو کیا خبر تھی، کہ آیندہ خود اوس کا مصرعہ بھی اوس سے چھین لیا جائے گا، چنانچہ مقری نے نفح الطیب میں المعتمد اور اس کی کنیز رمکیہ کے ایک واقعہ کے سلسلہ میں ابن حمدیس کے مصرع کو المعتمد کی طرف منسوب کر دیا ہے،

زمانہ قیام اشبیلیہ میں حقیقہ سے تعلقات

ابن حمدیس اشبیلیہ میں جب تک قیام پذیر رہا، اوس کے روابط حقیقہ سے قائم رہے، یہاں اوس کا بوڑھا باپ ابو بکر بن محمد بقید حیات تھا، اور دونوں میں رسائل و رسائل کا سلسلہ قائم تھا، اوس کا باپ اوسے پند و نصیحت لکھ کر بھیجتا، اور یہ اوس کے جواب میں قطعے لکھ کر وطن کی پر شوق یاد تازہ کرتا، اور باپ کی اطاعت شعاری کا اظہار کرتا،

المعتمد کی حکومت، زوال اور ابن حمدیس

اندلس میں ابن حمدیس کے بھی میل و نہار تھے، کہ ۴۸۴ھ میں مغرب سے مرابطین کا طوفان اٹھا، اور اوس کے آغوش میں المعتمد کی مسند حکومت پر گئی اور آخر دولت عباد یہ کا آفتاب اقبال غروب ہوا، اور المعتمد گرفتار ہو کر

سلہ انتخاب دیوان ابن حمدیس دراماری ص ۵۹۰، نفح الطیب جلد ۲ ص ۲۰ وغیرہ سلہ انتخاب دیوان ابن حمدیس دراماری،

Marfat.com

۱۲۶۴ء میں طنجہ اور پھر وہاں سے اغمات (مراکش) کے قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا۔[1]

دولت حفصیہ کے زوال کے ساتھ ہی اندلس کی بزم علمی کا شیرازہ بھی بکھر گیا۔ حکومت شوریٰ نے مختلف مکاتب کی راہ لی، اور مختلف فرمانرواؤں کے دامن دولت سے وابستہ ہو گئے۔ لیکن ان محفلوں کا یہ تذکرہ بیان نہ ہو تو نامکمل رہے گا کہ جب تک اندلس زندہ رہا اور اس سے کچھ کچھ آشنائی کی راہیں کھلی رہیں چنانچہ اغمات سے شعرا کے قافلے برابر پہنچتے رہے۔ نویں صدی آخر تک اندلس سے شعرا کی آمد کا سلسلہ قائم رہا۔

قیام اغمات

اغمات کے بعد ان کی تعلیمی مساعی اندلس سے کوچ کی سامان کیا۔ اندلس سے آنے والے شعرا میں سے اغمات میں

اپنے ان سے دلی محبت کے نقوش چھوڑ گئے۔ بلکہ یہاں پر بھی شعر و شاعری کا چرچا رہا۔ اور

اغمات سے شعرا کی آمد کا سلسلہ قائم رہا۔ اندلس سے آنے والے شعرا میں سے

قیام اغمات

اغمات کے بعد ان کی تعلیمی مساعی اندلس سے کوچ کی سامان کیا۔ اندلس سے آنے والے شعرا میں سے

اپنے ان سے دلی محبت کے نقوش چھوڑ گئے۔ بلکہ یہاں پر بھی شعر و شاعری کا چرچا رہا۔ اور

اغمات سے شعرا کی آمد کا سلسلہ قائم رہا۔ اندلس سے آنے والے شعرا میں سے

[1] ابن الخطیب، ریحانۃ الکتاب، جلد ۱، صفحہ ۱۵۲

Marfat.com

واپس آنا پڑا، حالانکہ ابن الآبار وغیرہ کی تصریح ہے، کہ وہ محض خلوص نیت سے اظہار ہمدردی کرنے کے لئے گیا تھا۔

ابن حمدیس نے واپس آکر ایک قطعہ میں واقعہ کی تفصیل المعتمد کو لکھ بھیجدی، اُسے یہ سُن کر افسوس ہوا، خدام کو تنبیہ کی، پھر ایک نظم میں ابن حمدیس سے معذرت کی، جس کا پہلا مصرع یہ تھا[1]

حجبت فلا واللہ ماذاك عن امری

مین تم سے حجاب میں رہا، مگر واللہ یہ میرے اختیار سے نہ تھا،

ابن حمدیس نے فوراً نظم مین جواب دیا، اور اسکی معذرت پر اپنی شرمساری ظاہر کی،

اس کے بعد ابن حمدیس نے اپنا مستقل قیام اغمات میں اختیار کر لیا، اور شعر وشاعری کا مشغلہ جاری رکھا، یہان تک کہ ۴۸۰ھ میں المعتمد نے وفات پائی، اس وقت اُس نے بھی اغمات کو خیرباد کہا،

دولتِ صنہاجیہ سے وابستگی، اس کے بعد ابن حمدیس دولتِ صنہاجیہ افریقہ سے وابستہ ہوا، اور یہان کے ادیب شاعر اور علم دوست فرمانروا یحییٰ بن تمیم (۵۰۰ھ سے ۵۰۹ھ) کی مدح سرائی کی، اسکی شان میں اوس کے بائیہ اور میمیہ دو تین قصیدے انتخابِ دیوان میں موجود ہین[2]،

پھر اوس کا جانشین علی بن یحییٰ (۵۰۹ھ سے ۵۱۵ھ) اس کا ممدوح بنا، اسکی شان میں جو پہلا قصیدہ لکھا، اوس میں پہلے یحییٰ کی وفات پر مرثیہ لکھا، پھر علی کی تخت نشینی پر مبارک باد دی، اس قصیدہ کے چند شعر ابن اثیر نے نقل کئے ہیں[3]،

اس کے بعد آخری صنہاجی تاجدار حسن بن علی (۵۱۵ھ سے ۵۱۶ھ) کو بھی بوڑھے ابن حمدیس

---

[1] انتخاب دیوان ابن حمدیس در اماری ۱، ۵، والتکملہ ابن الآبار ص ۶۳۰، [2] انتخاب دیوان در اماری ص ۵۰،

[3] ابن اثیر جلد ۱۰ ص ۳۶۰،

Marfat.com

کے مدحیہ قصائد سننے کا موقع مل گیا، ابن الابار نے اوس کی شان میں اوس کے قصیدہ کا تذکرہ کیا ہے[1]

بجایہ میں قیام پھر جب ۶۱۶ھ میں ابن منصور نے افریقہ کی صنہاجی حکومت کا بھی خاتمہ کر دیا، تو ابن حمدیس بجایہ چلا گیا (یہاں بھی) خانوادۂ صنہاجیہ کی ایک دوسری شاخ حکمران تھی[2]، اُس نے بھی ابن حمدیس کی قدردانی کی، اور اوسکی بعض نظمیں یہاں کے قیام کی یادگار باقی ہیں، چنانچہ المنصور فرمانروائے بجایہ نے ایک محل تعمیر کرایا تھا، ابن حمدیس نے اسکی تعریف میں ۴۰ اشعار سے زیادہ کا ایک قصیدہ لکھا تھا جس میں اس محل کا پورا نقشہ کھینچا ہے، خصوصاً اس محل کے ایک حوض کی تعریف کی ہے جس میں سونے اور چاندی کی مچھلیاں بنائی گئی تھیں، مقری نے نفح الطیب میں اسے تقریباً الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے، کہتا ہے:

"میں نے اس قصیدہ کی کوئی نظیر اوس کے معانی کی بلندی اور اس کے الفاظ کی شیرینی میں نہیں دیکھی، جس کے کہنے والے نے نہایت مستعدی کے ساتھ اوس میں جودت پیدا کی ہے، البتہ میرے نزدیک اوس میں صرف ایک عیب ہے، یعنی یہ کہ اوس کو لفظ "تدمیر" پر ختم کیا ہے، بہرحال خوبی عبدالجبار بن حمدیس کی غلام ہے، بالخصوص عمارتوں اور ایوانوں کے وصف میں، اور اس نے اپنے سوا کسی دوسرے کے لئے اس میں حُسن کو نہیں چھوڑا ہے"

مقری نے اسی قسم کی تعریف کے ساتھ اس کا ایک دوسرا قصیدہ بھی درج کیا ہے[3]

---

[1] التکملہ ابن الابار ص ۹۳۰، [2] یہ حکومت اگرچہ دولت صنہاجیہ حمدیہ سے بغاوت کر کے قائم ہوئی تھی لیکن آخر میں دونوں کے تعلقات صاف ہو گئے تھے، چنانچہ ۶۰۹ھ میں امیر یحییٰ نے اپنی لڑکی بدر الدجیٰ کی شادی والی بجایہ سے کی تھی، معجم البلدان جلد ۲ ص ۶۲، و نیز دیکھو مغرب ص ۴۲۷،

[3] نفح الطیب جلد ۱ ص ۲۲۹ تا ۲۳۱،

Marfat.com

بجایہ میں اسکے بعض ہم مذاق احباب بھی مل گئے تھے جن کی صحبت میں شعر وسخن کا مشغلہ جاری رہتا تھا[1]،

مرثیے، ابن حمدیس نے قصائد، قطعات، اور نظموں کے علاوہ مرثیے بھی لکھے ہیں، یون تو اتبدیہ کے زمانۂ قیام میں بھی ایک دو مرثیہ کہنے کا اتفاق ہوا تھا، لیکن مرثیہ میں اصل سوز وگداز المعتمد کے زوال کے بعد پیدا ہوا، چنانچہ اس سلسلہ میں اوس نے بعض پر درد نظمیں لکھیں، پھر بجایہ میں بھی اوس نے چند مرثیے لکھے، ابوالحسن بن حمدون وزیر (بجایہ) قائد ابو محمد میمون (بجایہ) اور قائد ابوالفضل اور فقیہ ابوعبداللہ کے مراثی اسکے دیوان میں موجود ہین[2]،

خدمتِ پیری اور پریشان حالی ابن حمدیس اب چراغِ سحری ہو رہا تھا، اُس نے بچپن سے عہد پیری کے آغاز تک بڑے عیش وعشرت سے زندگی گذاری تھی، لیکن اس کے بوڑھاپے کا زمانہ جو درحقیقت اس کے آرام لینے کا وقت تھا، بڑی عُسرت اور پریشان حالی میں بسر ہوا، یون تو اُسے اپنی پیری کا احساس پچپن برس کی عمر سے ہو چلا تھا، چنانچہ ایک شعر میں اس کا تذکرہ کیا ہے[3]، لیکن اُسے اُس کے حقیقی مصائب کا اندازہ اسوقت ہوا، جب زمانہ کے آلام کے ساتھ اُس کی آنکھون کی بینائی بھی جاتی رہی، اوس زمانہ میں وہ اپنے متعدد قطعات مین زمانہ کے حوادث و آلام اور ضعفِ بصارت، اور پھر نابینائی کا رونا، رویا ہے، اور اون میں بھی اپنی تمثیلات سے اپنے شاعرانہ کمالات دکھائے ہیں[4]،

وطن کی یاد، اس کے عہد پیری میں اُسے سب سے زیادہ جس نے ستایا وہ اس کے عزیز وطن صقلیہ کی یاد ہے، یون تو اُسے اپنے وطن سے اُنس ومحبت اسکی زندگی کے ہر دور میں قائم رہی لیکن اس

---

[1] انتخاب دیوان دراماری ص ۵۶۸ [2] ایضاً ص ۵۰۲، ۵۰۵ [3] انتخاب دیوان ابن حمدیس دراماری ص ۵۶۸ [4] ایضاً ص ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۷،

Marfat.com

عہد میں اُس نے جس اشتیاق سے صقلیہ کو یاد کیا، اس کا یہ اثر ہے، کہ اس کے تذکرہ نگاروں میں مشکل سے کوئی ایسا ہوگا جس نے وطن کے لئے اسکی بے قراری کا تذکرہ نہ کیا ہو، اسکے دیوان میں وطن کی محبت سے مملو بہ کثرت اشعار ہیں، مثلاً ایک نظم میں صقلیہ کے متعلق کہتا ہے:-

بلداً اعارتہا الحمامۃ طوقہا وکساہا حلۃ سرمدیۃ الطاؤس

ایسا شہر جس کو کبوتر نے اپنے گلے کا طوق دیا، اور مور کے پرنے اوس کو حلہ پہنایا،

وکان ھاتیک الشقائق قھوۃ وکأن ساحات الدیار کؤوس

اور گویا یہ لالے شراب ہیں، اور گویا شہر کی فضائیں پیالہ ہیں

اسی طرح ایک طویل قصیدہ میں عہد پیری پر ماتم کرتے ہوئے صقلیہ کو پُرشوق جذبات کیساتھ یاد کیا ہے، بڑھاپے کے متعلق کہتا ہے:-

نفی ھم مشیبی مسرور الشباب لقد اظلم الشیب لما اضاء

بڑھاپے کے غم نے جوانی کی خوشی کو دور کردیا جب بڑھاپا چمکا تو تاریک ہوگیا،

أأکسو المشیب سواد الخضاب فاجعل للصبح لیلاً غطاء

کیا میں بڑھاپے کو خضاب کی سیاہی کا جامہ پہنا دوں، اور صبح کو رات کا پردہ اوڑھاؤں

وکیف ارجی وفاء الخضاب اذا لم یجد لشبابی وفاء

میں خضاب کی وفاداری کی کیا توقع رکھوں، جب کہ خود شباب ہی میں وفا نہیں پائی،

صقلیہ کی یاد اُسے یوں ستاتی ہے:-

دیار تمشت الیہا الخطوب کما تمتشی الذیاب الظباء

ایسا ملک جس میں حوادث زمانہ اس طرح چلیں جیسے چیرنے پھاڑنے والے بھیڑیے چلتے ہیں

[1] ملک الابصار فی ممالک الامصار وابن فارس ابن ادا

Marfat.com

صحبت بھا فی انغیاض الاسود ونزرت بھا فی الکناس الظباء

میں نے اوس کی جھاڑیون میں شیرون کی صحبت کی، اور اس میں ہرنون سے ملا

وراءک یا بحر لی جنۃ لبست النعم بھا لا الشقاء

تیرے پیچھے اے سمندر میری ایک جنت ہے جس میں تجھ کو نعمت ملیگی بدبختی نہ ملیگی

ولو انی کنت اعطی المنا اذا منع البحر من اللقاء :

اور جب کہ سمندر مجھے اوس سے روک رکھتا ہے، اگر میری آرزوئیں پوری ہون،

رکبت الھلال بہ زورقا الی ان احانت فیھا ذکاء[1]

تو میں ہلال کو کشتی بنا کر سوار ہون، یہان تک کہ اسمیں سورج سے معانقہ کرون

ورود میورقہ | لیکن اسکی دلی آرزوون کے باوجود بات اوسکا قسمت میں نہیں ہوا، اب اس کا کاروان ۴۵۰ھ سال کی منزل میں پہنچ چکا تھا، وہ بیایہ سے جزیرہ میورقہ پہنچا، اُسوقت یہان باکمال شعرا ابن اللبانہ وغیرہ موجود تھے، جو اندلس کے قیام کے زمانہ میں اسکے ساتھ المعتمد کے دربار میں رہ چکے تھے، اور اسوقت یہان کے فرمانروا الناصر مشرفامری کے دامن سے وابستہ تھے، اسلئے گو چراغ سحری تھا لیکن میورقہ کی شہرت سُنکر یہان چلا آیا، کہ شاید چند دن خوشی خوشی میں گذر جائین،

وفات | لیکن درحقیقت اُسے یہان اوس کا غیر کھینچ کر لایا تھا، چنانچہ ۴۲۷ھ میں اُس نے اس دار محن سے نجات حاصل کی، موت گو غربت میں آئی تھی، لیکن جس گوشۂ لحد میں سپرد خاک کیا گیا، اوسی کے پہلو میں اوس کا ہم مذاق شاعر اور قدیم رفیق ابن اللبانہ بھی [illegible] لٹایا جا چکا تھا[2]

[1] منتخب دیوان ابن حمدیس ورایا ری ص ۵۵۵، ۲ ابن خلکان جلد ۱ ص ۵۴۳، والمعجب مراکشی، معجم البلدان جلد ۵ ص [illegible]

Marfat.com

دیوان

ابنِ حمدیس کی زندگی کی سرگذشت گذر چکی، اسکی تمام عمر شعر و شاعری میں بسر ہوئی، اسلئے اسکے کلام کا اچھا خاصہ مجموعہ تیار ہوا، اُس نے اپنا دیوان خود مرتب کیا تھا جو اب تک دو مرتبہ شائع ہو چکا ہے اسکے پہلی مرتبہ صقلیہ کے محسن امارسی نے ۱۸۵۳ء مین پلرمو (پلرم) سے شائع کیا، پھر شیابریلی (SCHIA BARELLI) نے ۱۹۰۹ء میں روم سے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا ہے

تدوین کیساتھ چھاپا[1]

ابنِ حمدیس کی شاعری پر ناقدین ادب کی رائین

عربی ادب کے ناقدین ابنِ حمدیس کی شاعری میں اُس کے خیالات کی بلندی معانی کی وسعت کلام کی زور عربی زبان پر قدرت الفاظ کی شکوہ، فقرون میں ربط و بندش کی دلفریب چستی، تشبیہات کی ندرت اور استعارات کی لطافت سے اس کی طرف متوجہ ہوئے، اور جب اوس کی شاعری پر نقد کرنے لگے، اور کلام کے نمونے سامنے آئے، تو ناقدینِ ادب کی تنقیدین بھی شاعرانہ طرز ادا، ندرت تشبیہ، اور لطف استعارات کیساتھ قلمبند ہوئین، المنصور شاہ حماۃ لکھتا ہے:-

"وہ یگانہ دہر تھا علمی گھوڑ دوڑ، اور بزم و رزم کے میدان میں، اس کا مقابلہ کون نہیں علم و حکمت کی اشاعت مین کوئی اسکی گرد کو نہیں پہنچا علماء اور فضلاء کے درمیان ثقہ مشہور تھا، کیونکہ وہ بہترین قادر الکلام شاعر تھا"[2]

شہاب الدین عمری کا بیان ہے:-

"وہ ایک ایسی صبح ہے، جس کو تاریکیاں رنگسیاہ آلود نہیں کرتین، ایسا ایسا خالص پانی ہے، جس کو گندگیان رنگ آلود نہیں کرتین، وہ ایسا صیقل ہے جس

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام تذکرہ ابنِ حمدیس، دیباچہ دیوان ابنِ حمدیس، المالک و المسالک و الممالک و دامانی ص ۲۱۲

پاس بھی آگے بڑھنے والے گھوڑے نہیں پھٹک سکتے، ایک ایسا بادل ہے، جسکو بجلیاں حرکت میں نہیں لاسکتیں، اسکی بار آور شاخ ٹوٹ نہیں سکتی، اوس کی شب ماہ اندھیری نہیں ہوسکتی، اس کے راستہ پر بہت کم لوگ چلے ہیں، اس کے آسمان پر جن لوگون نے اپنے روشن چاند منور کئے، وہ شاذ ہین،"

اس کے بعد وہ ابن بسام اندلسی کی کتاب الذخیرہ سے اس کے متعلق ذیل کی رائے نقل کرتا ہے:-

"وہ ایک ایسا ماہر شاعر ہے، جو نادر معانی کی چاند ماری پر نشانہ لگاتا ہے، نہایت مناسب تشبیہات کے استعمال پر قادر ہے، اور الفاظ کے دربار میں غوطہ لگاکر نادر معانی کے موتی لاتا ہے"[۱]

اسی طرح ابن خلکان اور ابن الآبار وغیرہ نے بھی اس کی شاعری پر تقریباً اسی قسم کے ستایشی خیالات ظاہر کئے ہیں،[۲]

دورثانی

شعرائے متوسطین،

(عیسوی عہد)

صقلیہ میں دولت اسلامی کے خاتمہ کے بعد راجر اول کے عہد حکومت میں اس کے مظالم سے مسلمانان صقلیہ عام دور ابتلا میں گرفتار رہے، اور ادبا و شعرا بھی اس کے پنجۂ ظلم سے نہ بچ سکے،

[۱] کتاب مسالک الابصار در اخبار ری ص ۲۵۲، [۲] ابن خلکان ج ۱ ص ۱۴۵ و تکملہ ابن آبار ص ۱۶۴۰

Marfat.com

ابوحفص عمر بن حسن صقلی اسی عہد مین قید خانہ میں ڈالدیا گیا، اوس نے اس کے پاس چند قصائد بھیجے، مگر وہ ان لطافتون سے آگاہ نہ تھا، اُسے رہائی نصیب نہیں ہوئی،[1] لیکن پھر چند ہی سال گذرنے کے بعد مسلمانانِ صقلیہ کے تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کی جلوہ آرائیون سے یہان قلب ہیئت ہوئی، اور مفتوح فاتح اور محکوم حاکم بنتے نظر آئے، اور دیکھنے والوں کو فاتح و حاکم نارمنون کے مسلمان ہونے کا دھوکہ ہونے لگا، حالت کے اس بدلنے میں راجر دوم (۱۱۰۵ء تا ۱۱۵۴ء) کے ہاتھون کو بڑا دخل تھا،

عیسائی فرمانرواؤن کا ذوق عربی علم ادب،

اسکی پرورش صقلیہ کی اسلامی آب و ہوا میں ہوئی، اور اسلامی تہذیب و تمدن کا دلدادہ بنا، عربی زبان پر کامل قدرت حاصل کی، دفتری زبان سکہ کے نقوش، اور شاہی القاب و خطابات عربی رکھے تھے، اور طرز معاشرت اور طریق حکومت میں مسلمان سلاطین کے نمونہ پر چلا اسلئے قدرتی طور پر عرب شعرا کی قدر دانی کا وقت بھی آپہنچا جس کا سلسلہ کچھ نہ کچھ جرمن فرمان روا مینفریڈ (۱۲۶۶ء تا ۱۲۵۸ء) تک قائم رہا، ان میں سے خصوصاً راجر دوم، ولیم اور فریڈریک نے عربی ادب و اسلامی علوم عقلیات کی ناقابلِ فراموش ایسی خدمات انجام دین کہ پاپائے روما اور بعض یورپین مورخین کی اصطلاح میں بعض حیثیات سے یہ پورا عیسائی دور بھی گویا صقلیہ کا اسلامی دور تھا،[2]

وحید قصیدہ پر قید سے رہائی،

اسی کا اثر تھا کہ اگر راجر اول نے ایک عرب شاعر کو قید خانہ میں ڈالدیا تو راجر دوم ایک دوسرے شاعر کو صرف ایک قصیدہ کے صلہ مین نہ صرف قید سے رہا کرتا بلکہ انعام و اکرام سے سرفراز کرتا ہوا افریقہ کی اسلامی حکومتون سے اسکی رہائی کا معاملہ جاری تھا، یہ قصہ

---

[1] خریدۃ القصر در اماری ص ۵۰۰ و مختصر ابن الرواۃ در اماری ص ۴۰۰ [2] مسلمین ہسٹری آف سسلی و انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲۰ ص ۱۰۷۱ (ولیم) و ص ۱۰۸۲ و جلد ۱۱ ص ۴۰۸ (طبع یازدہم)

Marfat.com

نورواحہ کی جو اسکے دشمنوں میں تھے، ایک جماعت بحر روم میں ایک جہاز پر کسی طرف جا رہی تھی اس جہاز کو صقلیہ کے نارمنی بیڑے نے گرفتار کر لیا، انہی میں ایک خوش گو شاعر بھی تھا، وہ اجرک الادب کے ذوق سے آگاہ تھا، اسنے ایک مدحیہ قصیدہ پڑھ اپنی سرگذشت بیان کی جس کے صلہ میں وہ انعام واکرام سے مالا مال کیا گیا، اور حکومت کی طرف سے ایک خاص جہاز پہ سوار کرکے وطن واپس بھیجا گیا۔

ابن فضل اللہ عمری نے اس قصیدہ کے چند شعر درج کئے ہیں[1]

دشمن کے مداح شاعر کا قتل، اس کے بعد جب سیاسی حالات کے بدلنے سے راجر دوم کی نگاہ التفات بھی مسلمانوں کی طرف سے پھر گئی، تو اس عہد میں بھی ایک قصیدہ گوئی اس درجہ موجب تسلیم کی گئی کہ جب دشمنوں کا کوئی مداح شاعر قبضہ میں آگیا تو اسکی سزائے قتل کے لئے اوس کا صرف یہ جرم کافی سمجھا گیا کہ وہ ماضی میں حکومت کے دشمنوں کی مدح سرائی کر چکا ہے،

یحییٰ بن تیفاشی، یحییٰ بن تیفاشی ایک شاعر تھا جو قفصہ قیروان کا باشندہ تھا، افریقیہ کے ترابین شاہ کی حیثیت رکھتا تھا، قفصہ سے قابس آیا، یہاں اس زمانہ میں بنو ہلال حکمران تھے، اس نے انکی شان میں مدحیہ قصائد لکھے، اسکے بعد اسے صقلیہ آنے کا اتفاق ہوا، جب نارمن فرمانروا کی اسکی خبر ملی، تو اسے محض نارمن حکومت کے دشمن بنو ہلال کی مدح خوانی کے جرم کی بنیاد پر گرفتار کرکے بے رحمی سے تہ تیغ کر دیا گیا، عماد الدین لکھتا ہے:-

"اس نے بنو ہلال کی مدح کی تھی، اس بنا پر فرنگیوں نے صقلیہ میں ۵۵۵ھ کے بعد جب وہ مسلمانوں پر مظالم کر رہے تھے، اوسے قتل کر دیا"[2]

ابو عبد اللہ بن شرف، ابو عبد اللہ بن شرف بھی ایک شاعر تھا جو شاعری کا ہی غلغلہ سنائی دیا، جو اس کے چند دن پہلے بزم کے تصرمیں بلند تھا، اور جس کی آواز بازگشت بھی ابھی خاموش نہیں ہوئی تھی

[1] کتاب مسالک الابصار فی ممالک الامصار در اماری ص ۱۵۲ [2] خریدۃ القصر در اماری ص ۵۹۹

Marfat.com

اور جس طرح نارمن فرمان رواؤں نے مشرقی سلاطین کی تہذیب اختیار کرلی تھی، اسی طرح عرب شعراء نے مشرق کے ممدوح سلاطین کے مثل ان کی خدمت میں بھی قصائد پیش کئے، نارمن دربار کے چند شعراء حسب ذیل ہیں:-

عبدالرحمٰن بن محمد بن عمر بتیری، عبدالرحمٰن بن محمد بن عمر بتیری صقلی نارمنوں کے مشہور مداح شعراء میں ہے، قصیدہ گوئی میں کمال رکھتا تھا، عماد الدین اصفہانی نے اسکی بندش اور تخیل آرائی کی تعریف کی ہے، راجر دوم کی شان میں اسکے متعدد قصائد ہیں، اصفہانی نے ان میں سے ایک قصیدہ کے چند شعر نقل کئے ہیں[1]

ابن بشرون صقلی، ابن بشرون صقلی علم ادب وانشاء میں کامل دستگاہ رکھتا تھا، اور شعر گوئی میں بھی خاصی مناسبت تھی، یہ نارمنوں کے عہد میں دیوان الرسائل والانشاء کا افسر اعلیٰ تھا، اور اسی مناسبت سے نارمن عہد کے شعراء دربار میں بھی شمار کیا جاتا ہے،

یہ بتیری کا ہمعصر تھا، اور دونوں میں روابط قائم تھے، بتیری نے اپنے ایک قصیدہ میں جو راجر دوم کی مدح میں تھا، اُسے طبع آزمائی کی دعوت دی، چنانچہ اوس نے بھی چند شعر اسی وزن پر اسی ردیف وقافیہ میں لکھے[2]

قاضی عبدالرحمٰن بن رمضان، قاضی عبدالرحمان بن رمضان صقلیہ کے ذی علم شعراء میں سے تھا، راجر دوم ان کا بیحد قدر دان تھا، اس کے باوجود وہ یہاں سے ہجرت کرنا چاہتے تھے لیکن راجر انھیں جانے دینے پر آمادہ نہ ہوتا، یہ بار بار قصائد لکھکر عرض دعا کرتے، مگر وہ یہ لطائف الحیل امید نہ بیم میں رکھتا، شاید انھیں صقلیہ سے نکلنا نصیب نہیں ہوا، ہدوی صاحب تذکرہ نے ان کے [illegible] تعریف کی ہے[3]

ابوالفضور سراج، ابوالفضور سراج بن احمد بن رجا صقلی نارمنی دور کے معززین میں شمار کیا جاتا تھا

[1] خریدۃ القصر در اارمنی ص ۵۰۲، ۵۰۳ [2] ایضاً ص ۵۰۳، [3] خریدۃ القصر اصفہانی در اارمنی ص ۵۰۰

فقیہ عیسیٰ بن عبد المنعم اور ابو الصلت امیہ بن عبد العزیز اندلسی کا معاصر تھا، اور ان لوگون سے اوس کے معاصرانہ روابط قائم تھے، اور کبھی کبھی منظوم مراسلت ہوتی تھی، ابو الصلت نے اسکو اپنا دیوان بھی ہدیۃً بھیجا تھا،

ابن بشرون نے المختار فی النظم والنثر لافاضل اہل العصر میں اس کی شاعرانہ استعداد قوت تصور اور صدق تخیل کی تعریف کی ہے، اور اوسکی شاعرانہ خوبیان گنائی ہیں، اصفہانی نے ابن بشرون کے حوالہ سے اس کی چند نظمیں درج کی ہین جن مین راجر دوم کے لڑکے کی موت پر اس کے ایک مرثیہ کے چند اشعار بھی ہیں[1]،

احمد بن مفرج صقلی، احمد بن مفرج صقلی مہندس، ابن سابق صقلی کے تلامذہ میں تھا، یہ صقلیہ سے مصر چلا آیا تھا اور خلیفہ فاطمی الحافظ لدین اللہ (۵۲۴ھ - ۵۴۴ھ) کے دامن دولت سے وابستہ ہوا، الحافظ کے دربار میں شعراء کا جمگھٹ لگا رہتا تھا، اوس نے حکم دیا، کہ قصائد چھوٹے لکھے جائین، اس پر ابن مفرج نے لطیف انداز میں دو شعر پیش کئے، جن مین اس کے حکم کے واپس لینے کی استدعا کی، چنانچہ الحافظ نے انہی دو شعرون پر اپنا حکم واپس لے لیا[2]،

ابو الحسین بن صبان مہدوی، ابو الحسین بن صبان مہدوی نارمنوں کے عہد میں صقلیہ میں قیام تھا، شعر و شاعری کا اچھا مذاق تھا، صقلیہ کے کسی میکدہ کے فرنگی بچہ مے فروش پر ایک نظم لکھی تھی جس کے چند شعر یہ ہین،:-

ورمز نر عقد الصلیب بنحرہ واد ار حول و شاحہا انجیلا

ایک شخص جس نے صلیب کا ہار جنیو کی طرح اپنے سینے پر لٹکایا تھا اور اس ہار کے گرد انجیل لٹکی ہوئی تھی

خدمت بخمر اللیل جمرۃ نارہ فاقام خمرۃ دنہ قندیلا

---

[1] خریدۃ القصر و جریدۃ العصر ص ۱۰۰۰ [2] حسن المحاضرہ جلد ۲ ص

آدھی رات کے بعد انکی آگ کی چنگاری بجھ گئی تو اس نے اپنے سبو کی شراب کو اسکی جگہ قندیل بنایا

متطلع لذوی السری من کاسہ نجم یکون الی الصباح دلیلا[1]

اوس کے پیالے سے رات کے مسافر کے لئے ایسا ستارہ طلوع ہوا جو صبح کی دلیل تھا

اوبائے متوسطین

ذکی صقلی ابوعبداللہ محمد بن ابوالفرج کنانی صقلی معروف بہ ذکی متوفی ۵۱۰ھ کے مغرب سے مشرق آنے کا تذکرہ گذر چکا ہے، یہاں اونھوں نے علوم ادب میں کمال حاصل کیا، اگرچہ سیوطی کا یہ بھی بیان ہے کہ وہ مغرب سے نکلنے سے پہلے فقہ ونحو میں امام ہو چکے تھے،

مغرب میں انھوں نے علم لغت ابن یونس، اور علم نحو ابوعلی جیانی جیسے یکتائے روزگار علما سے حاصل کیا تھا، اس کے بعد جب مشرق آئے تو ان علوم میں مزید وسعت نظر پیدا کی، قاضی عیاض لکھتے ہیں:-

"اور مشرق میں علم نحو ولسان عرب میں سرداری حاصل کی"

انباری صاحب نزہتہ الالبار فی طبقات الادبا کہتا ہے،

وہ لغت، نحو، اور علوم ادب کے عالم تھے"

سیوطی نے لکھا:-

"علم نحو ولغت اور دوسرے تمام فنون ادب کے عالم تھے"

درس کے چند نکات ابو نصر فتح بن خاقان بن عبید اللہ بن خاقان طرائفی الاصل کے علما نے عربی ادب کے درس کے چند نکات بیان کئے ہیں جن کو انباری نے اپنی [illegible]

[1] خریدۃ القصر دراماری ص ۵۹۹،

وہ کہتا ہے :-

یمن ذکی مغربی سے ابو عبداللہ قضائی کی کتاب الشہاب پڑھ رہا تھا انھوں نے آنحضرت صلعم کی اس حدیث مین کہ

من لعب بالنرد شیر فکانما غمس — جو نرد شیر کھیلا گویا اس نے اپنا ہاتھ سور کے

یدہ فی لحم الخنزیر ودمہ — گوشت وخون میں ڈبویا،

کہا کہ یہ اصل میں "نردہ" ہے، اُسے "نردشیر" اسلئے کہا گیا، کہ اُسے پہلی مرتبہ اردشیر کھیلا تھا، اسی کی طرف اسکی نسبت دی گئی،

پھر ایک حدیث آئی جس مین علیک بذات الدین کے بعد تربت یداک کا فقرہ ہے،

اس کے متعلق اونھون نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ "تو کسی خیر کو نہ پہنچے" اور یہ اگرچہ بددعا کا فقرہ ہے، لیکن جیسا کہ ابو عبید نے کہا ہے، آنحضرت صلعم کی مراد اس سے بددعا دینا نہ تھی بلکہ یہ کلمہ عرب کی زبان پر جاری تھا، وہ اگرچہ یہ زبان سے کہتے ہین، مگر اس کے معنی مراد نہیں لیتے،

خلف بن عبداللہ صقلی،

خلف بن عبداللہ صقلی چھٹی صدی میں گذرا ہے، پروفیسر حسن حسنی عبدالوہاب ٹیونسی نے شمالی افریقہ میں اسکے مقبرہ کا پتہ چلایا ہی،

پروفیسر موصوف کا خیال ہے، کہ یہ خلف بن عبداللہ صقلی دراصل "خلوف بن عبداللہ برقی نحوی" ہے، اس کا اصل وطن برقہ تھا، اور صقلیہ میں تو وطن اختیار کر لیا تھا، اور اسی مناسبت سے صقلی کہلایا، اسکو علم نحو میں شہرت حاصل تھی،

وفات ومقبرہ،

مقبرہ پر حسب ذیل عبارت کندہ ہے، جس سے سال وفات ۵۲۲ھ

علم ہیئت وتاسیخ،

۹۰ سلک الدرر فی اخبار ملوک القرن الحادی عشر ۱۱ بار دوم ۱۹۹۵ء وترتیب المدارک دریادگاری جلد ۱ ص ۳۸۱ ولغیۃ الوعاۃ ص

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم صلی اللہ علی النبی محمد وآلہ وسلم ھذا قبر خلف ابن عبد اللہ بن ..... الصقلی توفی یوم الثلثا فی العشر الاول من رمضان سنۃ اثنتین وعشرین وخمسمائۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ خلف ابن عبد اللہ بن ..... صقلی کی قبر ہے، جس نے یوم سہ شنبہ عشر اول ماہ رمضان ۵۲۲ھ میں وفات پائی،

ابن المعلم، ابو الحسن علی بن ابراہیم بن علی صقلی معروف بابن المعلم کو علم نحو ولغت میں دستگاہ حاصل تھی، اور تعبیر رویا میں بھی حظ وافر پایا تھا،

وفات، ۵۳۲ھ میں وفات پائی،[۵۲]

امام مازری، ابن خلکان نے امام مازری متوفی ۵۳۶ھ کی چند کتابوں کو علم ادب میں بتایا ہے، افسوس ہو کہ انکے نام معلوم نہ ہو سکے،[۵۳]

نصرون بن فتوح، نصرون بن حسین خزرجی صقلی ابن القطاع کے تلامذہ میں تھا، علم لغت پر عبور تھا،

یعقوب بن علی، یعقوب بن علی سیدی صقلی کو بھی علم لغت میں مناسبت حاصل تھی،[۵۴]

ابن ظفر صقلی، ابن ظفر صقلی متوفی ۵۶۵ھ علم ادب ونحو ولغت میں بلند پایہ رکھتے تھے، اور چھٹی صدی کے باکمال ادیبوں میں شمار کیے گئے ہیں، شاعری کا بھی مذاق تھا، صفدی نے کلام کا نمونہ دیا ہے، مثلاً دو شعر یہ ہیں،،-

حملتک فی قلبی فھل انت عالم بانک محمول وانت مقیم

میں نے تجھکو اپنے دل میں رکھ لیا، تو کیا تو یہ جانتا ہے، کہ تو میرے دل میں مقیم ہے،

---

۵۱ مقالہ حسن حسنی عبد الوہاب زیادۃ المعارف جلد ۲ ص ۴۹۰، ۵۲ مختصر اخبار الرواۃ قفطی ودرامادی ص ۶۴۵،

۵۳ ابن خلکان جلد ۴ ص ۲۸۰، ۵۴ مختصر اخبار الرواۃ درامادی ص ۶۴۵،

Marfat.com

الا ان شخصا فی فؤادی محلہ واشتاقہ شخص علی کریم

تو جس شخص کا گھر میرے دل میں ہے، اور میں اس کا مشتاق ہوں وہ میرے نزدیک بڑا معزز ہے

نحو ولغت کے بعض مسائل میں مناظرہ

ایک مرتبہ شیخ تاج الدین کندی سے نحو ولغت کے بعض مسائل پر ان سے مناظرہ ہوا، شیخ کندی ان پر بازی لے گئے، اونھوں نے آخر میں کہا،

"شیخ تاج الدین مجھ سے نحو میں زیادہ عالم ہیں، اور میں ان سے علم لغت زیادہ جانتا ہوں"

مگر شیخ نے حریف کا یہ فیصلہ یہ کہہ کر رد کر دیا، کہ

"پہلی بات علم اور دوسری سُنی سُنائی ہے"[1]

تصنیفات

ادب نحو ولغت میں انکی متعدد کتابیں شہرت رکھتی ہیں،

۱- سلوان المطاع فی عدوان الطباع، یہ ان کا مشہور ادبی شاہکار ہے جو ۵۵۴ھ میں ایک صقلی مسلمان قائد ابو عبداللہ محمد بن ابو القاسم بن علی بن علوی قرشی کے تعمیل حکم میں لکھا گیا اور اسی کے نام سے معنون کیا گیا،

نسخے

اس کتاب کے نسخے پیرس اور آکسفورڈ میں موجود ہیں، لیکن دونوں میں کسی قدر فرق ہے نسخوں کے اس فرق کا تذکرہ مقریزی نے بھی کتاب المقتفی میں کیا ہے، کہ ابو الحسن علی بن عبداللہ قرطبی نے مکہ معظمہ میں اس کا ایک نسخہ دیکھا جو دوسرے نسخوں سے حجم میں دوچند تھا، اماری نے پیرس کے کتب خانہ سے کتاب کے اقتباسات درج کئے ہیں، اور دیباچہ کا کچھ حصہ آکسفورڈ کے نسخہ سے بھی نقل کیا ہے،

مصنف نے کتاب بعد قائد ابو عبداللہ محمد بن ابو القاسم کے اوصاف ومحامد بیان کرکے اس کے نام سے کتاب معنون کی ہے، اس کے بعد کتاب کی خوبیاں گنائی ہیں، پھر کتاب کی ترتیب وتبویب

[1] الوافی بالوفیات جلد ۱ صفحہ ۱۱۱

وغیرہ کو بیان کیا ہے،

آکسفورڈ کے نسخہ میں مشکش کی وہ عبارت موجود نہیں ہے، جو قائد ابو عبداللہ کو مخاطب کرکے لکھی گئی ہے، اس کے بجائے دوسرے الفاظ میں کتاب کا سبب تالیف بیان کیا گیا ہے، کہ کسی فرمانروا نے آداب حکم میں ایک کتاب تالیف کرنے کی خواہش کی اور اسی کی تعمیل میں یہ مجموعہ تیار کیا گیا ہے، نسخوں کے اس فرق سے معلوم ہوتا ہے، کہ ابن ظفر نے بعد میں اس کے دیباچہ میں کچھ رد و بدل کیا، پیرس والا نسخہ اصل میں اوس نسخہ کی نقل ہے، جو صقلیہ میں اس کے ممدوح کے ملاحظہ میں پیش کیا گیا تھا اور آکسفورڈ کا نسخہ وہ ہے، جس میں ابن ظفر نے بعد میں رد و بدل کیا ہے، اور شاید ابو الحسن علی بن عبداللہ قرطبی نے مکہ میں اس کا جو نسخہ دیکھا، وہ آکسفورڈ کے نسخہ کے مطابق ہو، اگر یہ صورت ہے، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ابن ظفر نے پھر اصل کتاب میں کچھ حصے بڑھا دیئے ہیں،

سلوان المطاع کا طرز تحریر مقامات حریری کے طرز پر ہے، اور طرز بیان دو اقعات کلیلہ دمنہ کے طرز پر ہیں، جس میں چرند و پرند کی زبان سے بادشاہوں کے لئے دلکش انداز میں بیان کئے ہیں اور اخلاق و حکمت کے نکتے سکھائے ہیں، ابن ظفر نے کلیلہ دمنہ کے طرز پر اپنے لکھنے کا تذکرہ دیباچہ میں بھی کیا ہے، مصنف نے اس کے آخر میں دو جزوں کا ایک ضمیمہ بھی شامل کیا ہے، جس میں اپنی کتابوں کی فہرست اور ان کا موضوع بیان کیا ہے،

کتاب کی مقبولیت اور مختلف زبانوں میں ترجمے

صقلیہ کا یہ علمی تحفہ عالم اسلامی میں مقبول ہوا، اور تاج الدین ابو عبداللہ ابن سنجاری متوفی ۶۹۹ھ نے اسکو عربی نظم میں منتقل کیا، پھر ایک دوسری الیہ علم نے اس کی حکایتوں کو کسی قدر مقدم و موخر کرکے فارسی میں ریاض الملوک فی ریاض السلوک کے نام سے موسوم کیا، نیز سلطان اویس جلایری کے بعض واقعات اضافہ کرکے شیخ الاسلام محمد امین آفندی بن خلیل اسود معروف بہ بقرہ خلیل آفندی زادہ متوفی [illegible] کی ترجمہ کیا،

Marfat.com

میکائیل اماری نے ایطالوی ترجمہ ۱۸۵۱ء میں فلورنز سے شائع کیا، اس کے بعد یہ دلچسپی سے سنا جائیگا کہ صقلی عالم کی یہ تصنیف ہندوستانی زبان (اردو) میں بھی منتقل ہوئی، جسے مولوی ذوالفقار احمد صاحبِ قضا، الارب من ذکر علماء النحو والادب تصنیف الاسماع بسلوان المطاع کے نام سے ہندوستانی میں ترجمہ کیا ہے، اصل کتاب کا پہلا اڈیشن ۱۲۷۰ھ میں مصر سے پھر ۱۲۷۹ھ میں ٹونس سے اور آخر میں بیروت سے شائع ہوا،

دیگر تصنیفات، ابن ظفر کی چند اور ادبی و اخلاقی کتابیں ہیں، جن کے موضوع و مبحث کی تفصیل انھوں نے خود الگ الگ بیان کی ہے، وہ کتابیں حسب ذیل ہیں:-

۲- ملح اللغۃ، اس میں بہ ترتیب حروف تہجی ان الفاظ کو جمع کیا گیا ہے، جو باعتبار لفظ متحد باعتبار معنی مختلف ہیں،

۳- کتاب السفریہ رسالہ نامانوس اور غریب الفاظ اور ضرب الامثال کی تشریح میں ہے،

۴- کتاب التنقیب، یہ مقامات حریری کی شرح ہے، مصنف نے اسکی دو شرحیں لکھیں ایک چھوٹی اور ایک بڑی،

۵- کتاب اوھام الغواص فی افہام الخواص یہ ابو محمد حریری کی تالیف درۃ الغواص فی اوھام الخواص کی شرح ہے جسمیں مصنف کی غلطیاں بتائی ہیں،

۶- کتاب الاشتقاق اللغوی والاستنباط المعنوی، یہ لغت میں ہے،

۷- کتاب الاشارۃ الی علم العبارۃ، معانی و بیان میں ہے،

۸- کتاب القواعد والبیان، نحو میں ہے،

غالباً مواعظ و اخلاق میں انکے ذیل کے رسائل ہیں،

۹- کتاب نصائح الذکری،

Marfat.com

۱۰۔ کتاب ریاض الذکری،

۱۱۔ کتاب الحُوَذ الواقیہ والعوذ الراقیہ،

۱۲۔ کتاب الجود والعواقب،

۱۳۔ کتاب مالک الافکار فی مسالک الافکار،

انشاپردازی، ابن ظفر ایک قادر الکلام انشاپرداز تھے، عربی لغت وادب پر وسیع نگاہ تھی اوراس دور میں عربی ادب میں جو مقفیٰ ومسجع عبارت آرائی تھی، اوس میں باکمال سمجھے جاتے تھے، اسلوب بیان طرز تحریر اور طریق انشا وہی ہے، جو چھٹی صدی میں عام بلند پایہ عرب ادبا کے درمیان رائج تھا[1]،

شریف ادریسی، ابوعبداللہ محمد بن محمد بن ادریس معروف بہ شریف ادریسی راجر دوم کے دربار سے وابستہ تھا، اگرچہ اسکی شہرت علم جغرافیہ مین ہے، مگر وہ مخصوص طرز انشا کا مالک بھی سمجھا جاتا ہے، نزہتہ المشتاق طرز انشا کے لحاظ سے بھی بہترین کتاب ہے، شاعری کا بھی ذوق تھا، ابن بشرون نے اس کی انشا وشاعری پر تبصرہ کرکے ستایش کی ہے، اصفہانی نے چند شعر نقل کئے ہیں[2]،

صلاح الدین صفدی نے بھی تذکرہ کیا ہے، اوراس کے ادبی وشعری ذوق کی ستایش کی ہے، اور کلام کا نمونہ دیا ہے، ذیل کے چند شعرون سے اس کی زندگی پر بھی روشنی پڑتی ہے، کہتا ہے،:-

لیت شعری این قبری ضاع فی الغربۃ عمری

---

[1] الوافی بالوفیات جلد ۱ ص ۲۴۲، واقتباس سلوان المطاع درالماری ص ۹۸ تا ۹۹، کتاب المقفی مقریزی درالماری ص ۶۶۶، ۶۶۷، کشف الظنون جلد ۲ ص ۱۳۱، اکتفا، القنوع ص ۲۸۷، قفطا، الارب من ذکر علما، النحو والادب ص ۲۳۵ مطبوعہ ۱۳۱۶ھ مطبع مفید عام آگرہ، [2] خریدۃ القصر درالماری صلا ۶۱۱،

کاش میں جانتا کہ میری قبر کہاں ہوگی، سفر میں میری عمر ضائع ہوگئی،

لم ادع للعین ما تشتات فی بر و بحر،

آنکھ جس چیز کی مشتاق تھی، میں نے اس کو خشکی و تری میں نہیں چھوڑا (بلکہ سب کو دیکھ لیا)

وخبرت الناس والدہر حتی ـــــ لی خیر و شر

برائی بھلائی کے وقت لوگوں کو اور دنیا کو آزما لیا،

لم اجد حالا ولا دا، سرا کما فی طبقی صدری

لیکن دل کی خواہش کے مطابق ہمسایہ و گھر نہیں پایا،

فکانی لما اسر، الا بمیت او بقفر

گویا میں نے بنجر اور بے آب و گیاہ زمین میں سفر کیا،

ولیل کصدری اخی غصۃ قطعتہ حتی بلغا النجاح،

اور بہت سی راتیں جو ایک پریشان قلب شخص کے دل کی طرح تھیں، ہم نے سفر میں بسر کیں، تب مقصود کو پہنچے،

وبدر السماء بدا فی الجھود کما لاح فی الناس بدر السماح[1]

اور آسمان کا چاند ستاروں میں اس طرح نمایاں ہوا جس طرح سخاوت میں فیاضی،

ابن قلاقس، ابو الفتوح نصر اللہ بن عبد اللہ بن مخلوف معروف بہ ابن قلاقس مصر کا باشندہ اور عربی علم ادب کا مشہور ماہر اور بلند پایہ شاعر تھا، شعبان ۵۶۷ھ میں صقلیہ پہنچا، اور یہاں ایک معزز مسلمان ہمدانی قاضی ابو القاسم بن الحرکی دامادی سے سرفراز ہوا، ابو القاسم نے اس کی شایان شان قدر دانی کی،

[1] وفیات الاعیان جلد ۲ ص ۳۰۱

Marfat.com

صقلیہ کے قیام کی یادگار، صقلیہ میں اوس نے ایک کتاب الزھر الباسم فی اوصاف ابی القاسم تالیف کی، اور اوس کو اپنے ممدوح کی خدمت میں پیش کیا، ابن خلکان نے اس کتاب کی تعریف کی ہے، شاید یہ کتاب اس صقلی قائد کے اوصاف ومحامد میں ہو،

ابن قلاقس نے صقلیہ کے مختلف شہروں کی سیاحت کی، اور اوس کے سفر کا یہ نمایاں امتیاز ہے کہ جس شہر میں گیا نظم میں اوس کے حالات قلمبند کئے، چنانچہ صقلیہ کے اکثر شہروں، بلرم، قصریانہ، مسینا، طرابنش، اور طبرمین وغیرہ پر اسکی مستقل نظمیں ہیں جن کے چند چند شعر یاقوت نے معجم البلدان میں ان شہروں کے حالات کے ضمن میں درج کئے ہیں، اسکی کتاب اور یہ نظمیں اس کے صقلیہ کے قیام کی یادگار ہیں،

صقلیہ سے واپسی اور دوبارہ ورود، صقلیہ میں تقریباً دو سال کے قیام کے بعد مصر واپس جانے لگا، حکومت کا ایک سفیر بھی اس کا ہمسفر تھا، اتفاق سے سمندر میں طوفان ہوا، اور اس کا جہاز دوبارہ صقلیہ لوٹ آیا، اور اسے ساحل پر اوتر جانا پڑا، صقلیہ لوٹ آنے پر اس نے ایک نظم لکھی، اور اسی سفیر کی معرفت اپنے ممدوح ابوالقاسم کے پاس بھیج دی،

صقلیہ سے روانگی اور وفات اس کے بعد دوبارہ روانہ ہوا، ۵۶۵ھ میں اپنے سابق ممدوح کی خدمت میں عین پہنچا، اور ۲ شوال ۵۶۶ھ کو مقام عیذاب (زوجہ و) میں وفات پائی، اور وہیں سپرد خاک کیا گیا[1]

دوسرا باب

تاخیر شعراء الی ایامنا

قاضی رشید احمد بن قاسم صقلی، قاضی رشید احمد بن قاسم صقلی افضل کے زمانہ میں مصر کے قاضی القضاۃ تھے،

[1] ابن خلکان جلد ۳ ص ۶۲ میں اسکے مفصل حالات ہیں، اسکی کتاب کا مکاشف الظنون جلد ۲ ص ۱۰۱۲ میں ذکر ہے، [illegible]

شاعری

ان میں فی البدیہہ اشعار کہنے کا خاص ملکہ حاصل تھا، ایک دفعہ افضل کے دربار میں پہنچے، وہاں ہاتھی دانت کی بنی ہوئی ایک دوات رکھی تھی جس پر مونگے جڑے ہوئے تھے، اسے دیکھتے ہی دو شعر کہے، اور افضل کو محظوظ کیا،[1]

ابن الحجری صقلی

ابن الحجری صقلی جو ساتویں صدی میں بجایہ میں ذی علم فقیہ تھے، علم نحو ولغت میں کامل تبحر رکھتے تھے،

بجایہ میں شاہی فرامین ودستاویزات اور قضاۃ کے فیصلے انشاء وادب کی نظر ثانی کیلئے ان کے سامنے پیش کئے جاتے تھے،[2]

ابو مسعود سلیمان بن محمود

ابو مسعود سلیمان بن محمود بن ابو الحسن بن محفوظ قرشی محدث متوفی ۶۲۳ھ[3] کو شاعری کا بھی مذاق تھا، صلاح الدین صفدی نے ان کے تذکرہ میں نمونہ کلام درج کیا ہے،[4]

ابو القاسم صقلی

ابو القاسم صقلی ساتویں صدی میں گذرا ہے، مصر میں قیام پذیر تھا، سیوطی نے اسکے تین شعر نقل کئے ہیں،[5]

مجبر بن محمد صقلی

مجبر بن محمد بن زبیر صقلی کا خاندان مصر میں اقامت گزین ہوگیا تھا، اسلئے مصری بھی کہلایا، اوسکو مصر کی شعراء میں ممتاز جگہ حاصل تھی، ابن زبیر نے اپنے مجموعہ میں اسکی شاعری کی مدح وتوصیف کی ہے، اور اس کے منتخب اشعار نقل کئے ہیں، اصفہانی نے اوسی سے اس کے بعض اشعار اور قصیدے نقل کئے ہیں جن میں ایک قصیدہ تو مدابو عبداللہ ملقب بہ مامون کی شان میں ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے:-

فدعیہ من ذکر الوداع ... لیس لفراق بمستطاع

---

[1] خریدۃ القصر وجریدۃ العصر ص ۳۰۰ [2] عنوان الدرایہ ص ۱۳۰، ۱۶۹ [3] کتاب الوافی بالوفیات وفوات العصر ۶۵۳ حسن محاضرہ جلد ۲ ص ۲۲۲ [4] خریدۃ القصر وجریدۃ العصر ص ۳۰۰

جدائی برداشت کے قابل نہیں اسلئے اوس کی رخصت کے ذکر کو چھوڑ دو

عبداللہ بن جبر صقلی، عبداللہ بن جبر صقلی ساتویں صدی میں گذرا ہے، اور دولتِ موحدیہ کے فرمانروا یوسف بن محمد کے عہد (سنہ ۶۱۰ھ سنہ ۶۲۰ھ) میں موجود تھا، ابن سعید نے کلام کا نمونہ درج کیا ہے، مثلاً چند شعر یہ ہیں:-

لو راام یحلف ان الشمس ماغربت فی فیہ کذّبہ من خدہ الشفق

اگر وہ قسم کھانے کا قصد کرے کہ سورج اوس کے منہ میں نہیں ڈوبا تو اوس کے گال کی شفق (یعنی اسکی سرخی) اسکی تکذیب کر گئی،

شمع کی تعریف میں کہتا ہے،

وصعدۃ لبست سربال مشتھر بالحب منغمس فی الدمع والحرق

اور ایک نیزہ جس نے ایک بدنام محبت کا جو آنسو اور سوز دل میں ڈوبا ہوا تھا، کرتہ پہن لیا

مانزال یطعن صدر اللیل لھزمھا حتی غدا سائلا منہ دم الشفق[1]

اوس کا چھڑا رات کے سینے کو کوچتا رہا، یہاں تک کہ اوس سے شفق کا خون بہ گیا

علوم عقلیات ریاضیات وطبیعیات،

علوم وفنون کے بیان کی ابتدا میں اشارہ کیا جا چکا ہے، کہ مسلمان صقلیہ علوم عقلیہ کی طرف پوری توجہ بھی نہ کرنے پائے تھے، کہ صقلیہ کی اسلامی سلطنت کی شمع حیات گل ہو گئی یہی وجہ ہے کہ صقلیہ کے عقلی علوم میں ستے بجز علم طب کے اور کسی میں وہ رونق نظر نہیں آتی جو ابھی مذکور ہوا، ادبی علوم وفنون میں دیکھ آئے ہیں، اور نہ فلاسفہ اور ریاضی دانوں کی وہ کثرت نظر آتی جو ابھی مذکور ہوا اور نہ اوراد کی صف میں نظر آئی ہے، تاہم ہمیں صقلیہ کے عقلی علوم کے نشانات بھی کچھ نہ کچھ مل گئے

[1] کتاب الاذکان المسلیۃ دیادگاری، جلد ا ص ۳۰۰،

Marfat.com

ہین، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:۔

"مسلمانانِ صقلیہ اور نارمن حکمرانون نے سائنس جیسے لطیف اور معراج ترقی پر پہنچا دینے والے علم سے غفلت نہیں کی، جغرافیہ، ہیئت، کیمیا، اور طب کی نہایت شوق اور کامیابی کے ساتھ تحصیل کی"[1]

علمِ طب

مسلمانون نے صدر اول کے ختم یعنی اسلامی علوم کی تدوین کے بعد سب سے پہلے علم طب پر توجہ کی، شامی محقق علامہ کرد علی لکھتے ہین:

"صدر اول ہی میں مسلمانون نے تدوین سے بعد علم طب پر توجہ کی"

یہی وجہ ہے کہ صقلیہ کے مسلمان حکمرانون نے بھی علم طب کی کچھ خدمتیں انجام دی ہیں، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:۔

"صقلیہ کے عربی طبیب اپنے علمی جانبون کی طرح یورپ بھر میں سب سے بڑے حاذق سمجھے جاتے تھے، اور ان کو حکومت انھیں فن طب و جراحی میں دستگاہ کامل حاصل تھی"

صقلیہ کے اسلامی حکمرانون میں مسلمانون کے علاوہ یہودی اطبا بھی اپنے فن میں شہرت رکھتے تھے، اور بغیر تفریق مذہب و ملت مسلمانون کے ہر طبقہ میں وہ مقبول تھے، خصوصاً صقلیہ کے اسلامی دربار میں یہود و عرب دونون قومون کے اطبا کی قدردانی کیجاتی تھی، اور مسلمان فرمانروایان صقلیہ اپنی داود و مشورت کے لئے یہودی اطبا کو بھی اپنے ساتھ رکھتے تھے، پھر مسلمانون سے بھی مسلمانون اور یہودیون دونون کے علم کی قدردانی کی، مشہور سیاح ابن جبیر نامی فرمانروا صقلیہ کے متعلق لکھتا ہے:۔

---

[1] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۰ [2] خطط الشام جلد ۶ ص ۲۹ [3] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۱۰

Marfat.com

"اور اس کے دربار میں اطبار اور منجمین دان ہیں، اور ان کے ساتھ بہت زیادہ اعتبار کرتا ہے، اور ان کا بیحد مشتاق رہتا ہے، یہاں تک کہ اگر اوسے معلوم ہوتا ہے، کہ کوئی طبیب یا منجم اس کے ملک میں آیا ہوا ہے، تو اس کو روک لیتا ہے، اور اسکی معیشت کا ایسا سامان کر دیتا ہے، کہ وہ اپنے وطن سے بے نیاز ہو جاتا ہے"[1]

یورپ کے ایک عجائب خانہ میں ولیم ثانی کی ایک تصویر ہے جس میں ایک عرب طبیب ولیم کے بستر موت کے سامنے اپنے آلات جراحی کے عمل جراحی کر رہا ہے، یہ تصویر المیال والمقتطف میں نظر آئی تھی،

صقلیہ کے اطبا نے طب کی جو خدمتیں انجام دیں، ان میں عبد الرحمٰن الناصر (۳۰۰ھ) کے عہد میں ابن جلجل ابو داؤد سلیمان کی نگرانی میں ایک [illegible] دنیا میں اطبا کی ایک جماعت [illegible] اصطلاحوں اور دواؤں کے نام عربی میں منتقل کر رہی تھی، فیفرر وہم کی طرف سے [illegible] زبان میں طبی کتابوں کے چند نادر نسخے الناصر کو ہدیۃً بھیجے گئے تھے، ان میں مشہور یونانی طبیب دیقوریس کا ایک مصور رسالہ الخریقی زبان میں بھی تھا، یہ سب کتابیں بھی ان مترجمین کے سپرد فرمائی گئیں، اور اس نے اہتمام سے ان پر کام کیا تھا:

اس ادارہ میں ایک صقلی طبیب ابو عبد اللہ بھی تھا جو عبد الرحمٰن الناصر کے وقت سے المستنصر کے زمانہ تک اس سے وابستہ رہا،

صقلیہ کے اطبا اور ان کی تصنیفات

صقلیہ کے چند نامی اطبا اور ان کی کتابیں حسب ذیل ہیں:-

[1] ابن جبیر ص ۳۲۵ [2] عیون الانباء فی طبقات الاطباء جلد ۲ ص ۴۶،

Marfat.com

ابوسعید بن ابراہیم صقلی، ابوسعید بن ابراہیم طبیب صقلی کی ایک کتاب المنہج فی المداوی من صنوف الامراض والشکاوی، کے دو نسخے بولڈین اور پیرس کے کتب خانوں میں ہیں، اماری نے اپنے مجموعہ میں کچھ اقتباسات نقل کئے ہیں، مصنف کے زمانہ کا پتہ نہیں تاہم اس کی اس کتاب کے دیباچہ کی نوعیت سے اس کا زمانہ قدیم معلوم ہوتا ہے، کیونکہ مصنف کا بیان ہے کہ اس کتاب کی تالیف سے پہلے کی جسقدر کتابیں طب میں ہیں، ان میں یا تو مفرد دواؤں کے خواص ہیں، یا ایسی کتابیں ہیں، جن میں مختلف امراض کا علاج مفردات سے بتایا گیا تھا، اور مصنف اپنے بیان کے مطابق وہ پہلا شخص ہے، جس نے ان دونوں امور کو اس تالیف میں جمع کیا، چنانچہ لکھتا ہے، :-

"میں نے کسی مصنف کو نہیں پایا، جس نے ان دونوں باتوں کو ایک کتاب میں جمع کیا ہو، بلکہ بعض لوگ ایسے ہیں، جنھوں نے صرف مفرد دواؤں اور ان کی قوتوں اور ان کے فائدوں کا ذکر کیا ہے، اور بعضوں نے مفرد دواؤں سے امراض کے علاج کا طریقہ بتایا ہے، لیکن یہ دونوں چیزیں ایک ہی ہیں، صرف ترتیب میں فرق ہے، کیونکہ پہلی صورت میں ایک دوا کا ذکر ہوتا ہے، جو بہت سے امراض کے لئے مفید ہوتی ہے، اور دوسری صورت میں بہت سی دواؤں کا ذکر ہوتا ہے، جو ایک ہی مرض میں مفید ہوتی ہیں، اسلئے میں نے ایک مختصر اور جامع کتاب کے لکھنے کا ارادہ کیا، جو دونوں باتوں کو شامل ہو، اس سے میرا مقصد مشکلات ومطالب کو آسان کرنا ہے،

اس کے لئے میں نے کتاب میں جدولیں بنائی ہیں، اور ان میں سے طول میں ہر جدول کی چھ قسمیں کیں، پہلی جدول کی ہر سطر میں عنوان قائم کیا، اور بقیہ پانچ جدولوں میں حروف معجم کی ترتیب کے موافق پانچ دوائیں لکھیں، پھر عرض میں سولہ قسمیں کیں،

Marfat.com

پہلی قسم میں ادویہ مفردہ کے نام بتائے، دوسری قسم میں ....."[1]

امام مازری صقلیہ کے مشہور محدث امام مازری علم طب میں بھی حاذق سمجھے جاتے تھے، جسے انھوں نے صقلیہ میں دینی علوم کی تکمیل اور دینی پیشوائی کے مرتبہ پر فائز ہونے کے بعد حاصل کیا، انکے علم طب کی تحصیل کا واقعہ دلچسپ ہے۔

یہ ایک مرتبہ صقلیہ میں بیمار پڑے، اور وہاں کے کسی نامور یہودی طبیب کے زیر علاج آئے، وہ امام صاحب کی علمی فضیلت کا مقام شناس تھا، اوس نے ان سے ایک دن مزاح سے کہا کہ "مولائی! مجھ جیسا بے مایہ شخص آپ جیسے امام وقت کا اس وقت معالج بنے اگر اس موقع کو مغتنم سمجھ کر میں مسلمانوں کو آپ کی بابرکت ہستی سے محروم کر دوں تو اپنے دین کی کتنی بڑی خدمت انجام دوں"

امام صاحب کے لئے یہودی طبیب کا یہ مزاح علم طب کی تحصیل کا محرک ثابت ہوا، اس کے بعد اونھوں نے اس فن کو حاصل کرنا شروع کیا، اور کمال پیدا کرنے کے بعد صقلیہ کے مشہور اطبا کی صف میں داخل ہو گئے، ابن فرحون لکھتا ہے،

"جس طرح لوگ فقہ میں ان کی طرف رجوع کرتے، اوسی طرح یہ علم طب میں بھی خلائق کا مرجوع تھے"[1]

شیخ ابوبکر صقلی شیخ ابوبکر صقلی طبیب کیلئے یہ لائق فخر ہے کہ شیخ موالدین بن سودین جو صناعۃ نوری دمشق کے طبیب حاذق تھے، اور ابن ابی اصیبعہ جو عیون الانباء فی طبقات الاطباء کا فاضل مصنف ہے، یہ دونوں ان کے تلامذہ میں تھے، ابن ابی اصیبعہ موالدین کے حال میں لکھتا ہے،:-

[1] ترتیب مدارک جلد ۴ صفحہ ۶۹۷، [2] دیباج المذہب ص ۲۸۰،

Marfat.com

"میں اور عزالدین دونوں شیخ ابوبکر صقلی رحمہ اللہ کے درس میں شریک تھے، اور اسی قدیم زمانہ سے ہم دونوں سے رشتۂ محبت قائم تھا"[1]

اطبائے صقلیہ کا ایک خاندان افریقہ میں،

اسی طرح اطبائے صقلیہ کا ایک خاندان صقلیہ سے ہجرت کرکے افریقہ آیا، اور مراکش کے فرمانروا ابوالفارس عبدالعزیز بن ابوالحسن کے دربار سے وابستہ ہوگیا، اس خاندان میں حاذق اطبا گذرے ہیں، جو گویا خاندانی اطبا تھے، اور علم طب میں اپنی پائدار یادگاریں چھوڑی ہیں،

۴ ابومحمد عبدالسلام بن ابراہیم صقلی،

ابومحمد عبدالسلام بن ابراہیم صقلی طبیب وہ پہلے طبیب ہیں، جو اس دربار سے وابستہ ہوئے،

تصنیف

طب میں ان کی ایک گران قدر تصنیف فنِ جراحت میں ہے جس کا ایک نسخہ جامع زیتون ٹیونس میں موجود ہے،

وفات،

انھوں نے مراکش میں ۵ رجمادی الاولی ۶۲۲ھ کو وفات پائی، اور یہیں مدفون ہوئے، قبر پر نام اور تاریخِ وفات کا کتبہ کندہ ہے، جو آجتک محفوظ ہے،

۵ ابوالعباس احمد شریف صقلی، عبدالسلام شریف صقلی،

ابوالعباس احمد شریف صقلی کو افریقہ میں بڑی مقبولیت حاصل تھی، گریفینی کا بیان ہے، کہ ان کی حذاقت کی حکایتیں اس زمانہ میں بھی ٹیونس کے عوام میں مشہور ہیں،

تصنیفات

طب میں ان کی دو کتابیں مشہور ہیں،

۱۔ شرح ارجوزہ یہ ابن سینا کی ارجوزہ کی شرح ہے، اس کا ایک نسخہ مدرسۂ صادقیہ ٹیونس کے طلبائے قدیم کی ایسوسی ایشن میں محفوظ ہے، کتابت کا ۱۱۷۰ھ ہے، اسکے کچھ

---

[1] عیون الانباء فی طبقات الاطباء، جلد۲ ص ۲۶۶،

Marfat.com

اقتباسات یادگاری مضامین میں پروفیسر عبدالوہاب نے شائع کئے ہین، انداز بیان کیلئے دیباچہ کی چند سطرین ملاحظہ ہون، کہتے ہین،

"طب کے دو مفہوم ہین، ایک لغوی اور دوسرے اصطلاحی، لغت میں طب کا اطلاق علم، فہم، اور سحر وغیرہ پر ہوتا ہے، اور اصطلاح میں تو اس کی کثیر تعریف ہے..... ان میں ایک یہ بھی ہے، کہ طب کو تم علم صناعی کہہ سکتے ہو، کہ اس کا موضوع جسم انسانی اور اسکی قیمت کا برقرار رکھنا، اور امراض کا ازالہ کرنا ہے، اس تعریف میں جسم انسانی کی قید سے علم بطیرہ و بیزرہ نکل گئے، جو حیوان اور پرندون کے لئے ہین..... انسان کی تین حالتیں ہیں، صحت[1]، مرض[2]، اور نہ صحت اور نہ مرض[3]"

۲- کتاب الاطباء (فی) الامراض من الفرق الی القدم۔ اس میں سر سے پیر تک کے ایک ایک عضو کے امراض اور انکا علاج جدا جدا بیان کیا گیا ہے،

اسکے دو نسخے دستیاب ہوئے ہیں، ایک لیڈن میں ہے، اور دوسرا ٹیونس میں لیڈن کے نسخے کے کچھ اقتباسات اماری نے درج کئے ہین،

دیباچہ مین کتاب کا موضوع اور ترتیب وغیرہ کا بہ تفصیل تذکرہ کیا ہے:-

"اس کتاب میں سر سے پیر تک کے امراض کا مفرد دواؤن سے علاج بتایا گیا ہے، کیونکہ ادویہ کی ترکیب دشوار ہوتی ہے..... یہ کتاب بیس ابواب میں منقسم ہے"

اس کے بعد ابواب کی فہرست درج کی ہے، جس میں ہر عضو بدن کے امراض اور انکے علاج کا علیحدہ علیحدہ بیان ہے[2]

---

[1] مقالہ پروفیسر عبدالوہاب در یادگاری مضامین جلد ۲ ص ۴۰۶، ۴۰۸، ۴۰۸، و مقابلہ گریفینی در جلد ۱ ص ۴۸۵

[2] کتاب الاطباء فی الامراض من الفرق الی القدم مقتبس در اماری ص ۶۹۰

Marfat.com

ابو عبداللہ محمد بن عثمان صقلی، ابو عبداللہ محمد بن عثمان طبیب صقلی بھی اس دربار سے وابستہ تھے، ان کی فن طب میں دو کتابوں کا پتہ چلا ہے،

۱۔ المختصر الفارسی، یہ علم طب پر ایک مختصر اور جامع تالیف ہے، اس میں پہلے طب کو دو قسمون علمی و عملی یعنی علم بالکلیات اور عمل بالمعالجات میں تقسیم کیا ہے، پھر پہلی قسم علم بالکلیات کو تین مقالون اور دوسری قسم عمل بالمعالجات کو سات مقالون میں تقسیم کرکے کتاب ختم کی ہے اس کا نام امام رازی کی المنصوری کے اتباع میں جو ابو جعفر منصور کے لئے لکھی تھی ابوالفارس کے نام پر المختصر الفارسی رکھا ہے، کتاب کی ترتیب کے متعلق دیباچہ میں لکھتے ہین،:۔

۱۔ "پہلا مقالہ سات ون طبیعیات میں، یعنی عناصر، مزاج، اخلاط، اعضاء قوی، ارواح اور افعال میں،

۲۔ "دوسرا مقالہ چھ ضروریات میں یعنی ہوا، کھانا، پینا، حرکت، سکون، نیند، بیداری، پاخانہ، پیشاب، اور نفسانی خیالات میں،

۳۔ تیسرا مقالہ ان چیزون میں جو قدرتی مجری سے باہر ہون یعنی مرض سبب، عرض

۴۔ چوتھا مقالہ حفظان صحت اور اوس کے متعلقات میں یعنی مسافر، بچے، اور بوڑھون کی تدبیر میں،

۵۔ پانچوان مقالہ اون مفرد دواؤن میں جن کا استعمال ہمارے ملک میں بہت ہے، اور انکے علاوہ مسہل دوائین،

۶۔ چھٹا مقالہ تمام امراض اونکے اسباب اعراض اور انکے اقسام کے مطابق اون کے علاج کے بیان میں

۷۔ ساتوان مقالہ پھیپھڑے اور زہریلی ہواؤن کے علاج مین،

۸۔ آٹھوان مقالہ بخارون کے اقسام وانواع مین،

۹۔ نوان مقالہ ان امراض مین جن کا علاج ہاتھ سے کیا جاتا ہے،

۱۰۔ دسوان مقالہ مرکب دواؤن مین اور بعض خواص مین اور اوس کے علاوہ چارپایون کے بعض امراض مین، اور بعض کیڑون کے کاٹنے مین ہی"[1]

اس کتاب کے چھ قلمی نسخے مختلف کتب خانون جامع زیتون ٹیونس وغیرہ مین موجود ہین

۲۔ کتاب "منہاج الدکان" کے سرورق پر حسب ذیل عبارت ہی،

"یہ کتاب منہاج الدکان فقیہ ابوعبداللہ محمد بن عثمان شریف حسنی، باعتبار نسب تونسی، باعتبار مولد اور صقلی باعتبار شہرت، کی تصنیف ہی"

اغراض وترتیب کتاب کا بیان حسب ذیل ہی،

"امابعد میں نے ایک ایسا مجموعہ تیار کرنا چاہا، جو میرے تمام اسباب کا جامع ہو اور ایک ایسے شخص کی ضروریات کے لئے کافی ہو، جو اپنے مقصود میں کمال حاصل کرنا چاہتا ہو، گو اوسکو ایسے مرشد کی ضرورت نہ ہو، جو اُس کے جزئیات میں اس کی ہدایت کرے، اور میں نے منہاج الدکان اوس کا نام رکھا، پہلا باب اس چیز کے بیان میں ہے، جس کی ضرورت اوس شخص کو ہوتی ہے، جو ان مرکبات کے بنانے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتا ہے، تاکہ اس کو اعتماد، احتراز اور خوف پہلے خدا سے حاصل ہو، پھر انسانون سے۔۔۔۔"

اس کتاب کا ایک نسخہ جامع زیتون ٹیونس کے کتب خانہ میں سنہ ۱۱۹۲ھ کا لکھا ہوا محفوظ ہے[2]

---

[1] اقتباس المختصر الفارسی دریادگاری ج۲ ص ۴۹۱، [2] مقالہ پروفیسر عبدالوہاب التونسی دریادگاری جلد۲ ص ۴۸۹،

Marfat.com

علمِ جغرافیہ

علمِ جغرافیہ سے صقلیہ کا خاص تعلق رہا، اس علم سے بیان کے اہلِ علم کی دلچسپی کا اندازہ ان روایتوں سے ہوتا ہے، جو صقلی اہلِ علم جغرافیہ نویسوں سے صقلیہ کے متعلق جغرافی حالات بیان کرتے تھے، اور ان کے حوالے جغرافیہ کی بعض کتابوں میں درج ہیں، مثلاً صاحبِ کتاب تحفۃ الالباب نخبۃ الاعجاب ایک جگہ لکھتا ہے:-

"مجھ سے شیخ امام عالم علامہ زاہد ابوالقاسم بن حاکم صقلی نے بغداد میں میرے سوال کے جواب میں (کوہ اٹنا کی) آگ کے متعلق بیان کیا، کہ.....[1]"

اسی طرح صاحبِ کتاب الاشارات فی معرفۃ الزیارات ایک جگہ صقلیہ کے بعض حالات کے سلسلہ میں بیان کے ایک اہلِ علم کی ایک روایت کو نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"مجھ سے اس ملک کے علماء میں سے ایک صاحب نے بیان کیا کہ.....[2]"

اسی طرح یہ بھی معلوم ہے، کہ اس وقت تک علمِ جغرافیہ میں جو کتابیں تالیف ہوئی تھیں، وہ سب صقلیہ کے اہلِ علم میں متداول تھیں، ادریسی نے صقلیہ میں ان کے موجود ہونے کا تذکرہ نام بنام کیا ہے،[3]

صقلیہ کے بعض اہلِ علم نے اپنے سفرنامے بھی لکھے، مثلاً شیخ ابوبکر عتیق بن علی بن داؤد سمنانی کا تذکرہ علمِ تصوف میں گذر چکا ہے، انھوں نے حجاز، یمن، شام، ایران، اور خراسان کا سفر کیا، اور اپنے مختلف علمی خدمات کے ساتھ اپنا ایک سفرنامہ بھی حروفِ تہجی پر مرتب کیا،

---

[1] تحفۃ الالباب ورامادی ص ۴۷، [2] کتاب الاشارات، ورامادی ص ۷۵،

[3] نزہۃ المشتاق ص ۵۰

Marfat.com

یاقوت لکھتا ہے:-

"ان کی ایک کتاب حروف تہجی کی ترتیب پر ممالک کے سفر اور اہلِ علم کی ملاقاتوں کے حالات میں ہے"[1]

مشہور عرب سیاح صقلیہ میں، مشہور عرب سیاحوں میں سے ابنِ حوقل اور ابنِ جبیر صقلیہ آئے، اور یہاں سے انھوں نے اپنی گہری دلچسپی کا اظہار کیا،

ابنِ حوقل، ابوالقاسم محمد بن علی معروف بہ ابنِ حوقل موصلی بغدادی، چوتھی صدی کے مشہور سیاحوں میں ہے، بغداد میں پیدا ہوا، اور یہیں نشو ونما پائی، علوم کی تحصیل کے بعد تجارت کا پیشہ اختیار کیا، اور دنیا کی سیاحت کے لئے چل کھڑا ہوا، اوس نے مسلسل اٹھارہ برس سیر وسیاحت میں گذارے، وہ یہاں ۳۶۲ھ میں بلرم میں موجود تھا، سیاحت ختم کرنے کے بعد ۳۶۶ھ میں اُس نے اپنا مشہور سفرنامہ کتاب المسالک والممالک لکھا اوس نے صقلیہ کے حالات سے خاص طور پر اعتنا کیا، اولاً کتاب المسالک والممالک میں اسکے حالات لکھے، اس کے علاوہ اس نے بلرم کے حالات ایک علیحدہ رسالہ میں لکھے، جو ۱۸۴۵ء میں پیرس سے طبع ہو چکا ہے[2]، نیز اسکے ایک رسالہ کا تذکرہ "محاسن اہلِ صقلیہ" کے نام سے یاقوت نے معجم البلدان میں کیا ہے، اور اوس کی ذیل کی عبارت نقل کی ہے:-

"میں نے ان لوگوں کے اوصاف، حکایات اور صقلیہ کے اوصاف اور یہاں کے باشندوں کے فضائل ایک کتاب میں میں لکھکر انکا حق ادا کیا ہے، اور اوس کو "محاسن اہلِ صقلیہ" کے نام سے موسوم کیا ہے، پھر ان کی بداخلاقیاں بیان کی ہیں[3]"

شاید وہ مطبوعہ نسخہ یہی ہو، جو افسوس ہے، کہ میری نظر سے نہیں گذرا

[1] معجم البلدان جلد ۵ ص ۱۳۳ [2] اکتفاع القنوع بما ہو المطبوع، [3] معجم البلدان جلد ۵ ص ۲۰۶،

ابن حوقل کی کتاب المسالک کا پہلا نسخہ ۱۸۰۰ء میں انگریزی ترجمہ کے ساتھ لندن سے چھپا، پھر ۱۸۶۳ء میں لیڈن سے شائع ہوا، پھر افریقہ سے متعلق اس کا ایک حصہ ۱۸۴۲ء میں پیرس سے اور عراق سے متعلق حصہ ۱۸۲۲ء میں فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا،

ابن حوقل کی کتاب المسالک میں صقلیہ کے متعلق جو مختصر حالات تھے، اور یاقوت نے اسکے حوالہ سے جو کچھ لکھا تھا، وہ پچھلے اوراق میں گذر چکا ہے،

ابن جبیر ابوالحسن محمد بن احمد بن جبیر بن سعید کنانی بلنسی، اندلسی، چھٹی صدی کے مشہور مسلمان سیاحوں میں ہے، یہ ۵۴۰ھ میں بلنسیہ میں پیدا ہوا، یہیں تعلیم وتربیت پائی، اور اپنے زمانہ کا مشہور صاحب علم وفضل، محدث، فقیہ، ادیب اور شاعر سمجھا گیا،

یہ اپنے زمانہ کے مشہور سیاحوں میں تھا، اس نے تین سیاحتیں کیں، اور اپنا یادگار سفرنامہ لکھا، اس نے پہلا سفر شوال ۵۷۸ھ میں کیا، اور مشرق ومغرب کو چھان مارا، اور اسی سفر میں صقلیہ آیا، پھر دوسری مرتبہ صلاح الدین ایوبی کی فتح بیت المقدس کی خبر سن کر ۵۸۳ھ میں بیت المقدس گیا، پھر اس نے مختلف مقامات میں قیام اختیار کیا، پھر تیسری مرتبہ ساتویں صدی کے آغاز میں روانہ ہوا، اور یہی اس کا سفر آخرت ثابت ہوا، ۶۱۴ھ میں مصر میں وفات پائی،

ابن جبیر ۵۸۰ھ میں صقلیہ آیا تھا، اور دو مہینوں سے زیادہ یہاں مقیم رہا، اور صقلیہ مسلمانوں سے اسکے مراکم قائم ہوئے،

اس کے سفرنامہ کا سب سے پہلا حصہ صقلیہ ہی کے متعلق ۱۸۴۶ء میں فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا، پھر پورا سفرنامہ ۱۸۵۲ء، پھر ۱۸۹۶ء اور آخر میں ۱۹۰۷ء میں گب میموریل نے چھاپا، واقط احمد علی خان شوق رامپوری نے اسے اردو میں بھی ترجمہ کیا (جو ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا

ابن جبیر نے اپنے عہد کے صقلیہ کے متعلق جو کچھ مشاہدات و تاثرات لکھے ہیں، انہیں اس سے پہلے پیش کیا جا چکا ہے، ذیل میں صقلیہ میں اسکے ورود و قیام، نقل و حرکت اور یہاں سے اسکی روانگی کا ذکر اسی کے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے لکھتا ہے:-

"بحری سفر کے عجائب میں یہ بھی ہے کہ ہم نے سمندر کی گود ہی میں تین مہینوں (رجب، شعبان، اور رمضان ۵۸۳ھ) کے چاند دیکھے، اور جس شام کو رمضان کا چاند نکلا اسی صبح کو ہم نے جزیرہ صقلیہ کے مشہور کوہ آتش فشاں اور جبل البرکان کو اپنے سامنے کھڑا دیکھا۔

.... یہاں تک کہ ہم آبنائے میں داخل ہوئے، اس وقت شب کی تاریکی چھا چکی تھی، .... ارض کبیرہ (سنوبی اٹلی) کا ساحل ہماری دائیں طرف تھا اور صقلیہ کی سرزمین بائیں طرف تھی یہاں تک کہ جب یوم یکشنبہ ۲۷ رمضان کی نصف شب کو ہم جزیرہ کے شہر میسینا کے پاس پہنچے تو سمندر میں سخت طوفان آیا، جہاز کے رسّے یکے بعد دیگرے ٹوٹنے لگے، رومی اور مسلمان مسافروں اور عورتوں اور بچوں کے شور و واویلا سے ایک قیامت برپا ہو گئی، ہر شخص کے سر پر موت کھڑی دکھائی دی، یہاں تک کہ ستارۂ صبح طلوع ہوا، اور ہم نے تعجب سے دیکھا کہ ہم شہر میسینا سے تقریباً نصف میل کے فاصلہ پر ہیں، آخر خدا خدا کر کے اسی امید و بیم کی حالت میں .... ہم ساحل میسینا پہنچے .... ہم یہاں کے ہوٹلوں میں سے ایک ہوٹل میں ٹھہرے تھے، یہاں ہم نو دن ٹھہرے اور شب سہ شنبہ ۱۲ رمضان میں ۱۸ دسمبر کو کشتی پر سوار ہو کر المدینہ (بلرم) روانہ ہوئے .... یوم چہار شنبہ کو شہر سفلودی کے بندر پر پہنچے .... یہاں سے نصف شب کو روانہ ہوئے اور یوم پنجشنبہ بوقت چاشت شہر ترمہ پہنچے .... یہاں ہم یوم پنجشنبہ ۲۴ رمضان کو رہے .... اور پھر یہاں سے بلارمہ .... روانہ ہوئے .... جو ۲۵ میل پر یہاں سے آباد ہے، سمندری سفر خیزی کے سبب سے خشکی کا راستہ اختیار کیا .... یہاں تک کہ ہم قصر سعد پہنچے، جو شہر بلرمہ سے

Marfat.com

فرسخ پر واقع ہے، رات ہم نے اسی قصر مین گذاری،.... صبح کی نماز پڑھ کر ہم شہر (بلرمُ) روانہ ہوئے،.... اور یہان کے ایک ہوٹل مین یوم شنبہ ۱۶ رمضان مطابق ۲۲ دسمبر کو اوس میں اترے،.... اس شہر مین ہمارا قیام سات دن رہا،.... وہان سے ہم یوم جمعہ ۲۲ رمضان مطابق ۳۰ دسمبر کو صبح کے وقت اطرابنش روانہ ہوئے،.... کیونکہ یہان سے دو جہاز چھوٹنے والے ہین، ایک اندلس جانے والا ہے، اور دوسرا سبتہ روانہ ہونے والا ہے،.... راستہ مین ہم نے ایک شب ایک شہر مسمو ف بہ علقمہ میں گذاری، جو خالص اسلامی شہر ہے،.... علقمہ میں ہم یوم شنبہ ۲۳ رمضان ۲۹ دسمبر کے وقت سحر تک ٹھہرے، اور وہان سے روانہ ہو کر اوسی کے قریب ایک قلعہ حصن حمہ میں اوترے،.... اور وہان سے اسی دن روانہ ہو کر عصر کے وقت اطرابنش پہنچے،.... ہم اپنے سفر کا اہتمام اندلس جانے والے ایک جہاز سے کر چکے تھے،.... کہ شاہ صقلیہ کا حکم پہنچا کہ تمام ساحلون کے جہازون کی روانگی شاہی بیڑے کی روانگی سے پہلے روک دیجائے،.... ماہ ذی القعدہ کا چاند یوم دوشنبہ ۴ رفروری کو نکلا، اور ہملوگ ابھی تک اسی شہر اطرابنش میں موجود ہیں، اور جاڑون کے موسم اور جنوبی جہاز کے لنگر اوٹھانے کا انتظار کر رہے ہین، جس سے ہم لوگ اندلس جانے والے ہین،.... ماہ ذی الحجہ کا چاند مطلع کے غبار آلود ہونے کے باعث روپوش رہا، ہم نے ماہ ذی القعدہ کو شب چہارشنبہ ۶ رمارچ پر ختم کر دیا، ابھی تک ہم اسی شہر اطرابنش میں قیام پذیر ہیں،.... چوتھی کی شب کو چاند نظر آیا، جو بڑا تھا، اور اس سے معلوم ہوا کہ وہ شب سہ شنبہ ہی کو نکلا تھا، چنانچہ اسی حساب سے تاریخ متعین کر لی، اور اس طرح یوم چہارشنبہ ۹ رذی الحجہ مطابق ۱۲ رمارچ کو یوم عرفہ پڑا، اور اسی یوم عرفہ کو ہم جہاز پر سوار ہو گئے، اور یوم عید الضحیٰ کی صبح عرشہ جہاز پر طلوع ہوئی، ہملوگ جہاز پر پچاس مسلمانون سے زیادہ ہین[1]"

[1] رحلۃ ابن جبیر دیباچہ از ص ۲۲۰ تا ۳۴۴،

شریف ادریسی ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عبد اللہ معروف بہ شریف ادریسی کا نام اسلامی علم جغرافیہ کی تاریخ میں زریں حروف میں لکھا جائے گا، اس کے تمام جغرافی کارنامے سرزمین صقلیہ ہی میں انجام پائے،

وہ افریقہ کے سادات کے شاہی خاندان ادریسی کا چشم و چراغ تھا، اس کا سلسلۂ نسب یہ ہے محمد بن محمد بن عبد اللہ ابن ادریس بن یحییٰ ابن علی بن حمود بن میمون بن احمد بن علی بن عبید اللہ ابن عمر بن ادریس بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم،

شریف ادریسی ۴۹۳ھ میں سبتہ میں پیدا ہوا، علوم کی تحصیل کے لئے قرطبہ گیا، اور اعلیٰ تعلیم و تربیت حاصل کی خصوصاً ادب اور علوم عقلیہ میں کامل دستگاہ حاصل کی، اسے سیاحت کا طبعی شوق تھا، پھر ان دنوں ادریسی شاہزادوں میں حصول سلطنت کے لئے رقابتیں تھیں اور لوگ ایک دوسرے سے خائف رہتے تھے، اسلئے شریف ادریسی نے ہوش سنبھالتے ہی سیر و سیاحت شروع کی، اس اثنار میں اس کے علم و فضل کے چرچے پھیلے، نورا جرد وم نے اُسے صقلیہ آنے کی دعوت دی، اور اوس کے علم و فضل اور خاندانی اعزاز کے مطابق اس کا اعزاز و اکرام کیا، صفدی راجر دوم کے متعلق لکھتا ہے:-

"وہ فلسفیوں سے محبت، رکھتا تھا، اور اوسی نے شریف ادریسی کو طلب کیا، اور جب وہ اوس کی خدمت میں پہنچا، تو نہایت عزت کے ساتھ اس کی مہمانداری اور تعظیم و توقیر کی"[1]

دنیا کا نقرئی کرہ راجر نے ادریسی کے علم و ہنر سے فائدہ اٹھانا چاہا، اور پہلے اس سے ایک ایسا کرہ تیار کرنے کے لئے کہا جس سے زمین کی ہیئت و صورت کا صحیح اندازہ ہو سکے، اور

[1] الوافی بالوفیات صفدی جلد ۱ ص ۱۶۳، [2] دراماری ص ۶۵۸،

Marfat.com

اس کے لئے راجر نے ۴ لاکھ درہم کے وزن کی ایک نقرئی اینٹ اس کے حوالہ کر دی،

ادریسی نے چاندی پگھلا کر قدیم اصول ہیئت کے مطابق آسمان کی شکل کے لئے چند دائرے بنائے، اور انھیں طبق در طبق پیوست کر کے کرہ کی شکل میں تیار کرایا، جو گویا مختلف طبق افلاک تھے، پھر زمین کے لئے ایک دوسرا مدور کرہ تیار کیا گیا، اس کے بعد آسمان کے دوائر میں مختلف افلاک ستارے اور سیارے دکھائے گئے، اور زمین کے عظیم الشان سانچہ پر دنیا کے تمام شہر، پہاڑوں، سمندروں، دریاؤں، وادیوں اور ان کے خصوصیات وغیرہ کی تصویر اتاری گئی، اسکے بنانے والے صقلی (سسلی) اور ادریسی کے دست راست تھے، اسکا قطر تقریباً چھ فٹ اور وزن تقریباً ساڑھے پانچ من تھا،

کرہ بنانے کا صلہ،

جب یہ عظیم الشان کرہ تیار ہو کے بعد راجر کی خدمت میں پیش کیا گیا، تو وہ ادریسی کی صناعانہ کمال دیکھکر محو حیرت رہ گیا، اور اسے دل کھول کر اس کا صلہ دیا چنانچہ اس کرہ کے بنانے میں ایک سو پونڈ سے زیادہ مقدار میں جو چاندی پگھلائی گئی تھی، اور جو تقریباً ڈیڑھ لاکھ درہم کے برابر تھی، وہ بخش دی، اس کے بعد اس نے شاہی خزانہ سے ایک لاکھ درہم عطا کیا، پھر ان ہی دنوں مرسلہ سے انواع واقسام کے رومی مصنوعات سے لدی ہوئی کشتی راجر کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجی، اور اس نے وہ کشتی مع تمام سامانوں کے ادریسی کے حوالہ کر دی،

صقلیہ میں مستقل توطن،

اس کے بعد ادریسی نے وطن کی واپسی کا قصد کیا، لیکن راجر نے اسے معقول بہانہ سے صقلیہ میں مستقل قیام کرنے پر آمادہ کر لیا، اور اس سے کہا کہ تم خاندان خلافت کے رکن ہو، اگر مسلمانوں کے درمیان رہے، تو معلوم نہیں کس وقت کس قسم کے سیاسی حالات میں گھر جاؤ، اور طرح طرح کی خونریزیوں کا سامنا کرنا پڑے، اسلئے تمہیں وطن میں سکون میسر نہ آئیگا، مناسب ہے کہ فراغ بالی سے میری معیت میں زندگی بسر کر دو، میں تمہاری ہر قسم کی حفاظت کرنے اور آرام

۱؎ نزہۃ المشتاق ص ۵، ۲؎ اخبار الاندلس جلد ۴ ص ۵۰۰،

Marfat.com

آسایش پہنچانے کا ذمہ دار ہوں"، اور یسی کے دل میں یہ بات اوتر گئی، اور اوس نے یہاں مستقل توطن اختیار کر لیا،

شاہانہ طرز زندگی، اس کے بعد راجر نے اس کے مستقل بود و باش کا انتظام کیا، چنانچہ اس کے قیام کے لئے ایک آراستہ محل منتخب کیا، اور بیش قرار ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا، کہ وہ شاہزادگی کے لوازم قائم رکھکر زندگی گذار سکے، اور اس کے لئے مختلف قسم کے شاہانہ اعزاز و مراتب قائم کئے، یہاں تک کہ جب وہ اُس کے دربار میں اس سے ملنے کے لئے جاتا، تو وہ خود شاہی تخت سے اوتر کر اس کا استقبال کرتا، اور اپنے ساتھ لاکر اعزاز سے اپنے پہلو میں بٹھاتا،

علمی سفر، اس کے بعد راجر نے ادریسی سے اس اقلیم کرہ کی تشریح کے لئے ایک ایسی کتاب تالیف کرنے کی خواہش ظاہر کی، جس کے سارے بیانات چشمدید حالات پر مبنی ہوں، چنانچہ وہ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے صاحب علم جغرافیہ دانوں اور باکمال مصوروں کی ایک جماعت ساتھ لیکر سیاحت کے لئے روانہ ہوا، اور مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کی خاک چھان ماری، وہ جن جن مقامات سے گذرا، ان کے نام اپنے خریطے میں ثبت کرتا گیا، اور اہم عمارات، مناظر اور اشیاء کی تصویریں اوتروا تا گیا، یہاں تک کہ یہ علمی سفر کامل پندرہ برس میں ختم کر کے صقلیہ واپس آیا،

نزہۃ المشتاق، پھر واپسی کے بعد انہی معلومات کی بنیاد پر اپنی شہرۂ آفاق کتاب نزہۃ المشتاق فی اختراق الآفاق لکھ کر راجر کے نام معنون کر کے اس کے سامنے پیش کی[1]، اور یہ ادریسی کا انہما اہم علمی کارنامہ انجام پایا، جو علم جغرافیہ میں ہمیشہ کے لئے یادگار باقی رہ گیا،

ذیل میں نزہۃ المشتاق کے دیباچہ کے ایک حصہ کا ترجمہ درج ہے، اس سے کتاب کی

[1] کتاب الوافی بالوفیات صفدی، در اماری ص ۶۵، ۶۵، خریدۃ القصر در اماری ص ۶۱۱ و نزہۃ المشتاق

Marfat.com

تالیف اور اس کے مباحث کا اندازہ ہوگا، لکھتا ہے :-

شاہ راجر المعتز باللہ المقتدر، بقدرتہ شاہ صقلیہ و ایطالیہ وانکردہ وقلوریہ... (راجر کے مفصل القاب و محامد) کی حکومت کو جب وسعت حاصل ہوئی تو اس نے اپنے ممالک کی کیفیت ان کے اشکال وحدود اور خشکی و تری کے مقامات کو معلوم کرنا چاہا، اس غرض سے اوس نے وہ کتابیں منگوائیں، جو جغرافیہ اور اقلیم پر لکھی گئی تھیں،.....

(یہاں ان کتابوں کے نام گنائے ہیں، جو اس وقت تک علم جغرافیہ میں لکھی گئی تھیں،) لیکن ان میں اسکو یہ حالات تشریح وتفصیل کے ساتھ نہیں ملے، اس لئے اوس نے اس فن کے علماء کو طلب کیا، اور ان سے بحث کی لیکن جو کچھ کتابوں میں تھا، اس سے زیادہ وہ علم ان کے پاس بھی نہ تھا، اب اوس نے تمام ملکوں کے علماء کو بلوایا، ان سے سوالات کئے، اور بحثیں کیں، اور جس چیز پر ان سب نے اتفاق کیا، اور وہ اسکو صحیح معلوم ہوئے، اس کو قائم رکھا، اور جس چیز میں ان علماء نے اختلاف کیا، اوس کو ۱۵ سال تک زیر غور رکھا، جب ہر چیز پوری ہوگئی، تو یہ حکم دیا، کہ اوس کے لئے خالص چاندی کا ایک بڑا کرہ ڈھالا جائے، جس کا وزن چار سو رطل رومی ہو، اور اوس کے ہر رطل میں ۱۱۲ درہم ہوں، پھر کاریگروں کو حکم دیا کہ اوس پر ہفت اقلیم کی شکل مع اون کے ملکوں، ان کے طولوں، قطروں، راستوں، کھیتوں، خلیجوں، سمندروں، نالوں، بڑے بڑے دریاؤں، بنجر اور آباد زمینوں کے بنائیں، اور ہر شہر کے درمیان [illegible] مسافتیں، میل اور مشہور بندرگاہیں ہوں، ان کو بھی نہ چھوڑیں، پھر حکم دیا، کہ ان اشکال وصور کے مطابق ایک کتاب تالیف کریں، جس کو اس دائرہ پر یہ مزیت حاصل ہو کہ اس میں ملکوں اور زمینوں کی پیدائش وتکوین اونکے

Marfat.com

مقامات، سمندرون، پہاڑوں، مسافتوں، اون کے پیشے، ان کے بیانات کے اقسام اوران حرفتون کا جو وہان لوگون مین رائج ہیں ... ان صنعتوں کا جو وہان خوبی کے ساتھ بنائی جاتی ہین، اوراون تجارتی سامانون کا جو وہان سے بھیجے جاتے ہیں، اوران عجائب کا جو وہان قابلِ ذکر ہیں، ذکر ہو، اسی کے ساتھ ان کے باشندون، اون کے کپڑون، طریقہ اون کے مذاہب، وضع ولباس اور وہان کا بھی ذکر ہو، اور ان کا نام اس الشتاق فی اختراق الآفاق رکھا جائے"

یہ واقعہ دسمبر مطابق شوال ۵۴۸ھ کے پہلے عشرہ میں ہوا، اس نے الخ کام کی تعمیل کی اور نقشہ بنایا اور زمین کی صورت سے جس کا نام جغرافیہ ہے ... ایک کتاب[1]

نزہتہ المشتاق ادریسی کے متعلق مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں :-

"ادریسی نے اپنی قابلِ قدر کتاب راجر ثانی کے زمانہ میں لکھی تھی ... یہ کتاب مصنف کے روشن دماغ مصنف کے تجربات، مصنف کی محنت اور مصنف کی تنقید کی بدولت ... کیا لکھا اوس میں سے زیادہ حصہ خود دیکھکر اور جانچ کر لکھا، اس کی اس کتاب نے یہ امر کافی ضمانت ہے، کہ مصنف سائنس کی بہت بڑا ماہر تھا، اس کتاب نے اس بادشاہ کے نام کو بھی روشن کر دیا، جس کی درخواست پر یہ کتاب لکھنی شروع ہوئی اور کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی ... قرون متوسط کے جغرافیہ دان ہزار شہرت پائے ہون مگر کسی کا چراغ ادریسی کی شہرت کے آفتاب کے سامنے نہ جل سکا ... وضاحت بیان، صحت تفصیلات اور نوع تخلیہ سائنس میں اس کتاب کو قرون وسطی کی تصانیف میں درجہ اولیت حاصل ہے ... ادریسی کی تصانیف نے دنیائے سائنس میں ایک جدید دور کی بنیاد ڈالی"[2]

[1] نزہتہ المشتاق ص ۳، [2] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۱، و ۴، اور جلد ۳ ص ۵۰۷

Marfat.com

نزہۃ المشتاق سے استفادہ، نزہۃ المشتاق جغرافیہ کی ان کتابوں میں ہے، جو اس کے بعد کی تمام جغرافی کتابوں کا ماخذ بنی، اور یہی کے بعد کے مشہور مسلمان جغرافیہ نویس مثلاً ابن سعید صاحب کتاب المغرب، مقدسی صاحب احسن التقاسیم ابن فضل اللہ عمری صاحب کتاب المسالک و الممالک، اور ابو الفداء صاحب تقویم البلدان وغیرہ نے اپنی کتابوں کی تالیف میں اوس سے فائدہ اوٹھایا۔

نزہۃ [illegible] کتاب

مختصر ارمنی [illegible] سے

نزہۃ المشتاق یورپ کے مشہور جغرافیہ نویسوں اور سیاحوں کا ماخذ مدت ہائے دراز تک رہی ہے، بلکہ اگر کہا جائے کہ یورپ نے جغرافیہ کا علم نزہۃ المشتاق ہی سے سیکھا، تو یہ کہنا پڑی حد تک صحیح ہوگا، اہل یورپ اس سے اس زمانہ سے فائدہ [illegible] جب لوگ لکھنے پڑھنے کا عام رواج نہ تھا، اس کا اندازہ اسی زمانہ کے ایک ارمنی عیسائی اہل علم کی تصنیف سے ہوگا، اس کے دوستوں نے علم جغرافیہ میں ایک مختصر کتاب لکھنے کی خواہش کی، تو اوس نے نزہۃ المشتاق ہی کا اختصار کرکے اپنی کتاب تیار کی، اور اوس کا نام "کتاب الحکرافیہ الکلیہ" رکھا، یہ کتاب عربی زبان میں ہے، اس کتاب کا دیباچہ گریفینی نے یادگاری مضامین میں شائع کیا ہے، کتاب کا سرنامہ یہ ہے:-

کتاب الحکرافیہ الکلیۃ ای صورۃ الارض وما فیہا قد التقطہا من کتاب نزہۃ المشتاق الفقیر مکردیج الکسیح الارمنی۔	کتاب حکرافیہ کلیہ یعنی زمین اور اس کے موجودات کی شکل وصورت فقیر مکردیج کسیح ارمنی نے اسے نزہۃ المشتاق سے چن کر تیار کیا،

دیباچہ کا آغاز ان الفاظ میں دیکھئے:-

لہ ان کا [illegible] دیباچوں اور اندرونی عبارتوں میں مختلف مقامات پر ادریسی کے حوالے اور نزہۃ المشتاق [illegible]

بسم الاب والابن والروح القدس الاله الواحد امین الحمد للہ الیم

العلام الذی ابدع السموات والارض فی احسن نظام[1]

علم جغرافیہ کی تاریخ میں ادریسی کا امتیاز

دنیا کے علم جغرافیہ کی تاریخ میں ادریسی کا جو امتیاز ہے، اسے مصر کے مشہور عیسائی اہل قلم ڈاکٹر صروف صاحب المقتطف کی زبان سے سنئے، اس میں ادریسی کا صحیح مقام دکھایا گیا ہے،:-

"ادریسی کا امتیاز یہ ہے وہ جغرافیۂ اسلام اور جغرافیۂ یورپ کے درمیان نقطۂ اتصال کی حیثیت رکھتا ہے، اسکی کتاب پہلی مرتبہ لاطینی زبان میں ۱۶۹۴ء میں ترجمہ کی گئی، جسے دو اہل علم جبرئیل صیہونی متوفی ۱۶۴۰ء اور یوحنا حصرونی نے ترجمہ کیا تھا، یہ فن جغرافیہ کی پہلی کتاب تھی، جو اہل یورپ میں متداول ہوئی[2]"

اسی طرح مشہور عیسائی مورخ سلیمان بستانی لکھتا ہے،:-

"ادریسی پرتگالیوں کے جغرافی اکتشافات سے پہلے پندرہویں صدی کے قبل تک یورپ کے جغرافیہ نویسوں کا واحد ماخذ تھا[2]"

نزہتہ المشتاق کے یورپی ترجمے،

یورپی زبانوں میں نزہتہ المشتاق کا پہلا ترجمہ وہی لاطینی زبان میں ۱۶۹۴ء میں کیا گیا، جس کا تذکرہ اوپر گذرا، اس کے بعد جرمنی نے ۱۸۳۶ء میں فرانسیسی زبان میں اس کا ترجمہ کیا، جو ۱۸۴۰ء میں شائع ہوا، اس کے بعد مختلف ملکوں اسپین، اٹلی، سسلی، مغرب، سوڈان، مصر، شام اور فلسطین سے متعلق اس کے مختلف حصوں کے مختلف یورپی زبانوں، اسپینی، اطالوی، اور فرانسیسی میں شائع ہوئے، جن کا تذکرہ

---

[1] مقالہ گریفینی جلد ۱ ص ۵۲۴، [2] مقالہ جغرافیو الاسلام والرواد المجموعہ مقامین المقتطف وشامیہ

[2] دائرۃ المعارف جلد ۲ ص ۶۷۴، [2] آداب اللغۃ العربیہ جلد ۳ ص ۶۰ والروادس ۴۰،

Marfat.com

نزہتہ المشتاق کے نقشے، ادریسی نے مختلف قسم کے ۶۹ نقشے بھی اپنی کتاب میں منسلک کئے تھے جو انہی نقرئی دوائر اور اوس کے علمی سفر سے ماخوذ تھے، ان نقشوں سے بھی اہل یورپ نے پورا فائدہ اوٹھایا، اور وہ یورپ کی مختلف زبانوں میں ترجمہ کرکے چھاپے گئے، مشہور عیسائی مورخ جرجی زیدان لکھتا ہے:-

"ادریسی کا جغرافیہ اہل یورپ کے لئے کئی صدیوں تک ممالک خصوصاً مشرق کے جغرافی حالات کے لئے مدار بنا رہا، ان لوگوں نے اس کے نقشے اپنی زبانوں میں ترجمہ کئے، اس کے ایک نقشہ سے جو فرانس کے عجائب خانہ میں محفوظ ہے، یہ پتہ چلتا ہے، کہ دریائے نیل کے منبع کا جو سُراغ پچھلی صدی میں اہل یورپ نے لگایا ہے، ادریسی صدیوں پہلے اس سے واقف تھا، اس نقشہ میں اوس نے نیل کا صحیح دہانہ دکھایا ہے"[1]

اسی طرح مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:-

"تین سو برس کامل تمام جغرافیہ دان ادریسی ہی کے نقشوں کو بلا تغیر و تبدل کے نقل کرتے رہے، جن جھیلوں سے مل کر دریائے نیل بنتا ہے، ان کی جائے وقوع جو ادریسی نے بتائی ہے، وہ بیکر اور اسٹانلی کے ثابت کردہ مقامات سے کچھ زیادہ مختلف نہیں، حالانکہ ان دونوں مصنفین کے درمیان سات صدیاں ہیں"[2]

نزہتہ المشتاق کے نسخے اس وقت تک نزہتہ المشتاق کا کوئی مکمل نسخہ شائع نہیں ہوا ہے، اس کے متعدد نسخے یورپ کے مختلف کتب خانوں، پیرس، آکسفورڈ، روم اور قسطنطنیہ وغیرہ میں محفوظ ہیں، اس کے شائع شدہ حصص میں اولاً ۱۵۹۲ء میں اس کا ایک عربی اختصار

---

[1] تاریخ آداب اللغۃ العربیہ، جلد ۳ ص ۵۸، [2] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۱۰۵،

Marfat.com

روم سے نکلا، یہ مختصر نزہتہ المشتاق کے مذکورۂ بالا لاطینی زبان کے سابق الذکر مترجمون جبریل سیونیٹا (GABRIEL SIONITA) اور جانس ہسرونیٹا (JOONNES HESRONITA) نے تیار کیا تھا، اس اصل کی، شاعت کے بعد، ان کا لاطینی ترجمہ ۱۶۱۹ء میں شایع ہوا، جو سی بولڈ کے بیان کے مطابق اغلاط سے لبریز ہے، پھر مختلف مستشرقین کے اہتمام میں اس کے مختلف حصے مختلف وقتوں میں شائع ہوئے، جو حسب ذیل ہین،

۱۔ اندلس سے متعلق اس کا ترجمہ کوندی نے کیا تھا، جسے اوس نے نسخ اصل کے میدرڈ سے ۱۷۹۹ء میں چھاپا،

۲۔ شام وفلسطین سے متعلق اس کا حصہ ۱۸۲۸ء میں روزن ملر نے لائی باخ سے شائع کیا

۳۔ مغرب، سوڈان، مصر اور اندلس کے حصہ کو ڈوزی نے ۱۸۶۴ء میں مطبع بریل لیڈن سے چھاپا، اس حصہ کا فرانسیسی ترجمہ بھی کتاب میں منسلک ہے،

۴۔ ایطالیہ وصقلیہ سے متعلق حصہ ۱۸۳۳ء میں ایطالوی ترجمہ کے ساتھ اماری نے، روم سے شائع کیا، اسی حصہ سے ان اوراق کی ترتیب میں مدد لیگئی ہے،

۵۔ اسی طرح جغرافیہ کے ان مختلف مجموعوں میں جو کسی ملک یا قوم پر مختلف مستشرقین نے تیار کئے ہیں، ان میں نزہتہ المشتاق کے اقتباسات بھی شائع کئے ہیں، مثلاً اخبار ملوک الجوزیہ من الارمان ورنک والروس کے نام سے ایک مجموعۂ اقتباسات الکزنڈر سافی ل نے ۱۸۵۳ء میں شائع کیا ہے، اس میں نزہتہ المشتاق کے اقتباس اور اس کے بعض نسخے چھاپے گئے ہیں،

مذکورۂ بالا حصون میں سے چند میری نظر سے گذرے ہین،

ادریسی ولیم دوم کے عہد میں، شریف ادریسی راجر دوم کی وفات کے بعد یہیں مقیم رہا، ولیم اول (۵۴۶ھ - ۵۶۱ھ / ۱۱۵۱ء - ۱۱۶۶ء) نے بھی اسکی قدر کی، اور اسکے نام پر بھی جغرافیہ میں ایک کتاب لکھی،

روض الانس | ادریسی کی یہ دوسری کتاب روض الانس ونزھۃ النفس یا کتاب الممالک والمسالک ہے، جو اصفہانی کے بیان کے مطابق زہتہ المشتاق سے زیادہ ضخیم تھی[1]۔ ابوالفداء کے ماخذوں میں یہ بھی رہی ہے، اور اوس نے اسے کتاب الممالک کے نام سے موسوم کیا ہے[2]۔

چند سال پہلے تک اس کے وجود کا پتہ نہیں چلتا تھا، ڈاکٹر صرونٹ نے پیرس کے کتب خانہ میں اس کے موجود ہونے کا شبہہ ظاہر کیا ہے[3]، مگر کتب خانہ پیرس کی فہرست میں اس کا ذکر موجود نہیں، البتہ کچھ دن گذرے، اس کے ایک مختصر حصہ کا پتہ جے ہرووٹز (J.HOROVITZ) نے قسطنطنیہ کے ایک کتب خانہ کے مخطوطات پر نظر ڈالتے ہوئے چلایا ہے، یہ حصہ حکیم وغولی پاشا کے کتبخانہ مین قسطنطنیہ مین موجود ہے، سی بولڈنے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں اس کا تذکرہ کیا ہے[4]۔

سال وفات | شریف ادریسی کا سال وفات قدیم ماخذوں میں دستیاب نہیں ہوا، البتہ کتب خانہ خدیویہ مصر کے فہرست نگار نے زہتہ المشتاق کے ذکر میں ادریسی کا سال وفات ۵۶۰ھ/۱۱۶۶ء لکھا ہے[5]، اور سی بولڈ نے یہ روایت قبول کرلی ہے[6]۔

مدفن | قدیم ماخذوں میں سال وفات کا تذکرہ نہ ملنے سے اس کے مدفن کا پتہ بھی نہ چل سکا، اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ شاید سسلی کی سرزمین ہی میں یہ آفتاب کمال غروب ہوا ہو، بہرحال ولیم کے عہد ۵۴۶ھ سے ۵۶۱ھ کے اثنار میں یقینی طور پر وہ صقلیہ میں موجود تھا، اگر اس کے بعد اس نے صقلیہ سے ہجرت کی ہوتی اور کسی اسلامی ملک میں اس نے قیام کیا ہوتا، تو یہ ممکن نہ تھا کہ اسکی علمی شہرت اس کی موت کو چھپائے رکھتی، اور وہاں کے اہل علم کی روایتیں کتب تراجم میں درج نہ ہوتین، اس لئے تعجب نہیں کہ اوس نے ۵۶۰ھ ہی میں صقلیہ میں وفات

---

[1] خریدۃ القصر دراماری ص ۱۱۰۶ [2] تقویم البلدان ابوالفداء [3] الروض ص ۴۴ [4] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام "ادریسی" [5] فہرست کتبخانہ خدیویہ جلد ۵ ص ۱۶۶ [6] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ترجمہ "ادریسی"

Marfat.com

پائی ہو۔ اور وہیں سپرد خاک کیا گیا ہو، اور اسلامی ملکوں میں اس کا سال وفات اور مدفن معلوم نہ پا سکا ہو،

علم ہیئت و ریاضیات،

علم ہیئت عربوں کا محبوب فن رہا ہے، جہاں [illegible] ہیں بلرم اور مسینا میں رصد گاہیں قائم تھیں، اور ہیئت کے عملی تجربے [illegible] علم محض کروں کے دائروں تک محدود نہ تھا، وہ اس سے نجومی امور میں بھی [illegible] تھے، نماز کے اوقات کی اس سے تعیین کرتے، مسجدوں کے مناروں پر [illegible] یہاں تک کہ عوام میں ہیئت و نجوم سے ایسی دلچسپی بڑھی کہ [illegible] لوگ ستاروں کی چال سے تقدیر کا نوشتہ معلوم کرتے اور جنتریاں بنواتے [illegible]

صقلیہ کے علم ہیئت پر دلچسپ انداز بیان میں لکھتے ہیں:

"جداول ..... [illegible] قطب وغیرہ [illegible] ایجاد ہوئے تھے، عربی ہیئت دان مساجد بلرم کے مینار [illegible] کسوف و خسوف کے اوقات، فضائے آسمان میں ستاروں کی تقسیم، اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں انکے مقامات کا مطالعہ کیا کرتے تھے، اور اسی طرح مسلمان اپنی مقدس عبادتگاہوں کے میناروں تک کو سائنٹفک تحقیقات کے کاموں میں لاتے تھے [illegible] تھا جب یورپ کے کلیساؤں سے ایسے اصول و احکام اختراع ہوتے تھے جنکے مطابق دہ لوگ پادریوں کے بے انتہا مورد عتاب بنتے تھے....."

اسی طرح ریاضیات میں انکی ترقیوں کا تذکرہ کرتے ہیں:-

"ریاضیات میں صقلیہ کے عربوں نے وہ کمال حاصل کیا کہ جسے اسکندریہ کے فلسفیوں

Marfat.com

مذہب قائم ہوا ہے، اس وقت سے لیکر ان کے زمانہ تک کی کوئی قوم ان کی گرد تک نہیں پہنچ سکی، سچ یوں ہے کہ انھوں نے کتب خانہ اسکندریہ کے علوم کے بڑے حصے کو جو نسلہائے مابعد کو وراثۃً پہنچے، خود حاصل کیا، اور اسکو جذب کرکے بیٹھ رہے، صقلیہ کے عربی مہندسون نے تجربی ہندسہ سے پانی کے آلات کو ترقی دی: آلاتِ جنگ کو بنایا، اور ان کو زیادہ قوت دی، علوم ہیئت کو ترقی دی جن سے محققین کو بحری سفر میں آسانیاں ہوگئیں، اور اسکے علاوہ اور ہزارون اختراعین اور ایجادین ایسی کردین جن سے کاروبار زندگی میں آسانیاں اور سہولتیں پیدا ہوگئیں[1]،

ریاضیات کے عملی نتائج میں مختلف صنعتی وحرفتی کامون کے لئے آلات اور مشینون کا بنانا بھی داخل ہے،

مسلمانان صقلیہ علم الآلات کی ترقیون میں اپنے عہد کے باکمالون میں شمار کئے گئے، انھون نے اپنی ذہنی وعملی کوششوں سے بعض قابلِ قدر چیزین ایجاد کین، اور اون سے اپنے نظامِ معاشرت میں مدد لی،

پانی کے آلات اور کارخانے پانی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے اور بلندی پر چڑھانے کے طریقون کو بڑی خوبی سے استعمال کیا، اور اس کے لئے نئے آلات تیار کئے، یہان جس کثرت سے دریا اور چشمے تھے، اوسی کثرت سے انھون نے پانی کے لئے کارخانے قائم کئے، اور ہر جگہ بڑی تعداد میں پنچکیان نصب کین، چنانچہ ادریسی اکثر دریاؤن، نہرون اور چشمون کے متعلق لکھتا ہے:-

"اس میں بکثرت پنچکیان ہین"

بلکہ بعض چشمے جو کبھی کبھی کسی خاص موسم میں بہتے تھے، اس میں بھی پنچکیان قائم کی تھین،

[1] نفح الطیب بالاندلس جلد ۲ ص ۵۰۷، ۱۰۷، ۵۰۷،

Marfat.com

جس زمانہ میں اس میں پانی آتا، وہ اپنی پنکچیوں کے ذریعہ سے اس کا پانی قریب کی وادیوں میں بھر لیتے تھے، چنانچہ ادریسی لکھتا ہے :-

"یہاں ایک نہر ہے، جس کا عجیب و غریب حال ہے، وہ کسی کسی سال میں بہتی ہے، اور جب بہتی ہے، تو دریا بنا دیتی ہے، اس وقت اس میں پنکچیاں قائم کر دی جاتی ہیں، اور ان سے وادیوں کو بھر لیا جاتا ہے،"[1]

عین الاوقات صقلیہ میں مسلمانوں نے پانی کی مدد سے ایک آبی گھڑی (CLEPSYDRA) تیار کی تھی، جو ایک چشمہ میں لگی ہوئی تھی، اور شہر کے مسلمانوں کو نماز کے اوقات سے مطلع کرتی تھی، وہ جس چشمہ میں تھی، اسے عین الاوقات کہتے تھے، ادریسی اور ابن فضل اللہ عمری نے اس کا تذکرہ کیا ہے، ادریسی کہتا ہے :-

"یہاں ایک چشمہ ہے، جسے عین الاوقات کہا جاتا ہے، اسکی عجیب بات یہ ہے کہ یہ نماز کے وقت جاری ہوتا ہے، اور دوسرے وقتوں میں خشک رہتا ہے،"[2]

صقلیہ کی بنی ہوئی آبی گھڑی آج تک موجود ہے، جو راجر دوم کے عہد میں تیار ہوئی تھی اور اس پر اس کا نام کندہ ہے، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں :-

"ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ وقت کا اندازہ لگانے اور ناپنے کے آلات میں بھی انھوں (مسلمانان صقلیہ) نے اختراعیں کی تھیں، اور اس خصوصیت میں سب سے آگے بڑھ گئے تھے ایک پن گھڑی راجر ثانی کی یادگار باقی رہ گئی ہے، اس پر اس کا نام کندہ ہے، اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ صنعت اور صحیح وقت بتانے میں وہ اس گھڑی کے برابر تھی، جو ہارون رشید نے

---

[1] نزہۃ المشتاق ص ۲۴، ۲۵، ۲۸، وغیرہ، [2] نزہۃ المشتاق ادریسی، مسالک الابصار ابن فضل اللہ عمری درالماری.

Marfat.com

شارلیمن کو تحفۃً بھیجی تھی، اس میں کسی اندرونی طاقت کی حرکت سے خود بخود گھنٹے بجتے تھے، ترکیب یہ تھی کہ جتنے گھنٹے بجانے ہوتے تھے، اتنی ہی گولیاں ایک برتن میں تھوڑے وقفہ کے بعد گرتی تھیں، اور اس سے آواز نکلتی تھی، اگر اس گھڑی کو زمانہ حال کی گھڑیوں کا مورثِ اعلیٰ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔[1]

علم ہیئت کے آلات۔ ادریسی نے راجر کے لئے جو کرہ بنایا تھا، وہ بھی یہاں لائق ذکر ہے، نیز سقلیہ کے بنے ہوئے چند اصطرلاب آجتک یورپ کے عجائب خانہ میں موجود ہیں۔

فن تعمیر کے آلات۔ فن تعمیر کے آلات بھی سقلیہ میں تیار کئے جاتے تھے اور انہی کی مدد سے بہترین طرز تعمیر کی عمارتیں تیار ہوتی تھیں، جنکا تذکرہ اس سے پہلے گذر چکا ہے۔

فن پارچہ بافی کے آلات۔ فن پارچہ بافی کے تمام آلات بھی سقلیہ ہی میں تیار کئے جاتے تھے۔

فن جنگ کے آلات فن جنگ کے آلات کا تذکرہ بھی پہلے گذر چکا ہے۔ یہ سب بھی یہیں بنائے جاتے تھے۔

ہیئت دان و ہیئت دان سقلیہ کے ہیئت دان و ریاضی دانوں کے چند نام معلوم ہوئے ہیں وہ ابو حفص عمر بن حسن بن قونی کاتب سقلی منجم، ابو عبداللہ محمد بن عیسیٰ سقلی منجم، احمد بن مفرج سقلی مہندس، ابو محمد عبدالکریم سقلی منجم، ابو محمد عبداللہ بن محمد سرقوسی ہیں، اور اسی طرح وہ مہندسین بھی اسی زمرہ میں داخل ہیں جن کا تذکرہ اس سے پہلے گذر چکا، مورخین نے ان میں سے بعض کے علوم سقلیہ میں ماہر ہونے کی ستائش کی ہے مثلاً ابو عبداللہ محمد بن عیسیٰ کے متعلق قفطی لکھتا ہے:۔

"اصحاب علم میں تھے، علم ہندسہ و نجوم میں ماہر تھا، اور ان علوم میں حکما، اس پر اعتماد کرتے تھے"

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲ ص ۶۷۲۔

Marfat.com

احمد بن مفرج قصر کے رصدخانہ کے بنانے والوں میں سے تھا، اس کے متعلق ابن میسر لکھتا ہے:-

"وہ فاضل، ہوشمند، اور مختلف فنون میں دستگاہ رکھتا تھا"

عبدالمعطی کے متعلق ابن القطاع کا بیان ہے:-

"وہ ریاضیات میں ماہر تھا"[1]

فنِ کیمیاسازی (کیمسٹری)

اس زمانہ میں معمولی دھاتوں میں تغیر وتبدل اور آمیزش کرکے اسے سونے اور چاندی میں منتقل کرنے کا امکان تصور کیا جاتا تھا، اس کیمیاگری کا شوق صقلیہ کے بے فکروں میں بھی موجود تھا، ابن ودب شاعر کے متعلق اس سے پہلے گذر چکا ہے، کہ اسے بھی کیمیاگری کا خبط تھا، اور جب وہ جرم کی پاداش کے خوف سے روپوش ہوا، تو چند اپنے ہی ہم مشرب دوستوں کے یہاں پناہ لی، جو مخفی مکانوں میں بیٹھے، دھاتوں کو الٹ پھیر کرکے کیمیاگری کی دھن میں لگے رہتے تھے[2]

لیکن اسکے ماسوا مسلمانوں کی توجہ کیمیاسازی پر بھی مبذول تھی، اس موضوع پر ان کی دو کتابوں کا پتہ چلا ہے،

کتاب سر الکیمیا، یہ ابن بشرون صقلی کی ہے، اس کا نسخہ ٹیونس میں محفوظ ہے،

کتاب عمل الاصباغ والمداد والحبر، یہ کسی نامعلوم صقلی مصنف کی ہے، اس کا بھی ایک نسخہ ٹیونس میں محفوظ ہے، اس میں رنگسازی اور روشنائی بنانے کے طریقے درج ہیں، کرتینی نے کچھ اقتباس شائع کیا ہے جس میں فصول کی ترتیب کے بعد روشنائی کی مختلف قسمیں اور ان کے

---

[1] اخبار العلماء باخبار الحکماء ص ۹۰، خریدۃ القصر وجریدۃ العصر ص ۵۹۶، اخبار مصر ابن میسر جلد ۲ ص ۵۶، یادگاری مضامین جلد ۱ ص ۲۵، [2] ابن خلکان ترجمہ یحییٰ بن اکثم،

Marfat.com

مختلف نسخے اور بنانے کی مختلف ترکیبیں بیان کی گئی ہیں،[1]

فلسفہ و منطق کا ذوق صقلیہ کے مسلمانوں کو عہدِ اسلامی کے اخیر میں پیدا ہوا، اور فلسفہ و طبعیات کی کتابیں علماء کے زیر مطالعہ آئیں، اور پھر پلرم و سینا کی درسگاہوں میں یہ کتابیں داخل کی گئیں اور طلبہ فلسفہ کو سبقاً سبقاً پڑھنے لگے، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں :-

"سلاطین شرقیین کے زمانہ میں علماء قدیم کی فلسفہ و طبعیات کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہوا، مسلمانانِ قرونِ وسطیٰ نے ارسطو کے اصول کی طرف قابلِ ذکر میلان دکھایا تھا، صقلیہ میں بھی یہ تصنیفات علماء کے زیر مطالعہ رہتی تھیں، اور ان سے ان کو بڑا شغف تھا،... علوم کے وہ عجیب و غریب خزانے جو اسکندریہ کے مذہب کے فلسفوں نے جمع کئے تھے، مصر کے یونانی الاصل بادشاہوں کے الطافِ خسروی سے صقلیہ میں بھی پہنچ گئے تھے، یہاں کے کتبخانے اون سے مالا مال تھے، اور علماء صقلیہ کے دماغوں کو منور کر چکے تھے، ہیرو، ایراٹاس، تھی نیس، اقلیدس، اور بطلیموس کی کتابیں ان طالب علموں میں متداول تھیں، جو پلرمو اور سینا کی یونیورسٹیوں میں پڑھتے تھے،..."[2]

لیکن دراصل صقلیہ میں ان علوم کا رواج اسلامی حکومت کے زوال کے بعد عیسوی عہد میں مسلمان اہلِ علم کے ہاتھوں ہوا، ورنہ صقلیہ کے عہدِ اسلامی میں ان فنون کے ماہرین میں بجز ایک دو نامور سعید بن فتحون قرطبی اور ابو محمد عبدالمعطی بن محمد سرقوسی کے دوسروں کے نام معلوم نہ ہو سکے،

سعید بن فتحون القرطبی، سعید بن فتحون القرطبی کے صقلیہ میں تولد پذیر ہونے کا تذکرہ گذر چکا ہے اندلس سے اس کی ہجرت کا سبب اس کے بعض فلسفیانہ میلان ہی تھے، المنصور بن ابی عامر

---

[1] مقالہ گریفینی در یادگاری جلد ۱ ص ۴۴۵ [2] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۳

(۳۶۶ھ - ۳۹۴ھ) نے اسی جرم میں قید وبند میں ڈالا، اور رہائی پاکر اس نے صقلیہ کو اپنا مسکن بنایا اور یہاں اپنے مشاغل میں مصروف رہا۔[1]

تصنیفات فلسفہ میں اسکی دو کتابیں معلوم ہیں، ایک شجرۃ الحکمۃ ہے جس میں علوم فلسفہ کے مبادی ومقدمات بیان کئے ہیں، اور دوسرا رسالہ تعدیل علوم پر ہے جس میں جوہر وعرض کے انقسام کے بعد علوم کے بتدریج وجود پذیر ہونے تک بحث کی ہے۔[2]

ابو محمد عبد المعطی بن محمد السرقوسی ابو محمد عبد المعطی بن محمد سرقوسی کا تذکرہ بھی اوپر گذر چکا ہے، وہ علم منطق میں دستگاہ رکھتا تھا۔[3]

نارمن اور جرمن دوروں میں علوم فلسفہ اگرچہ صقلیہ کے اسلامی دور حکومت میں ان علوم کی ترویج کا کچھ زیادہ نشان نہیں ملتا، لیکن یہاں کے نارمن اور جرمن دوروں میں مسلمانان صقلیہ ہی یونانی فلسفہ کے علمبردار تھے، اور کلیسا کے پادری اسلام سے منجملہ دیگر مذہبی اختلافات کے مسلمانوں کے اس ذوق فلسفہ کے باعث بھی بیزار تھے،

کیونکہ مسلمانوں کے اثر سے عیسائیوں کی مختلف طبقوں خصوصاً فرمانروا خاندان میں ان علوم کو مقبولیت حاصل ہوئی، چنانچہ راجر دوم (۱۱۰۵ء - ۱۱۵۴ء) کو ادریسی ابن فضل اللہ دمشقی، اور صفدی نے عقلی اور فلسفیانہ علوم کا دوست اور فلاسفہ اور ماہرین علوم عقلیہ کا قدردان بتایا ہے،[4]

اسی طرح فریڈرک (۱۱۹۴ء - ۱۲۵۰ء) فرمانروائے صقلیہ عربی زبان اور عربی علوم کا قدردان تھا، اس کے بچپن کے زمانہ میں پوپ اسکی مکمل نگہداشت اور اس کا اتالیق تھا، اس کے باوجود اسے ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم تمام وکمال مسلمان اساتذہ ہی سے دی، البتہ پوپ نے اسکے

[1] بغیۃ الوعاۃ ص۲۵۲، ۵۲ طبقات الامم ص۵۳ یادگاری مضامین جلد۱ ص۲۹۵ ۵۴ الوافی بالوفیات نزہۃ المشتاق وغیرہ

اثنائے تعلیم میں ایک پادری کو اس کا نگراں مقرر کر دیا تھا، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہین :-

" فریڈریک ثانی..... کی صحبت ابتدائے عمر سے ایسے لوگوں سے رہی، جو اس زمانہ کے بہترین عالم تھے،..... اسے مسلمان معلموں نے ایک پادری کی نگرانی میں تعلیم دی،..... شدہ شدہ وہ ہر علم وفن میں ماہر ہوتا گیا، خاص کر ان میں جو اس قابل ذکر قوم کے تھے، جن کی قابلیت ومحنت سے حکمران قوم مرعوب تھی،[1]

اس نے خصوصاً علم منطق وفلسفہ صقلیہ میں مسلمان اہل علم سے سبقاً سبقاً حاصل کئے، یہانتک کہ جب وہ اسلامی ممالک پر چڑھائیوں میں جاتا، تو یہ اہل علم بھی اس کے ساتھ ہوتے، سبط ابن جوزی نے بیت المقدس کا واقعہ لکھا ہے، کہ

"جب ظہر کا وقت آیا، اور موذن نے اذان دی، تو سب کے سب فراش، خدام، اور استاذ اس کے پاس سے اٹھ گئے، یہ استاذ اوس کے ساتھ صقلیہ سے آیا تھا، جو اوس کو منطق وفلسفہ کا درس دیتا تھا،[2]

فریڈریک نے ان علوم کا اس کثرت سے مطالعہ کیا، کہ رفتہ رفتہ عیسائیت سے برگشتہ ہوکر لامذہب ہوگیا، صاحب جامع التواریخ کا بیان ہے کہ

"اس کی گفتگو سے اندازہ ہوتا ہے، کہ وہ دہری ہے، چنانچہ وہ نصرانیت کا مذاق اڑایا کرتا ہے،[3]"

اسلئے فریڈریک نے اگرچہ عالم عیسائیت میں مسلمانون کے خلاف مذہبی آواز اٹھاکر اسلامی ممالک پر مسلسل مذہبی حملے کئے، لیکن یہ دلچسپ حقیقت ہے کہ وہ خود قطعاً لامذہب ہوچکا تھا، اور اسکی یہ تمام حرکتین نامتر سیاسی حکمت عملی پر مبنی تھین،

---

[1] اخبار الاندلس جلد۳ ص ۴۳، [2] مرآۃ الزمان (ہامش) ص ۵۲۶ جامع التواریخ دراماری ص ۵۱۵ و ۵۱۶،

Marfat.com

ورنہ درحقیقت اس میں نہ کوئی مذہبی تعصب تھا اور نہ عیسائیت کیلئے وہ فوجکشی کرتا تھا اس وقت وہ یورپ کی سب سے بڑی طاقت کا مالک تھا، یورپ جہل وجمود کی تاریکیوں میں پڑا ہوا تھا، وہاں کوئی تحریک اس وقت تک قابل قبول نہ تھی [illegible] کے نام پر پیش نہ کیجاتی، اسلئے اوس نے محض اپنے ذاتی اثر واقتدار کے لئے یورپ میں مذہبی جذبات برانگیختہ کئے اور یورپ کی مڈی دل فوج اسلامی ممالک کے خلاف میدان میں آئی اور اس کو وہ نج کی گفتگوؤں میں مسلمانوں سے بیان بھی کر دیتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ کمال کے سفیر امیر فخرالدین سے دوران گفتگو میں اوس نے کھلے الفاظ میں اس کا اقرار کیا تھا[1]

مسٹر ایکناٹ بھی اس کی ان تمام حرکتوں کے تذکرہ کے باوجود جو وہ مجبوراً سے اپنی عقیدت کے اظہار کے لئے کیا کرتا تھا، یہ لکھتے ہیں:-

"اس کو فلسفہ نہ مذہب کی طرف سے بالکل بے پروا کر دیا تھا..... [illegible] اس نے کلیسا سے تعلق باقی رکھا، ورنہ اس میں کچھ بھی شک نہیں ہے، کہ وہ نہ [illegible] بلکہ شاید ملحد ہی ہو تخلیہ میں وہ مذہب کا خوب مذاق اڑایا کرتا تھا"

چنانچہ پاپائے روما نے بھی یہ الزام رکھکر کہ وہ دین اسلام سے خارج ہو کر مسلمانوں کی مائل ہے، چار مرتبہ اسکے قتل کا فتوی صادر کیا[2]

فریڈریک نے علوم عقلیہ کی مزاولت سے کامل دستگاہ حاصل کی، اور اہل علم میں شمار کیا گیا، مقریزی اور ابوالفدا وغیرہ نے اس کے علم وفضل کا اعتراف کیا ہے، مقریزی لکھتے ہیں:-

"یہ بادشاہ اہل علم میں ہے، اور علوم ہندسہ، حساب، اور ریاضیات میں تجربہ رکھتا ہے"

ابوالفدا نے شیخ جمال الدین کا جو سفیر بن کر فریڈرک کے پاس گئے تھے، یہ بیان نقل کیا ہے

[1] کتاب السلوک لمعرفۃ دول الملوک دراماری ص ۵۲۰، [2] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۶۲، ۶۳ کتاب المنتقی مقریزی دراماری

Marfat.com

یہ شہنشاہ عیسائی بادشاہوں میں صاحبِ فضل ہے، علوم فلسفہ، منطق، اور طب کو دوست رکھتا ہے، مسلمانوں کی طرف مائل ہے، اس لئے کہ اس کی جائے نشو ونما صقلیہ ہے، اور اسکے باشندوں میں غالب تعداد مسلمانوں کی ہے[۱]

تاریخ پیرس میں ہے:-

"یہ شہنشاہ ممتاز بادشاہ ہے، اہل علم میں ہے، حکمت منطق اور طب کا قدرداں ہے"[۲]

فریڈریک کی علمی دلچسپیوں میں صلیبی لڑائیوں سے اور زیادہ اضافہ ہوا، وہاں سے واپس آکر اس نے صقلیہ میں فلسفۂ عرب اور اسلامی علوم وفنون کی علانیہ حمایت شروع کی، صقلیہ میں کتب خانہ قائم کیا، ارسطو اور بطلیموس وغیرہ کی کتابیں عربی میں ترجمہ کرائیں، پیلرمو میں ایک درسگاہ قائم کی، اور اس میں مسلمان فضلاء کو جمع کیا، اور اسی طرح سلرنو کی طبی درسگاہ کی بھی سرپرستی قبول کی اور اس میں بھی اسلامی عنصر داخل کیا،

فریڈریک اپنے علمی شکوک وشبہات میں اپنے ہمعصر مسلمان سلاطین الکامل وغیرہ سے استمداد کرتا، چنانچہ ایک مرتبہ علم ریاضی، حکمت اور ہندسہ کے مشکل مسائل قلمبند کرکے اسکے پاس استفسار کے طور پر بھیجے، الکامل کی طرف سے شیخ علم الدین معروف بہ تفاسیف نے تسلی بخش جوابات بھیج دئے، اسی طرح اہل علم مسلمان سفراء سے بھی رجوع کرتا، الکامل کے سفیر امیر فخر الدین اور فریڈریک میں دقیق علمی مباحث زیر بحث رہتے، ایک دوسرے سفیر شیخ جمال الدین متوفی ۶۹۷ھ سے بھی جو ملک الظاہر کے سفیر تھے، اس نے علمی شکوک رفع کئے، انہوں نے علم منطق میں ایک رسالہ اسی کے نام معنون کرکے "انبرورینہ (انبرور یعنی امپرر) گلگرا سے دیدیا تھا"[۵۴]

---

[۱] ابوالفداء جلد۴ ص ۱۴۱ [۲] تاریخ پیرس دراماری، [۵۳] کتاب السلوک لمعرفۃ دول الملوک دراماری ص ۵۲۲، ابوالفداء جلد۴ ص ۳۸،

Marfat.com

کتاب مسائل صقلیہ، اسی سلسلہ مین فریڈریک کی ایک اہم یادگار ابن سبعین متوفی ۶۶۹ھ کی کتاب کتاب مسائل صقلیہ یا الفوائد المطلبیات ہے، جو فریڈریک کے چند اہم فلسفیانہ سوالات کے جواب مین ہے،

فریڈریک نے سوالات اسلامی دنیا کے ممتاز اہلِ علم کے پاس روانہ کئے تھے، چنانچہ مشرقی ممالک میں سے مصر، شام، عراق اور یمن سے اوسکے جوابات موصول ہوئے لیکن اسکو تسکین نہ ہوسکی پھر افریقہ کی طرف اس نے رجوع کیا، اس کے بعد اندلس پر نگاہ گئی، اور اس عہد کے موحدی فرمانروا الرشید کے پاس سوالات بھیجے، جس نے ابن خلاص والی سبتہ کے ذریعہ سے ابن سبعین کے پاس بھیجا جو ان دونون علوم عقلیہ کے ماہرین میں سے تھے[1] ابن سبعین نے سوالون کے جوابات لکھے، جو کتاب مسائل صقلیہ کے نام سے موسوم ہوئے، فریڈریک نے سوالوں کے ساتھ جوابون کیلئے معقول معاوضہ بھی بھیجا تھا، لیکن ابن سبعین نے معاوضہ قبول کرنے سے انکار کردیا، جو فریڈریک کو واپس کیا گیا،

اس کتاب کے دو نسخے کتبخانہ بوڈلین اور آکسفورڈ میں ہیں، اماری نے کچھ اقتباسات شائع کئے ہین کتاب کی ابتدا ان الفاظ سے ہے :-

"بسم اللہ الخ، قال الشیخ .... فی جواب مسائل ملک الروم الامبراطور صاحب صقلیہ"[2]

فریڈریک کے سوالات قدامتِ عالم، علم الٰہی اور ماہیتِ روح کے متعلق تھے، اس کا بیان ہے کہ اس رسالہ سے ان مسائل مین اوسکی پوری تشفی ہوگئی، ڈریپر اس کے متعلق لکھتا ہے :-

"فریڈریک ثانی نے .... اپنی کتاب سسلین کوسپنس (مسائل صقلیہ) میں ابدیت عالم اور ماہیت روح پر بحث کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ان مسائل کے متعلق اس کے تمام شکوک ابن سبعین کے جوابات سے رفع ہوگئے"[3]

---

[1] ابن سبعین کے حالات کے لئے دیکھو، عنوان الدرایہ ص۱۲۹ نیل الابتہاج ص۱۰۴ ویادگاری مضامین اماری وغیرہ ص۵۶۳ و اماری ص۵۶۲

[2] معرکۂ مذہب وسائنس ص۲۱۱،

صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن

پر

ایک اجمالی نظر

[illegible] تمدن کے تقریباً تمام خط و خال آپ کی نگاہوں سے گذر چکے، انھوں نے تمدن کے ہر شعبہ کی داغ بیل ڈالی، اور اسے ترقی کے کنگرے تک پہنچایا، اہل صقلیہ کو [illegible] صدیوں تک خوش باش زندگی گذاری، زراعت، صنعت، حرفت، تعمیر، اور تجارت میں ایسے کارنامے انجام دیے، جو دنیا کے تمدن کی تاریخ میں کبھی فراموش نہ ہوں گے، اور علوم و فنون کی خدمات بجا لانے میں وہ، وہ نقطۂ اتصال ہیں، جہاں علوم و فنون کے قدیم و جدید دوروں کی سرحدیں ایک دوسرے سے ملتی ہیں، مثالاً کہا جا سکتا ہے کہ اگر سسلی میں اسلامی تہذیب کی تاسیس نہ ہوتی، اور صرف ایک یورپین فرمانروا فریڈریک دوم سسلی میں بیٹھکر اسلامی علوم و فنون سے اپنا دماغ روشن نہ کرتا، اور پھر اس کے ہاتھوں یورپ میں علوم و فنون کی روشنی نہ پھیلتی، تو یورپ کی موجودہ علمی ترقیاں سینکڑوں [illegible] صرف صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن اور علوم و فنون [illegible] خصوصاً اندلس کے اسلامی علوم و فنون ہی یورپ میں منتقل کئے، اور وہ یورپ کے اس دور کا حقیقی بانی ہوا، جسے "نشأۃ ثانیہ" سے تعبیر کیا جاتا ہے،

اگرچہ سسلی کے اسلامی تہذیب و تمدن کے محاسن اور یورپ پر اس کے اثرات کو ایک مدت تک چھپانے کی کوشش کی گئی لیکن جب جہل و تعصب کی تاریکیاں چھٹ گئیں، تو مشرق

Marfat.com

عیسائی مورخین و مستشرقین کی حقیقت بین نگاہون نے ان کا نظارہ کیا، اور فراخ دلی سے [illegible]
الفاظ مین ان کا اعتراف کیا، موسیو لیبان صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے متعلق لکھتے ہین:

"عربون کے زمانہ میں صقلیہ کی علمی حرفتی، اور اخلاقی حالت اس سے زیادہ [illegible] تھی، جو ان کے جانے کے بعد رہ گئی، تمدن کی عمدگی کا اندازہ اس طرح ہوتا ہے، کہ اس سے غیر اقوام کو کیا فائدہ پہنچا، اور جب ہم صقلیہ کے عربی تمدن کو اس نظر سے دیکھیں، تو اسکی قدر معلوم ہوتی ہے، ..... جو امور عام معاشرت سے متعلق تھے، مثلاً معاملات جائداد و وراثت وغیرہ ان کو عربون نے رسم و رواج ملک کے مطابق ٹھہرا دیا تھا، کہ نارمن بھی بالالتزام انہی قواعد کی پابندی کرتے رہتے۔ عربوں کی علمی اور صنعتی، اور حرفتی خوبیان ایسی مسلم تھیں کہ نارمن بادشاہون نے انھیں ہر طرح کا امن اور چین دے رکھا تھا، خود راہب ان کے عقل و شعور کی قدر کرتے اگرچہ وہ ان کی ایجادون اور کاریگریون کو شیطان کی طرف منسوب کرتے تھے، بعد بہت سے عجیب بیانات کے جو عربون کے متعلق لاطینی تاریخون میں لکھے گئے ہین، ہم مندرجہ ذیل واقعہ کو نقل کرتے ہین جس سے عیسائیوں کی رائے اپنے مذہبی دشمنون کی بابت ظاہر ہوگی مورخ لکھتا ہے:

رابرٹ ویسکارڈ کو اپنی فوجکشی کے زمانہ مین ایک مورت ملی، جو سنگ مرمر کے ستون پر نصب تھی، اور اس کے سر پر کانسی کا حلقہ تھا جس پر یہ الفاظ کندہ تھے، (یکم مئی کو غروب آفتاب کے وقت میرے سر پر ہونے کا تاج ہوگا) کوئی شخص ان الفاظ کے معنی نہ سمجھ سکا، لیکن صقلیہ کے ایک مسلمان نے جو قید تھا، اور نسل کل اولاد حضرت ہاجرہ کے سحر و طلسمات کے علوم سے واقف تھا، رابرٹ سے کہا کہ میں ان الفاظ کے معنی سمجھ گیا ہون، اگر تو مجھے قید سے رہا کرے تو مین بتا دون، جب رابرٹ نے اسے صقلیہ پہنچکر چھوڑ دینے کا وعدہ کیا، تو اس نے کہا کہ یکم مئی کو غروب آفتاب کے وقت اس [illegible] کا سایہ جہان تک پہنچے، اس مقام پر کھدوا [illegible]

Marfat.com

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور ایک بہت بڑا دفینہ رابرٹ کے ہاتھ لگا۔"[1]

اسی طرح مسٹر اسکاٹ نے جو کچھ لکھا ہے، اس کا ملخص درج ذیل ہے:۔

"پلرمو کے تکلفات بہت ہی بڑھے ہوئے تھے۔..... جرمنی، اٹلی، فرانس اور انگلستان کی خانگی اور تمدنی حالت کا اندازہ مسلمانانِ صقلیہ سے کیا جائے، تو مقدم الذکر نہایت پست حالت میں تھے۔ انہی چیزوں سے کسی قوم کی ترقی، خوش حالی اور خوش دلی کا اندازہ لگ سکتا ہے،..... صقلیہ کی تہذیب کا نارمنوں پر جو اثر پڑا، وہ بالکل ویسا ہی تھا، جیسا کہ روم کا اثر دوسری نا تراشیدہ اور وحشی قوموں پر پڑا تھا۔..... نارمن اپنی مسلمان رعایا سے ہر طرح سبق لینے پر نہ صرف تیار ہی تھے، بلکہ سخت منتظر تھے، یہ لوگ تہذیب کے لطف و فوائد سے واقف ہو چکے تھے، اور ان کی قدر کرتے تھے، مگر اب تک خود ان سے مستفید نہیں ہوئے تھے،..... نارمن گو فاتح تھے تاہم مسلمانوں کے تہذیب و تمدن کو تفوق حاصل رہا،..... جو اصول حکمرانی مسلمان امراء نے قائم کیا تھا، اسی کو نارمنوں نے قائم رکھا، وزراء، و حکام دیوانی و فوجداری سب مسلمان ہوتے تھے، یہی محکمۂ مال و خزانہ کے مہتمم تھے، اور یہی عدل و انصاف کے ناظر، یہ تسلیم کر لیا گیا تھا، کہ تمام لوگوں کی زبان عربی رہے، اسی کو وہ بولیں اور اسی میں رسل و رسائل کریں، قانون و دستور العمل جتنے نکلتے تھے، وہ زبان عربی میں ہوتے تھے،..... اصطلاحاتِ قانونی و زبانِ عدالت بھی عربی ہی تھی،..... لباس، رسوم، درباروں کے آداب، آپس کے میل جول کے اخلاق سب ایشیائی تھے،..... شاہی خاندان کے تمام رسوم امرائے صقلیہ کے رسوم کے سانچے میں ڈھلے ہوتے تھے،..... دلائل و براہین، کے زور سے یا کفار (مسلمانوں) کے عادات و اخلاق و تہذیب کے اثر سے عیسائی اکثر مسلمان ہوتے رہتے تھے،..... اس ناتمام خاکہ سے ناظرین

[1] تمدنِ عرب ص: ۲۸۱، ۲۸۴،

بہرحال ایک ایسی تہذیب کا اندازہ لگا سکتے ہیں، جو اپنی ہمعصر تہذیبوں سے باستثنا، صرف اندلس کی ایک تہذیب اسلامی کے بدرجہا بڑھی ہوئی تھی، اس تہذیب نے ان خیالات و آراء کو بالکل بدل ڈالا، جن کو ایک زمانہ بعید سے سریع الاعتقاد اور دیندار (عیسائی) صحیح تسلیم کرتے چلے آتے تھے۔"[1]

رابرٹ برنالٹ اپنی کتاب "ارتقائے انسانی" میں لکھتا ہے:-

"صقلیہ کا معاملہ ایسا ہی تھا، بارھویں صدی کے وسط تک یہ جزیرہ اسلامی تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھا، مسلمانوں کے عہدِ حکومت کے بعد یہاں عیسائی حکمران ایک عرصہ تک اسلامی طور و طریق اختیار کئے رہے، بڑے بڑے معزز اور بااختیار عہدوں پر مسلمانوں کو متعین کیا، صقلیہ کا طرزِ حکومت تمام یورپ کے لئے ایک نمونہ تھا، نارمن چونکہ بیک وقت صقلیہ اور انگلستان پر حکمران تھے، اور ان کا آپس میں میل جول بھی رہتا تھا، اسلئے تمدن اسلامی کے بہت سے اثرات براہِ راست صقلیہ سے جزائر برطانیہ تک پہنچ گئے۔"[2]

مسلمانوں کی خانہ جنگیوں کا اثر تمدنی ترقیوں پر،

اسی کے ساتھ صقلیہ کے مسلمانوں کی تمدنی ترقی کے متعلق بعض یورپین اہل علم، اور مورخین نے بعض ایسے خیالات ظاہر کئے ہیں، جو حقیقت سے دور ہیں، مثلاً:-

انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے مقالہ نگار موسیو لیبان اور مسٹر اسکاٹ نے صقلیہ کے اسلامی دور حکومت پر یہ الزام لگایا ہے، کہ مسلمانوں کی خانہ جنگیاں ان کی تمدنی ترقی میں مانع ہوئیں،[3] لیکن صقلیہ کی پوری اسلامی سیاسی تاریخ گذر چکی، اس میں دیکھا جا سکتا ہے، کہ صقلیہ میں جو کچھ سیاسی انقلابات ہوئے، وہ ایک

---

[1] ہسٹری آف اسپین جلد ۲ ص ۶۴ تا ۶۵، [2] تلخیص از "تاریخ تمدن" مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۲۰ء [3] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا جلد ۲۳ ص ۳۰، تمدن عرب لیبان، اخبار الاندلس جلد ۲، اسکاٹ۔

مختصر زمانہ کو علیحدہ کرکے وہاں کی عیسائی رعایا کی وجہ سے پیدا ہوئی، یا وہ مسلمانوں کی خانہ جنگیوں کے اثرات تھے، تاہم اس میں شبہ نہیں کہ اگر مسلمانوں کو وہاں مزید سکون و اطمینان سے فرمانروائی کا موقع ملتا، تو مدنیت کو مزید ترقی حاصل ہوتی،

مسلمانوں کی قوت خود ان کے دورِ حکومت میں ایک حد تک ضرور امن و امان قائم کرنے میں صرف ہوئی، اسی لئے جب اسلامی حکومت کے زوال کے بعد ملک میں قیامِ امن کی ذمہ داری ان کے سر آئی، تو انہیں کوئی خاص دقت کا سامنا کرنے کا پورا موقع ملا، اور انھوں نے نارمن دورِ حکومت میں تہذیب و تمدن کو انتہائی عروج پر پہنچایا، کہ گویا نارمن حکومت عیسائی قالب میں اسلامی روح کے مانند تھی،

کیا صقلیہ کا اسلامی تمدن نارمنوں کے ہاتھوں فروغ پایا؟

مگر انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار اس حقیقت کو ایک دوسرے لباس میں پیش کرتا ہے، وہ لکھتا ہے کہ

"صقلیہ میں نارمنوں ہی نے اسلامی تمدن کو بام عروج پر پہنچایا، انھی علوم و فنون کو ترقی دی اور اسلامی تہذیب و تمدن کو معراج کمال پر پہنچایا،"[1]

یہ صحیح نہیں کہ صقلیہ میں اسلامی تہذیب و تمدن کو نارمن عہد ہی میں فروغ حاصل ہوا اس لئے ہم نظامِ حکومت، معیشت اور علوم و فنون کے ابواب میں زمانہ کے اعتبار سے مختلف دور قائم کرکے ہر ایک کو دوسرے سے علیحدہ دکھا چکے ہیں، ان ابواب پر ایک نظر ڈالنے سے بآسانی فیصلہ کیا جا سکتا ہے، کہ اسلامی اور نارمنی دوروں میں سے کس دور میں نظامِ حکومت، زراعت، صنعت، حرفت، تعمیرات، تجارت، اور علوم و فنون وغیرہ کو ترقی حاصل ہوئی ہے، بلاشبہ نارمنی دور میں بھی اسلامی تہذیب و تمدن کو فروغ حاصل رہا لیکن اس دور کا امتیازی وصف یہ تھا کہ اس میں پیشرو مسلمانوں کا اتباع کیا گیا

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲۵ ص ۳۰۱،

Marfat.com

نہ یہ کہ یہ دور اپنی تمدنی ترقیوں میں اپنے پچھلے دور سے بھی بازی لے گیا،

نارمنی دور میں عقیدہ، زبان اور معاشرت کی آزادی

یورپین مورخین نارمنی دور میں اسلامی تہذیب و تمدن کے فروغ پانے کا سبب یہ بتاتے ہیں، کہ اس میں ہر قوم کو عقیدہ، معاشرت، اور زبان کی آزادی دیدی گئی تھی[1]، لیکن سوال یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کو ان کے مفتوح ہونے کے باوجود یہ آزادیاں دی گئیں تو خود فاتح قوم نارمنوں کی آزادی کیوں سلب کر لی گئی؟ انھیں بہرحال بدرجۂ اولیٰ آزادی حاصل تھی لیکن اسکے باوجود انھوں نے اپنے عقیدہ، زبان کو ایک حد تک اور تہذیب و معاشرت کو تمام و کمال کیوں چھوڑ کر اسلامی عقیدہ، زبان تہذیب اور معاشرت قبول کر لی، اس لئے یہ سمجھا جا سکتا ہے، کہ مفتوح قوم کے عقیدہ، زبان، معاشرت، اور تہذیب ہی میں ایسی کشش موجود تھی، کہ فاتح قوم آپ سے آپ اُدھر کھنچ گئی، ورنہ جہاں تک آزادی دینے کا تعلق ہے، نارمنوں کو جب استیلا ہوا تھا، اسوقت انھوں نے مسلمانوں کے عقیدہ، زبان اور معاشرت کی آزادی سلب کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، عرب مورخین کا یہ بیان جلد اول میں گذر چکا ہے، کہ "محافظ مذہب عیسوی" راجر اوّل نے ابتدائے صقلیہ میں یورپین قوموں کو لاکر آباد کیا اور مسلمانوں کی زراعت، صنعت، حرفت اور تجارت پر پورا قبضہ کر لیا، اور انھیں اپنے مذہب اسلام کی اشاعت و تبلیغ کی بھی قانوناً ممانعت کر دی[2]

اس لئے امر واقعہ یہ ہے، کہ نارمنوں نے پہلے مسلمانوں کے عقیدہ و معاشرت اور تہذیب و تمدن پر ہر قسم کی پابندیاں عائد کیں لیکن جب وہ اس میں عملاً کامیاب نہ ہو سکے، تو سپر ڈال کر خود اسلامی تہذیب و تمدن کو قبول کرنے پر مجبور ہو گئے،

قدیم نارمنی تمدن،

اس مسئلہ پر مزید روشنی اس سے پڑتی ہے، کہ دراصل نارمن خود کسی تہذیب کے حامل نہ تھے، صقلیہ میں آنے سے پیشتر ان میں تہذیب و تمدن کی جو کچھ خوبو بھی آئی تھی وہ بالواسطہ اسلامی

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا تذکرہ نارمن، [2] نہایۃ الارب نویری و ابن اثیر و ابوالفدا،

تہذیب ہی کی رہینِ منت تھی،

تاریخ میں حکومت نارمنڈی کی ابتدا ۹۱۲ء سے ہوتی ہے، اس کے چند سال کے بعد ہم دیکھتے ہین، کہ برین کا ایک نارمن نائٹ ہرلوین دنیا سے کنارہ کش ہوکر ایک چھوٹی سی وادی میں چشمہ بک کے کنارے ایک کٹیا ڈال لیتا ہے۔ اور اسی سے مدرسۂ بک کی ابتدا ہوتی ہے، ہرلیون اور اس کے مشہور تلامذہ لینفرینک اور انسیلم اس مدرسہ کے ممتاز اساتذہ تھے، اور یہ تینون اساتذہ نارمنڈی میں مسیحی ورروحانی تعلیمات کے علمبردار تھے، جان رچرڈ گرین لکھتا ہے، :-

"بک چند برسون میں ممالک عیسوی کا مشہور مدرسہ بن گیا، درحقیقت دینی تحریک کی یہ پہلی رو تھی، جو اٹلانیہ سے نکل کر مغرب کے جاہل ملکوں میں پھیلی، ..... مذہبی قانون اور زمانہ وسطیٰ کے تمام علمی کارنامون اور فلسفیانہ تشکیک اور موشگافیون کی آخری منزل بک کا مدرسہ ہی قرار پاتا ہے، ..... عیسائی مفکرین میں سے انسیلم نے پہلی مرتبہ خدا کے تصور کو عقلِ انسانی کے موافق ثابت کرنے کی کوشش کی"[1]

پھر دوسری طرف یورپین اہلِ علم یہ بھی تسلیم کرتے ہین کہ نارمنون کے قدیم تہذیب و تمدن پر نارمنڈی کے یہود اہل علم کے گہرے اثرات پڑے تھے، اور یہ یہود اسلامی ممالک خصوصاً اندلس کے اسلامی مدارس کے تربیت یافتہ تھے، اور نارمنڈی میں آکر آباد ہوگئے تھے، پھر یہی لوگ ولیم فاتح کے اشارہ سے انگلستان پہنچے، اور ان سے وہاں علوم کی ترویج ہوئی، جان رچرڈ گرین ہی کا بیان ہے کہ

"لیکن اور سنٹ اڈمنڈ بری میں اب تک بہت سی عمارتیں یہود کی قیام گاہ کے نام سے مشہور ہین یہی وہ پتھر کے مکان تھے، جو انگریزون کے ذلیل مکانون کے بجائے تعمیر ہوئے، یہود کا اشتغال تجارت ہی پر نہین تھا بلکہ اسپین اور مشرق کے یہودی مدارس سے تعلق رکھنے کی وجہ سے

[1] تاریخ انگلستان، جلد ۱ ص ۹۶ تا ۱۰۰،

انھون نے علم طبعیات کی اشاعت کا نیا راستہ کھول دیا۔ اور غالباً آکسفورڈ میں یہودیون کا طبی مدرسہ بھی موجود تھا"[1]

اسلئے نارمنون کا قدیم تمدن بھی اسلامی تمدن سے بالواسطہ اثر پذیر ہوچکا تھا۔ بلکہ اگر انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار کا یہ بیان بھی تسلیم کرلیا جائے کہ نارمن تمام تر فرانسیسی تہذیب سے متاثر تھے، تو بھی یہ سمجھا جاسکتا ہے، کہ وہ اسلامی تہذیب ہی کے بالواسطہ اثرات تھے، کہ مفکرین یورپ فرانس کی تہذیب کو جنوبی فرانس کے راستہ سے اس زمانہ کی اسلامی تہذیب کا پرتو تسلیم کرچکے ہیں۔

نارمنی عہد میں اسلامی تمدن۔ اسی لئے انھون نے صقلیہ میں اسلامی تہذیب کو بہت جلد قبول کرلیا جسے ہم جلد اول کے آخری باب میں تفصیل سے دکھا آئے ہیں۔ اس لئے یہان ان کے دہرانے کی ضرورت نہیں، یہان پر صرف مسٹر اسکاٹ کے بیانات کا ایک اجمالی خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

لکھتے ہیں:۔

"جو لوگ از روے نسل وعقائد مسلمانون کے جانی دشمن تھے۔ ان میں مسلمانون کے قوانین، مسلمانون کے مدارس وعلوم اور مسلمانون کی راہ ورسوم صدیون تک باقی رہیں۔۔۔۔۔

نارمن سلطنت کی جب صقلیہ میں باری آئی، تو وہ بھی ایک زمانہ مدید تک قائم رہ کر ختم ہوگئی، اس کے قیام میں مسلمان باجگذارون نے کچھ کم مدد نہیں دی تھی۔۔۔۔۔ ان کی دور اور اخلاقی انقلابون میں۔۔۔۔ عربی عنصر نے صنعت وحرفت تجارت اور علم فخصریہ کے سوا فن حرب کے ہر چیز میں اپنا تفوق قائم رکھا، اور نیم وحشی فاتحین ——— نارمن ——— پہلی ہی نظر میں یہ تاڑ لیا تھا کہ ان کے مفتوحین ـ مسلمان ـ اگر قائم رہے ہیں۔ تو محض اپنے قواے عقلی کی وجہ سے اور انھون نے تجارت وسیاست میں مسیحی اٹلی کے ارباب سیاست

[1] تاریخ اہل انگلستان جلد ۱ ص ۱۰۹

اگر فروغ پایا ہے، تو بالکلیہ اپنی ذہانت کے سبب سے.... نارمنوں کے جوہر دماغی کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس میں ہر نئی سوسائٹی اور ہر جدید ریاست کے قبول کرنے کا مادہ تھا، ان کی صلاح و فلاح و عظمت و جلال کا اصل باعث یہی مادۂ قبولیت تھا، ان کی عظمت اس وقت تک ظاہر نہیں ہوئی، جبتک انھوں نے.... صقلیہ کا تخت نہ چھین لیا..... تین سو برس کی بنی بنائی قومی ترقی و تہذیب مفتوحین نے اپنے اجنبی فاتحین کو تفویض کر دی، اس بنی بنائی چیز کو فاتحین نے سر آنکھوں پر رکھا.... یہ بھی قدرت کا ایک عجیب تماشا ہے، کہ تہذیب و ترقی کی وہ قوم قدر کرتی ہے، جو زمانہ قدیم سے سوائے لوٹ مار کے اور کچھ جانتی ہی نہ تھی..... نارمنی صقلیہ کی صورت یہ.... تھی، کہ.... مسلمانوں کے حسن تدبیر ان کی قابلیت اور ان کی محنت و مشقت کا اثر ہر چیز سے ظاہر ہوتا تھا..... اس جزیرہ کے تمام بحری فوائد مسلمانوں کے ہاتھ میں تھے، انہی کے ہاتھ میں اس جزیرہ کے مال و خزانہ کی کنجیاں تھیں، انہی کے ہاتھ میں عدالتیں تھیں، وہی حکام دیوانی و فوجداری تھے، وہی ممالک غیر سے سفارت کرتے تھے، وہی نوجوانوں کو تعلیم دیتے تھے، ان کی دیانتداری کو ان کے حریف بھی تسلیم کرتے تھے..... نارمنوں کے دربار کے متعلق ہمعصر مورخین لکھتے ہیں، کہ وہ شان و شوکت اور تہذیب کے لحاظ سے قاہرہ اور بغداد کے دربار ون کے برابر تھا..... گو یہ انتہا درجہ کی تعریف ہے، مگر اس کے معنی یہ ہیں کہ اس میں ایشیائی اثر بہت زیادہ تھا..... بایں ہمہ نارمن فاتحین کی وحشت بہت سی باتوں میں نمایاں تھی، جو ان کو اپنے اجداد کی وہمیات اور جہالت سے میراث میں پہنچی تھی ..... شروع شروع میں تو انھوں نے اس کو بالکلیہ نہیں چھوڑا، مگر رفتہ رفتہ وہ اس طرح غائب ہوئی، کہ گویا کبھی تھی ہی نہیں..... نارمنوں کی فتح سے مسلمانوں کی تہذیب کی بیخ کنی نہیں پڑی، بلکہ روشن تر ہو گئی تھی.....

Marfat.com

بندرگاہوں نے بہت جلد وسعت اور دولت و جسامت میں ترقی کی، بہت سے محل اور پائین باغ نہایت وسیع و ویسے ہی خوبصورت بن گئے، جیسے مسلمانوں کے ہوتے تھے،.... ....جس طرح یونانی اور اسلامی سلطنت کے زمانہ میں پلرمو کی حالت تھی، اب پھر اس میں انتہا درجہ کی تہذیب و علم کی ترقی معلوم ہوتی تھی،.... مشہور ہے کہ کاونٹ راجر کا ایک دارالعلوم تھا، مگر یہ کہانی ہی کہانی ہے،.... عوام الناس کی ترقی تعلیم کے لئے کوئی خاص انتظام نہ تھا، بہرکیف یہود اور مسلمانوں کے مدارس تو موجود ہی تھے جنکو شاہی خزانہ سے مدد ملتی تھی، ان مدارس سے جو عیسائی چاہتے، فیضیاب ہوتے تھے،....

(الغرض) نارمنوں کی صلاح و فلاح اور تہذیب میں ان کی مفتوح قوم بہت بڑا اور اصلی حصہ تھا، بلکہ وہی اس کے بنانے والے تھے، اس تہذیب میں عربوں کے اثرات بالکل غیر منفک رہے، اصل یہ ہے، کہ عرب کی تہذیب کی بنیاد سالہا سال کے فہم و دراست و تجربات پر مبنی تھی، نارمنی تہذیب پر اس کا اثر اگر نہ پڑتا، تو تعجب کی بات تھی،.... عربی خصوصیات کے انوار.... حتیٰ کہ مذہب پر منعکس ہوئے....

(بلکہ) مسلمانوں کے نظام اور قانون کا اثر کچھ ایسا قوی تھا کہ اس کا غلبہ نارمنوں کی تمام سلطنت پر تھا، یہاں تک کہ اپولیا اور کلبریا میں بھی جو اس خاندان کے دارالسلطنت تھے یہی کیفیت تھی، اپنی اختیارات اور نیز دیگر سلطنتوں کے مرکز جو اس کے ماتحت واقع تھے، مسلمانوں کے اثرات سے محفوظ نہ رہے تھے،.... (بہرحال) وہ اخلاقی اور ذہنی تبدیلیاں جنھوں نے یہ بڑی تمدن [illegible] نارمنوں کے ذریعہ سے براعظم یورپ کے سیاسیات و مذہبی زندگی کو بدل دیا بہت آہستہ آہستہ [illegible] اور تا معاہدہ ہوگو [illegible]

واں تمیں [illegible]

Marfat.com

نارمنون اور صقلیہ کے اسلامی تمدن میں جو رشتہ قائم تھا، اس کا اندازہ مسٹر اسکاٹ کے اُن اعترافاتِ بالا سے بخوبی ہوجاتا ہے کہ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کے مقالہ نگار کے بقول صقلیہ میں اونکے ہاتھون اسلامی تہذیب کو عروج حاصل نہین ہوا، بلکہ صقلیہ میں اسلامی تہذیب کا پودا مسلمانون کے ہاتھون نصب ہوا، اور پھر انہی کے ہاتھون پل پھول کر اس قدر بار آور ہوا کہ ان کے جانشین نارمنون نے اس سے فائدہ اوٹھایا، اور پھر ان کے اور ان کے جانشین جرمنون کے توسط سے صقلیہ کی اسلامی تہذیب کی روشنی یورپ کے مختلف ممالک تک پہنچی،

صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے اثرات یورپ پر

صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے لئے یہ امر باعثِ فخر ہے، کہ وہ یورپ کی جدید تمدنی ترقیون کا بنیادی پتھر تسلیم کیا جاتا ہے، اگر جدید یورپ کی تمدنی ترقیوں کا سراغ لگایا جائے، تو تمدن کے ہر شعبہ میں صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے بالواسطہ و بلاواسطہ اثرات موجود ملیں گے، یورپ کے عقائد، شرعی نظام، دستورِ حکومت، صنعت و حرفت، زراعت، تعمیر، تجارت، زبان، اور علوم و فنون، خصوصًا سائنس کے نئے علوم کی تخلیق اور ترقیون میں خود یورپین اور عیسائی اہلِ علم کے بیانون، کے مطابق کچھ نہ کچھ اثرات موجود ہین، موسیو لیبان لکھتے ہین؛۔

"عربون کا اثر مغرب زمین پر بھی اتنا ہی ہوا، جتنا مشرق میں ہوا، اور ان ہی کی بدولت یورپ نے تمدن حاصل کیا، ان کا اثر یورپ پر مشرق سے کم نہ ہوا،..... مغرب مین ..... علوم و ادب کا اثر بے انتہا ہوا،..... جیسا کہ بار بار کہا جاتا ہے، یورپ میں عربون کے قدوم جنگ صلیبی کے ذریعہ نہیں پھیلے، بلکہ اندلس اور جزیرہ صقلیہ اور اطالیہ کے ذریعہ سے ..... موسیو لی برتی لکھتے ہیں، کہ اگر عربوں کا نام تاریخ میں سے نکال دیا جاتا تو یورپ

کی علمی نشاۃ ثانیہ کئی صدی تک پیچھے ہٹ جاتی ،،....[1]"

ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر لکھتا ہے :-

"اسلام کے ان جنگی کارناموں پر ان واقعات کا اضافہ کرنا نہایت ضروری ہے، کہ کیونکر عرب بحر روم میں اپنے فتحمند بیڑوں کو لیجا کر انھوں نے اول کریٹ (قبرس) کو فتح کیا، پھر سسلی کو مسخر کیا، اور اس کے بعد روما کو ذلیل و رسوا کیا، البتہ اس امر کا تذکرہ کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے، کہ جنوبی ایطالیہ اور سسلی میں ان کے موجود ہونے کی وجہ سے یورپ کی عقلی و دماغی ترقی کو ایک بہت بڑی تحریک پہنچی[2]"

مسٹر اسکاٹ نارمنوں کے ذریعہ یورپ میں اسلامی تہذیب و تمدن کے پھیلنے کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں :-

"قوم عرب کی روایات نارمنوں کو میراث میں ملیں اور ان سے جرمنوں میں پہنچکر اس قوم کو فائز المرام کر دیا، فریڈریک ثانی کے جوہر ذاتی کا اثر ... تمام ٹیوٹانک قوم پر پڑا، یہ امر فراموش نہ کرنا چاہیے، کہ وہ مقام جہاں سب سے پہلے پوپ کی حکومت اور مذہبی پیشوائی ہوئی، وہ سکسنی تھا، جدید سلطنت جرمنی کی یورپ میں جو عظمت ہے، اور تہذیب میں اوس نے جو ترقی کی ہے، اس کے لئے اس سلطنت کو قرون وسطیٰ کے اس سب سے بڑے بادشاہ کی ذہانت قوت اور غیر معمولی عقل کا شکر گذار ہونا چاہیے، اور موخر الذکر کو عربوں کا[3]"

صقلیہ کے مسلمانوں نے یورپ کی جدید تخلیق میں جو حصہ لیا، اور ان کے جو تمدنی اثرات ہوئے انھیں اجمالاً علاحدہ علاحدہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے،

یورپ کے عقائد پر اثر

موسیو لیبان مشرق و مغرب پر اسلام کے اثرات کا فرق دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

---

[1] تمدن عرب ص ۵۱۳، ۵۱۴، [2] معرکہ مذہب و سائنس ص ۱۴۱، [3] خبار الاندلس جلد ۳ ص ۲۹،

Marfat.com

ان کا اثر یورپ پر مشرق سے کم نہیں ہوا لیکن البتہ اس اثر کی نوعیت میں فرق ہے، مشرق میں یہ اثر زیادہ تر مذہب اور زبان اور فنون و حرفت پر پڑا، برخلاف اس کے مغرب میں مذہبی اثر بالکل نہیں ہوا، اور فنون و حرفت کا اثر بہت کم لیکن علوم و اداب کا اثر بے انتہا ہوا"[1]

لیکن اسے کلیتہً صحیح باور نہیں کیا جا سکتا، بلاشبہہ یورپ میں اسلامی سلطنت کے اقتدار کے زمانہ میں وہاں کے باشندوں نے مشرق کی نسبت تھوڑی تعداد میں اسلامی عقیدہ قبول کر کے مذہب تبدیل کیا، لیکن اس کے باوجود صقلیہ کے اسلامی عہد حکومت میں صرف ایک شہر مارزمیں بیس لاکھ مسلمان آباد تھے، یہ ظاہر ہے کہ اس قدر بڑی تعداد صرف باہر سے آنے والے مسلمانوں کی نہیں ہو سکتی، اس لئے کم سے کم صقلیہ و اندلس میں اسلامی تمدن کے اثر سے اسلام کا عقیدہ قبول کیا گیا، جلد اول کے آخری باب میں گذر چکا ہے، کہ نارمنوں کے دور میں بھی جب کہ اسلامی عقیدہ کے ماننے میں کوئی مادی کشش باقی نہیں رہ گئی تھی، لوگ صرف تمدنی اثرات سے متاثر ہو کر اس عقیدہ کو قبول کرتے، اور چھپ چھپ کر اسلام لاتے تھے،

تبدیل مذہب سے قطع نظر کر کے اگر دیکھا جائے تو یورپ پر اسلامی عقیدہ کا اثر ایک دوسری حیثیت سے نہایت پائدار ثابت ہوا ہے یعنی اگرچہ یورپ کے باشندوں نے بڑی تعداد میں مذہب کو چھوڑ کر اسلام قبول نہیں کیا، تاہم ان کے دینی عقائد میں اسلام نے عظیم الشان انقلاب پیدا کیا، یورپ میں مذہبی مسائل پر عقلی دلائل سے غور و فکر اور بحث و مناظرہ کی ابتدا اسلامی علوم و فنون کی اشاعت کے بعد ہوئی ہے، پھر توبہ و انابت، نجات، اور دینی پیشواؤں کے مذہبی اقتدار وغیرہ کے مسائل اسلامی تمدن ہی کے اثرات سے یورپ میں پیدا ہوئے،

علاوہ ازیں اسلامی عقائد کا اصل اصول عقیدۂ توحید ہے، اسلام کے ظہور کے وقت یورپ کے

[1] تمدن عرب ص ۵۱۲،

Marfat.com

باشندے یہود اور تھوڑے سے بت پرستوں کو چھوڑ کر عیسائیت کے عقیدۂ تثلیث کے علمبردار تھے۔ اثنر ایک نسطوری فرقہ عام عیسائیوں سے کسی قدر اصطلاحی طور پر عقیدۃً علیحدہ تھا۔ اثر اس کے جو یورپین توحید کا عقیدہ پہلی مرتبہ مسلمان لیسکر داخل ہوئے اندلس کی راہ سے [illegible] پائی، اس سے قطع نظر کیجئے، دیکھنا یہ ہے، کہ صقلی کے مسلمانوں کے عقیدۂ توحید نے [illegible] کیا تبدیلیاں کیں،

یورپین اہل تاریخ نے [illegible] پہلی آواز آلی سے بلند ہوئی ہیں کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مسلمان [illegible] ہونے سے پہلے [illegible] مقام دفن کا مرکز بنا رہا اور یہ مفہوم ہے کہ [illegible] میں مسلمان اساتذہ بھی تعلیم دیتے تھے، اور غالباً اسی وجود سے [illegible] مذہب توحیدی کی سب سے بڑی تحریک اصلاح سے تعبیر کیا ہے، [illegible] تخلیق ہوئی، اور اس کے اثر سے پروٹسٹنٹ فرقہ کا بانی مارٹن لوتھر عالم وجود میں آیا، مسٹر سکاٹ لکھتے ہیں:۔

"فریڈریک ثانی کے اثر و نفوذ سے جرمنی کے باشندوں میں تحقیقات کی اصلی مادہ یعنی علم اور اس علمانہ وسیع الخیالی کی بنیاد پڑی، جو صقلیہ کے تعلیم یافتہ مسلمانوں میں نمودار تھی، اس روشن خیالی کا آخری نتیجہ اگرچہ ابتدا میں معلوم نہیں ہوا، مگر صدیاں گذر جانے پر یہ ہوا کہ لوتھر جیسا صاحب رائے شخص [illegible] جس نے یہ ثابت کر کے کہ انا جیل کی ترجمہ و تفسیر تخلیص کر سکتا ہے پاپائے روما کے تخت کی جڑ ہلا دی،"[1]

---

[1] ابن رشد مطبوعہ معارف ص ۳۰۰ بحوالہ ولیم انفیلڈ صفحہ ۵۱۹، [2] معرکۂ مذہب و سائنس

[3] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۵۰۲،

Marfat.com

پوپ کا شرعی نظام اسلام سے پہلے عیسائیت کا شرعی نظام سلطنت سے بالکل جدا گانہ سمجھا جاتا تھا، دینی و دنیاوی پیشوائیون کا کسی ذاتِ واحد میں جمع ہونا ممکن نہ تھا، پوپ اعظم کی ذات بڑے بڑے باجبروت عیسائی فرمانرواؤں سے برتر مانی جاتی تھی، لیکن یورپ نے مسلمان خلفا میں دینی و دنیاوی پیشوائیان مجتمع دیکھ کر اس نظام کو ممکن العمل تصور کیا، اور سب سے پہلے فریڈریک دوم نے سسلی میں اپنے شہنشاہانہ تفوق کے ساتھ دینی پیشوائی کے امتیاز کو اپنی ذات میں مدغم کرنا چاہا، اور سسلی کی عیسائی رعایا مسلمانون کے اثرات سے اس قدر ذہنی تحفظ کر چکی تھی، کہ اس نے فریڈریک کے اس ارادہ کو جائز تصور کرکے اس کی ہمنوائی کی،

اگرچہ فریڈریک اپنے اس ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکا، لیکن عیسائی فرمانرواؤن کے درمیان تخیل مستقل طور پر قائم ہو گیا، چودھوین صدی میں فلپ بیل شاہ فرانس نے اس کی پھر ایک کوشش کی، اور بالآخر سولھوین صدی میں ہنری ہشتم شاہ انگلستان نے اسے عملاً کر دکھایا[1] اور آج بھی شہنشاہ جارج پنجم سلطنت برطانیہ کا دینی و دنیاوی دونون پیشوا مانا جاتا ہے،

یوروپین عورتون کے حقوق و مراتب میں اسلامی تہذیب کے اثرات

مسلمانون کے تمدن کے اثر سے یورپ کی عورتون کے حقوق و مراتب میں ترقی ہوئی، اگرچہ عورتون کے متعلق موسوی و فرانسیسی قوانین کی اصلاح موسوی شریعت نے بہت کچھ کر دی تھی، اور عورتوں کو اپنی ملک میں تصرف کا اختیار بہرحال حاصل ہو گیا تھا[2] تاہم اسلامی شریعت میں عورتون کو جو حقوق و مراتب عطا کیے گئے تھے، ان کے لحاظ سے عیسائی عورتیں مسلمان عورتون سے بہت پیچھے تھیں، یورپ نے عورتوں کے حقوق و مراتب مسلمانوں ہی سے سیکھے، موسیو لبان لکھتے ہیں:-

"تمدن اسلام میں عورتون کو بالکل وہی مرتبہ دیا گیا تھا جو انھیں بہت دنون بعد

---

[1] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۵۷ سطر ۲ مرکز المراۃ

یورپ میں حاصل ہونے والا تھا،..... وہ مذہب عیسائی نہ تھا، جیسا کہ عموماً سمجھا جاتا ہے، بلکہ اسلام تھا، جس نے عورتون کو ان کی اس وقت کی گری ہوئی حالت سے ترقی دی... قبل اس کے کہ عربون نے عیسائیون کو عورتون کا لحاظ سکھایا، ہمارے زمانہ قدیم کے امرا اور جنگجوان سے بہت ہی بری طرح سے پیش آتے تھے۔"[1]

یورپین عورتون کے حقوق و مراتب کے قائم ہونے میں صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے گہرے اثرات ہیں، پہلی مرتبہ نارمن اور جرمن فرمانرواؤن نے عورتون کے وہ حقوق تسلیم کئے، جو صقلیہ کے مسلمان سلاطین و امرا کی حرمسراؤن میں مسلمان عورتون کو حاصل تھے، یہان تک کہ نارمنون نے مسلمانون کے قانون وراثت اور ترکہ کے اصول کو بھی دو صدیون تک کسی قدر جزئی ترمیم کے ساتھ جاری رکھا۔[2]

اسی طرح یورپ کی عورتون کے لباس، زیورات، اور طرز زندگی پر مسلمان عورتون کے اثرات پڑے، یہانتک کہ یورپین عورتون کے چہروں پر نقاب ڈالی گئی، اور شریف اور اونچے گھرانون کی عورتین پردہ دار سواریون میں سفر کرنے لگین۔[3]

آج اہل یورپ عورتون کو آزادی دینے میں اپنی حد سے گزر گئے ہین، وہ صحیح حدود کا اس وقت تک رہے، جب تک اونھون نے اسلامی تمدن کے قائم کردہ حدود کا لحاظ رکھا، سڑاسکاٹ اسلامی تہذیب کے اثر سے یورپ مین عورتون کے حقوق و مراتب کے بڑھنے کے متعلق لکھتے ہین:-

"انہی مسلمانون کے طفیل میں..... فرقہ نسوان کی وہ عزت ہونے لگی، جو گوشہ پرستش کی حد تک جا پہنچی، اسی سے ننگ و ناموس کی عزت بڑھی، اسی سے خودداری پیدا ہوئی، اور اسی سے طرز تمدن مین لطافت پیدا ہوئی۔"

---

[1] تمدن عرب ص ۳۷۰، [2] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۱۹۰، [3] رحلۃ ابن جبیر ص ۳۳، اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۵۹

ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں :-

"دسویں صدی عیسوی سے پندرھویں صدی تک تمام مسیحی یورپ میں عورتوں کو تعلیم نہیں دی جاتی تھی، اور ان کے ساتھ وہ عزت و ملاطفت روا نہ رکھی جاتی تھی، جو مسلمانوں کا طرۂ امتیاز تھا، اس کلیہ سے وہ ممالک مستثنیٰ تھے، جن پر مسلمانوں کی تہذیب و اخلاق کا اثر پڑ چکا تھا، جنوبی فرانس (جہاں اندلس کا اثر پہنچا) اور اٹلی (جہاں صقلیہ کے اثرات پہنچے) میں عورتوں سے رواداری کا سلوک کیا جاتا تھا..... باقی تمام ممالک میں ان کی حالت اس سے بہت ہی مختلف تھی، ان پر ناقابل بیان سختیاں کی جاتی تھیں، وحشیوں کی صحبت اور وحشیانہ گرفت میں انکو ذلیل کیا جاتا تھا، اگر وہ کسی بڑے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں، تو انہیں برجوں اور قلعوں میں کھلونا ہوتی تھیں، اگر کمتر درجہ کی ہوتی تھیں، تو تجرد، ذلیل اور ہر قسم کی تکلیف و رنج اٹھانے والی کنیزوں کی حالت میں تھیں اور یہ سب باتیں دیندار عیسائی دنیا کی عورتوں کی قسمت میں لکھی ہوئی تھیں یہ اخلاقی ذلت اور طبعی دنائت مدتوں تک قائم رہی، اس کلیہ سے وہ مقامات مستثنیٰ تھے، جہاں عربوں کی تہذیب کے تعلقات نے دماغی و اخلاقی [illegible]

[illegible] اسلامی تہذیب کے اثرات یورپ والوں کی معاشرت و عادات پر [illegible] کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کی وہ عادات مستمرہ کہ وہ اندلس میں پائیں یا اپنے ہمسایہ [illegible] اور جن کا رواج صقلیہ میں تھا، یورپ میں مسلمانان صقلیہ کے ذریعہ سے پہنچیں، مثلاً حمام، عطر، خوشبو، کپڑوں میں شطرنج، انجیر، شیرینی کے تواضع میں پیش کرنا، یہ سب چیزیں صقلیہ سے ہی گئی ہیں، اٹلی

۱؎ اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۱۰۵ و ۱۰۳ و ۱۰۰، ۵، ۵۲، ص ۱۶، ۲۷، ۲۱، ۴۱، وغیرہ،

Marfat.com

نے عربوں سے موسیقی کے قواعد سیکھے تھے،[1]

صقلیہ کے اسلامی نظامِ حکومت کے اثر سے یورپ کے دستورِ حکومت میں تبدیلیاں،

صقلیہ میں اسلامی حکومت کے زوال کے بعد نارمن اور جرمن دونوں دورون میں اسلامی نظامِ حکومت برقرار رکھا گیا، چنانچہ عیسائی مورخین تقریباً بالاتفاق لکھتے ہیں، کہ صقلیہ کے یہ دونون دور گویا اسلامی حکومت ہی کے دور تھے، خصوصاً فریڈریک کے تعلقات دوسرے مسلمان سلاطین سے بھی قائم ہوئے، اور اوسے صقلیہ مین مزید ترقی یافتہ اسلامی نظامِ حکومت کے مطابق اپنے دستورِ حکومت کو نافذ کرنے کا موقع ملا، اور پھر یورپ کے مختلف ممالک نے فریڈریک کے قائم کردہ دستورِ حکومت کے طرز پر اپنے نظام حکومت قائم کئے، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہین،:-

"وضع قوانین اور اقتصادی معاملات میں سلطنت صقلیہ اپنی ہمعصر سلطنتون سے بہت بڑھی ہوئی تھی، انگلستان کے تمام ملکی نظام خصوصاً ایوان عام کا تخیل صقلیہ ہی سے لیا گیا، اور پارلیمنٹ بھی صقلیہ ہی کی پارلیمنٹ کی نقل ہے، ان دونون باتون میں انگلستان کو اس (فریڈریک) کی، سلطنت کا شکر گذار ہونا چاہیے،"[2]

یورپ کی زراعت، صنعت، حرفت، تعمیر اور تجارت پر اثرات،

مسلمانانِ صقلیہ کی زراعت، صنعت، حرفت، تعمیر اور تجارت سے یورپ کو جو فوائد پہنچے، ان کا تذکرہ معیشت کے بیان میں اجمالاً گذر چکا ہے،

حقیقت یہ ہے کہ اُس عہد تک اہلِ یورپ جہالت و نمود میں پڑے ہوئے تھے، اسلامی تہذیب و تمدن کے درخشان اثرات ہے وہ بیدار ہوئے، اور ان کے سارے نظام میں حرکت پیدا ہوئی، جس سے ان کی زندگی و عمل کا کوئی شعبہ کسی نہ کسی حد تک متاثر ہوئے، بغیر نہ رہ سکا، جیسے کہ اس زمانہ میں یورپ کے جدید تمدن سے اپنے پچھلے تمدن پر ٹھہری ہوئی قومیں ارادی و غیر ارادی طور پر متاثر ہو رہی ہیں، چنانچہ

---

[1] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۱۶، ۲۶، ۳۱، ۶۷، وغیرہ، [2] ص ۳۴۲،

معیشت کے مختلف شعبوں میں بھی یورپ نے اسلامی تمدن سے فائدہ اٹھایا، مثلاً :-

زراعت کو مسلمانانِ صقلیہ نے یہاں کے قدرتی ذخائر سے فائدہ اٹھاکر غیر معمولی ترقی دی تھی، سینکڑوں نئے پھل پھول سبزی اور جڑی بوٹیاں یہاں غیر ملکوں سے لاکر لگائیں زراعت کے بہترین وسائل اور طریقے اختیار کئے، اور ان کے ذریعہ سے یہاں رواج پائے، اگرچہ یورپ کی زرعی ترقی میں اندلس کا نمایاں حصہ سمجھا جاتا ہے، لیکن یورپ مسلمانانِ صقلیہ کی زرعی کوششوں کے احسان سے بھی سبکدوش نہیں ہو سکتا، بلکہ صقلیہ کی زرعی چیزوں سے اندلس نے بھی فائدہ اٹھایا، اور اندلس سے سارے یورپ کو پہنچا، مسٹر اسکاٹ اندلس کی زرعی ترقیوں کے سلسلہ بیان میں لکھتے ہیں ،،

"ابن العوام (اشبیلی) کی اس تصنیف سے معلوم ہوتا ہے، کہ انہوں نے اپنی اس کتاب کا مواد صقلیہ سے لیا تھا، کیونکہ وہاں زراعت اور اس کے متعلقات کو ویسی ہی ترقی ہو چکی تھی، جیسی کہ جزیرہ نمائے اندلس میں اس سے قبل جزیرہ میں زعفران اور بہت سی بوٹیاں وہیں سے پیدا کرائی تھیں، اور وہاں سے دوسری ترکاریوں اور پھلوں کے ساتھ اندلس پہنچیں[1]"

اسی طرح مسلمانانِ صقلیہ کی صنعت و حرفت اور تعمیر کی ترقیوں سے بھی یورپ نے فائدہ اٹھایا، مسلمانانِ صقلیہ پارچہ بافی میں اندلس سے بھی سبقت لے گئے تھے، اندلس نے اس فن کو صقلیہ سے حاصل کیا تھا، اور پھر ان دونوں اسلامی ملکوں نے فرانس و اٹلی کی راہ سے اسے سارے یورپ میں پھیلا دیا، مسٹر اسکاٹ مسلمانانِ اندلس کی پارچہ بافی کے متعلق میں لکھتے ہیں :-

"کپڑا بننے میں مسلمانانِ اندلس کو وہ کمال حاصل تھا، کہ ان کی کوئی ہم عصر قوم ان کی ہمسری نہ کر سکتی تھی، یورپ کے تمام ملکوں میں ریشم کا استعمال صرف بادشاہ ہی کر سکتا تھا، ..... اصل میں یہ حرفت صقلیہ سے اندلس پہنچی تھی، ..... ان دونوں ملکوں پر گیارہویں صدی

[1] اخبار الاندلس، جلد ۳ ص ۲۰۰،

Marfat.com

کے بعد عام طور پر لوگ ریشمی کپڑا پہنتے تھے، حالانکہ اس زمانہ تک یورپ کے دوسرے ملکوں میں یہ بیش قیمت ہی سمجھا جاتا تھا،..... نارمن شاہان پلرمو کے محافظ فوج سپاہیوں کی وردیاں بھی ریشم ہی کی ہوتی تھیں، یہ ریشمی کپڑے وزن میں ہلکے اور استعمال میں مضبوط ہوتے تھے،..... زمانہ حال کی سائنس باوجود اس قدر ترقی کے ایسا مضبوط، نازک اور خوبصورت کپڑا نہیں بنا سکی..... نہ معلوم وہ رنگ کیسے عمدہ تھے جن سے ان کپڑوں کے سوت رنگے جاتے تھے..... انقلاب دہر نے جو چند نمونے اب تک باقی رہنے دیئے ہیں ان کے رنگوں کی شوخی میں اب تک بہت ہی تھوڑی کمی آئی ہے[1]

شعبہ میں بھی اشیائی اثر بزنطیہ اور صقلیہ کے راستہ سے (یورپ) پہنچا"

اسی طرح صقلیہ کی تعمیری ترقیوں کے نشانات یورپین طرز تعمیر میں آج بھی موجود ہیں،

مسلمانان صقلیہ کے تجارتی تعلقات مختلف ممالک سے جس قدر وسیع تھے، اس کا اندازہ صفحات بالا سے ہوا ہوگا کہ صقلیہ کے تجارتی جہاز یورپ کے بندرگاہوں پر نظر آتے تھے اور صقلیہ کی منڈیوں ہر قسم کے قیمتی مال تجارت سے لبریز رہتی تھیں[2]"

یورپ کو ان تجارتی تعلقات سے بھی بیش بہا فوائد پہنچے، فرانسیسی مستشرق سیدیلاٹ کے بقول یورپ نے عربوں ہی سے بہت سے مالی معاملات کے اصول اور بحری تجارت کے قوانین سیکھے اور اس کے ساتھ یورپ نے جہاز رانی اور بحری سفر کے لئے قطب نما کے استعمال کا طریقہ بھی مسلمانوں سے سیکھا[3]"

پھر طریقہ مبادلہ میں مسلمانوں کے زر، ناپ تول، اور لین دین کے طریقوں سے بھی یورپ نے فائدہ اوٹھایا، دنیا میں سکون کا رواج زمانہ قدیم سے ہے لیکن جیسا کہ گذر چکا صقلیہ میں مسلمانوں

---

[1] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۲۴۵، ۲۴۶، [2] جلد ۲ ص ۲۴۵، [3] ۲۴۶، ۲۴۹،

Marfat.com

کے جانشین نارمنوں نے اپنے سکے صقلیہ کے اسلامی سکوں کے نمونہ پر ڈھالے، یہاں تک کہ کلمات توحید و رسالت تک ان میں عربی حروف میں برقرار رکھے گئے، پھر نارمنوں کے سکوں کو دیکھکر یورپ کے دوسرے ملکوں کی بعض حکومتوں نے بھی انہی نمونوں پر اپنے سکے ڈھالے جن میں عربی حروف کندہ تھے[1] ابھی حال میں ہندوستان کے بعض مسلمان اکابر نے سیلون کے عجائب خانہ میں انگلستان کے کسی فرمانروا کا سکہ دیکھا ہے، جس میں ایک طرف اس فرمانروا کا نام اور دوسری طرف عربی حروف میں کلمہ توحید منقوش ہے[2]

علوم و فنون کے اثرات، موسیو لیبان کا بیان اوپر گذر چکا ہے، کہ مغرب میں عربوں کے علوم و ادب کا اثر بے انتہا ہوا، اور یورپ کی نئی ترقیوں میں صقلیہ کے اسلامی علوم و فنون کا بھی حصہ ہے،[3] سسلی کی راہ سے عربی ادب و فلسفہ یورپ میں خاص طور پر پھیلا، جس میں اٹلی کے ان مختلف دارالعلوموں سے بڑی مدد ملی، جو فریڈریک دوم کی سرپرستی میں قائم تھے، فریڈریک نے اسلامی علوم و فلسفہ کو یورپ میں رائج کرنے کی بڑی خدمت انجام دی ہے، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں ہے،

"اس کا دربار جو پلرمو میں تھا، وہ یورپ کے شاندار ترین درباروں میں تھا، اور اس وقت کی تمام معلوم دنیا کے علماء اس میں آتے تھے، اس کا کسی قدر مشرکانہ فلسفہ بعد کو جدید عقلیت (ریشنلزم) کی ابتدا خیال کیا جانے لگا، اوس نے نیپلس اور یونیورسٹیاں قائم کیں اور خود بھی سسیلین زبان میں شاعری کرتا تھا،[4]

---

[1] اخبار الاندلس جلد ۳ صفحہ ۷۳، [2] موصوف نے اس سکہ کی بنیاد پر انگلستان کے اس فرمانروا کے مسلمان ہونے کا نظریہ قائم کیا ہے اور اس پر اسلامی اخباروں میں تائیدی تحریریں نکلی ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ محض اس سکہ پر عربی حروف میں کلمہ طیبہ کا منقوش ہونا اس فرمانروا کے مسلمان ہونے کے ثبوت کیلئے کافی نہیں، اسے صرف یورپ میں اسلامی تمدن کی مقبولیت کے اثرات ہی کی تعبیر کیا جا سکتا ہے، [3] تمدن عرب صفحہ ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، [4] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (نیلیس) جلد ۱۹ صفحہ ۱۹۳۔

Marfat.com

مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں :-

"فریڈریک نے جو اصلاحیں کی تھیں، وہ واقعی نہایت وسیع اور اہم تھیں، ان کے ہمہ گیر الطافِ خسروانہ سے علم و سائنس بھی محروم نہ رہ سکا آیندہ نسل انسانی پر اس کا یہ دوامی احسان ہے اور رہے گا۔ اور اس کے مسلمان اتالیقوں نے جو اثر اس کے قلب پر ڈال دیا۔ اور جو مذاق اس میں پیدا کیا، وہ کبھی اس سے الگ نہیں ہوا۔ اس کے دربار میں عرب اور یہود علماء اکثر حاضر رہتے تھے، نوجوانوں کی تعلیم انہی دونوں کے متعلق تھی۔۔۔ اس نے اپنے ملک میں مختلف زبانوں کے سکھانے کا بہت شوق دلایا، علم کے تمام شائقین عربی، عبرانی اور یونانی زبانوں میں بے تکلف گفتگو کر سکتے تھے، اس زمانہ میں پیلرمو اور سلرنو علم کے نہایت مشہور مرکز تھے"[1]

رابرٹ برنالٹ لکھتا ہے :-

"تمدنِ اسلام کا اثر یورپ پر سب سے زیادہ فریڈریک دوم کے زمانہ میں پڑا، جو حقیقت میں از منۂ متوسط کا سب سے بڑا عیسائی حکمراں تھا، اگر یورپ کے براعظم کو وحشت اور جہالت کی گھٹاؤں سے نکال کر شاہراہ ترقی و تمدن پر لانے کا سہرا کسی کے سر ہے، تو وہ فریڈریک ہے جس نے اسلامی تمدن کو اختیار کیا، اور پھر اسکو پھیلانے کی انتھک کوشش کی،

فریڈریک کے دربار میں مسلمان ماہرین علوم کا اجتماع رہتا تھا، وہ لوگ ریاضی اور علم نباتات کے متعلق ضروری معلومات پر بحث کرتے تھے، یہ دربار یورپ کے حکمرانوں کے دربار سے بالکل مختلف تھا، ان کے یہاں جہالت اور توہمات کا دور دورہ تھا، فریڈریک نے پیلرمو، سینا، اور پیڈوا میں یونیورسٹیاں قائم کیں، اور سلرنو میں ایک طبی مدرسہ قائم کیا جس میں مسلمان

[1] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۴۳، ۴۴،

کے طریق علاج کی تعلیم دیجاتی تھی، اس نے یورپ میں ریاضی کے معلمین کی ہمت افزائی کی، یہود اور مسلمان علما، کو جمع کرکے ہر دستیاب ہونے والی عربی کتاب کا ترجمہ کرنے کا اہتمام کیا، اپنے ایک دوست میکائیل کو قرطبہ بھیج کر ابن رشد کی کتابیں مہیا کیں، اور پھر ان کی تلخیص کرا کر انھیں اپنی سلطنت کے ہر مدرسہ میں درس و تدریس کیلئے بھیج دیا،

فریڈریک کے خلاف عیسائی قوموں کی طرف سے بڑے بڑے خوفناک الزامات لگائے گئے ہیں، ان میں ایک بڑا الزام یہ تھا کہ وہ روزانہ غسل کرتا ہے حتی کہ اتوار کے روز بھی، اسلامی تمدن کو اختیار کر لینے کی بنا پر اس وسیع النظر بادشاہ کو بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا،[1]

سلرنو کے دارالعلوم اور علوم عقلیات

سسلی کے اسلامی علوم و فنون کے اثر سے اٹلی میں مختلف وقتوں میں تعلیم کے متعدد اہم مرکز قائم کیے گئے جن سے علوم عقلیات کی ترقی کے ساتھ یورپ میں آزادی خیال کی تحریک پیدا ہوئی اور لوگ غور و فکر کے عادی بنے، اسلئے یورپ کے بیدار کرنے میں اٹلی کے ان دارالعلوموں کا بڑا حصہ ہے، وہ دارالعلوم اور ان کے مختصر حالات حسب ذیل ہیں،

سلرنو کا طبیہ کالج،

ان میں سے سلرنو (اٹلی) کے طبیہ کالج کو عالمگیر شہرت حاصل ہوئی، اس کی داغ بیل مسلمانوں نے ڈالی تھی، یہ یورپ میں سب سے پہلا طبی مدرسہ تھا، جسے مسلمانوں نے سلرنو میں قائم کیا، اور اس کے ذریعہ یورپ علم طب سے روشناس ہوا، اور طبی تحقیقاتوں کا عظیم الشان دروازہ کھل گیا، جن کے مظاہر آج دنیا کے ہر حصہ میں نمایاں ہیں، گبن کہتا ہے،:-

"فن طب میں عربوں کی تعریف کی گئی ہے،..... سلرنو کے مدرسہ نے جسے اتفاق نے قائم کیا تھا، اٹلی اور یورپ میں طب کے اصولوں کو زندہ کیا،"[2]

---

[1] تاریخ تمدن انسانی ٹیلس، وزنامہ زمیندار مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۲۵ء [2] ڈکلائن اینڈ فال آف دی رومن امپائر جلد دس ۱۰ (۱۰ ایڈیشن)

ڈریپر لکھتا ہے :-

"یورپ کا پہلا طبی مدرسہ وہ تھا، جسے عربوں نے اٹلی کے شہر سلرنو مین قائم کیا۔"[1]

"یہ طبی مدرسہ آٹھویں صدی عیسوی سے قائم تھا، فریڈریک دوم نے اس پر بڑی توجہ کی۔ مسلمان ماہرین فن اور مسلمانوں کے دامن فیض کے تربیت یافتہ یہود اطبا اس میں اساتذہ تھے۔ اس میں طب اور جراحی دونوں کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی تھی۔ نصاب درس خالص اسلامی علم طب کی کتابوں پر مشتمل تھا۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں ہے :-

"اس کے نصاب تعلیم میں تمام تر وہی کتابیں تھیں، جو مسلمانوں نے یونانی زبان سے ترجمہ اور پھر تالیف کی تھیں۔"[2]

اس مدرسہ میں تین زبانیں عربی، عبرانی اور یونانی پڑھائی جاتی تھیں۔ نصاب کی بیشتر کتابیں عربی زبان میں تھیں، اسلئے عربی زبان کو عیسوی عہد میں بھی تفوق حاصل رہا۔ اس زمانہ میں عربی زبان کی تحصیل اسی طرح ضروری تھی، جیسے موجودہ زمانہ میں جدید علم طب کے حاصل کرنے کیلئے کسی یورپین زبان کا جاننا ضروری ہے۔ ڈارگو لیٹ لکھتا ہے :-

"بحیثیت مجموعی یورپ پر عربوں کا اثر سب سے زیادہ نوٹ تک قائم رہا اور اس علم کیلئے عربی زبان کی تحصیل سترھویں صدی تک نہایت اہم سمجھی جاتی تھی۔"[3]

مدرسہ میں بلا تفریق مذہب و ملت مختلف مذاہب کے ماننے والے طلبہ داخل تھے۔ مدرسہ کے اساتذہ طبی و علمی تحقیقاتوں میں مصروف رہتے تھے، عیسائی مورخین کو اعتراف ہے کہ

"بہت سے اصول و نظریات ایسے ہیں، جو اسی کالج کی تحقیقاتوں سے عالم وجود میں آئے اور آجتک اسی طرح صحیح تسلیم کئے جاتے ہیں۔"

چنانچہ مورخین نے طب میں ان کی ان ایجادوں اور اکتشافوں کی فہرست درج کی ہے، جو

[1] مسیحی مذہب و سائنس صفحہ ۱۶۹، [2] انسائیکلوپیڈیا جلد ۲۰ ص ۴۹، [3] محمڈن ازم ص ۲۴۳

جدید علم طب میں اس زمانہ میں بھی مقبول اور رائج ہیں، اسی طرح حفظِ صحت، دوا سازی، تشخیص امراض وغیرہ میں سلرنو کے اساتذہ کے مقرر کئے ہوئے اصول اس زمانہ میں بھی تسلیم کئے جاتے ہیں، موسیو لیبان لکھتے ہیں،

"سلرنو کے مدرسۂ طبیہ کے ملفوظات میں نہایت عمدہ اصول حفظِ صحت بیان کئے گئے ہیں، ہمیں معلوم ہے کہ اس مدرسہ کی شہرت جو یورپ میں اوّل سمجھا جاتا تھا، عربوں ہی کے سبب سے تھی، نویں صدی عیسوی کے وسط میں جب قسطنطین نامی منون نے جزیرہ صقلیہ اور اطالیہ کے اس حصہ کو جو عربوں کے قبضہ میں تھا لے لیا، تو انھوں نے ان کے مدرسۂ طبیہ کی بھی ویسی ہی حمایت کی جیسی کل دوسرے اسلامی نظامات کی، ایک نہایت عالم عرب قرطاجنہ کا رہنے والا جس کا نام قسطنطین افریقی تھا، اس مدرسہ کا منتظم ہوا، اس نے عربی تصانیف طبیہ کا ترجمہ لاطینی میں کیا اور اسی کی کتابوں سے وہ ملفوظات لئے گئے، جن کی وجہ سے سلرنو کے مدرسہ کی اس قدر شہرت ہوئی،..."[1]

اس مدرسہ میں زمانہ تعلیم آٹھ سال تھا، ابتدائی تین سال ادب و فلسفہ کی تعلیم کے لئے، پھر طبی تعلیم کی میعاد پانچ سال مقرر تھی، پھر سال بھر تک کسی لائق طبیب کی نگرانی میں تجربہ کرایا جاتا تھا، اسکے بعد فضیلت کی سند دیجاتی تھی، یورپ کے موجودہ علم طب کے نظامِ تعلیم کا ابتدائی خاکہ سلرنو کے مدرسہ طبیہ ہی سے حاصل کیا گیا،[2]

سلرنو یونیورسٹی اس کے بعد سلرنو کا یہی طبی مدرسہ یورپ کی سب سے پہلی یونیورسٹی کی شکل میں منتقل ہو گیا انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں ہے:-

"اسی طبی مدرسہ نے ۱۱۷۱ء میں ایک یونیورسٹی کی شکل اختیار کی، جو سرزمین یورپ میں سب سے پہلی یونیورسٹی تھی"[3]

[1] تمدن عرب ص ۴۴۴ [2] اخبار الاندلس جلد۲ ص ۴۴۰، ۵۰، [3] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲۴ ص ۶۶۱،

Marfat.com

فن طب میں اضافے سلرنو کے مدرسہ طبیہ سے ان خدمات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جو مسلمانانِ صقلیہ کے ہاتھوں فنِ طب کی انجام پائی تھیں۔ مسلمانانِ صقلیہ و اندلس کے ذریعہ یورپ کے جدید علم طب میں جو اضافے ہوئے ہیں مسٹر اسکاٹ نے انھیں ایک جگہ بیان کیا ہے لکھتے ہیں:۔

"تمام یورپ مسلمانانِ اندلس و صقلیہ کا شکر گذار ہے کہ انھوں نے مفردات میں کہربا و املتاس حب الملوک، افی، مرصندل، کباب چینی، جوبار، بیونہ چینی اور کافور اور مرکبات میں بلاب اکسیر، شربت اور معجون، خوشبودار مصالحوں میں قرنفل، جوز بوا، زنجبیل اور الائچی سے آشنا کیا۔ یہ چیزیں یورپ کے بازاروں میں اب بھی اپنے عربی ناموں ہی سے موسوم چلی آتی ہیں۔ ... صقلیہ کے قوانین اس معاملہ (دواخانوں کی دیکھ بھال اور دواسازی میں احتیاطی تدابیر اختیار کرنے میں اور بھی سخت تھے۔ ہر دواساز کو اپنی دواسازی کی قابلیت کا سخت امتحان دینا پڑتا تھا۔ اطبا کے سامنے حاضر ہو کر اس کو قسمیں کھا کر یہ اقرار کرنا پڑتا تھا۔ اگر کوئی دوا فروش مقررہ درجہ سے کمتر درجہ کی دوائیں فروخت کریگا، تو وہ اسکی اطلاع اطبا اور حکومت کو دیگا" بدپرہیزی اور فریب کے روک تھام کے لئے تو یہ تدابیر اختیار کی جاتی تھیں، اور عوام کے فائدہ کے لئے دواؤں کا نرخنامہ ہر دوکان پر رکھا رہتا تھا کہ دوکاندار زیادہ قیمت نہ لے۔ حکمین ان قواعد کی جو کوئی خلاف ورزی کرتا تھا، اس کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں، انہی قواعد کو شہنشاہ فریڈریک دوم نے اپنے ملک میں نافذ کیا، اور انہی (قوانین) کی وجہ سے سارے اور یورپین مدارس طبیہ کو کامیابی ہوئی، اور صقلیہ نے تمام دنیا میں فن طب کی شہرت تامہ حاصل کی۔"[1]

اسی طرح موسیو لیبان لکھتے ہیں:۔

"عربوں کی طبی ترقیاں زیادہ تر فنِ جراحی، علاماتِ امراض، قرابادین اور ادویات میں ہیں

[1] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۱۴۱،

Marfat.com

انھوں نے بہت سے طریقے علاج کے ایجاد کئے ہیں، ..... قرابادین میں انھوں نے بہت سی دوائیں بڑھائی ہیں، ..... وہ اون کے استعمال کے وہ طریقے بھی انہی سے نکالے ہیں جو اب استعمال کے بعد نئی ایجادوں کے نام سے مشہور کئے جاتے ہیں، ..... فن جراحی کی بھی ابتدائی ترقی عربوں ہی سے ہوئی، اور زمانہ حال تک ان ہی کی تصنیفات پر یورپ کے مدارس طبیہ کا دار و مدار رہا ہے[1]

یورپ میں مختلف علوم و فنون فلسفہ، سائنس، ریاضیات اور ادب کی ترقی میں اٹلی کے چند دوسرے دارالعلوم نیپلس اور پیڈوا نے بھی نمایاں حصہ لیا، ان میں بھی اسلامی اثرات موجود تھے،

نیپلس یونیورسٹی

فریڈرک نے نیپلس میں علوم عقلیات کی تعلیم کے لئے ایک یونیورسٹی قائم کی تھی، جس میں مختلف اسلامی ممالک کے ممتاز اہل علم اساتذہ مقرر کئے گئے تھے، اور ایک عظیم الشان کتب خانہ فراہم کیا گیا تھا اس میں اسلامی مدارس کے طرز پر طلبہ کے لئے وظائف مقرر تھے، اور یورپ کے گوشہ گوشہ کے طلبہ یہاں تکمیل علم کیلئے آتے تھے، نیپلس یونیورسٹی نے یورپ کی جہالت کے دور کرنے کی غیر معمولی خدمت انجام دی[2]

پیڈوا یونیورسٹی

اسی طرح اس عہد میں شمالی اٹلی کا شہر پیڈوا علوم کا مرکز بنا، یہاں بھی مسلمان اساتذہ کی نگرانی میں ایک یونیورسٹی قائم کی گئی، جس میں مسلمان، یہود اور عیسائی اساتذہ تعلیم دیتے تھے، اس میں مختلف علوم و فنون، ادب، طب، فلسفہ، سائنس اور ریاضیات وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی، اور مسلمانوں کی فلسفہ کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں، خصوصاً ابن رشد کے فلسفہ کی اس یونیورسٹی میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اس کی کتابوں کے ترجمے مسیحیت کی نگرانی اور دوسرے فلسفیوں کے مقابلہ میں اس کے فلسفہ کی پرزور حمایت کا فرض یہاں کے یورپین اساتذہ نے انجام دیا، اہل یورپ نے

---

[1] تمدن عرب ص ۴۰۴، ۴۰۵، [2] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۴۴، [3] ابن رشد رنیان ص ۱۱، و معرکہ مذہب و سائنس ص ۱۲۰

Marfat.com

اس یونیورسٹی کی طرف خاص توجہ کی، انسائیکلوپیڈیا برطانیکا میں ہے:-

"پیڈوا اپنی یونیورسٹی کے لئے مدت سے مشہور چلا آتا ہے، جسے فریڈرک دوم نے ۱۲۳۸ء میں قائم کیا تھا، وینس کے زمانہ حکومت میں یونیورسٹی تین اکابر کی ایک مجلس کے زیر اقتدار تھی، وہ مجلس "دی ریفارمیٹری ڈیوا اسٹوڈیو ڈی پیڈوا" کے نام سے مشہور تھی، اس کے اساتذہ و طلبہ کی فہرست طویل اور شاندار ہے"[1]

موسیو لیبان لکھتے ہیں:-

"اطالیہ کی دارالعلوم مون میں تصانیف عرب کی وقعت وہی تھی، جو نشاۃ ثانیہ کے یونان و روم کی تصنیفات کی ہوگئی، پیڑارک کی پرجوش تحریروں سے ہمیں علوم عرب کے تسلط کا اندازہ ہو سکتا ہے، وہ کہتا ہے:-

"ڈیماس تھینز کے بعد جس سحر و فصیح کلام ہومر کے بعد رزمیہ ہوا، لیکن کہا جاتا ہے کہ عربوں کا کوئی مقابلہ تحریر میں نہیں کر سکتا، ہم اکثر یونانیوں کے برابر رہے ہیں، اور بعض چیزوں میں ان سے بڑھ گئے ہیں یعنی ہم تمام اقوام عالم پر فوقیت لے گئے ہیں لیکن تم کتنے ہو کہ باقتضائے عربیت، واسے ہماری ساقت، واسے ہمارا جنون، اور فطرتِ ایطالیہ کہاں تو ہو گئی ہے"[2]

نارمنڈ اور باری کے مدارس: اسی طرح نورمنی نارمنڈ اور باری وغیرہ میں اس علم کے مشہور مدارس قائم تھے جہاں اسلامی فلسفہ و حکمت کی تعلیم دی جاتی تھی،

یورپ میں عربی کتابوں کے ترجمے: یورپ میں عربی کتابوں کے ترجمہ کا دور ہسپانیہ کے قبضہ یا فتوحات کے اسپین سے ترک وطن کرنے کے بعد شروع ہوتا ہے، جس وقت تک مسلمان اسپین میں رہے، ان کی ملکی علمی زبان عربی رہی، لیکن فرانس اور یورپی اسپین میں آکر انہیں ان علوم کو یورپ کی زبانوں میں

[1] انسائیکلوپیڈیا برطانیکا (پیڈوا) جلد ۲۰ ص ۴۴۵۔ [2] تمدن عرب ص ۵۱۵ و ص ۵۱۶، یہ مقولہ مذہب شمالی (ڈوزی)

Marfat.com

منتقل کرنے کا خیال پیدا ہوا، اب ان کی تصنیف و تالیف کی زبان یورپین ہوگئی، اسلئے ان ملکوں میں پہلے انھوں نے عربی کتابوں کے ترجمے سے اپنے علمی کاموں کی ابتدا کی، اور عبرانی و لاطینی زبانوں میں عربی کتابیں منتقل کیں،

دوسری طرف سسلی کے بادشاہوں اور فریڈریک دوم نے مختلف عربی علوم و فنون فلسفہ منطق، سائنس، اور طب کی بہ کثرت کتابیں لاطینی زبان میں ترجمہ کرائیں، اور بعد میں وہ کتابیں بھی اس کے عہد میں یورپ کی یونیورسٹیوں میں پڑھائی جانے لگیں، پھر یہ دلچسپ اتفاق ہے کہ یورپ میں اندلس کے اسلامی علوم و فنون کی اشاعت بھی فریڈریک کے توسط سے سسلی والی ہی کی راہ سے بہت زیادہ ہوئی، اور اندلسی حکماء و فلاسفہ کی کتابیں یہاں ترجمہ کیگئیں، فلسفہ و طب کے علاوہ ریاضیات ہیئت و مساحت اور اجبر اور غیرہ کی کتابیں بھی لاطینی زبانوں میں ترجمہ کی گئیں ان کتابوں کی فہرست مع مصنفوں اور مترجموں کے مرتب کی جائے، تو بہت طویل ہوگی، ترجمہ کی یہ خدمت زیادہ تر اٹلی کے اونہی دارالعلوموں نے انجام دی[1]

اسلامی فلسفہ سائنس یورپ میں | اٹلی کے دارالعلوموں اور عربی کتابوں کے ترجموں سے یورپ میں ذہنی ترقی اور آزاد خیالی کی بنیاد پڑی، اور ایک زمانہ دراز تک یورپ میں اسلامی فلسفہ مقبول رہا، مسٹر الفرڈ ویبر تاریخ فلسفہ میں لکھتے ہیں:-

"راجر ثانی شاہ سسلی اور شہنشاہ فریڈریک ثانی دو علم دوست بادشاہوں نے بہت سے عرب علماء اسپین کو جمع کر لیا، اور ان کے زیر ہدایت ارسطو کے فلسفے اور اسکی شرحوں کا لاطینی زبان میں ترجمہ کرایا، یہ ترجمے بولونا، پیرس، اور آکسفورڈ کی یونیورسٹیوں میں پیش کئے گئے، اس سے پیشتر ارسطو کا مطالعہ محض بحیثیت ایک منطقی کے کیا گیا تھا، اور وہ بھی نہایت سطحی

[1] ابن رشد و فلسفہ عربی از آنا، معرکہ زہب و سائنس ڈریپر ص ۱۶۵، و اخبار اندلس جلد ۳ ص ۵۲ تمدن عرب وغیرہ

طریقے سے، مگر اس کے بعد اخلاقیات، طبیعیات اور الہیات کی حیثیت سے اس پر نظر ڈالی گئی۔"[1]

ڈاکٹر ٹی [illegible]

"اسلامی اور عیسائی عالم جو چیزیں دو نقطوں پر ایک دوسرے سے ملتی تھیں ان میں سب سے اہم چیز فلسفیانہ بنیاد تھی۔"

اور ہسپانیہ میں پہنچ کر شہنشاہ فریڈریک دوم کے دربار میں عربی علوم بڑے شوق سے پھیلائے گئے اور لاطینی قوم اس سے بہرہ مند ہوئی شہنشاہ موصوف اور اس کے بیٹے منفریڈ نے بوعنہ اور پیرس کی یونیورسٹیوں میں فلسفیانہ تصانیف کے ترجمے کرائے۔ ان میں بعض ترجمے عربی سے ہوئے تھے، اور بعض براہ راست یونانی اصل کتب سے۔"

مسٹر اسکاٹ فریڈریک دوم کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"اسی نے مسلمانوں کے علم و فضل کو تمام یورپ میں پھیلایا جو ممالک اس کے زیر نگین نہ تھے ان میں بھی تعلیمی تحریک پیدا ہو گئی۔ خوش عقیدہ لوگ اس کی آزاد خیالی سے بہت گھبراتے تھے..... عرب فلسفی اور عرب سیاست دان پر جتنا فریڈریک کو اعتبار تھا اور اس کے جتنے گہرے تعلقات ان لوگوں سے تھے، اور کسی سے نہ تھے..... پانٹ پیلیے اور سلرنو کے مدارس ایک دوسرے کے معاصر تھے [illegible] کی بدولت وہ یورپ جس پر ظلمت چھائی ہوئی تھی..... وہ ابن رشد کے علم فلسفہ، پیلیے کے علم نباتات ابو الخیر کے علم زراعت، ابن العوام کے علم فلاحت، اور ابن الخطیب کے علم تاریخ سے دوچار ہوا..... وہ اصول جو دور ہ ایمنڈا اور فریڈریک کے فلسفیوں نے اختراع کئے تھے، وہی لارڈ بیکن گوناٹ اور پیری نے مذاہب کے نیخ و بنیاد قرار پائے، دینی و دنیاوی آزادی کی وہ برکات جن سے آج

[1] تاریخ فلسفہ صفحہ ۲۰۶، [2] تاریخ فلسفۂ اسلام صفحہ ۱۶۳،

Marfat.com

مہذب اور روشن خیال دنیا کے باشندے مستفیض ہو رہے ہیں، وہ عجیب و غریب کلیں جو انسانی محنت و مشقت کو ہلکا، تکلیف کو کم، رسل و رسائل میں آسانی، تجارت میں تشویق، مصنوعات میں ترقی، بالجملہ نسل انسانی کی راحت کے تمام سامان مہیا کرتی ہیں، بالواسطہ نتیجہ ہیں ان فلسفیانہ تحقیقات اور سائنٹفک ترقیوں کا جن کے محرک صقلیہ کے نارمن بادشاہ شاہ فریڈریک دوم اور والیان پروڈنس ہوئے، حقیقت نفس الامر یہ ہے کہ اگر یہ بادشاہ باشندگان عرب کی قابلیت اور تہذیب کو نہ دیکھتے، تو ان کے خواب و خیال میں بھی یہ باتیں پیدا نہ ہوتیں، اس لحاظ سے یہ تمام برکات جو دنیا و مافیہا میں نظر آتی ہیں، عربوں ہی کے طفیل میں ہیں۔[1]

ڈریپر لکھتا ہے:

عربوں کے ادب کی طرح جس نے مسیحی دنیا پر جنوبی فرانس اور سسلی کی راہ سے پہلی قدمی کی تھی، ان کا سائنس بھی انہی دونوں راستوں سے یورپ میں داخل ہوا۔۔۔۔۔۔ اسلامی سائنس کے قدم شمالی اٹلی میں مضبوطی سے جم گئے، فلسفہ مشائیہ نے اس خلعت سے آراستہ ہو کر جو ابن رشد نے اس کے لئے تیار کیا تھا، بہت سے خفیہ اور علانیہ پیرو پیدا کر لئے، ایسے لوگوں کی تعداد کم نہ تھی جو اس فلسفہ کا خیر مقدم نہایت تپاک سے کرتے اور اس کے مسائل کو نظر استحسان سے دیکھنے کے لئے تیار رہتے تھے، لیونارڈ ڈاونسی کا شمار اسی جماعت میں ہے، وہ اس اصول موضوعہ کا بانی ہے کہ سائنس میں استدلال بجز تجربہ اور مشاہدہ کے معتبر اور مفید یقین نہیں ہو سکتا۔[2] حقائق قدرت پر صحیح روشنی صرف تجربہ ہی

---

[1] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۵۰، ۵۹ و ۱۰۵ تا ۱۰۷، [2] ڈاونسی کو اس اصول کا بانی کہنا صحیح نہیں، مسلمان فلاسفہ و حکماء کے یہاں کا یہ متداول اصول ہے۔

Marfat.com

ڈال سکتا ہے، اور قوانین قدرت کی دریافت کے لئے تجربہ کا ہونا لازمی ہے۔ ڈاونسی نے ثابت کیا کہ ایک نقطہ پر دو عمودی قوتوں کا عمل کسی مستطیل کے خط الزاویہ کے عمل کے مشابہ ہوتا ہے جس کے اضلاع ان قوتوں کو ظاہر کرتے ہیں، اس اصول کے بعد غیر مستقیم قوتوں کے مسئلہ کا حل ہونا بہت آسان ہوگیا، اس مسئلہ پر ایک صدی بعد اسٹیونس نے از سر نو روشنی ڈالی، اور قوت جر ثقیل کی تشریح کے متعلق اس سے کام لیا..... رگڑ کے قوانین جن کا عملی ثبوت آگے چل کر اماٹس نے دیا اسی (ڈاونسی) کے دریافت کئے ہوئے ہیں، اصول حقیقت سرعت رفتار کی ماہیت سے وہ بخوبی واقف تھا، سطوح مائل اور قوس ہائے مدور پر اجسام کے نزول کی شرائط پر اس نے مفصل بحث کی ہے، عکسی تصویر کھینچنے کا کیمرا اسی کی ایجاد ہے، علم ترکیب اجسام حیوانات و نباتات کے متعلق مسائل کی نسبت اس نے صحیح خیالات ظاہر کئے، طبقات الارض کے جدید علم کے بعض مسائل مثلاً آثار متحجرات کی نوعیت اور برہائے اعظم کے ارتفاع کی نسبت جو امور اس نے بیان کئے ہیں، ان کے تجربہ نے آج تصدیق کر دی ہے، اس نے اس مسئلہ کی تشریح کی ہے، کہ چاند کی روشنی زمین کے نور کا عکس ہے[1]

یورپ میں اسلامی سائنس کے اثرات سے جو انقلاب ہوئے، مورخین نے انھیں تفصیل سے بیان کیا ہے، اس کا عقلی اثر سب سے پہلے یہ ظاہر ہوا کہ یورپ کی مطلق العنان ذہنی حکمرانی کا خاتمہ ہوگیا اس کے ساتھ ہر بات کے قبول کرنے کے لئے محض فرسودہ روایات پر قطعاً اعتبار کرنے کا معیار روایت کے بجائے یہ قرار پایا کہ جو کچھ علم و تجربہ کے معیار پر صحیح اترے اسے قبول کیا جائے، اسکی وجہ سے یورپ میں نظریات اور ان کے دلائل قائم کرنے کا رواج ہوا، اور خصوصاً فن ریاضی پر توجہ مبذول ہوگئی، کہ اسکی بنیاد عقل و تجربہ پر ہے، ڈریپر لکھتا ہے:-

[1] معرکہ مذہب و سائنس، صفحہ ۲۰۱۔

Marfat.com

"اس طور پر فن ریاضی تحقیقاتِ علمی کا بہت بڑا آلہ بن گیا، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ یہ فن علمی استدلال کا آلہ بن گیا، ایک اعتبار سے یہ کہا جا سکتا ہے، کہ اس نے دماغ کے عمل کو حرکت اضطراری کی شکل میں بدل دیا، اس لئے کہ اس کی عادت اکثر دیگر افکار و نظریہ کی قائم مقام ہو گئیں، تحکیم و تدقیق استدلال کی عادت جس نے اس کے فیض سے نشو و نما پایا، دوسرے علوم و فنون میں بھی داخل ہو گئی، جس کی وجہ سے دنیا میں ایک عقلی انقلاب پیدا ہو گیا۔[1]"

اسی طرح فن الجبرا کے یورپ پہنچنے کی سرگذشت میں ڈریپر لکھتا ہے:۔

"مبادی فن الجبرا کی معلومات کے لئے ہم عربوں کے ممنون ہیں، ریاضی کی اس شاخ کا نام تک انھیں کا رکھا ہوا ہے، دار العلوم اسکندریہ سے اس فن کے جو بچے کھچے اجزا ان تک پہنچ سکے، ان میں انھوں نے ان معلومات کا اضافہ کیا، جو ہندوستان سے حاصل کئے گئے تھے، اور تنقیح و ترتیب کے بعد اس اصلاح یافتہ مجموعہ کو ایک مستقل فن کی حیثیت سے مدون کیا، عربوں سے یہ فن تیرہویں صدی کے شروع میں اٹلی پہنچا، لیکن اس پر اسقدر کم توجہ کی گئی، کہ تین سو سال تک یورپ میں کوئی کتاب اس فن پر نہ لکھی گئی، ۱۴۹۴ء میں مشیولی نے پہلی مرتبہ ایک کتاب بنام "فن الجبرا" طابع کی، ۱۵۴۵ء میں کاردن ساکن میلان (اٹلی) نے مساوات مکعبہ یعنی تیسرے درجہ کی مساوات کے حل کرنے کا طریقہ دریافت کیا، ۱۵۹۴ء میں ویٹو فیریو اور اس کے اجد ماریٹیلیا اور وٹیا نے مزید اضافے کئے، اب علماے جرمنی نے اس فن پر اپنی توجہ مبذول کرنی شروع کی ہے۔[2]"

اسلامی اثر سے علمی مجلسوں کا قیام: مسیحی کی دسویں صدی میں اسلامی سائنس کے قدم مضبوطی سے جمنے کا

---

[1] معرکۂ مذہب و سائنس ص ۲۱۳ [2] یعنی گویا الجبرا کی اسلامی کتابیں جو کچھ یورپین زبانوں میں منتقل ہوئی تھیں یورپ میں تین سو برس تک نسیاً منسیاً پڑی رہیں۔ معرکۂ مذہب و سائنس ص ۲۱۴،

Marfat.com

نمایاں اثر یہ ہوا کہ یورپ میں اس فن کی ترقی کے لئے علمی ادارے قائم ہونے لگے جن سے یورپ کی موجودہ سائنٹفک ترقیاں عالمِ وجود میں آئیں، ڈریپر لکھتا ہے:-

"شمالی اٹلی میں جب ایک دفعہ سائنس کے قدم مضبوطی سے جم گئے، تو بہت جلد کل جزیرہ نما میں اس کا اثر پھیل گیا، اس کے پرستش کرنے والوں کی روز افزوں تعداد کا پتہ ان علمی مجلسوں سے چلتا ہے، جو بہ کثرت قائم ہوتی جاتی ہیں، اور جلد جلد ترقی کر رہی ہیں، یہ مجلسیں ان اسلامی مجالس کا چربہ تھیں، جو زمانہ سابق میں غرناطہ و قرطبہ میں موجود رہ چکی تھیں اسلامی تمدن نے جس راستہ پر اپنے نقش قدم چھوڑے تھے، اس پر گویا مسافر کی یادگار قائم کرنے کی غرض سے ۱۳۴۵ء میں ٹولوز کی اکاڈمی کی بنا ڈالی گئی، جو آج کے دن تک قائم ہے..... علم طبعیات کو ترقی دینے کی غرض سے پہلی علمی مجلس کی بنا نیپلز میں بیٹسٹا پورٹا نے ڈالی، ترابوشی کا بیان ہے، کہ حکام کلیسا نے اس مجلس کو بند کر دیا، اس کے بعد پرنس فریڈرک سیسی نے روما میں ایک مجلس بنام "لنسٹن" قائم کی،..... فلارنس کی اکاڈمی ۱۶۵۷ء میں قائم ہوئی....."[1]

ان علمی مجالس اور ان کے ارکان اور ان مجلسوں کی قائم مقام مجلسوں نے سائنس کی نئی ترقیوں، ایجادوں اور اکتشافوں سے دنیا بدل دی،

عربی ادب کے اثرات. عربی ادب و شعر بھی جنوبی فرانس اور سسلی ہی کی راہ سے مسیحی دنیا میں پہنچا، اور وہاں اپنے نمایاں اثرات قائم کئے، صقلیہ کے نارمنی اور جرمن دوروں میں عربی زبان، ادب اور شاعری کو جو غیر معمولی مقبولیت حاصل رہی، اس کا تذکرہ پچھلے صفحوں میں گذر چکا ہے، اس ہمہ گیر شیفتگی اور دلدادگی کی توجہ سے عربی زبان نہ صرف یورپ کی تعلیمی و علمی زبان کی حیثیت سے تسلیم کی گئی، بلکہ عربی ادب و شعر سے وہاں کی معاشرتی زندگی میں بھی خوشگوار تبدیلی پیدا کی گئی، یہاں تک کہ عربی قصیدوں اور نظموں کے طرز پر

[1] معرکہ مذہب و سائنس ص ۲۰۴ م ۲۰۰ ، ۲۰۶ ۔

اٹلی اور جرمنی کے شعرا اپنی نظمیں کہنے لگے، جن میں ردیف و قوافی کی بھی رعایت ہوتی تھی، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں :-

"ایک صدی کامل دربار پیزوں کو گویا ادبی قابلیت کی وجہ سے بہت ہی مشہور رہا ہے، جو وہاں کی شہرت اور وہاں کے لطف صحبت کی وجہ سے کھچے چلے آئے اور وہیں کے ہو رہے ..... عرب جاہلیت کے قصائد اور نظمیں نہ صرف پیزو بلکہ ہمسایہ شہر روم میں اسی قدیم شان و لب و لہجہ میں پڑھی جاتی تھیں، اور مسلمان اور غیر مسلمان دونوں تحسین و آفرین کرتے اور داد دیتے تھے[1]"

پھر ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں :-

"جو مثال کہ مسلمان بادشاہان صقلیہ نے قائم کی تھی، اسی کو دیکھ کر اٹلی کے ان لوگوں میں دماغی ترقی کا خیال پیدا ہوا، جنھوں نے اس ملک میں قرون وسطیٰ کے علم ادب کی بنیاد رکھی، مسلمان سلاطین جو اس زرخیز جزیرہ پر حکمران تھے، سب کے سب علم کے نہایت باذل قدردان تھے، نارمنوں نے ..... اہل عرب کے تراجم پر خاص طور سے توجہ اور تشویق کی نظر ڈالی ..... یورپ میں مغرب سونی مارے مارے پھرتے ہیں، ان گیتوں کی عربی گیتوں سے مماثلت یہ پتہ دیتی ہے، کہ ان کا ذریعہ اتفاقیہ کیا ہے، اور صورتیں جو قومی رواج پر مبنی ہیں، اس کی تائید کرتی ہیں، کہ **یورپ کے علم ادب کا سرچشمہ عربی ہے**، ..... اٹلی کے سب سے بڑے علمائے ادب نے بے خیالی میں عرب شعراء کا اس طرح اعتراف کیا ہے، کہ انھوں نے یورپ کے متربان سونی کی نظموں کے اوزان و بحور اور اسلوب کی تقلید کی ہے، ڈانٹی نے بھی جو اپنے زمانہ میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا، انکے تتبع میں تامل نہیں کیا، بلکہ ان کی حمایت

[1] اخبار الاندلس جلد ۲ صفحہ ۳،

Marfat.com

کی ہے۔ پٹراک کی کینزونی میں بے شمار ایسی باتیں ملتی ہیں جن کو مسلمانانِ صقلیہ کے طرزِ عمل سے بہت مماثلت ہے..... شاہ فریڈریک ثانی کے قدر دانی کی اتباع سے علم کا چرچا کوہ الپس تک پہنچا، اور اسی کے ساتھ مسلمانانِ صقلیہ کی تہذیب، علم، ادب کے اس نقل مکانی کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ جرمنی کے "غزل سرا" شعراء کا ایک جدا فرقہ پیدا ہو گیا... سو برس سے زیادہ جرمن سوسائٹی میں یہ کتابیں متداول رہیں، اور اگر گیٹے اور شلر پیدا نہ ہو جاتے تو وہ کتابیں اب تک بے مثال ہی رہتیں"[1]

عربی زبان کے اثرات۔ یورپ میں عربی علوم و فنون کے داخل ہونے سے عربی زبان کو بھی قدرۃً مقبولیت حاصل ہوئی۔ وہ مدتوں ان میں سے بعض ملکوں میں اس حیثیت سے سمجھی اور بولی جاتی رہی، کہ گویا وہ وہاں کی ملکی زبان تھی، اور ابتداً یورپ میں عربی زبان کے بغیر کسی علم و فن کا پڑھنا پڑھانا بعید سمجھا جاتا تھا، خصوصاً کالجوں میں تعلیم پانے کے لئے ہر طالب علم کا عربی زبان کا پڑھنا اسی طرح ضروری تھا، جیسے موجودہ زمانہ میں ہندوستان میں کالجوں میں تعلیم پانے کے لئے انگریزی زبان کا جاننا ضروری ہے، یورپ میں تحصیلِ علم کے لئے عربی زبان کی اہمیت مارگولیتھ کے بقول سترھویں صدی عیسوی تک قائم رہی[2]

عربی زبان کو جزیرہ صقلیہ سے اگر جان بوجھ کر مٹایا نہ جاتا تو شاید آج بھی اس کے گہرے اثرات اسی طرح وہاں موجود ہوتے۔ جیسے مالٹا کی موجودہ بولی عربی زبان میں ہے، اور جن کا تذکرہ صفحات بالا میں گذر چکا ہے، چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ صقلیہ میں عربی زبان سے مسلمانوں کے بعد بھی مدتوں سکونت رہی، اور اس کے اثرات

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۹ صفحہ ۵۰۲، گیٹے کے کلام میں عربی تہذیب کے جو اثرات ہیں وہ بھی اس موقع پر قابل دیکھنے ہیں۔ [2] محمڈن ازم صفحہ ۲۴۳۔

Marfat.com

مٹانے کے لئے فرانسیسی اور الیطالوی زبانوں کو وہاں رائج کیا گیا، اور قریب تھا کہ جزیرہ سے اس زبان کا نام و نشان مٹ جائے، لیکن فریڈریک دوم نے تخت نشین ہو کر پھر اس زبان کی سرپرستی قبول کر لی، اور اس میں ایسی نئی جان ڈال دی، کہ اوس کے آثار یورپ سے مدتوں نہ مٹ سکے[1]

عربی زبان کے اثرات یورپ کی مختلف زبانوں تک پہنچے، اور اس کی مدد سے اون زبانوں کی تکوین میں بڑی مدد پہنچی، چنانچہ آج بھی یورپ کی مختلف زبانوں میں عربی خیالات، طرز ادا اور عربی قواعد صرف و نحو کے علاوہ عربی الفاظ کا بڑا ذخیرہ یادگار کے طور پر باقی رہ گیا ہے موسیو لیبان لکھتے ہیں :-

"یورپ کی لاطینی اقوام کی البتہ ایک مثال ہے، جہاں عربی زبان نے قدیم السنہ کی جگہ نہیں لے لی لیکن یہاں بھی اس نے اپنے تسلط کے بین آثار چھوڑے ہیں ..... فرانس میں بھی عربی زبان نے بڑا اثر چھوڑا موسیو سدیو نہایت درست لکھتے ہیں کہ ..... یہ امر نہایت قرین قیاس ہے کہ عربوں ہی کی زبان سے جو آٹھویں صدی عیسوی سے بحر روم پر قابض تھے فرانسیسی اور اطالی زبانوں میں اکثر وہ الفاظ اخذ کئے گئے، جو جہازرانی اور بحری انتظام سے متعلق ہیں ..... یہ بھی قرین قیاس ہے، کہ جس وقت باقاعدہ اور مستقل فوجیں یورپ میں قائم ہونے لگیں، تو افسروں کے نام اور لڑائی میں نعرے کے الفاظ بھی عربوں ہی سے گئے اور انتظام مملکت کے متعلق اصطلاحیں بھی بغداد و قرطبہ سے اخذ کی گئیں، فرانس کے طبقہ ثالث کے سلاطین پوری طرح عربوں کے مقلد تھے، اور اسی وجہ سے شکار کے متعلق اکثر الفاظ عربی الاصل ہیں ..... ہمارا علم ہیئت ان اصطلاحوں سے معمور ہے، اکثر ستاروں کے نام بھی عربی ہیں، اور ریاضی کی اصطلاحات، کیمیا کی اصطلاحات، اور علم حیوانات اور علم طب

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۵ صفحہ ۲۳۰ و ۲۳۱

کی بہت سی اصطلاحات اور ادویہ کے نام عربی سے اخذ کئے گئے ہین"[1]

یورپین زبانون میں سے جو زبانین براہ راست صقلیہ کے اثر سے متاثر ہوئین، وہ ایطالوی ہے جرمن اور پھر بالواسطہ فرانسیسی اور انگریزی زبانیں ہین، ایطالوی زبان پر براہ راست خود عربون نے اثر ڈالا، جرمن زبان فریڈریک کی علمی تحریک سے متاثر ہوئی، اور فرانسیسی اور انگریزی زبانون کو اولاً نارمنون اور پھر عربی زبان کا اثر قبول کی ہوئی ایطالوی اور جرمن زبانون نے متاثر کیا،

ان میں سے خصوصاً اٹلی کی زبان پر براہ راست اثر پہنچنے کے بعد جب فریڈریک کی علمی تحریک سے اس پر عربی کے نئے اثرات پہنچے تو ایک ایسی نئی زبان کی تکوین ہوئی جو عربی اور لاطینی زبانون سے اسی طرح مل کر بنی ہے، جیسے ہندوستان میں قدیم سنسکرت اور عربی و فارسی زبانون کے میل جول سے نئی ہندوستانی زبان اردو عالم وجود میں آئی، یہ زبان فریڈریک دوم کے دربار میں پیدا ہوئی، اور نئی ایطالوی زبان کے نام سے موسوم کی گئی

مسٹر اسکاٹ یورپ میں عربی زبان کے اثرات دکھاتے ہوئے لکھتے ہین:-

"یہ زبان اب بھی دریاے سائین اور دریاے دنیوب کے کنارون پر کہین کہین بولی جاتی ہے، اس میں عربی اشتقاق اور عربی الفاظ اب بھی موجود ہیں، دور کیون جائیے، خود انگریزی زبان اور اس کے ذریعہ سے دنیا کا وہ سب سے بڑا حصہ جہان انگریزی بولی جاتی ہے، عربی زبان کا شرمندۂ احسان ہے، بہ نسبت اور ممالک کے اٹلی میں اس زبان نے دفعتہً شمال کی طرف سے فرانس سے اور جنوب کی طرف سے صقلیہ سے حملہ کیا، اور جزیرہ نمائے طلیہ کی انگلستان پر تفوق حاصل کرکے اس کو کمال ہاتھ کیا اس کی داد گیر میں ختم نہیں ہوئی

[1] تمدن عرب ص ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴،

Marfat.com

[illegible] صقلیہ کو اپنے قبضہ میں لاکر وہ یونانی ریاست تھیسالونیکا تک

پہنچ گئی۔

پھر ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں:-

"اس زبان نے یورپ کے محاورات بلکہ تمام ادب پر گہرا اور مستقل اثر ڈالا ہے۔ انگریزی زبان کے سب سے زیادہ روزمرہ کے محاورات بغیر تبدیلی کے اسی زبان سے لئے ہوئے اب تک ہماری زبان میں موجود ہیں۔ فرنچ زبان کے اکثر [illegible] محاورات زبان عربی سے ماخوذ ہیں۔ اسپینی زبان کو تو بگڑی ہوئی عربی کہا جاتا ہے۔ [illegible] زبان اٹلی پر جو اثر صقلیہ کے مسلمانوں نے ڈالا ہے [illegible] صنعت و حرفت [illegible] حکایات بیشتر عربی یا عبرانی میں لکھے جاتے تھے۔[1]

---

[1] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۱۶۰، ۱۸۰ و جلد ۲ ص ۱۰۴ و ۱۰۹۔

Marfat.com

خاتمہ

یورپ سے اسلامی تہذیب و تمدن کے آثار کا اضمحلال

یورپ میں عربی زبان اور تمدن کا جو پھیلاؤ ہوا اسلامی تمدن عرب و اسلام کے آفتاب کے ساتھ تقریباً بند ہوں سدی عیسوی تک باقی رہا اس اثنا میں ایک طرف تو یورپ میں بیداری پیدا ہوئی دوسری طرف صلیبی لڑائیوں سے وہاں کے باشندوں کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کے بغض عناد اور تعصب کے جذبات پہلے سے زیادہ ابھر گئے اور یورپ کے مذہبی پیشواؤں اور سیاسی مدبروں نے نہ صرف اسلامی تہذیب و تمدن کے نشانات مٹانے چاہے بلکہ مسلمانوں کی علمی اور ادبی ترقیوں کو سرے سے فراموش کر دینا چاہا۔

گستاف لی بان کہتا ہے:-

"میں بخوبی جانتا ہوں کہ عیسائی مسلمانوں، ان کے مذہب اور ہر اس چیز کو جو ان سے تعلق رکھتی ہے سخت حقارت و نفرت سے دیکھتے ہیں۔ مگر تحقیق کرنے سے ان کو معلوم ہو جائے گا کہ یہی مسلمان اپنے مذہب کی بنیاد پڑتے ہی روئے زمین پر ایسی فیاض اور روشن ضمیر قوم بن گئے تھے کہ ہم بہ نسبت قدما کے مفید علوم کی اشاعت کیلئے ان کے بہت ممنون ہیں۔"

امریکن مصنف ڈریپر یورپ کی احسان فراموشی کے متعلق لکھتا ہے:-

"یورپ کے عیسائی مصنفین نے ہر عنوان پر قلم اٹھاتے وقت خواہ اس کا موضوع تاریخ ہو

Marfat.com

یا مذہب، یا سائنس، جب اپنے فتحمند مخالفین (مسلمانون) کا ذکر کیا ہے، تو اسی طرح زہر اگلا ہے، ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے، کہ جس چیز مین وہ کوئی ذم کا پہلو نہ نکال سکین، اسے چھپائین، اور جس چیز کو چھپا نہ سکین اسکی تنقیص کرین،

جس طریقہ سے یورپ کے لٹریچر نے مسلمانون کے سائنٹفک علمی و ادبی احسانات کو پس پشت ڈال دینے کی کوشش کی ہے، اس پر مجھے سخت افسوس ہوتا ہے، مگر یقیناً وہ بہت دیر تک چھپ نہین سکتا، وہ ناانصافی جو مذہبی بغض و عناد اور قومی افتخار پر مبنی ہو اُسے ثبات حاصل نہیں ہوتا[1]

یورپین یونیورسٹیون سے اسلامی علوم وفنون کا اخراج

انہی کوششون کا یہ نتیجہ ہوا کہ رفتہ رفتہ عربی زبان جو وہان کی تقریباً مادری زبان ہو چکی تھی، چودھوین صدی میں ناپید ہوگئی، صرف اہل علم کے ایک محدود حلقہ مین علمی زبان کی حیثیت سے کچھ دنون کے لئے باقی رہی، اسی طرح اٹلی کی وہ یونیورسٹیان جو مسلمانون اور ان کے علوم وفنون کے ذریعہ عالم وجود مین آئی تھین، پیرارک متوفی ۱۳۷۴ء جیسے متعصب عیسائی فلاسفہ کے ہاتھون مین گئین جنھون نے ان یونیورسٹیون سے عربی زبان و اسلامی علوم وفنون کے خارج کرنے کی پرزور تحریک اوٹھائی، اور ان کے بجائے یونانی زبان اور اس کے علوم وفنون کو داخل کرنا چاہا، یورپ کے اہل علم نے اس تحریک کا خیر مقدم کیا، اور یونانی و لاطینی زبانون کے احیا کی کوششین شروع ہوئین اور پھر یورپین یونیورسٹیون سے عربی لٹریچر رفتہ رفتہ خارج کیا جانے لگا، اور اس کی جگہ یونانی زبان اور لٹریچر کو ملنے لگی، یہان تک کہ ۴ نومبر ۱۴۹۷ء کو نیوبیس نے یورپ کی مشہور ترین یونیورسٹی پیرس مین اہل یونانی زبان مین ارسطو کے فلسفہ پر لکچر دیا، اور اس موقع پر یونیورسٹی کی طرف سے[2] جشن مسرت کی عظیم الشان تقریب منائی گئی جس میں شعرائے یورپ نے مسرت آمیز نظمیں سنائین،

---

[1] ملاحظہ ہو نمبر ۵ بحوالہ اپالوجی فار دی لائف اینڈ کریکٹر آف محمد ص ۵ لندن ۱۹۲۹ء و کانفلکٹ آف مذہب و سائنس ص ۱۰۲، [2] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۵ ص ۲۰۳ بحوالہ ولیم انگلیمنٹ ۵۲۶ و ریناں ص ۲۲۳ و ۱۹۴

اس دن گویا یورپ سے اسلامی علوم و فنون اور عربی زبان کے اخراج پر مہر ثبت کر دی گئی،

صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے آثار کی بربادی

اس کے بعد یورپ میں صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے جو کچھ تھوڑے بہت آثار باقی رہ گئے تھے، رفتہ رفتہ وہ بھی محو کر دیے گئے۔ مسٹر ایلکاش صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے آثار کے برباد کیے جانے کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"دنیا بھر کی کسی قوم کے آثار ایسے کامل طور پر اور ایسے باقاعدہ طریقہ سے کہیں نہیں مٹائے گئے جیسے کہ مسلمانان صقلیہ کے آثار برباد کیے گئے۔"

اس کے بعد ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں:۔

"صقلیہ کی جامع و متنوع عمارتوں کا ذخیرہ تھا جس کی وجہ سے یہ سرزمین ہر نظارہ کرنے والے کی توجہ اپنی طرف کھینچ لیتی تھی۔ اب یہ عمارات بالکل غارت ہو گئیں جن کا ذکر تاریخوں میں ہے کہ مسلمانوں کے زمانہ میں یہ کثرت سے موجود تھیں۔ یہی انعام الناشی اور حرفتی چیزوں کا ہنر جن کو کوئی خاص اہمیت نہ تھی، بایں حیثیت وہ مستند طور پر مسلمانوں کے زمانہ کی یادگار ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز کسی قومی عجائب خانہ یا ذاتی مجموعہ میں موجود نہیں ہے۔ غرض مسلمانان صقلیہ کی تہذیب کی کوئی یادگار جس کا تذکرہ دوسرے مورخین نے کیا ہے، موجود نہیں ہے۔ جب یہ خیال کیا جائے کہ قرون وسطیٰ میں صقلیہ کی صنعت و حرفت و تجارت بہت بڑھے ہوئے تھی، اور ہمسایہ مسلمانوں سے ان کے تعلقات برابر دوستانہ تھے۔ تو ان کے آثار تعمیر و اشیائے صنعتی و حرفتی کا دنیا سے بالکل نابید ہو جانا سخت تعجب انگیز معلوم ہوتا ہے۔"[1]

غیر مطبوعہ نوٹ بلاشبہ صقلیہ کے مسلمانوں کے تہذیب و تمدن کی ہر دلعزیز یادگاریں صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئیں

---

[1] اخبار الاندلس، جلد ۲ صفحہ ۶۲ سطر ۲ "جلد ہفتم"

لیکن امریکن مصنف کی پیشینگوئی کے مطابق جب مذہبی بغض وعناد اور تعصب کا پردہ چاک ہوا تو غیر متعصب عیسائی مورخین نے اعتراف کیا کہ

"جن ممالک پر مسلمانون کے علوم کا اثر پڑا تھا۔ اور جنھون نے مسلمانون کی تہذیب کی تقلید کی تھی، انہی میں احیاے علوم ہوا، باقی تمام مسیحی دنیا جہالت کی سخت ترین و بدترین ظلمت میں گرفتار رہی' یہ اہم واقعات ہین۔ اور ان سے ان اسباب کا پتہ لگتا ہے، جو یورپ کی ذہنی ترقی کے سبب ہوئے ہین، اور جن کا نتیجہ آج کل کے سائنس کا اوج کمال ہی.....

یہ تھی وہ تہذیب جس کو مسلمانان صقلیہ واندلس نے یورپ کے واسطے بطور توریث چھوڑا، ان کے فتوحات و اثرات' ان کی وہ ترقیان جو زمانہ امن و امان میں ہوا کرتی ہین، ان کی وہ صنعتی، حرفتی اختراعات' ان کے اقتصادی ایجادات، ان کا تہذیب و تمدن پر دوائی اثر' یہ وہ باتین ہین، کہ جن کا اگر اعتبار نہ آئے، تو محل تعجب نہیں، وہ جو کچھ کر گئے، اس کی مثال دنیا کی کوئی قوم نہیں دکھا سکتی"[1]

ابو العرب نصب صقلی اپنے وطن کی یاد میں آنسو بہاتے ہوئے یہ سچ کہتا ہے:-

ویا وطنی ان بت عنی فانتی ساوطن اکوار العتاق النجائب

اے وطن (صقلیہ) اگر تو میرے موافق نہیں ہی، تو میں عمدہ اونٹنیوں کے کجاوے کو اپنا وطن بنالونگا

اذا کان اصلی من تراب فکلها بلادی وکل العالمین اقارب

جب کہ میری اصل خاک ہے، تو میری زمین میرا ملک اور تمام دنیا میری اقربا ہے

کہ دراصل اسلامی تہذیب و تمدن یورپ کی ترقیوں کے خمیر میں داخل ہے اسلئے جبتک دنیا مین تہذیب و تمدن کا وجود باقی ہی اسکے خمیر میں صقلیہ کے اسلامی تمدن کے نام و نشان کو بھی ثبات و دوام حاصل ہی

---

[1] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۵۰۲، ۴۴۷،

Marfat.com

مراثی

صقلیہ کی یاد میں بعض صقلی مسلمانون نے چند قطراتِ اشک گرائے ہین جن کے داغ صفحۂ قرطاس پر آجتک باقی ہین :-

عبدالکلیم بن عبدالواحد صقلی :-

عشقت صقلیة یافعا، وکانت کبعض جنان الخلود

میں سیراب ہوا میں صقلیہ کا جو جنتِ خلد کے مثل تھا، عاشق ہوا،

فما قدر الوصل حتی اکتهلت وصارت جهنم ذات الوقود[1]

وصل میسر نہ آسکا، یہانتک کہ میں ادھیڑ ہوگیا، اور اب صقلیہ جہنم ہوگیا، جس میں آگ بھڑک رہی ہے

ابوالحسن علی بن عبدالجبار ابن ودانی صقلی :-

صقلیة کانت وکتابها فی ظل عیش ناعم رطب

صقلیہ اور صقلیہ کے انشا پرداز تر و تازہ عیش کے سایے میں تھے،

مدّ علیها الامن استاره فسار ذکرها مع الرکب[2]

امن نے اس پر اپنے پردے پھیلا دیئے، اور مسافروں کے ذریعہ سے اسکا نام چرچا ہوا،

لم یشکروا نعمة ماخوّلوا فبدّلوا الملح من العذب

جب تک انھیں نعمتیں عطا کی گئیں، اونھوں نے انکا شکر ادا نہیں کیا، اور شہد کو نمک سے بدل لیا،

ابوحفص عمر بن اسحٰق صقلی :-

نفسی تحنّ الی اهلی واوطانی وهل رایتم محبًا غیر حنّان

میرا دل اہل و عیال اور وطن کا مشتاق ہے کیا تم نے کوئی ایسا عاشق بھی دیکھا ہے جو

[1] خریدۃ القصر و جریدۃ العصر ص ۵۰۰ سطر ۵ مدارک دیار بکر ص ۱۳۰۲ [2] ص ۱۳۰۲

كانوا بقلبي احياءً وفي كبدي ... نار تأجج من شجوي واحزاني

میرے دل میں انکی یاد تازہ ہے اور میرے سینہ میں میرے رنج وغم کی آگ بھڑک رہی ہے

كان منادي البعث نادى منادیا ... لحشر فجئنا الخلق طرًا كما كانوا

کوچ کے منادی نے عام اجتماع کے لئے منادی کی اور لوگ سب کے سب حاضر ہو گئے

وقد ضاق رحب الارض بالخلق اذ ... جمعتهم من جار جال ونسوان

زمین کی فضا لوگوں کی بھیڑ سے تنگ ہو گئی اور مرد اور عورت جمع ہو کر گڈمڈ ہو گئے

وشقت ثوب الجيب من حرقة ... بلا بل من رنجت نفوس واذ ها ن

دل پھٹے کہ گریبان اور اضطراب قلب کی وجہ سے کلیجہ کی سلامتی کو آفت اور جان دل گئی

وعانوا بلبس البيض جهرًا ... فعادوا وهم في لبس الحزن عريا ن

خوشی کے لباس میں وہ لوگ سفید کپڑے پہنے تھے اور اب غم کے لباس میں کپڑے گئے

دعاء

دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ مسلمانان عقلیہ کو اپنی رحمت کے سایہ میں لیلے کہ انھوں نے اوسی کی مدد سے اور اوسی کے لئے اس کوشش کیا تھا اور اوسکا پیغام اوسی کے نام سے اٹھایا تھا اور شاید اسی لئے انکے کاموں کو برکت نصیب ہوئی اور انھوں نے چند دنوں میں بنی نوع انسان کی وہ خدمت انجام دی جو دوسری قوموں سے صدیوں میں بھی انجام نہ پا سکی لیکن افسوس کہ آج ان کی ترتیب بھی معلوم نہیں کہ عقیدت کے دو پھول ان پر چڑھائے جائیں۔ رحمهم الله جميعا رحمة واسعة وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين۔

سید ریاست علی ندوی

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ

۹ ستمبر ۱۹۴۵ء

مصنفین اعظم گڈھ

سلہ خریدۃ القصر در اماری ص ۱۰۰۱

تصحیح واستدراک

کتاب کے طبع ہونے کے بعد ذیل کی چند چیزیں ناقابل تصحیح واستدراک نظر آئیں:۔

ابن ظفر حنفی کی جائے پیدائش اور مقام نشوونما میں مورخین کے جو مختلف بیانات صفحہ ۲ میں درج کئے گئے ہیں، اور پھر ۲۰۲ میں جو نتیجہ نکالا گیا ہے صلاح الدین صفدی کی الوافی بالوفیات سے اس کی پوری تصدیق ہوتی ہے، وہ لکھتا ہے:۔

ابن ظفر صاحب بن پیدا ہوا کہ میں نشوونما پائی جماۃ کو وطن بنایا اور وہیں ۶۲۳ھ میں وفات پائی۔

ابن ظفر کی جو کتابیں علوم قرآن سے ہیں اور جن کا ذکر صفحہ ۲۰۴ میں کیا گیا ہے ان میں ایک کتاب تفسیر الکبیر اور کتب منبوع الجمانۃ کے متعلق یہ شبہ ظاہر کیا گیا ہے کہ ان میں سے ایک ہی کتاب ہے جس کے مختلف نام ہیں لیکن یہ شبہ غلط ہے۔ یہ علیحدہ علیحدہ کتابیں ہیں، صفدی نے تفسیر کبیر کا ذکر کتاب تفسیر القرآن کے نام سے کیا ہے اور اس کے ۱۲ مجلدوں میں بڑا ہونا اور منبوع الجمانۃ کے ۲۰ مجلدوں میں ہونا بیان کیا ہے۔

علم کلام میں ابن ظفر کی ایک کتاب العمدۃ کا ذکر آیا ہے جو الوافی میں التمہید کے نام سے اور وہی ہے الوافی میں التمہید فی اصول الدین کے نام سے ہے اور صفدی نے اس کا موضوع الحث علی اتباع السنۃ والتحذیر من البدعۃ لکھا ہے۔ علم کلام میں ابن ظفر کی دو اور کتابیں بھی ہیں جن کا ذکر صفحہ ۲۰۴ میں کیا گیا ہے۔

ہیں: (۱) کتاب کشف الکشف عن الاسرار الخفیۃ فی الکتب المشتملۃ بالاحادیث۔

نیز ان کی ایک رسالہ علم فقہ میں نظائر از نوکیا تھا جو الوافی میں النظائر کے نام سے ہے اور وہی ہے۔

سلوان المطاع فی عدوان الاتباع بھی آپ ہی کی تصنیف ہے۔

ابو الحسن طاہر بن [illegible] معروف بہ جزری [illegible]

۱؎ جلد ۱ ص ۱۴۱ مطبوعہ ۱۹۳۱ء ۵۲ حسن کی خبر دار ص ۲۰۰۔

صفحہ ۴۰۸ کی پہلی سطر پر کیمیا سازی کا بیان ختم ہو جاتا ہے، دوسری سطر سے ایک نئی فصل "فلسفہ و منطق" شروع ہوتی ہے جسکی سرخی چھپنے میں رہ گئی ہے،

ابن القطاع صقلی نے ۸۰ سال سے زیادہ عمر پائی،[1]

صفحہ ۳۱۱ میں کتاب صقلیہ کی فہرست میں ابوالصواب الیانی کا نام نظر انداز ہو گیا ہے، وہ "یانی" سے قصریانہ کی طرف منسوب ہیں،[2]

علمائے صقلیہ میں سے چند مزید اسماء دستیاب ہوئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:-

ابوالحسن احمد بن عمر بن عطیہ صقلی ۴۳۲ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے یہیں تعلیم و تربیت پائی علم قرآن میں دستگاہ رکھتے تھے لیکن فن حدیث میں پایہ بلند نہ تھا، دمشق کی مسجد رحبۃ البغل میں ان کا حلقہ درس قائم تھا ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور مقری و مؤدب کا لقب دیا ہے وہ ان سے دمشق میں ملا تھا اور ان کو حدیث کی روایت کی اجازت حاصل کی تھی، اور انکے سلسلہ سند سے ایک حدیث بھی اپنی تاریخ میں درج کی ہے،

انھوں نے ۵۰۵ھ میں وفات پائی، اور مقبرہ باب الصغیر میں دفن کئے گئے،[3]

ابواحمد عبدالمنعم بن حسین جرشی صقلی، کو ابن ابار نے جلیل القدر مالکی فقہاء میں شمار کیا ہے،

ابومروان غبنی اندلسی ان سے صقلیہ میں ملا تھا، اور ان کے علم و فضل کی تعریف کی ہے آخر عمر میں صقلیہ سے اندلس چلے گئے تھے، ان کے لڑکے ابوموسیٰ عیسیٰ بن عبدالمنعم کا ذکر کتاب میں ص ۳۲۶ میں آیا ہے،

ابوزکریا عبدالرحیم بن احمد بخاری کی ممتاز علمائے صقلیہ میں تھے، ابومروان ان سے بھی صقلیہ میں ملا تھا اور ان کے علم و فضل کی بھی تعریف کی ہے یہ بھی صقلیہ سے اندلس چلے گئے تھے،[4]

صقلیہ کی عیدین کے تہوار عالم اسلامی میں مشہور تھے، مقدسی لکھتا ہے:-

"واضح ہو کہ اسلام کی پانچ چیزیں پانچ مقامات پر ہیں، رمضان کی خوبصورتی مکہ میں ختم قرآن کی رات مسجد اقصیٰ میں، عیدین کے تہوار صقلیہ میں، عرفہ کا دن شیراز میں اور جمعہ کا روز بغداد میں،[5]

Marfat.com

ضمیمہ

فہرست مآخذ

یعنی

ان کتابوں کی فہرست جن سے اس کتاب کی تالیف میں مدد لی گئی

کتبِ عربی

(بہ ترتیب حروفِ تہجی)

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
		(الف)	
۱	ابن رشد وفلسفتہ	فرح انطون،	ادارۂ جامعۂ اسکندریہ سنہ ۱۹۰۳ء
۲	آثار البلاد واخبار العباد	زکریا بن محمد بن محمود قزوینی (م سنہ ۶۷۴ھ)	مطبوعہ سنہ ۱۸۴۸ء
۳	احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم	شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بشاری مقدسی (م سنہ ۳۷۵ھ)	بریل لیڈن سنہ ۱۹۰۶ء
۴	اخبار الدول المنقطعۃ	علی بن ظافر ازدی متوفی سنہ ۶۲۳ھ،	منتخب دریادگاری مضامین از نسخہ قلمی برٹش میوزیم پیرس، مطبع عمومیہ مصر سنہ ۱۳۱۷ھ
۵	الاخبار السنیۃ فی الحروب الصلیبیہ	بہاء الدین شیری،	
۶	اخبار الطوال	ابو حنیفہ احمد بن داؤد دینوری متوفی سنہ ۲۸۲ھ	مطبع بریل لیڈن سنہ ۱۸۸۸ء
۷	اخبار العلماء باخبار الحکماء	وزیر جمال الدین ابوالحسن علی بن قاضی اشرف یوسف قفطی متوفی سنہ ۶۴۶ھ،	مطبع سعادہ مصر سنہ ۱۳۲۶ھ
۸	اخبار مصر	محمد بن علی بن یوسف بن حلب معروف بابن میسر	مطبع معہد علمی قاہرہ سنہ ۱۹۱۵ء

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
۹	اخبار الملوک و نزهة المسالک والمملوک فی طبقات الشعراء	المنصور محمد بن عمر شاه حماة متوفی ۶۱۷ھ	مقتبس درامادی از نسخه مطبوعه لیڈن،
۱۰	آداب اللغة العربیة (دیکھو تاریخ آداب اللغة العربیة)		
۱۱	ارشاد الاریب الی معرفة الادباء (معروف بہ معجم الادباء)	شهاب الدین ابو عبد الله یاقوت بن عبد الله حموی رومی بغدادی متوفی ۶۲۶ھ،	مطبع هندیه مصر، ۱۹۰۷ء
۱۲	ازهار الریاض فی اخبار عیاض	شهاب الدین احمد بن محمد مقری صاحب نفح الطیب متوفی ۱۰۴۱ھ	در یادگاری از نسخه قلمی پیرس،
۱۳	اسد الغابه فی معرفة الصحابة	ابو الحسن علی بن محمد معروف بابن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ	مطبع وهبیه مصر ۱۲۸۰ھ،
۱۴	الاشارات فی معرفة الزیارات	علی بن ابو بکر هراوی، متوفی ۶۱۱ھ	مقتبس درامادی از نسخه قلمی پیرس
۱۵	اعمال الاعلام فیمن بویع قبل الاحتلام من ملوک الاسلام	لسان الدین محمد بن خطیب وزیر اندلسی متوفی ۷۷۶ھ،	مقتبس در یادگاری مضامین
۱۶	کتاب الاقالید	ابو اسحاق علی الفارسی معروف به اصطخری،	مقتبس درامادی از نسخه مطبوعه گوتھا جرمنی،
۱۷	اکتفاء القنوع بما هو المطبوع،	اڈورڈ فنڈیک،	مطبع المعارف مصر ۱۳۱۲ھ
۱۸	الالحان المسلیه فی حلی جزیرة صقلیة	۶۷۳ھ ابن سعید صاحب کتاب المغرب متوفی	یہ کتاب المغرب ہی کا ٹکڑا ہے جو ابن القطاع کی الدرة الخطیرہ سے ماخوذ ہے مقتبس در یادگاری مضامین،
۱۹	الامامة والسیاسة،	۲۷۰ھ ابو محمد عبد الله بن مسلم بن قتیبة متوفی	مطبع فتوح ادبیه مصر، عکسی ۱۹۱۲ء
۲۰	کتاب الانساب،	قاضی ابو سعید عبد الکریم بن ابو بکر محمد تمیمی سمعانی، متوفی ۵۶۲ھ	
	(ب)		
۲۱	البدی (دیکھو کتاب البدی)		
۲۲	بغیة الوعاة فی طبقات اللغویین والنحاة	جلال الدین عبد الرحمن سیوطی متوفی ۹۱۱ھ	مطبع سعادہ مصر ۱۳۲۶ھ

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
۲۳	البیان المغرب فی اخبار ملوک الاندلس والمغرب	ابو العباس ابن عذاری مراکشی،	مقتبس درا ماری و ترجمہ ہندوستانی موسوم بہ تاریخ مغرب مترجمہ مولوی جمیل الرحمٰن
		(ت)	
۲۴	تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ	جرجی زیدان،	مطبع الہلال مصر ۱۹۱۱ء
۲۵	تاریخ ابن اثیر، (وہو الکامل فی التاریخ)	۔	۔
۲۶	تاریخ ابن خلدون، (وہو العبر و دیوان المبتدا والخبر)	۔	۔
۲۷	تاریخ ابن خلکان، (وہو وفیات الاعیان)	۔	۔
۲۸	تاریخ ابن عساکر، (وہو التاریخ الکبیر)	۔	۔
۲۹	تاریخ ابو الفداء (وہو المختصر فی اخبار البشر)	۔	۔
۳۰	تاریخ ابو یعلی ابن قلانسی،	ابو یعلی حمزہ بن اسد معروف بابن قلانسی متوفی ۵۵۵ھ	مطبع بریل لیڈن ۱۹۰۸ء
۳۱	تاریخ اولیۃ لبعض الدولۃ الحفصیۃ الموحدیۃ وبنیوع الدلالۃ (وہو موسوبہ تاریخ الدولتین الموحدیۃ والحفصیۃ)	ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم اللولوی الزرکشی ۹۳۲ھ،	مطبع الدولۃ التونسیہ ۱۲۸۹ھ مقتبس درا ماری از نسخہ قلمی پیرس
۳۲	تاریخ بغداد،	ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ	مطبع سعادۃ مصر ۱۳۴۹ھ
۳۳	تاریخ التمدن الاسلامی،	جرجی زیدان،	مطبع الہلال مصر ۱۹۰۲ء
۳۴	تاریخ تونس.	حسین بن محمد بن داوران،	مقتبس درا ماری از نسخہ خطی بودلین راگسفورڈ
۳۵	تاریخ الحکماء،	محمد بن علی بن محمد زوزنی،	مقتبس درا ماری از نسخہ قلمی پیرس

Marfat.com

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
۳۶	تاریخ دول الاسلام	شمس الدین ابوعبداللہ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ	دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۳۷ھ
۳۷	تاریخ الدولتین الموحدیہ والحفصیہ	ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم زرکشی متوفی ۷۱۳ھ	مطبع الدولۃ التونسیہ ۱۲۸۹ھ
۳۸	تاریخ الرسل والملوک،	ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ	مطبع بریل لیڈن ۱۸۷۹-۱۹۰۱ء
۳۹	تاریخ جزیرۃ صقلیۃ من حین دخلها المسلمون و اخبار ما جری فیها من الحروب وتبدیل الامراء وغیر ذلک،		ایک کتاب لاطینی زبان میں ۱۹۱۳ء میں شائع ہوئی ہے اس نام کا رسالہ ضمیمہ کے طور پر مسلک ہے اور اس کا مآخذ تا نقل کیا ہے ایک تاریخ صقلیہ ابوزید عمری کی طرف منسوب ہے،
۴۰	تاریخ طبری، (دیکھو تاریخ الرسل)		
۴۱	تاریخ قضاعی،	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن ابوبکر قضاعی معروف بہ ابن آبار متوفی ۶۵۸ھ	مقتبس درامادی
۴۲	تاریخ الاسلام،	شمس الدین ابوعبداللہ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ	مقتبس درامادی از نسخہ قلمی پیرس
۴۳	التاریخ الکبیر،	ابوالقاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عبداللہ بن حسین بن عساکر متوفی ۵۷۱ھ	مطبع روضۃ الشام ۱۳۴۹ھ
۴۴	تحفۃ الالباب ونخبۃ الاعجاب	ابوحامد ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحیم بن یثرب غرناطی متوفی بعد ۵۶۰ھ،	مقتبس درامادی از نسخہ قلمی پیرس،
۴۵	تذکرۃ الحفاظ،	شمس الدین ابوعبداللہ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ	مطبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن،
۴۶	ترتیب المدارک وتقریب المسالک لمعرفۃ اعلام مذہب مالک،	قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ متوفی ۵۴۴ھ	مقتبس درباد نگاری مصنف از نسخہ قلمی مملوکہ محمد بن ابی
۴۷	تزیین الممالک بمناقب سیدنا الامام مالک،	جلال الدین عبدالرحمن سیوطی متوفی ۹۱۱ھ	مطبع خیریہ مصر ۱۳۲۵ھ
۴۸	التعلیق الممجد علی موطا محمد،	مولانا عبدالحی فرنگی محلی،	مطبوعہ مجتبائی دہلی

Marfat.com

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
۴۹	تقویم البلدان،	عماد الدین اسمٰعیل بن ملک افضل نور الدین معروف بہ ابو الفدا صاحب حماۃ متوفی ۷۳۲ھ	دار الطباعہ سلطانیہ پیرس سنہ ۱۸۴۰ء
۵۰	التکملۃ لکتاب الصلۃ،	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن ابو بکر قضاعی معروف بابن آبار متوفی ۶۵۸ھ	مطبع روخس مجریط سنہ ۱۸۸۸ء
۵۱	التنبیہ والاشراف،	ابو الحسن علی بن حسین بن علی مسعودی متوفی ۳۴۶ھ	مطبع بریل لیڈن سنہ ۱۸۹۴ء
۵۲	تہذیب الاسماء واللغات،	ابو زکریا محی الدین بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ	ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر
۵۳	تہذیب التہذیب،	ابو الفضل احمد بن علی بن محمد معروف بابن حجر عسقلانی متوفی سنہ ۸۵۲ھ	دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سنہ ۱۳۲۵ھ
۵۴	تاج العروس من جواہر القاموس	محب الدین ابو الفیض سید محمد مرتضیٰ بیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ	مطبع خیریہ مصر سنہ ۱۳۰۶ھ
	(ج)		
۵۵	جامع التواریخ،	منسوب بہ حسین بن یافعی	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی پیرس
۵۶	جذوۃ المقتبس فی ذکر ولاۃ الاندلس	ابو عبد اللہ محمد بن ابو نصر حمیدی متوفی سنہ ۴۸۸ھ	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی بودلین،
۵۷	کتاب الجغرافیہ، (وکیع)		
۵۸	الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیہ۔	محی الدین ابو محمد عبد القادر بن ابو الوفاء محمد قرشی حنفی متوفی سنہ ۷۷۵ھ،	دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سنہ ۱۳۳۲ھ
	(ح)		
۵۹	حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ	جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی متوفی سنہ ۹۱۱ھ	مطبع شرفیہ مصر سنہ ۱۳۲۷ھ
۶۰	الحلۃ السیراء	ابو بکر بن الابار قضاعی بلنسی متوفی سنہ ۶۵۸ھ	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی اسکوریال پیرس منقول از نسخہ قلمی اسکوریال

Marfat.com

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
		(خ)	
٦١	خریدۃ العجائب و فریدۃ الغرائب	زین الدین ابوحفص عمر بن مظفر بن الوردی متوفی ۷۴۹ھ	مقتبس در اماری از نسخہ مطبوعہ اوپسالا سوئدن سنہ ۱۸۳۵ء
٦٢	خریدۃ القصر و جریدۃ اہل العصر	عماد الدین ابو عبد اللہ محمد بن حامد الکاتب اصفہانی، متوفی ۵۹۷ھ	مقتبس در اماری از نسخہ قلمی پیرس و برلن میوزیم،
٦٣	خطط الشام،	سید کرد علی،	مطبع الحدیثیہ دمشق سنہ ۱۳۴۳ھ
٦٤	خطط مصر،	تقی الدین احمد بن علی بن عبد القادر بن محمد معروف بہ مقریزی متوفی ۸۴۵ھ	مطبع نیل مصر سنہ ۱۲۲۴ھ
		(د)	
٦٥	دائرۃ المعارف،	سلیمان بستانی	مصر
٦٦	دیوان صلۃ السمط،	قاضی ابو عبد اللہ محمد بن ابو الحسن علی مصری معروف بہ ابن شباط،	مقتبس در اماری از نسخہ قلمی موسیو الفانس دسوگور یرس
٦٧	دیباج المذہب فی معرفۃ اعیان علماء المذہب،	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی بن محمد بن فرحون یعمری مدنی مالکی متوفی ۷۹۹ھ	مطبع سعادہ مصر سنہ ۱۳۲۹ھ
		(ذ)	
٦٨	الذخیرۃ فی محاسن اہل الجزیرۃ،	ابو الحسن علی معروف بہ ابن بسام سنتمری متوفی سنہ ۵۴۲ھ،	مقتبس در مجموعہ انتخاب تاریخ بنو عباد و زنی مطبوعہ برل لیڈن، سنہ ۱۸۴۶ء
٦٩	ذیل تاریخ دمشق، (دیکھو تاریخ ابو یعلی بن قلانسی،)		

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
		(س)	
۷۰	رحلة ابن جبیر،	محمد بن احمد بن جبیر کنانی متوفی سنہ ۶۱۴ھ	مطبوعہ بریل لیڈن سنہ ۱۹۰۷ء
۷۱	رحلة التیجانی،	ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم تیجانی،	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی پیرس و نسخہ مملوکہ موسیو الفانس روسو گورنر ٹیونس،
۷۲	رفع الاصر عن قضاۃ مصر،	شہاب الدین احمد بن علی معروف بہ ابن حجر عسقلانی متوفی سنہ ۸۵۲ھ،	مقتبس دریادگاری مضیان
۷۳	الرواد، الکتاب اعلام المقتطف		ادارہ المقتطف مصر سنہ ۱۹۲۶ء
۷۴	الروضتین فی اخبار الدولتین النوریہ والصلاحیہ	شہاب الدین ابو محمد عبد الرحمن بن اسمعیل بن ابراہیم مقدسی،	مطبوعہ وادی نیل مصر سنہ ۱۲۸۷ھ
۷۵	ریاض النفوس فی طبقات علماء القیروان وافریقیہ و ما یلیہا من بلدانہا ومراسیہا وحصونہا وسواحلہا وزہاد ہم وعبادہم ونساکہم وشیء من اخبارہم وفضائلہم وتاریخ وفیاتہم،	ابو بکر عبد اللہ بن ابو عبد محمد معروف بالمالکی،	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی پیرس،
		(ز)	
۷۶	مجلہ الزراء،		مصر،
		(س)	
۷۷	السلوک لمعرفة دول الملوک	تقی الدین احمد بن علی مقریزی متوفی سنہ ۸۴۶ھ	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی پیرس

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
		(ش)	
۷۸	شرح المختار من شعر بشار اختیار الخالدین،	ابوطاہر اسمٰعیل بن احمد بن زیادۃ اللہ تجیبی (بعد ۴۰۱ھ)	مصحح محمد بدر الدین حلوی مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۹۳۳ء
۷۹	شرح مواقیت لعضد الدین عبد الرحمٰن بن احمد ایجی	سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ و مولیٰ حسن چلپی بن محمد شاہ فناری متوفی ۸۷۹ھ و عبد الحکیم سیالکوٹی (۱۰۶۷ھ)	مطبوعہ مطبع سعادۃ مصر ۱۳۲۵ھ
		(ص)	
۸۰	کتاب الصلۃ فی تاریخ ائمۃ الاندلس،	ابوالقاسم خلف بن عبد الملک بن مسعود بن بشکوال قرطبی متوفی ۵۷۸ھ	مقتبس در اماری دار نسخہ قلمی اسکوریال متعلقہ در کتبخانہ پیرس
		(ط)	
۸۱	طبقات الامم،	قاضی ابوالقاسم صاعد بن احمد اندلسی متوفی ۴۶۲ھ	مطبع کاتولیکیہ بیروت ۱۹۱۲ء
۸۲	طبقات الی العرب،	ابوالعرب محمد بن تمیم	مقتبس در یادگاری مضامین از نسخہ قلمی موجودہ موسیو فیشب
۸۳	طبقات الحنفیہ (موسوم تاج التراجم)	قاسم بن قطلوبغا حنفی (۸۷۹ھ)	مطبع پسرنگ ۱۸۶۲ء،
۸۴	طبقات الشافعیۃ الکبریٰ	تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب بن تقی الدین سبکی متوفی ۷۷۱ھ	مطبع حسینیہ مصر
۸۵	الطبقات الکبیر،	محمد بن سعد کاتب واقدی متوفی ۲۳۰ھ	مطبع بریل لیڈن ۱۳۲۲ھ
		(ع)	
۸۶	العبر و دیوان المبتدا والخبر	ولی الدین ابو زید عبد الرحمٰن بن محمد بن	دار الطباعۃ عامرہ

Marfat.com

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
	فی ایام العرب والعجم و البربر ومن عاصرهم من ذوی السلطان الاکبر معروف بہ تاریخ ابن خلدون،	خلدون حضرمی مغربی متوفی ۸۰۶ھ	مطبوعہ ۱۲۸۴ھ
۸۷	العبر فی خبر من غبر	شمس الدین ابو عبداللہ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ	مقتبس و اداری از نسخہ قلمی
۸۸	عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات،	زکریا بن محمد بن محمود قزوینی متوفی ۶۸۲ھ	مطبع التقدم مصر
۸۹	العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین،	تقی الدین محمد بن احمد حسینی فاسی مکی، متوفی ۸۳۲ھ	مقتبس و اداری
۹۰	عقد الجمان فی تاریخ اهل الزمان،	بدر الدین محمود بن احمد متوفی ۸۵۵ھ،	مقتبس و اداری مصر
۹۱	عنوان الدرایہ فیمن عرف من العلماء فی المائۃ السابعہ ببجایہ	ابو العباس احمد بن احمد بن عبداللہ غبرینی متوفی ۷۱۴ھ،	مطبع ثعالبیہ ۱۳۲۹ھ
۹۲	عیون الانباء فی طبقات الاطباء،	موفق الدین ابو العباس احمد بن قاسم معروف بہ ابن ابی اصیبعہ متوفی ۶۶۸ھ	مطبع وہبیہ ۱۲۹۹ھ
	(ف)		
۹۳	کتاب الفارسیۃ فی مبادی الدولۃ الخصیصیہ،	ابو العباس احمد بن حسن بن علی بن خطیب بن قنفذ،	مقتبس و اداری از نسخہ مخطوطہ دار الکتب الخدیویہ
۹۴	الفتح القسی فی الفتح القدسی	ابو عبداللہ محمد بن محمد معروف بہ عماد الدین کاتب اصفہانی متوفی ۵۹۷ھ،	مطبع بریل لیدن ۱۸۶۶ء
۹۵	فتوح البلدان،	ابو العباس احمد بن یحیی بن جابر بلاذری متوفی ۲۷۹ھ	
۹۶	فتوح الشام و مصر،	منسوب بہ ابو عبداللہ محمد بن عمر واقدی متوفی ۲۰۷ھ	مقتبس و اداری از نسخہ قلمی

Marfat.com

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ،
۹۷	فتوح مصر واخبارھا،	ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالحکم بن اعین فرسی متوفی ۲۵۷ھ،	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی پیرس،
۹۸	کتاب الفلاحۃ،	ابوزکریا محمد بن محمد بن احمد بن العوام، اشبیلی،	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی بودلین وترجمہ ہندوستانی موسوم بہ کتاب الفلاحت مترجمہ مولوی سید ہاشم ندوی
		(ک)	
۹۹	الکامل فی التاریخ،	عزالدین ابوالحسین علی بن ابوالکریم محمد شیبانی معروف بہ ابن اثیر متوفی ۶۳۰ھ	مطبع بریل لیڈن ۱۸۶۲ء
۱۰۰	کتاب البدی،	نورالدین علی بن موسیٰ بن سعید مغربی غرناطی متوفی ۶۷۳ھ	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی بودلین وآکسفورڈ،
۱۰۱	کتاب فی تحقیق ماللھند معروف بہ کتاب الھند بیرونی،	ابوالریحان محمد بن محمد خوارزمی بیرونی متوفی ۴۴۰ھ	لندن ۱۸۸۷ء
۱۰۲	کتاب الجغرافیہ،	ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر زہری متوفی ۵۳۲ھ،	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی پیرس،
۱۰۳	کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون،	مصطفےٰ بن عبداللہ ملا کاتب چلپی معروف بہ حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۷ھ	مطبع عالم ۱۳۱۰ھ
۱۰۴	کتب الکنیٰ والاسماء	ابوالبشر محمد بن احمد بن حماد دولابی متوفی ۳۱۰ھ	مطبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۲۲ھ
۱۰۵	کتاب مختصر جغرافیہ	نورالدین علی بن موسیٰ بن سعید غرناطی ۶۷۳ھ	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی پیرس و بودلین،
۱۰۶	لمحۃ البھجۃ العلمیۃ فی بعض النسبۃ العقلیۃ،	محمد بن طیب قادری حسنی،	دریادگاری مضامین بحوالہ مقالہ ہاوے تمس،
۱۰۷	مجلۃ المجمع العلمی العربی،		دمشق

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
۱۰۸	المختصر فی اخبار البشر،	عماد الدین اسمٰعیل ابو الفدا صاحبِ حماۃ متوفی ۷۳۲ھ	مطبع حسینیہ مصر،
۱۰۹	مختصر کتاب ابناء الرواۃ علی ابناء الرواۃ، للقفطی	شمس الدین ابو عبد اللہ ذہبی متوفی ۷۴۶ھ	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی لیڈن،
۱۱۰	مراۃ الجنان وعبرۃ الیقظان	ابو محمد عبد اللہ بن اسعد یافعی متوفی ۷۶۸ھ	مطبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۳۷ھ
۱۱۱	مراۃ الزمان،	شمس الدین ابو المظفر یوسف سبط ابن جوزی متوفی ۶۵۴ھ	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی پیرس
۱۱۲	مروج الذہب ومعادن الجوہر،	ابو الحسن علی بن حسین بن علی مسعودی متوفی ۳۴۶ھ	امپیریل پریس پیرس،
۱۱۳	مسالک الابصار فی ممالک الامصار،	شہاب الدین ابو العباس احمد بن یحیی کرمانی عمری معروف بابن فضل اللہ کاتب دمشقی متوفی ۷۴۹ھ	مقتبس دراماری از نسخہ پیرس، بودلین واکسفورڈ
۱۱۴	المسالک والممالک،	ابو القاسم محمد بن حوقل، (۳۶۷ھ)	طبع آخر و مقتبس دراماری از نسخہ مطبوعہ آکسفورڈ،
۱۱۵	مسالک الممالک،	ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد فارسی اصطخری کرخی	مطبع بریل لیڈن ۱۹۲۷ء
۱۱۶	المسالک والممالک،	ابو عبید عبد اللہ بن عبد العزیز بکری اندلسی متوفی ۴۸۷ھ	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی پیرس
۱۱۷	مسند ابن حنبل،	امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ	مطبع میمنیہ مصر ۱۳۱۳ھ
۱۱۸	کتاب المشترک وضعًا و المفترق صقعًا،	شہاب الدین ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ حموی متوفی ۶۲۶ھ	مقتبس دراماری از نسخہ مطبوعہ گوٹنگن جرمنی،
۱۱۹	معالم الایمان فی معرفۃ اہل القیروان	عبد الرحمٰن بن محمد بن عبد اللہ انصاری معروف بابن دباغ متوفی ۷۹۶ھ و قاسم بن یحیی بن محمد تنوخی متوفی ۳۸۴ھ	مطبع علمیہ تونسیہ ۱۳۲۱ھ
۱۲۰	المعجب فی تلخیص اخبار المغرب	محی الدین ابو محمد عبد الواحد مراکشی متوفی ۶۲۱ھ	مطبع بیلاق ۱۳۱۴ھ

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ،
۱۲۱	معجم الادباء یاقوت، (دیکھو ارشاد الاریب)		
۱۲۲	معجم البلدان،	شہاب الدین ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ حموی رومی بغدادی متوفی سنہ ۶۲۶ھ،	مطبع سعادہ مصر سنہ ۱۳۲۳ھ
۱۲۳	المغرب فی حلی المغرب،	ابو الحسن نور الدین علی بن موسیٰ بن سعید غرناطی متوفی سنہ ۶۷۳ھ،	مطبع بریل لیڈن سنہ ۱۸۹۹ء
۱۲۴	المغرب فی ذکر بلاد افریقیہ والمغرب	ابو عبید اللہ عبد اللہ بن عبد العزیز بکری متوفی سنہ ۴۸۷ھ،	الجزائر سنہ ۱۹۱۱ء
۱۲۵	کتاب المقفیٰ،	مقریزی متوفی سنہ ۸۴۵ھ	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی پیرس بخط مصنف
۱۲۶	المونس فی اخبار افریقیہ وتونس،	ابو عبد اللہ محمد بن ابو القاسم رعینی قیروانی معروف بابن ابی دینار متوفی سنہ ۱۱۱۱ھ	مطبع دولۃ تونس سنہ ۱۳۱۸ھ
	(ن)		
۱۲۷	الناسخ والمنسوخ،	ابو جعفر نحاس متوفی سنہ ۳۳۸ھ	مطبع السعادہ مصر سنہ ۱۳۲۳ھ
۱۲۸	نبذۃ المحتاجہ فی اخبار ملوک صنہاجہ،	قاضی ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حماد	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی مملوکہ موسیو شربونو،
۱۲۹	النجوم الظاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ،	جمال الدین ابو المحاسن یوسف بن تغری بردی ظاہری متوفی سنہ ۸۷۴ھ،	مقتبس دراماری، مضامین،
۱۳۰	نخبۃ الدہر وعجائب البر والبحر،	شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابو طالب انصاری صوفی دمشقی متوفی سنہ ۷۲۷ھ	مقتبس دراماری از نسخہ قلمی پیرس،
۱۳۱	نزہۃ الالبا فی طبقات الادبا	ابو البرکات عبد الرحمن بن محمد انباری متوفی سنہ ۵۷۷ھ	مصر سنہ ۱۲۹۴ھ
۱۳۲	نزہۃ المشتاق فی اختراق الآفاق،	ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عبد اللہ ادریسی متوفی سنہ ۵۶۰ھ	..... سنہ ۱۲۸۵ھ

Marfat.com

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
۱۳۳	نشق الازہار فی عجائب الاقطار	ابوالبرکات محمد بن احمد بن ایاس متوفی ۹۳۰ھ	مقتبس در اماری از نسخہ قلمی پیرس،
۱۳۴	نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب،	ابوالعباس احمد بن محمد مقری اندلسی متوفی سنہ ۱۰۴۱ھ	مطبع ازہریہ مصر سنہ ۱۳۰۲ھ
۱۳۵	نہایۃ الارب فی فنون الادب	شہاب الدین ابو عبداللہ احمد بن عبدالوہاب بکری نویری متوفی سنہ ۷۳۳ھ،	مقتبس در اماری از نسخہ قلمی لیڈن
۱۳۶	نیل الابتہاج بتطریز الدیباج	ابوالعباس احمد بن احمد بن عمر بن محمد اقیت معروف بہ بابا تنکی متوفی سنہ ۱۰۳۶ھ	بہامش دیباج المذہب مطبوعہ سنہ ۱۳۲۹ھ،
	(و)		
۱۳۷	الوافی بالوفیات،	صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی متوفی سنہ ۷۶۴ھ	مطبع دولت استانبول سنہ ۱۹۳۱ء و مقتبس در اماری از نسخہ قلمی پیرس
۱۳۸	وفیات الاعیان وابناء ابناء الزمان،	قاضی احمد معروف بہ ابن خلکان متوفی سنہ ۶۸۱ھ	مطبوعہ مصر سنہ ۱۲۹۹ھ
	(ہ)		
۱۳۹	مجلۃ الہلال،	.	قاہرہ مصر،
۱۴۰	کتاب الہند بیرونی، (وکیو کتاب فی تحقیق ماللہند)	.	مقتبس در اماری از نسخہ قلمی پیرس،
۱۴۱	کتاب ہیئۃ اشکال الارض و متادرہا فی الطول والعرض معروف بہ جغرافیہ		

Marfat.com

کُتب بزبانِ انگریزی و ہندوستانی وغیرہ

(بہ ترتیبِ حروفِ تہجی)

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
		(الف)	
۱	ابن رشد،	مولوی محمد یونس انصاری،	مطبع معارف دارالمصنفین اعظم گڈھ سنہ ۱۳۴۲ھ
۲	اخبار الاندلس،	اس پی اسکاٹ،	ترجمہ ہسٹری آف دی مورش امپائر ان سپین مترجمہ جناب منشی محمد خلیل الرحمن صاحب مطبوعہ سنہ ۱۳۴۲ھ
۳	ارض القرآن	مولانا سید سلیمان ندوی،	مطبع معارف دارالمصنفین اعظم گڈھ،
۴	اسٹوری آف دی نیشنس سیریز (دیکھو سسلی، نیز سٹائن امپائر پیپل مانرز کی اسٹوری آف دی نارمن)		
۵	اسٹوری آف دی نارمن (اسٹوری آف دی نیشنس سیریز جلد ۲۹)	سارا اورون جیوٹ،	فشر اینون، لندن،
۶	امدی (دیکھو بیلو تحیکا)		
۷	انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا،		طبع یازدہم کیمبرج یونیورسٹی پریس سنہ ۱۹۱۰ء
۸	انسائیکلوپیڈیا آف اسلام،		طبع اول لندن سنہ ۱۹۱۳ء،
۹	مجلہ اورینٹل کالج میگزین،		لاہور ترجمہ مقالہ مشرق کا اثر مغرب پر حاجی تعقوب
		(ب)	
۱۰	بیبو تھیکا (بوسکیولا مجموعہ ماری)	میکائیل اماری،	مطبوعہ لیپزگ سنہ ۱۸۵۵ء سنہ ۱۸۸۷ء اس مجموعہ کا ذکر جلد اول کے دیباچہ میں آیا ہے قلمی کتابوں کے اقتباسات اسی میں شائع ہوئے ہیں،
۱۱	سٹائن امپائر، (اسٹوری آف دی نیشنس سیریز جلد ۳)	سی ڈبو سی اومن،	فشر اینون لندن،

Marfat.com

شمار	نام کتاب	مصنف (پ)	تفصیل نسخہ
۱۲	پیپل مانرکی، (اسٹوری آف دی نیشنس سیریز جلد ۵۸)	ولیم باری: (ت)	فشر انوین لندن ۱۹۰۲ء
۱۳	تاریخ ارتقائے انسانی،	رابرٹ بروفالٹ.	ترجمہ دی میکنگ آف ہیومینٹی مخص حصہ اسلامی تہذیب در روزنامہ زمیندار لاہور مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۲۸ء و مجلہ اورینٹل کالج میگزین، جلد ۲ ۱۹۳۰ء
۱۴	تاریخ اہل انگلستان،	جان رچرڈ گرین،	ترجمہ اے شارٹ ہسٹری آف دی انگلش پیپل، مترجمہ فاضی تمدحسین ایم اے، دار الطبع عثمانیہ ۱۹۲۱ء،
۱۵	تاریخ تمدنِ عرب (دیکھو تمدن عرب)		
۱۶	تاریخ جمہوریت روما،	ڈبلیو. ای. ہیٹ لینڈ ایم اے	مترجمہ جناب حمید احمد انصاری دار الطبع عثمانیہ ۱۹۲۶ء،
۱۷	تاریخ روما،	ایچ ایف ہیلیم، ایم اے،	مترجمہ جناب حمید احمد انصاری دار الطبع عثمانیہ حیدرآباد ۱۹۲۲ء،
۱۸	تاریخ عرب،	موسیو سدیو	مترجمہ مولوی عبد الغفور و مولوی محمد حلیم انصاری مطبوعہ الناظر لکھنؤ،
۱۹	تاریخ فلسفہ.	الفرڈ ویبر،	مترجمہ ڈاکٹر ظفیفہ عبد الحکیم ایم اے، دار الطبع عثمانیہ حیدرآباد ۱۹۲۸ء
۲۰	تاریخ فلسفہ اسلام،	ڈاکٹر ٹی جے دی بوائر،	مترجمہ مولوی مرزا محمد ہادی صاحب بی اے دار الترجمہ حیدرآباد مطبوعہ ۱۹۲۹ء
۲۱	تاریخ گبن: (دیکھو ہسٹری آف دیکلائن اینڈ فال)		

Marfat.com

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
۲۲	تاریخ مغرب	ابن عذاری مراکشی،	ترجمہ البیان المغرب (جلد اول) مترجمہ پروفیسر محمد جمیل الرحمٰن ایم اے، مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۶۱ء
۲۳	تاریخ یورپ	لیور تھیچر، پی ایچ ڈی، ورفرڈ مینڈ شیول، پی ایچ ڈی،	مترجمہ مولانا عبدالماجد، دریابادی بی اے، نواب حیدر یار جنگ و قاضی تلمذ حسین صاحب دائرۃ المطبع عثمانیہ سنہ ۱۹۲۲ء
۲۴	تاریخ یونان،	پروفیسر بیوری،	ترجمہ ہسٹری آف گریس مترجمہ مولوی سید ہاشمی فریدآبادی، دارالطبع عثمانیہ سنہ ۱۹۱۹ء
۲۵	تاریخ یونان قدیم،	پروفیسر اڈولف ہولم،	مترجمہ پروفیسر محمد ہارون خان شروانی ایم اے: دارالطبع عثمانیہ سنہ ۱۹۲۷ء
۲۶	تمدن عرب،	ڈاکٹر گستاولی بان،	مترجمہ شمس العلماء مولوی سید علی بلگرامی بی اے، طبع اول مطبوعہ مفید عام آگرہ سنہ ۱۸۹۸ء
۲۷	ڈکشنری آف جغرافیہ،	جارج ارنسٹ ایمپرس (ط)	طبع یورپ،
۲۸	سیلی راسٹوری آف دی مشنز سیریز، جلد ۳۱)	ایڈورڈ فرمین، (س)	طبع لندن،
۲۹	سفرنامہ برنارڈ،		
۳۰	سیفٹی ریویو (میشیل اماری) (مجموعہ مضامین بہ یادگار رسد صاحب میکائل اماری)		

مقتبس از "مقالہ میں اسلام" مولفہ مولینا عبدالحلیم شرر مطبوعہ دلگداز پریس لکھنؤ سنہ ۱۹۱۲ء
مطبوعہ پاینہ سنہ ۱۹۱۱ء اس مجموعہ مضامین کا ذکر جلد اول کے دیباچہ میں کیا گیا ہے اس میں مختلف مستشرقین نے انگریزی فرنچ جرمن اٹینی، لاطینی اور نمامین یا فرزن میں مضامین لکھے ہیں اور عربی زبان کی قلمی کتابوں کے اقتباسات لکھے ہیں

Marfat.com

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
		(ف)	
۳۱	کتاب الفلاحت،	ابوزکریا یحیی بن محمد بن العوام الاشبیلی	مترجمہ [illegible] معارف پریس و اعظم گڑھ [illegible]
۳۲	فہرست کتب خانہ بانکی پور، جلد ۱۰	مولوی وحید الدین ندوی، پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ، پٹنہ	مطبوعہ پٹنہ ۱۹۳۱ء
۳۳	خدیویہ مصر،	ڈاکٹر پال فولیس و سید محمد بلاذری	مطبوعہ ۱۳۰۵ھ
۳۴	رام پور،		مطبوعہ رام پور ۱۹۳۰ء
		(ق)	
۳۵	قضاء الارب من ذکر علماء النحو والادب،	احمد بن علی معروف بہ والقشاش علی نقوی بھوپالی	مطبع مفید عام آگرہ ۱۳۰۶ھ
۳۶	محمد قاسم،	ڈی ایس مارگولیتھ	ہوم یونیورسٹی لائبریری اڈیشن لندن
۳۷	[illegible]		دار المصنفین شبلی گڑھ مقالات جہاز کتابخانہ
۳۸	معرکہ مذہب و سائنس	ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر	اسلام کا اثر یورپ پر ابن شیخ صاحب [illegible] جزیرہ [illegible] موجودہ [illegible] اور [illegible]
			ترجمہ کا لفاکٹ بنوی [illegible] امیر [illegible]
			مترجمہ مولوی نذیر علی خان بی اے علیگ لاہور مطبوعہ مرقاہ عام [illegible] پریس لاہور [illegible]
۳۹	مفتاح الکنوز الخفیہ،	مولوی عبد الحمید کیشاگر خدا بخش خان لائبریری پٹنہ،	مطبوعہ پٹنہ ۱۹۲۲ء،

Marfat.com

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
		(ن)	
۴۰	نزہتہ الشتاق	ادریسی،	ترجمہ ایٹ لوی، مترجمہ ایم اماری وسی سیدپاریلی، مطبوعہ روم ۱۸۸۳ء
		(ھ)	
۴۱	ہسٹاریکل جیوگرفی آف ایشیا،	ایڈورڈ گبن	اسپوٹس وڈس، لندن،
۴۲	ہسٹری آف دی ڈکلائن اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر		ایوری مینس اڈیشن لندن
۴۳	مسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ،		لنڈن ٹائمس پریس ۱۹۰۰ء
		(ی)	
۴۴	یادگاری مضامین، (دیکھو سینٹے ناریوا		

Marfat.com

Marfat.com

تاریخ صقلیہ

(جلد اوّل)

(مرتبہ مولانا سید ریاست علی ندوی)

مسلمانون نے صقلی پر ڈھائی سو برس تک حکومت کی اور اسپین کی طرح اسکو بھی اسلامی خیر و برکت کا سرچشمہ بنا دیا اور تقریباً پانچسو برس تک اس سے وابستہ رہے، مگر افسوس ہے کہ اس کی کوئی تاریخ اردو، انگریزی مین کیا عربی مین بھی موجود نہ تھی، نو دس برس کی مسلسل محنت اور تلاش و تحقیق کے بعد دو ضخیم جلدون مین اس کے رزم و بزم کی تاریخ مرتب کی گئی ہے، پہلی جلد گویا اس کی رزمیہ تاریخ ہے، جس مین صقلیہ کے جغرافی حالات، سسلی، اٹلی و جزائر سسلی پر اسلامی حملون کی ابتداء، اسلامی حکومت کا قیام، بعد بعد کے دورون کا عروج، اسلامی حکومت کے خاتمہ اور صقلیہ و جزائر صقلیہ مین مسلمانون کے مصائب و جلا وطنی کا تفصیلی مرقع دکھایا گیا ہے،

ضخامت مجموعی، ۴۷۶ صفحے، کاغذ اور لکھائی چھپائی اعلیٰ،

قیمت :- ۱۸ روپئے

مینیجر

دار المصنفین اعظم گڈھ

سید اقبال احمد

Marfat.com